نعتیہ

دیباچے

۱

ریاض مجید

نعتیہ دیباچے

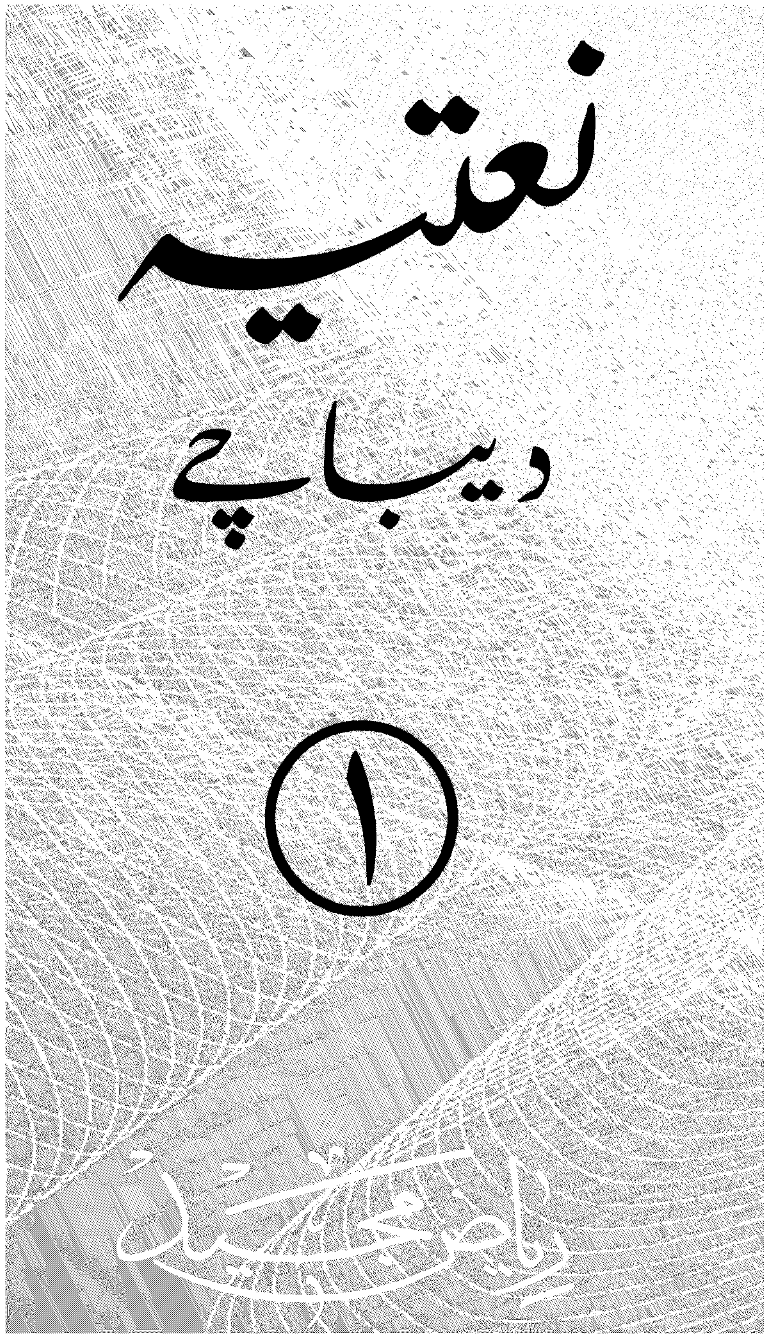
ریاض مجید

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہوگئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلو ان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جاسکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی


نعتیہ
دیباچے
۱
ریاض مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

نعتیہ دیباچے
(۱)

ریاض مجید

نعت اکادمی

سلسلہ اشاعت: 96
تاریخ اشاعت: 30 جون 2020
قیمت: =/300 روپے

اشاعت/حقوق: ریاض مجید
کمپوزنگ: مبشرہ فریاد
تزئین: علی حسن زیدی
سرورق: علی
بائنڈنگ: احسان الحق سیالوی 0302-6600656
مطبع: زیدی لیزر پرنٹنگ، فیصل آباد 0300-6619124
اہتمام: نعت اکادمی
پوسٹ بکس نمبر 25 فیصل آباد

☆

انتساب

محترم حفیظ تائبؒ کے نام

ترتیب

❖......❖......❖......❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تین کتابیں ـــــ ایک دیباچہ

گزشتہ سالوں میں نعتیہ کتابوں پر لکھنے والے دیباچوں کو تین کتابوں ''نعتیہ دیباچے (۱)''،''نعتیہ دیباچے (۲)'' اور''نعتیہ دیباچے (۳)''ــــ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ہر کتاب کے شروع میں ان نعتیہ مجموعوں کی فہرست دے دی گئی ہے جن کے لئے یہ دیباچے لکھے گئے ہیں۔ ان مجموعوں میں دو تین ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو ابھی زیرِ طبع ہو یا جو موجودہ اُن مجموعوں میں دیباچے کی جگہ نہ پا سکے ہوں اور اب اُن کی حیثیت ان کتابوں کے بارے میں مضامین کی ہوگئی ہو۔ ان تینوں مجموعوں میں شائع ہونے والے 60 کے قریب دیباچوں میں ان کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں۔

ان سب مجموعوں کا بیک وقت کتابی صورت میں مطالعہ آج کی نعت کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔ مَیں نے کوشش کی ہے کہ مجموعوں کے مکمل مطالعے کے بعد اُن کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں اگر چہ ان دیباچوں سے کِسی حوالے سے بھی آج کے نعتیہ بیانیہ کی مکمل ترجمانی کا مظہر نہیں سمجھا جا سکتا تاہم ان دیباچوں سے نعت کے ضمن میں گزشتہ تین چار دہائیوں سے ہونے والی پیش رفت کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اگر آج کی نعت کا بہت اختصار سے دو جملوں میں خلاصہ بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نعت کا مرکزی اور بڑا دھارا 'معمول' کی نعت نگاری پر مشتمل ہے البتہ جو غزل کے پُختہ کار، جدّت نیار اور ندرت طبع نعت نگار ہیں اُن کی نعت فکری اور فنّی طور پر تازہ کاری کی عکّاس ہے ____

آج کے شعر و ادب کی مجموعی صورتِ حال بھی ایسی ہے۔ اصناف کی ناول، افسانہ، غزل، نظم اور دوسری نعتِ رسول ﷺ کی صنف کا بڑا حصّہ بھی ایک تاریخ ساز پیش رفت کے باوجود تشکیلی مرحلے میں ہے۔

اِس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آج کی نعت قریب قریب 97، 98 فیصد غزل کی صنف میں پھر رہی ہے۔ لٰہذا اُس کی تخلیق و تنقید کا سارا نظام غزل ہی کے حوالے سے تشکیل پا رہا ہے جو شاعر غزل کے علائم و رموز اس کے فنّی محاسن اور اس کی تخلیقی مہارت سے جس قدر آگاہ ہے اس کی نعت اتنی ہی مختلف، منفرد اور بلیغ معنویت کی حامل ہے اور عقیدت محض کے اظہار کی بجائے اعلیٰ ادبی و شعری قدروں کی امین ہے اور ظاہر ہے عوام، اور 'معمول' کے مقابلے میں ایسے 'خواص' اور منفرد کم ہیں۔

ریاض مجید

نسبتیں: خورشید رضوی

برادرِ محترم خورشید رضوی معاصر شعری، ادبی منظر نامے کی ایک معتبر شخصیت ہیں، اس اعتبار کے پس منظر میں اُن کے علمی وقار، قریب قریب چھ عشروں پر مشتمل فنّی ریاضت اور اظہار کی اطمینان یاب کوشش کے ساتھ ان کی ذات کی دل آویز محبوبیت اور مرجعیت کا بڑا ہاتھ ہے۔ مَیں جب 1964ء میں ایم اے اردو کیلئے اورئینٹل کالج (پنجاب یونیورسٹی) لاہور پہنچا تو وہاں کی فضا میں پچھلے دو تین سالوں کے شعر آشناؤں اور ادب دوستوں کی جو یادیں موجود تھیں ان میں خورشید رضوی (شعبۂ عربی) انور مسعود (شعبۂ فارسی) اور خواجہ زکریا، صدیق جاوید، ریاض احمد ریاض، انیس الرحمٰن اعظمیٰ، انوار انجم، اسلم انصاری، عابد صدیق، سلیم بیتاب (شعبہ اردو) کے نام نمایاں تھے میرے ساتھ کے طلباء میں تبسم کاشیری، احمد عقیل روبی، اکرام چغتائی تھے بعد کے کچھ سالوں میں گوہر نوشاہی اور امجد اسلام امجد یہ معروف شخصیتیں تھیں جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں زبان و ادب کی خدمت کی اورئینٹل کالج میں اکسٹھ باسٹھ سے پینسٹھ چھیاسٹھ (۶۲۔۱۹۶۱، ۶۶۔۱۹۶۵) کے یہ سال ادبی، علمی اور شعری حوالے سے بہت یادگار ثروت مند تھے ----- اِس کاروانِ تجمل کی گرد میں بھی تھا۔

ان تمام دو چار سال کے فرق سے چھوٹے اور بڑے احباب میں اس وقت سے آج تک واحد غیر متنازع اور سب کے لئے نمایاں طور پر مرنجاں مرنج، متوازن اور پسندیدہ شخصیت خورشید رضوی کی تھی اور آج تک ہے گزشتہ نصف صدی میں شعر و ادب میں نظریات کی کئی فطری اور مصنوعی خود ساختہ لہریں اٹھیں---جھوٹے سچے کئی گروپ اور حلقے بنے ----موافقت اور

مخاصمت کی ملی جلی فضاؤں اورطعن وغیبت کے حلقہ جاتی ماحول میں جوشخصیت ہمیشہ غیر متنازع اور سب کے لئے پسندیدہ رہی وہ خورشید رضوی کی شخصیت رہی ۔جس طرح پانی ہمیشہ اپنی سطح ہموار رکھتا ہے اس طرح خورشید کے تعلقات کی روشن سطح اپنے پرائے، علمی، کم علمی، ادبی، نیم ادبی، ۔۔ گرویوں، حلقوں، رسالوں، شعروں، رویّوں میں----کیسی بھی تقسیم کرتے جائیں ----سب کے لئے نہ صرف ہمیشہ قابل قبول، محترم بلکہ واجب الاحترام ذات خورشید رضوی کی رہی ۔ یہ وجوب بھی وقتی اور خودساختہ نہیں فطری، حقیقی اور خداداد ہے۔

خدا کا شکر ہے ہمارے غیبت نژاد اور مخاصمت زاد رویوں سے اَٹے شعری وادبی ماحول میں ایک شخصیت تو ایسی ہے جسے بطور مثال پیش کیا جا سکے اور جس کے متفق علیہ انسان دوست وجود اور ادب آشنا رویّوں کو ایک سعید اور مبارک، نمونے کے حوالے کے طور پر یاد رکھا جائے اطمینان کی بات یہ ہے کہ خورشید رضوی کا یہ حوالہ کسی وقتی یا حادثاتی واقعہ کے اعتبار کا پیدا کردہ نہیں اس کے عقب میں ان کے بزرگوں کی دعائیں، گھر کی تربیت، حصولِ علم کی سنجیدہ اور بارآور کوشش کے ساتھ اپنی ذاتی اور علمی شخصیت کی تشکیل اور نگہداشت کے لئے مسلسل ریاضت، انہماک اور توجہ بھی شامل ہے۔علمی وجاہت کے ساتھ ہمہ حال اور ہمہ وقت ایک متبسم وجیہہ چہرہ ان کی شناخت ہے۔علمی پایۂ زبان دانی، رموزفن سے آشنائی اور ان اوصاف کے ساتھ ملنساری نے سب کیلئے ان کی شخصیت کو دل آویز بنا دیا ہے۔خورشید صاحب کے حوالے سے

؎ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

والی بات ہوگئی ہے۔ یہاں 'حکایت' کو 'تعارف' بلکہ تعلق پڑھیئے ۔ ہمارا اُن سے تعلق ہی ایسا ہے اور ہمارے لئے یہ 'تعلق' اور نسبت فخر کی بات ہے کہ ہم ان سے متعارف ہیں ورنہ وہ لوگ جو انہیں آج تک ملے نہیں انہیں اس ''خلا'' کا بھی اندازہ نہیں جو انہیں اس محرومی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے (آمین)

خورشید رضوی نے اپنے دوسری علمی کاموں کے ساتھ شاعری بھی کی ان کی شاعری کی

بنیادیں عربی، فارسی اور اردو کی کلاسیکی روایات سے اٹھی ہیں ۔علامہ اقبال کے بعد کی قریباً پون صدی کی شاعری میں جو فکری اور لسانی تبدیلیاں رُونما ہوئیں وہ نہ صرف یہ کہ ان کی نظر میں ہیں بلکہ انہوں نے اس کا گہرا مطالعہ بھی کیا ہے اس اثناء میں جو سیاسی، سماجی اور تہذیبی تغیرات ہمارے معاشرے میں ہوئے اور ان کے جو اثرات ہمارے شعر و ادب پر پڑے وہ اُن کا بھی شعور رکھتے ہیں'' یکجا'' کے نام سے اُن کی اب تک کی شاعری کا ضخیم مجموعہ بھی دو اڑھائی سال قبل شائع ہو چکا ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ اب 'نسبتیں' کے نام سے ان کی عقیدت نگاری (Devotional poetry) کی کتاب مرتب ہوئی ہے۔اس کتاب کا مدت سے انتظار تھا گزشتہ صدی کے آخری ربع میں جس طرح نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف کو فروغ ملا ہے اور اس صنف نے مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے موضوع سے بڑھ کر معجزہ فن کا جو مرتبہ حاصل کیا ہے ۔اس صنف کو اعتبار افزوں اور وقار ساماں کیفیات سے آشنا کرنے کے لئے اردو نعت کے عصر حاضر میں جن پختہ کار شاعروں نے مقدور بھر کوششیں کی ہیں ان میں خورشید رضوی کا نام بھی اہم ہے۔

خورشید کی نعت گوئی میں آداب آشنا فکر کے ساتھ نعت شناس قرینے کا تاثیر بخش امتزاج قابل ستائش ہی نہیں رشک آور ہے ۔ وہ نعت کے فکر و فنی لوازمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی خوش سلیقگی سے اظہار کے تخلیقی مراحل سے گزرتے ہیں اُن کی نعت گوئی کی تازہ کاری کا اندازہ ان کے مطلعوں ہی سے ہو جاتا ہے۔درج ذیل اشعار دیکھئے۔

ے بادشاہا ! ترے دروازے پر آیا ہے فقیر
چند آنسو ہیں کہ سوغات میں لایا ہے فقیر

ے وہ جس سے مری آنکھ ہے بینا، ہے مدینہ
وہ جس سے منور مرا سینہ، ہے مدینہ

ے حمد سے نکلا ہوا نام محمدؐ احمدؐ
وردِ اس نام کا کیا خواب ہے، احمدؐ احمدؐ

ے مجھ سے بَن آئے گی کچھ نعت محمد میں کہیں
ہوں ابھی مدحتِ سرکار کی ابجد میں کہیں

ے آرام گہ سیدِ سادات یہ گنبد
یہ فخرِ زمیں تاجِ سماوات یہ گنبد

ے لمس احمد کے لئے چشم برہ زنگ آلود
خانۂ دل میں پڑا قفلِ گنہ زنگ آلود

ے نئے برس کا نیا چاند آسماں پہ چڑھا
غمِ حسین میں دل خوں ہُوا، سناں پہ چڑھا

ے سمجھو کہ سب دکھوں سے شفا ہو گئی مجھے
جب دل دکھا ہے نعت عطا ہو گئی مجھے

نعت گوئی کا یہ انداز میلاد کی محافل، سیرت کی مجالس اور کانفرنسوں میں ترنم سے پڑھی جانے والی نعتوں سے علاحدہ ایک ایسا علمی انداز نعت ہے جو رمز آشنا قارئین اور سامعین سے پس الفاظ کی بعض کیفیات تک رسائی اور تلازمات کی تفہیم کیلئے توجہ طلب رہتا ہے۔

علمی اندازِ نعت ----نعت کی روایت کو نہ صرف آگے بڑھاتا ہے بلکہ مستقبل کے فکری اور فنی امکانات کے راستے بھی کشادہ کرتا ہے۔اردو کے معاصر نعتیہ منظرنامے میں نعت گو شاعروں کا ایک بڑا حصہ نعت کے جس مرکزی دھارے میں سرگرم کار ہے۔یہ اندازِ نعت ان سے مختلف ہے، وہی پہلے بھی کئی بار دی گئی مثال کے مطابق بھیڑ سے ہٹ کر اور انبوہ سے کٹ کر چلنے اور داد و شہرت سے گریز سچے تخلیق کاروں کی طرح سب میں رہتے ہوئے مختلف اور منفرد انداز میں بات کرنے کے آرزومند خورشید رضوی نے مذکورہ بالا مطلعوں کی حامل نعتوں میں آرٹ اور کرافٹ کی مصرع مصرع اور شعر شعر جو مثالیں تخلیق کی ہیں وہ ان کی مہارتِ فن کی ترجمان ہیں۔ عقیدت نگاری سے متعلق ان فن پاروں میں انہوں نے ثنا کاری کو بڑے فنی قرینوں، تخلیقی جذب اور انہماک سے معجزۂ فن کی منزل کی طرف گامزن رکھا ہے۔ بڑا فنکار اپنی تخلیقی توجہ، انہماک، اپنی روایت آشنا ریاضت اور امکان شناس وژن سے کرافٹ کو بھی آرٹ کا حصہ بنا دیتا ہے۔ویسے بھی مرا یقین ہے کہ سچا نعت فکر شاعر اپنے خلوص سے آورد کو بھی آمد بنا سکتا ہے۔اور نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں تو سچے شاعر کا باطن اسے لہو کا آخری قطرہ بھی صرف فن کرنے کا درس دیتا رہتا ہے۔

خورشید رضوی کے فن کا ایک کمال ان کی ایک سادہ سی نعت میں ظاہر ہُوا ہے یہ نعت چھوٹی بحر میں مثنوی کے انداز میں لکھی گئی ایک مختصر سی نظم ہے جس میں انہوں نے کسی پرتکلف پیرایۂ اظہار کی بجائے ایک براہِ راست بیان کا سادہ اسلوب اختیار کیا ہے ---- یہ نظم اپنی تخلیقی وحدت میں مکمل یوں ہے۔

یہ درو بام و گُنبد و محراب
سر بسر ہیں مِری نظر کا حجاب

کاش پھر سے وہی مدینہ ہو
پھر وہی شہرِ پُر سکینہ ہو

کچّی گلیاں ہوں ، کچّی دیواریں
اور کھجوروں کے شاخچوں کی چھتیں

کُو بہ کُو نقشِ پائے احمدؐ ہو
سُو بہ سُو خوشبوئے محمدؐ ہو

آنکھ روشن ہو روئے انور سے
چھوسکیں ہاتھ ، پائے اطہر سے

صورتیں ہوں نبیؐ کے پیاروں کی
جس طرح مشعلیں ستاروں کی

شیشۂ جاں میں ہو نہ بال کوئی
دِل میں اُٹھتا نہ ہو سوال کوئی

اہلِ منزل نہ راستہ پوچھیں
آنکھ سے دیکھ لیں تو کیا پوچھیں؟

سامنے نُور ہو حقیقت کا
ابر حائل نہ ہو روایت کا

نہ دلیلوں کی ٹھوکریں کھائیں
جو سُنیں دوڑ کر بجا لائیں

میں نے اس نظم پر بیسیوں بار غور کیا اور اس کی محا کاتی پُر کاری اور موثر بیانی سے محظوظ ہوا اِس نعتیہ نظم کا اسلوب ایک نصاب آثار معیار لئے ہوئے ہے اگر انٹرمیڈیٹ اور بی اے کے اردو نصابات کیلئے کوئی ایسا نعت پارہ منتخب کرنا ہو جس میں فکری اور فنی حوالوں سے شعری لوازمات اور تخلیقی عناصر موجود ہوں تو بہ آسانی اس نعت کا انتخاب کیا جاسکتا ہے اس کا حجم' اشعار کی تعداد اس میں موجود محاکات اور دوسرے فنی محاسن جو تخلیقی شاعری کا حسن شمار ہوتے ہیں نہ صرف قرینے سے موجود ہیں بلکہ پُرگداز اور موثر سادگی کے ساتھ شامل اظہار ہوئے ہیں۔

ممکن ہے بعض قارئین کیلئے یہ عجیب بات ہو---- عام طور پر ہمارے ہاں تنقیدی آرا اور مضامین میں اس طرح کی بات نہیں کی جاتی بلکہ اس زاویۂ نقد سے سوچا بھی نہیں جاتا لیکن یہ ایک نکتہ ہے جسے پیش نظر (کبھی کبھار) رہنا چاہیے مَیں نے قریباً پچیس سال پہلے ایم ایڈ کی امتحانی ضروریات کے حوالے سے انگریزی زبان کے نصابات میں حمد و نعت کی ضرورت کے موضوع پر اپنی نگرانی میں ایک مقالہ لکھوایا جس کا عنوان تھا

NA'AT - NEED AND SCOPE IN ENGLISH CURRICULUM

مقالہ نگار سلیم اللہ جندران تھے۔اس مقالے کو بعد میں جناب احمد فراز کی نگرانی میں نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا اس مقالے کے تحقیقی مراحل کے دوران میں ______ اور بعد میں بھی کئی بار خیال آیا کہ ہمارے ہاں نعت کا غالب حصہ غزل کی صنف میں

ہے یا طویل یک کتابی نعتوں کی صورت میں مثلاً مخمنا ' فارتلسط 'حمطایا' عبدہ (عبدالعزیز خالد) ' رحلِ نظر (نظر مہدی) ' دارین (احسان دانش) صلصلۃ الجرس (عمیق حنفی) وغیرہ ۔ معاصر نعتیہ نظموں میں دس بارہ اشعار پر مشتمل نصابی انداز اور معیار کے مطابق نعتیہ نظمیں بہت کم ہیں اس انداز و معیار (جو نصابات کے حوالے سے مطلوب ہوتے ہیں) کی کمی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب آپ آج کے نعتیہ منظر نامے میں ایسے نعتیہ مواد کی تلاش میں نکلیں علامہ اقبال کی طویل نظموں میں 'ذوق وشوق' کے علاوہ بانگ درا کی کئی نظمیں مثلاً

0۔ دربارِ رسالت مآب میں

0۔ بلالؓ

0۔ صدیقؓ

0۔ جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

----- وغیرہ وغیرہ ----- نعتیہ عناصر کی حامل ہیں اور نصابی اعتبارات ضروریات کے مطابق متناسب (Sizeable) اور متوازن فکری و فنی حجم کے موافق ہیں -----مَیں خورشید رضوی کی اس نظم کو اس فہرست میں شمار کرتا ہوں ۔

مہارتِ فن کے حوالے سے خورشید رضوی کی کئی نعتیں اعلیٰ معیار اور نمونہ کی حامل ہیں ۔ ایک نعت کا حوالہ ہی کافی ہے جس کا مطلع ہے ۔

ے لمس احمدؐ کے لئے چشم برہٗ زنگ آلود
خانۂ دل میں پڑا قفلِ گنہ زنگ آلود

اس میں خورشید کے کمال فن کا اظہار ہوا ہے یہ تخلیق فن میں ریاضت اور جگر کاوی کا وہ مرحلہ ہے جب آورد بھی آمد کے درجے پر آجاتی ہے بقول مرزا غالب

ے تا بادہ تلخ تر شود و سینہ ریش تر
بگدازم آبگینہ و دَر ساغر افگنم

ہیئت اور مواد کو اس جگر کاوی سے آمیز کرنا کہ دونوں کا اصطلاحی فرق ختم ہو جائے اور وہ ایک دوسرے میں تحلیل ہو کر اپنی جداگانہ شناخت مٹا کر ایک سیال واردات بن جائیں۔ایسے ہی فن پاروں کے لئے کہا گیا ہے۔علامہ اقبال نے 'والدہ مرحومہ کی یاد میں' کے عنوان سے لکھی گئی معروف نظم میں ایک شعر لکھا ہے:

ے زندگی کی اوج گاہوں سے اتر جاتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم

خورشید رضوی کی یہ نعت

ے نازاں ہے اس پہ دل کہ بلایا گیا مجھے
آخر درِ حضور پہ لایا گیا مجھے

ایسی ہی کیفیت کی ترجمان ہے اس بارگاہِ بے کس پناہ میں خورشید کی حاضری اور حاضری سے وابستہ جذباتی تلازمات کا اظہار تخلیقی سادگی ک اپُرتاچیر تسلسل رکھتا ہے۔ایک معروف اندازِ سخن کی طرح جس میں آغاز کے مصرع کو آخر میں دہرایا جاتا ہے۔خورشید نے مطلع کے مصرع اوّل کو مقطع کا مصرع ثانی بنایا ہے۔یوں پوری نعت کی کیفیات، تاثرات، واردات، مشاہدات وغیرہ سے وابستہ تلازمات و خیالات ایک نامیاتی کل بناتے ہوئے شروع سے آخر تک ایک تخلیقی وحدت اور فطری اکائی کا مظہر بن جاتے ہیں۔خورشید رضوی کی ے زرہ زنگ آلود، اور۔۔۔بلا گیا مجھے'۔۔۔کی ردیف والی نعتوں۔۔۔دونوں میں اسلوب و بیاں کا فرق خورشید رضوی کی مہارت اظہار اور فن پر گرفت کا آئینہ دار ہے۔اس مہارت اور گرفت کے پیچھے ان کا کئی عشروں پر محیط مطالعہ اور شعر گوئی کا تجربہ کارفرما ہے خصوصاً غزل کی ہیئت میں انہوں نے جو ریاضت کی ہے وہ ان کی نعت گوئی میں بھی جھلکتی ہے معاصر نعت گوئی کا بڑا حصہ غذل کی ہئیت میں ظہور پذیر ہُوا ہے۔لہٰذا نعت کے اندر غزل کے علائم و رموز اور انداز ہائے بیاں کا پرتو بھی نمایاں ہے۔

خورشید رضوی کی نعت بھی فارسی اور اردو غزل کی کلاسیکی شائستگی کے خمیر سے اٹھی ہے ان کے ہاں الفاظ کے در و بست، تراکیب کی نادرہ کاری اور تلازمات کے حوالے اور سلسلے اسی شائستگی اور خوش سلیقگی کی روایت سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے:

ے میں ایک مُشتِ خاک تھا اور وہ بھی منتشر
شیرازہ اس گلی کی ہَوا ہو گئی مجھے

اس میں مُشتِ خاک، گلی، ہوا، منتشر اور شیرازہ کے الفاظ اپنی دلالت وضعی اور لغوی سیاق و سباق میں رہتے ہوئے معانی کا کیسا جہانِ تازہ اور تجربے کی کیسی نئی پیدا کرتے ہیں۔

خورشید رضوی کا نعتیہ مجموعہ ''نسبتیں'' کا شعری اثاثہ ایسی مثالوں سے بھرا ہُوا ہے۔ عقیدت نگاری کی یہ کتاب مقدار میں اختصار رکھتی ہے مگر معیار میں بہت رفیع اور وقیع ہے۔۔۔۔ معاصر نعتیہ منظر نامے میں ایک جاندار اور شاندار اضافہ۔۔۔ جس میں عام قارئین کی رومانی بہجت کا سامان تو ہے ہی۔۔۔ ہم ایسے شاعروں کے لئے نعت آموزی کا امکان بھی موجود ہے۔

❖......❖......❖......❖

اَسمائے رسولِ مقبولؐ: ع س مسلم کی نعت کے حوالے سے ایک مطالعہ

قرآن مجید میں آیا ہے:

وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا (الاعراف ۷:۱۸۰)

''اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے اس کو اچھے ناموں سے پکارو''۔

اچھے ناموں سے مراد وہ نام ہیں جن سے خدا کی عظمت و برتری، اُس کے تقدس اور پاکیزگی اور اس کی صفاتِ کمالیہ کا اظہار ہوتا ہو۔

صاحبِ ''لغات القرآن'' نے تاج، راغب اور محیط کے حوالے سے لفظ اسم پر تفصیل سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اسم کا مادہ س-م - و ہے۔ اُن کی تعریف کے موجب :

''اسم کے معنی ہیں کسی چیز کی علامت، جس سے اِسے پہچانا جائے۔ پھر نام کو بھی اسم کہتے ہیں۔ اِس کی جمع اسماء ہے---''۔ (اسم کے لفظ میں یہ قرینہ موجود ہے کہ) اس سے وہ چیز پہچانی جاتی ہے، جس کے لیے یہ بولا جائے، یعنی اسم سے مسمّٰی پہچانا جاتا ہے اور اسی سے اُسے بلندی و عزت حاصل ہوتی ہے۔ مسمّیٰ'' کے معنی ہم نام اور ہم نظر و ہم پلّہ کے آتے ہیں۔ مُسَامَاۃ'' کے معنی باہم مفاخرت کے آتے ہیں۔ مسَّیٰ تسمیۃ'': نام رکھنا؛ اَلمسمّٰی کے معنی نام رکھا ہوا، بتایا ہوا، نامزد کیا ہوا نیز مُعیّن مقرّر اور معلوم۔

صاحبِ مفردات نے ''عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ'' پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معرفۃ الاسماء لاتحصَل اِلّا بمعرفۃ المسمّٰی (جب تک مسمّٰی کا علم نہ ہو اِس کا تعارف کچھ فائدہ نہیں دیتا)۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ آدم کو علم اشیاء کی ایسی صلاحیت دی گئی ہے کہ وہ ہر چیز کو اُس کی شکل اور اُس کے خواص سے معلوم کر کے اُس کو پہچاننے کے لیے نام رکھتا ہے...

آدم کے علم الاسماء کے ضمن میں ایک مغربی مفکر ڈاکٹر ایم ایل ٹیلر (Dr. M. L. Tyler) نے اپنے نقطۂ نگاہ سے بڑی دلچسپ بات لکھی ہے۔ وہ ہومیو ڈرگ پکچررز (Homeo Drug Picturers) کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

''آدم پر تمام زندہ اشیاء کا نام رکھنے کی ذمہ داری عائد کی گئی۔
یہ بہت بڑی ذمہ داری اور مشکل کام تھا، اس لیے کہ جن چیزوں کا نام نہیں
رکھا جاتا اُن کے خواص بھی غیر مُعیّن رہ جاتے ہیں، اور جن چیزوں کے
غلط نام رکھے جاتے ہیں اس سے بڑے نقصان پہنچتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے صفات کے رکھنے کے پس منظر میں انسان کے اندر سب سے بڑا جذبہ وہ جذبۂ ممنویت ہے جو ہر ذوقِ سلیم رکھنے والے کی فطرت میں ہمیشہ سے جبلّی طور پر موجود ہے۔

حمد کی ِ صنف انسان کے ذوقِ مدح کی مظہر ہے---مخلوق کی طرف سے خالق کے حضور اپنے جذبۂ احسان مندی کا اظہار، اظہارِ تشکر کی ایک صورت، احسان مندی کا بیان--- عبد جس قدر عبدہٗ ہوگا یہ جذبہ، اظہار اور بیان اتنا ہی شدید، مسلسل اور لگا تار ہوگا۔ حمد کا یہ قرینہ اور تسلسل تسبیح کی ایک شکل ہے۔ قرآن کے مطابق:

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الحشر۵۹:۲۴)

''زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اللہ کی تسبیح بیان کر رہا ہے''۔

سورہ حشر کی آخری آیت میں جہاں یہ بیان ہوا ہے وہاں اِس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ اسمائے حسنہ گنوائے ہیں۔ ویسے تو قرآن مجید میں سینکڑوں جگہ پر اللہ تعالیٰ کے مبارک نام آئے ہیں مگر ایک ایک، دو دو یا تھوڑی تعداد میں۔ سورہ حشر کی آخری تین آیات (۲۲-۲۴)

میں کثرت کے ساتھ یہ مبارک نام گنوائے گئے ہیں۔ مثلاً اَلْمَلِکُ - اَلْقُدُّوْسُ - السَّلَامُ - الْمُؤْمِنُ - الْمُھَیْمِنُ - الْعَزِیْزُ - الْجَبَّارُ - الْمُتَکَبِّرُ - الْخَالِقُ - الْبَارِیُٔ - الْمُصَوِّرُ - الْعَزِیْزُ - الْحَکِیْمُ ---اس فہرست میں اِن آیات کے آغاز کا ذاتی نام اللہ اور صفاتی نام عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ شامل کرنے سے بیک جا یہ اسمائے مبارکہ ۱۵ بن جاتے ہیں۔ انہی (تین) آیات میں لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کہہ کے اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں کی عظمت اور جمالیات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

اِن اَسمائے حسنہ کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ، صحابہ کرامؓ ، اولیائے کرام ، بزرگانِ دین اور صوفیائے عظام کے علم ، اُن کے باطنی مشاہدات اور معارف کی روشنی میں تاثرات و کیفیات کا ایک دلآویز اور مؤثر سلسلہ وابستہ ہے۔ اِن اسمائے حسنہ (جن کی معروف صفاتی تعداد ۹۹ بتائی جاتی ہے) کے وِرد و وظیفہ ، اَسماء کی تسبیح ---اور اِن کی بہ تکرار و تسلسل گردان اور ذِکر کو ایک اہم عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ مختلف احوال و کیفیات میں--- صبح و شام کے مختلف اوقات میں--- مختلف ضروریات اور نتائج کے حصول کے لیے طے شدہ تعداد یا بےشمار دفعہ کی گردان اور وظیفہ کے حوالے سے انہیں نہ صرف یہ کہ مرتب کیا گیا ہے بلکہ صوفیائے کرام کے سلاسل میں ایسی تسبیحات کو خاص اہمیت حاصل ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ سے ہے۔

اسلامی تہذیب و معاشرت اور علوم و شعائر سے وابستگان نے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ کو بھی عقیدت و محبت سے جمع کیا اور انہیں اپنے تذکار کا معمول بنایا ہے۔

اسمِ ''مُحَمَّد'' کا مادۂ اِشتقاق بقول امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ درج ذیل ہے:

> ''یہ اسمِ صفت سے منقول ہے۔ لغت میں محمد اُس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مُفَعَّل کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔ مَضَرَّب اور مُمَدَّح کا وزن بھی مُفَعَّل ہی ہے۔ ان کے معنی میں بھی تکرار ہے''۔

اسم ''احمد'' کے مادۂ اِشتقاق کے بارے میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسمِ گرامی

احمد بھی ہے۔ یہ وہ بابرکت نام ہے جسے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے موسوم کیا گیا۔ یہ بھی صفت ہے۔ احمد کا معنی ہے اپنے رب کی حمد--- ہر حمد کرنے والے سے زیادہ کرنے والا۔

وہ اس باب میں مزید لکھتے ہیں:

''....محمدؐ صفت کا صیغہ ہے۔ یہ محمود کے معنی میں ہے، لیکن اس میں مبالغہ اور تکرار پایا جاتا ہے۔ محمد وہ ہوتا ہے جس کی یکے بعد دیگرے تعریف کی جائے۔ جس طرح مکرّم وہ ہوتا ہے جس کی بار بار تکریم کی جائے۔ مُمَدَّ ح بھی اِسی طرح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ نے خود رکھا تھا۔ یہ نبوت کے اِعلام میں ایک عِلم ہے۔ یہ اسم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات والا صفات پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم دنیا میں قابلِ ستائش اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کو اللہ کا راستہ دکھایا اور علم وحکمت کے دریا بہائے۔ اور آخرت میں معزز و محترم اس لیے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت کو شرفِ قبولیت سے نوازا جائے گا۔ جس طرح لفظ کا تقاضا ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی دنیا و آخرت میں قابلِ صد تکریم ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اس وقت تک محمد نہیں ہو سکتے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے رب کے سب سے زیادہ حمد سرا نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو مقامِ نبوت پر فائز فرمایا اور عزت و کرامت سے نوازا۔

اَسمائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی جمع آوری کی ایک مبارک روایت، زمانۂ قدیم سے موجود ہے۔ سیرت نگاروں اور موٴرخین نے اپنی کتابوں میں اسمائے رسول مقبولؐ کے حوالے سے جداگانہ ابواب قائم کیے ہیں۔

عربی کتبِ سیرت سے اسمائے رسولؐ کی جمع آوری کا آغاز ہوا۔ عربی سیرت نگاروں نے نہ صرف ایسے اسماء جمع کیے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی صفات کے مظہر تھے، بلکہ ان الفاظ کے مفاہیم بھی تفصیل سے لکھے۔ اِس بارے میں ملنے والی معلومات کا جائزہ لیں تو ہمیں ان الفاظ

کی معنوی جہات کا اندازہ ہوتا ہے۔اس باب میں چند کتابوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں اس حوالے سے ایک جداگانہ باب مرتب کیا ہے۔اسی طرح امام سیوطی نے ''الریاض الانیقہ فی شرح اسماءِ خیر خلیقہ'' میں اسمائے رسول کا تذکرہ کیا ہے۔امام قسطلانی نے ''المـواهبِ اللّدُنیه ''میں---صاطی نے ''سبل الھدیٰ'' میں--- ابن سعد نے ''طبقات'' میں--- قاضی ابوبکر نے ''جامع ترمذی'' کی شرح میں--- ابن دحیہ نے ''التوفی فی اسماء المصطفیٰ'' میں--- اور شیخ عبدالحق نے ''مدارج النبّوۃ'' میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ کی نشاندہی، جمع آوری اور تذکار کے ساتھ اِن کے مفاہیم و معانی کے باب میں دلآویز نکات پر روشنی ڈالی ہے۔

قرآن کریم، احادیثِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم، کتبِ سیر و مغازی، کتبِ شمائل و تاریخ، دیگر آسمانی صحائف اور کتابوں میں آنے والے اسمائے مبارکہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ان میں سے کچھ معروف نام دیکھئے:

مُحمّد - اَحمد - اَلامّی - اَلامین - البُرہان - البَشیر - اَلحامد - حرِیص' علیکم - خاتَم النَبیین - الدّاعی - الرحمۃ - رحمت للعالمین - الرحیم - الرسول - النّبی - الروَف - سراج المنیر - الشّارح - الشّاکر - الشّفیع - الصّاحب - الصّادِق - الطّاہِر - طٰہٰ - اَلطّیِب - اَلغفور - الکریم - المُبشّر - النّذیِر - المُزَکّی - المُزَّمِل - المُدَّثِّر - المصطفیٰ - نُور - الوکیل - یٰسین۔

یہ اسمائے مبارکہ قرآن کریم سے ماخوذ ہیں اگر گہرائی میں جا کر قرآن کریم سے اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی فہرست مرتب کی جائے تو یہ دوسو سے زائد تک جا پہنچتی ہے۔''فلسفہ اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم'' کے مرتب ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ نے قرآن مجید سے ۳۲۲ اسمائے رسولؐ کی تخریج کی ہے۔(۱) اور احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم میں ملنے والے اسمائے رسولِ مقبول--- اَبطحی - اَ جوَد - احسن النّاس - اشجع الناس - امام الخیر - جوّاد - حاشِر- حامِل الوحی - حبیب اللہ - سیّدالقوم - شافع - شکور - قاسم - منیب -

َمولیٰ - داعی - زاہد - محمودالمقام --- اورآسمانی صحائف اور مذہبی کتابوں میں درج آپؐ کے مبارک نام --- فارقلیط - منحمنا - احید - حاط حاط - حمطایا - کالکی اُوتار --- کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ عربی فارسی اردو اور پاکستان کی دوسری زبانوں اور اسلامی معاشرتوں، ملکوں، خطّوں اور زبانوں میں سینکڑوں ایسے اسمائے مبارک مل جاتے ہیں جنہیں نعتیہ شاعری کا حصہ بنایا گیا۔

اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم دراصل یک لفظی یا دولفظی (بعض صورتوں میں چند لفظی) نعتیں ہیں۔ وصف، صنف نعت کا مرکزی ومحوری موضوع ہے۔ نعت کے مضامین وافکار کی تمام شاخیں اِسی تنے سے پھوٹتی ہیں۔ وصف اور تعریف اور ستائش ومدح کی بنیاد، آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اوصافِ حمیدہ، اخلاقِ عالیہ اور سیرت وکردار کے مختلف شعبوں اور گوشوں میں آپ کی معراج مقام عظمت ہے (جو تخلیقِ نعت میں ایک غیر متزلزل محرّک کے طور پر آغاز ہی سے کارفرما رہی ہے)۔ یہ عظمت کسی دوسرے بشر اور رسول کو حاصل نہیں۔

مکارمِ اخلاق کی تکمیل، بنی نوع انسان پر آپؐ کے دائمی فیضان اور َخیر زا اثرات نے آپ کو رسالت وبشریت کی جو انتہائی سربلندی عطا کی ہے اسی کے سبب آپ کے لیے قرآن مجید میں وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ کی الُوہی سندِ اعتبار و وقار اور تمجیدی سرافرازی (Celestial Blessings) کی نوید ہے۔ یہ نوید ایک ایسا مبارک اور بابرکت ذِکر ہے جس کی تائید وتوثیق صدیوں سے نعت گویان کررہے ہیں۔ لاریب اللہ کے کلام کو کسی تائید، تصدیق یا توثیق کی ضرورت نہیں۔ یہ تو ُحب داروں کے لیے حصولِ رحمت کا ایک بہانہ ہے۔ آیہ ءِ فَاذۡکُرُوۡنِی اَذۡکُرۡکُمۡ کی باطنی تفصیلات وتشریحات میں اس بابرکت ذِکر کے دنیوی اوراخروی ثمرات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

اس ذِکر کا بیان جب نعت میں آیا تو سب سے پہلے آپ کے اسمائے مبارکہ نے ہی وابستگانِ نعت کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ آپ کے چھوٹے چھوٹے چارحرفی اسماء (محمد اور احمد) نے بڑے بڑے نعتیہ مضامین کو جنم دیا --- اُن جھرنوں اور چشموں کی طرح، جن کا منبع بہت چھوٹا ہوتا

ہے مگر جو اپنے منبع سے نکل کر--- اور پھیل کر اُن وسیع وعریض زمینوں کو سیراب کرتے اور زرخیز بناتے جاتے ہیں جہاں جہاں سے وہ گزرتے ہیں۔ نعت نگاروں کے اَذہان وقلوب بھی اولاً اِن اسماء سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اِن کے ورد اور گردان نے اِن ناموں کے اندر چھپی خصوصیت کی وسعتوں میں جھانکنے کا موقعہ دیا تو انہیں ان اسماء کے اندر مضامینِ نعت کے کئی آفاق نظر آئے--- ہر دم بڑھتے اور پھیلتے آفاق____

نعت گو شاعروں نے اِن ناموں پر نعتیں لکھیں۔ اِن ناموں کو نعتوں میں استعمال کیا، ردیف اور قافیہ میں اِن ناموں کے شمول سے طرح طرح کے مضامین وموضوعات پیدا کیے اور ایسے محسوسات و کیفیات کے تناظر میں اِن اسمائے مبارکہ کو اپنے بیان اور اظہار کا وسیلہ بنایا۔ عاصیوں نے شفیعُ المُذنبین، رحمت جویاؤں نے رحمۃً لِلّعالمین، شفاعت طلبوں نے شفیع، شافع اور پھر اس سے شافعِ حشر، شافعِ محشر، شافعِ روزِ جزا--- اور یوں مختلف ناموں سے یاد کیا۔ موقع بیاں اور محلِّ اظہار اور درپیش کیفیات نے ایک طویل اور نہ ختم ہونے والے 'سلسلۂ خطاب' و 'قرینۂ یاد' کے مبارک راستے نکالے۔ سلسلۂ خطاب اِس لیے کہ آپ کو اِن ناموں سے مخاطب کیا گیا۔ اور قرینۂ یاد اس حوالے سے کہ آپ کو اِن مبارک، پاکیزہ اور حمیدہ ناموں سے یاد کیا گیا--- نام بہ نام اور شاعر بہ شاعر یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ یہ چھوٹی چھوٹی نعتیں بڑی بڑی نعتوں کا حصہ بنیں تو نعت کے تأثر میں ہی اضافہ نہیں ہوا نعت کے وقار اور اعتبار میں بھی ایک ثروت مندی پیدا ہوئی۔

لاریب، اِن اسمائے مبارکہ کا اوّلین اثاثہ قرآن مجید سے حاصل ہُوا۔ کتبِ احادیث، کتبِ سیَر ومغازی اور دوسرے مذہبی صحائف سے اور سینکڑوں اسمائے مبارک دریافت ہوئے۔ اہلِ علم اور صوفیائے کرام نے اپنے اپنے تجربات اور واردات کے حوالے سے نئے نئے ناموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذِکر کیا۔ دینِ اسلام کا فیضان اور ثمرات عرب سے نکل کر دوسری زمینوں، تہذیبوں، معاشرتوں اور زبانوں تک پہنچے تو انہوں نے اِس 'قرینۂ یاد' میں طرح طرح کی لُغوی اور ادبی دلآویزیاں پیدا کیں۔ آپؐ کے اسمائے مبارکہ کو عربی لب ولہجہ اور مروّجہ اِملا وتلفظ

کے ساتھ قبول کرنے کے ساتھ ساتھ بعض زبانوں میں اِن اسمائے مبارکہ کا ترجمہ کرلیا گیا۔کسی کسی جگہ عربی الفاظ کے ساتھ مقامی زبانوں کے الفاظ ملنے سے ملی جلی تراکیبِ اسم کو رواج ملا ---گزشتہ چودہ صدیوں میں اِن ناموں کی تخلیق، تدوین، تشریح اور استعمال میں ایک مسلسل سعئ جمیلہ کارفرما نظر آتی ہے۔جیسا کہ مَیں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ اسماء ایک تنے کے مانند ہیں۔ چونکہ اِن کا تعلق آپؐ کے اوصافِ مبارکہ سے ہے لہٰذا نعت کی صنف کا ہر مضمون کسی نہ کسی حوالے سے بالواسطہ یا بلا واسطہ ان ناموں میں سے کسی ایک سے مبارک انسلاک کی تشریح و تفصیل کے دائرے میں آجاتا ہے۔

اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کی جمع آوری کے مبارک شوق نے بھی ایک مستقل سلسلۂ تدوین کو جنم دیا۔اب سیرت مبارکہ کے ذیلی عنوانات میں سے'ایک نام'اور' کام' اِن اسمائے حمیدہ کو مرتب کرنے کا بھی ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کی کسی فہرست کو دیکھیں اس میں بیسیوں ایسی کتابوں/کتابچوں کا ذِکر ملے گا جو آپ کے اسمائے مبارکہ کے حوالے سے ہیں۔ان کتابوں میں سب سے ضخیم کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جسے ابوانیس محمد برکت علی نے دارلاحسان، فیصل آباد سے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔اس میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور سیّدنا احمد صلی اللہ علیہ وسلّم (معروف دو ناموں کے بعد) الف بائی ترتیب سے ۱۴۳۸ اَسمائے مبارکہ کا تفصیلی ذِکر ہے۔ہر اسم مبارک کا ترجمہ اور اِس کے مآخذ پر گفتگو کی گئی ہے۔قرآنِ کریم، احادیث نبویؐ اور دیگر کتبِ سیَر وتاریخ کے حوالہ جات کو ترجمہ کے ساتھ متن کا حصہ بنایا گیا ہے۔یہ پانچوں جلدیں بڑے سائز (A/4) میں بہت عمدہ نفیس گراؤنڈ والے دانے دار کاغذ پر چار سے زائد رنگوں میں اعلیٰ جلد بندی کے ساتھ تیار کی گئی ہیں۔اسمائے مبارکہ کی خطاطی حافظ یوسف سدیدی مرحوم نے کی ہے۔ (۱)

انگریزی ترجمے سے ان اسمائے مبارکہ کی کئی اور جہات سامنے آئیں۔الفاظ کے اِملا اور تلفظ کے ساتھ ان کے مفاہیم روحانی کا ایک غیر مرئی ہالہ سا بھی ہوتا ہے جسے زبان دان اور نعت کے مزاج شناس ہی سمجھ سکتے ہیں۔اسماء کے انگریزی تراجم میں قرآنی الفاظ اور عربی زبان کی

وسعت معانی تو نہیں آسکتی، تاہم انگریزی میں بھی ان اسماء کے تراجم کے اندر ایک شکوہ، وقار اور بلوغت کا احساس ملتا ہے۔

نعتیہ شاعری میں اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کا استعمال اور ظہور، نثر سے مختلف کیفیات کا مظہر ہے۔ علامت، تشبیہ، استعارہ اور دوسرے شعری علائم و رموز کے سبب نعتیہ شاعری میں یہ اسماء جس قرینہ کے ساتھ آئے ہیں انہوں نے جہاں نعت کو برکت آثار بنایا ہے وہاں اسمائے مبارکہ کی تعداد کو مسلسل 'اضافہ رُو' رکھنے کی ایک غیر ارادی سبیل بھی پیدا کر دی ہے۔ اسماء کے اس روز افزوں بلکہ 'نعت افزوں' بڑھاوے میں کسی باقاعدہ منصوبہ بندی کی بجائے ایک فطری اور تخلیقی رویّے کی کارفرمائی کا زیادہ عمل دخل ہے---

اس کی صداقت کا یقین ع س مسلم کے نعتیہ کلام کے مطالعے سے ہوتا ہے۔ نعت بہ نعت اور کتاب بہ کتاب اُن کے ہاں اسمائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک بڑا وقیع اور مبارک ذخیرہ از خود وضع ہو گیا ہے۔ وضع کے اس تخلیقی عمل میں (یہاں مَیں 'وضع' اور 'تخلیق' کی دلالتِ وضعی کی باریکیوں کو ملحوظ رکھ کر بات کر رہا ہوں) از خود ایک ایسی ہنر کاری کا ظہور ملتا ہے جو کسی باضابطہ پلاننگ سے ممکن ہی نہیں۔ واردات و کیفیات کے اظہار اور عروض و آہنگ کے مابین کبھی کبھار جو دلآویز خلا پیدا ہو جاتے ہیں انہیں بہ آسانی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ سے 'پُر کیا جا سکتا ہے کہ آپؐ کے اسما مختلف اوزان میں دستیاب ہیں۔ سہ حرفی، چہار حرفی، پانچ حرفی اور تراکیب کے ساتھ سات، آٹھ، دس لفظی تک--- جیسے شَہ، شاہ، شہنشاہ اور پھر اُن کے ساتھ حرم، طیبہ، مدینہ، دو جہاں، کونین اور سینکڑوں نہیں ہزاروں اور الفاظ جن کا قرینے کے ساتھ شمول، نعت کے معنوی آفاق کو پھیلانے کا سبب بھی بنتا ہے اور اس کے اظہار کی تاثیر میں اضافہ بھی کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے صفات کا حصر و تعین نہیں ہو سکتا۔ ہر زمانے کے اہلِ ذِکر، اہلِ قلم اور حُب داروں کے لیے اِن اسماء کے آفاق نہ صرف کھلے ہیں بلکہ روز بروز پھیل رہے ہیں۔ تراکیب کے ساتھ جودتِ طبع، جدتِ فکر اور اظہار و بیان کی نادرہ کاری

کے لیےاس میں 'اضافہ آمادہ' ہونے کے لیے امکانات کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔ 'شہ' کے دوحرفی لفظ کو دیکھیے اس سے شہِ طیبہ، شہِ حرم، شہِ مکی مدنی، شہِ بحر و بر، شہِ زمان و مکان، شہِ کونین، شہِ مدینہ، شہِ دوجہاں--- چلتے جایئے---سوچتے جایئے---اور تراکیب سازی سے اسماء کے نئے نئے مرکباتِ حسنہ بناتے جایئے۔

ریاضی میں صفر سے نو تک کے ہندسوں سے جس طرح آپ لاتعداد اعداد بناتے چلے جاتے ہیں اعداد کے یہ Combinations ختم نہیں ہونے کے---اسی طرح 'ا' سے 'ی' تک کے حروف سے بننے والے الفاظ و اسماء کا ذخیرہ بھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ترکیب در ترکیب سے اس میں ذہن بہ ذہن، زماں بہ زماں اضافہ ہوتا رہے گا--- نئے اسمائے صفات کی تخلیق میں جو بات پیشِ نظر رہنی چاہیے وہ قرینے کی ہے۔ یہ قرینہ، حسن و خوبی کا عکّاس ہو اور اس کی تخلیق میں ذاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کے احترام اور آداب کو ملحوظ رکھا جائے۔

نعت کی تخلیق میں احترام و آداب کے اِس لحاظ کے ساتھ اگر تخلیقی عقیدت نگاری کی حامل شاعری (Creative Devotional Poetry) کے معیار کا بھی خیال رہے تو یہ اور بھی مبارک اور احسن کام ہوگا، یعنی اَسمائے صفات اپنی جگہ بہت خوب، اُن کی ترکیبی ساخت، جمع آوری اور ورد و وظیفہ میں اُن کا استعمال بھی بہت مبارک، مگر نعت کی صنف میں اُن کے استعمال میں اگر تخلیق کا رنگ ڈھنگ آجائے تو اُس سے شعر کے معنوی آفاق پھیل جائیں گے۔ فیض کا یہ شعر دیکھیے:

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم
بے سایہ و سایہ بانِ عالم

یہاں اُمّی کے ساتھ دقیقہ دان اور بے سایہ کے ساتھ سایہ بان کے الفاظ شعر کے مفہوم کی پرتوں کو نمایاں کرتے ہیں (مگر یہاں دقیقہ دانِ عالم اور سایہ بانِ عالم دو نئے اسماء بھی تخلیق ہوگئے ہیں)۔

ع س مسلم کے کلام میں اسمائے رسول مقبول کا ظہور متنوع طور پر ہوا ہے۔ بعض مقامات پر اسماء حسن ترتیب سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ایسا عام طور پر وہاں ہوا ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسماء مبارکہ دو یا دو سے زیادہ آئے ہیں۔ یہ اشعار دیکھیے :

محمدؐ — زِہے یہ مقدّر زِہے اَوجِ قسمت — بنی ہے حلیمہ محمدؐ کی دائی
ہوئی اُس کی آغوش پُر برکتوں سے — جہانوں کی رحمت ہے جھولی میں آئی

محمدؐ — اَے کونین میں امجدؐ سو جا — میٹھی نیند محمدؐ سو جا

خیرالبشرؐ — سلام اُن کامل واکمل پہ جو خیرالبشرؐ ہیں
جو نورِ قلب، نورِ عین ہیں، نورِ نظر ہیں

سرِ نبوّت — وحید و واحد، امینِ وحدت — رسولِ یکتا، سرِ نبوّت

معزّز — سلام اُن پر، اُنہی کے دم سے ہے توقیرِ آدم
معزّز، محترم، اَولیٰ، معظّم اور مقدّم

نعیم و نعمت — غیاث و غوث و نعیم و نعمت — نزولِ غیثِ سحابِ رحمت

یہاں اور اس طرح کے بیسیوں اور اشعار میں حُسنِ ترتیب نمایاں ہے، لیکن اسماء کے استعمال کا ایک اور رُخ زبانِ تخلیقی بھی ہے۔ شعر نمبر ۱۳۴ (السّراج) کے ذیل میں دیکھیے :

مُصلح و مصباح و نور و السّراجُ، المُنیر
رحمۃ لِلعالمیں خیرالبشرؐ کی روشنی

روشنی ردیف کی مناسبت سے مصباح، نور، السّراج اور المُنیر جیسے 'ہم قرینہ' الفاظ نے شعر کو جگمگا دیا ہے۔ یہاں پہلا لفظ 'مُصلح' بظاہر الفاظ کے نورانی قبیلے سے باہر کا لفظ لگتا ہے لیکن علامتی مفاہیم میں حُسن، روشنی، نور، خیر، صلح، اخلاص مثبت مفاہیم کے 'ہم اعتبار' الفاظ ہیں۔ لہٰذا 'رحمۃ لِلعالمین' دوسرے مصرعے کے پہلے لفظ سے مطابقت کی نیابت کا فریضہ احسن طریقے سے

انجام دیتے ہیں۔اسی طرح:

عمادِ نُور — سلام اُس جلوۂ تابندۂ غارِ حرا پر
عمادِ نُور، مینارِ ہدیٰ، شمعِ خدا پر

مُجیب — نہ ہو کیوں قبول مری دُعا، جہاں تُو رحیم و مُجیب ہو
تُو شفیع و حامی دمِ جزا، تُو کریم ہو تُو مُنیب ہو

واقفِ کارِ منزِل — سلام اے صاحبِ منہاج و واقف کارِ منزِل
سلام اے گمرہانِ بے بضاعت کے نگہباں

ہادی — سلام اُن پر کہ جو ہیں صاحبِ آیاتِ قرآں
دلیل و داعی و ہادی و سرِ خیلِ رَسولاں

مزید بے شمار اشعار ایسے ہی معنوی قرینے اور رعایتِ لفظی کے حوالے سے تخلیقی اندازِ استعمال کے بہتر نمونے پیش کرتے ہیں۔

یہاں اسماء شعر کے عروضی نظام اور اوزان و آہنگ کی مناسبت سے ترتیب یاب ہوتے ہوئے بھی ایک شعری قرینہ رکھتے ہیں۔اس قرینہ پر لسانی اور لسانیاتی دونوں حوالوں سے گفتگو ہو سکتی ہے۔بحر اور شعر پارے کے مجموعی آہنگ کا خیال رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایسے اسماء کا انتخاب کیا گیا ہے جو اِس مقامِ شعر کی فضا اور لسانی ماحول سے مناسبت رکھتے ہوں۔ اِس مناسبت میں زیادہ لحاظ تراکیب کے حوالے سے ہے۔بعض جگہ یک لفظی اسماء، بعض جگہ تراکیب اور عطف کے ساتھ دو دو تین تین اور چار چار لفظی اسماء---

بعض اوقات یہ اسماء خالص تخلیقی قرینے سے شعر کا حصہ بنے ہیں۔ یہاں اسماء کا استعمال، شعری پایہ اور معنوی اعتبار میں بھی اضافہ کرتا نظر آتا ہے۔ یہ اضافہ اُن معنوی پرتوں اور

علائم و رموز کے سبب سے ہے جو تخلیق کے دوران میں از خود (اپنے طویل معنوی پس منظر کے سبب) جزوِ شعر بن گئے ہیں۔ ایسے مقامات پر نعتیہ شاعری کے معنوی آفاق زیادہ تہہ دار اور وسیع ہوئے ہیں۔ کچھ مثالیں دیکھیے:

آبِ نظر	سلام اُن پر جو ہر محبوب سے محبوب تر ہیں سراپا حُسن ہیں، آبِ نظر، حُسنِ نظر ہیں
آفتابِ مطلعِ صبحِ بہاراں	سلام اے ماہتابِ ظُلمتِ فصلِ زمستاں سلام اے آفتابِ مطلعِ صُبحِ بہاراں
آقاؐ	رُوپ اَنُوپ، تو کامِل، اکمل، تو اعلیٰ، تو اَولیٰ تُو خوبی ہی خوبی آقاؐ، مَیں خامی ہی خامی
رَشحہ شبنم	دشتِ گُماں میں رَشحہ شبنم صلی اللہُ علیہ وسلّم
روشنیءِ راہِ ہدایت	اُس سے روشن ہے راہِ ہدایت شمعِ جنت نشاں ہے محمدؐ
سائرِ اَفلاک	اے صبا کہنا سلام اُس صاحبِ لَولاک سے حالِ دل کہنا مرا اُس سائرِ اَفلاک سے
صاحبِ منہاج	سلام اے صاحبِ منہاج و واقف کارِ منزل سلام اے گمرہانِ بے بضاعت کے نگہباں
عریسِ بزمِ عالَم	سلام اے مصطفیٰؐ، مقبول و محبوبِ الٰہی عریسِ بزمِ عالَم، زینتِ اَورنگِ شاہی

ماہِ تمام آسمانِ رُشد　　　جلوۂ انوار تیرا شش جہات
آسمانِ رُشد کے ماہِ تمام

بعض مقامات پر عام اور بظاہر غیر صفاتی لفظ بھی---اوصاف ومحاسن کی صف میں جگہ پا گئے ہیں۔ یہ مسلّم صاحب کی تخلیقی معجز نمائی ہے جس نے اِن الفاظ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبتِ حُب اور قرینۂ ذِکر سے ارجمند کر دیا ہے یوں ''جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد'' کے مصداق یہ عام لفظ ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ نعتیہ شاعری میں شمار ہو گئے ہیں مثلاً یہ مصرعے:

گُمک (دفِ دل میں)　　؎　اُنہی کی صوتِ پا کی ہے دفِ دل میں گُمک

گہنا (بزمِ کُن کا)　　؎　سلام اُس پر ہے جس کا حُسن بزمِ کُن کا گہنا

لحن بلند آہنگ　　؎　وہ لحن شیریں بلند آہنگ، کلام عطرِ کمالِ فرہنگ

لعلِ فروزانِ حقیقت　　؎　وہی ہیں صیقلِ لعلِ فروزانِ حقیقت

صِلۂ دعائے انبیاء　　؎　سلام اُن پر جو نبیوں کی دعاؤں کا صلہ ہیں

مآلِ التجا　　؎　جو بے اندازہ صدیوں کے مآلِ التجا ہیں

اس طرح کے مصرعوں اور شعروں کی تعداد سینکڑوں میں ہے جہاں معروف اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ عام استعمال کے غیر اوصافیہ الفاظ کو مسلّم صاحب کی نسبتِ حُب اور ذوقِ نعت گوئی نے اَسمائے صفات کا درجہ دے دیا ہے۔

نعت ایک تخلیقی عمل ہے جو ایک حوالے سے ترکیبی عمل بھی ہوتا ہے، جس میں شاعر کا حسیاتی نظام، اُس کا مطالعہ، مشاہدہ، تجربہ--- دیدہ وشنیدہ پر مبنی واردات کے ساتھ ساتھ اس کے شعور سے لاشعور اور اجتماعی لاشعور تک غیر محسوس طور پر سینکڑوں عوامل کارفرما ہوتے ہیں، ایسے عوامل جن کے بارے میں جزئیاتی تفصیلات خود شاعر کی آنکھ اور آگہی سے بھی اوجھل ہوتے ہیں۔ اِس عمل میں وراثت سے ماحول کے اثرات کے ساتھ ساتھ لسانیات (Linguistics) سے

جڑی ہوئی معاشرت اور سماجیات کا بھی گہرا تعلق ہوتا ہے۔

تخلیقِ نعت میں اسماءُ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلّم تخلیقی تجربے کا حصہ کیسے بنتے ہیں؟ اِس سوال کا جواب مشکل ہی نہیں قریب قریب ناممکن ہے۔اس تخلیقی اور غیر محسوس ترکیبی عمل سے اکثر اوقات شاعر بھی لاعلم ہوتا ہے۔معروف اسمائے مبارکہ کے علاوہ اِن مرکباتِ حسنہ کا بڑا تعلق تراکیب سازی کے عمل سے وابستہ ہے، اور تراکیب سازی کے رشتے ’ندرتِ فکر، نادرہ کاریِ اظہار اور ترکیب سازی سے وابستہ جدتِ طبع سے ‘جڑے ہوتے ہیں---اور پھر یہ سارا عمل ایک اور غیر محسوس آہنگ سے وابستہ ہے جس کا تعلق بحور و اوزان کے نظام سے ہے۔شاعر ایک شعر کہتے ہوئے ایک ترکیب بناتا ہے۔ترکیب کے بعد بھی مصرع میں آہنگ کی ایک ’جگہ‘ رہ جاتی ہے جسے ’پُر کرنے کے لیے وہ ترکیب کو بڑھاوا دے کر اسے دولفظی سے سہ لفظی یا چہار لفظی تک پھیلا دیتا ہے۔ یوں وہ ’جگہ‘ بھی نہ صرف یہ کہ ’پُر ہوجاتی ہے بلکہ جودتِ طبع کی دلآویزی ترکیب در ترکیب سازی کے عمل سے اُس کو ایک نیا رُخ اور بعض اوقات کئی نئے رُخ عطا کردیتی ہے۔ اِس سے ترکیب یک سطری مفہوم سے بالا ہوکر کثیر الجہات مفاہیم کی حامل ہوجاتی ہے۔مثلاً:

...... شاہِ حرَم

...... شاہِ حرَمِ خُلد

...... شاہِ حرَمِ خلدِ مدینہ

...... شاہِ حرَمِ خُلدِ مدینہ محبت

یہ مثال مَیں نے بے ساختہ دی ہے اور مجھے اِس توسیعی عملِ ترکیب کی مثال دیتے ہوئے اپنے قلم کو ایک لمحے کے لیے بھی روکنا نہیں پڑا---اپنے شعری تجربے کی بنیاد پر مَیں نے ایک لفظ شاہ (بروزن فاع) سے ؎ شاہِ حرَمِ خُلدِ مدینہ محبت (مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن) تک کے الفاظ سے عروضی طور پر مصرع کو مکمل کر دیا۔اب اگر مدینہ کی جگہ خیابان کو قافیہ رکھا جاتا تو

اِسی مناسبت سے قافیہ کے ماقبل کے الفاظ میں بھی تبدیلی ہوجاتی، یا ردیف میں محبت کی جگہ (مثال دیتے ہوئے) مدینہ کا لفظ ذہن میں آجاتا اور خیابانِ مدینہ قافیہ و ردیف بن جاتے تو مصرعے میں ترکیب سازی کے عمل میں یہ از خود تبدیلی آجاتی۔ پھر شاید سارا مصرع یوں ہوجاتا

؎ سروِحرمِ خُلدِ خیابانِ مدینہ

ممکن ہے کچھ قارئین کو یہ بحث موجودہ مضمون کے حوالے سے نسبتاً ایک غیر ضروری سی نظر آئے، لیکن یہ غیر متعلقہ نہیں ہے۔ شعر کہنے والے اِس عمل سے بخوبی واقف ہیں۔ مصرع کی ساخت، الفاظ کی دَروبست، اور ترکیب سازی کے عمل کی پہلے سے منصوبہ بندی نہیں کی جاتی۔ جدتِ طبع اور ندرتِ اظہار کا قرینہ مصرع کی پُراسرار ڈھلائی (صورت گری) کے وقت از خود ایک ایسی تخلیق میں مصروف کار رہتا ہے جس کا حتمی نتیجہ (الفاظ کی دَروبست) کے حوالے سے شاعر پر خود واضح نہیں ہوتا --- کوزہ گری کے عمل کی طرح گندھی ہوئی مٹی چاک پر ہے اور چاک گردش میں ہے۔ کوزہ گر کے پاؤں چاک کو حرکت دے رہے ہیں اور اس کے ہاتھ اور انگلیاں ایک ماہر کی طرح گندھی مٹّی کی صورت گری میں مصروف ہیں۔ کبھی کبھار وہ پاس پڑے پانی سے ہاتھ گیلا کرکے مٹّی کو مزید لچکیلا کرلیتا ہے --- ایک مشّاق اور ماہر شاعر بھی شعر کہتے ہوئے الفاظ کی ترتیب اور دَروبست، مصرع کی ساخت اور تراکیب سازی کے جادوئی عمل میں اس محویت اور مہارت سے مصروف کار اور مشغولِ فکر ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے نتائجِ فکر سے لاعلم ہوتا ہے، خصوصاً ترکیب سازی کی سحرکاری اس کی گرفت سے باہر کسی ایسے جذب کی عطا ہوتی ہے جو شعر کے آہنگ سے منسلک ہوتا ہے۔

فارسی اور اردو نعتیہ شاعری کے تناظر میں ع س مسلم کی ان کوششوں کا مطالعہ کیا جائے جو نعتیہ خیالات و جذبات، واردات و مشاہدات اور تجربات و محسوسات کے ساتھ اسمائے رسول مقبول کو آمیز کرنے کے حوالے سے ہوئیں تو ہمیں اس ثروت مندی کا اندازہ ہوتا ہے جو دوسرے شاعروں کے مقابلے میں مسلم صاحب کے حصہ میں آئی۔ یہ ثروت مندی مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے ہے۔

میری دانست اور محدود مطالعے میں مسلّم صاحب کا یہ سرمایہ (نعت میں اسماءُ النبیؐ کا استعمال) معاصر اور ماقبل کے نعت گو شاعروں سے منفرد نوعیت اور اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی بھی کئی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ مسلّم صاحب کا نعتیہ کلام مقدار میں زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کے تخلیقی جوہر میں زبان ولسانیات کا مطالعہ غیر شعوری طور پر کَلو دیتا رہتا ہے۔ زبان و بیان پر اُن کی گرفت، لفظ شناسی کی صلاحیت اور الفاظ پر مسلسل غور وفکر کے سبب اُن کے ہاں ایک ایسی مہارت کارفرما نظر آتی ہے۔ جس کے پیچھے اُن کا گہرا مطالعہ اور برسوں پر پھیلی مشقِ شعر ہے جو الفاظ کے انتخاب سے تراکیب سازی تک کے عمل میں مؤثر انداز میں اپنا ظہور کرتی ہے۔

تیسری اور اہم بات اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم سے اُن کی گہری عقیدت ہے جو شیفتگی اور والہانہ پن سے تخلیقِ نعت میں کئی عشروں سے ایک مبارک محرک کے طور پر کارفرما ہے۔ نعت گوئی کے مبارک فن کے ساتھ اس مسلسل گہری اور غیر متزلزل وابستگی نے جہاں موجود و معروف اسمائے رسولؐ کو شاملِ نعت کرنے کا شوق پیدا کیا وہاں انہیں نِت نئے اسمائے مبارکہ تخلیق کرنے کا راستہ بھی دکھلایا۔ اور یہ سارا مبارک عمل جیسے کہ پہلے بھی کہا گیا ہے اُن سے ازخود---اپنے آپ ہوتا گیا ہے۔ بقول مولٰینا حالؔی:

نیا ہے، لیجیے جب نام اُن کا
بڑی وسعت ہے میری داستاں میں

یہاں 'داستاں' کو 'شاعری' پڑھیے تو آپ دیکھیں گے کہ مسلّم صاحب کے ہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسم مبارک ہزاروں نت نئے قرینوں سے ازخود دَر آیا ہے۔

ازخود سے میری مراد یہ ہے کہ مسلّم صاحب کی نعتیہ شاعری میں اسمائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کا استعمال فطری انداز کی بے ساختگی لیے ہوئے ہے۔ بظاہر اسمائے مبارکہ کی یہ کثرت ایک اہتمام کا نتیجہ نظر آتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے---ایسا ہو ہی نہیں سکتا--- یہ اشتباہ زیرِ نظر کتاب میں اُن اسمائے مبارکہ کی جمع آوری سے اُن معدودے چند قارئین کو ہوسکتا ہے جنہوں نے قریب قریب نصف صدی پر پھیلے ہوئے مسلّم صاحب کے نعتیہ کلام کو کتاب بہ کتاب نہیں

پڑھا۔ واضح ہو کہ اُن کے کلام میں اِن اسمائے مبارکہ کا ظہور تخلیقِ نعت کے دوران میں موقع ومحل اور مضامین وموضوعات کے حوالے سے ہُوا ہے۔ انہوں نے اسمائے رسولِ مقبولؐ کا یہ سرمایہ کسی منصوبہ بندی سے جمع نہیں کیا۔

نعت کی صنف (غزل کے برعکس) ایک فکری وحدت کی ترجمان ہوتی ہے۔ یہ فکری وحدت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات والا صفات، آپ کی سیرت مبارکہ، آپ کے معجزات، غزوات، اصحابؓ، عترت وآلِ اطہار، ازواجِ مطہرہ --- آپ کے فرامین، پیغامات، آپؐ کے فیضان، بنی نوع پر آپؐ کے احساناتِ عظیمہ کے ساتھ ساتھ آپؐ کی احادیث، سُنَن، اَخلاقِ عالیہ اور شمائل مبارکہ کے تذکار سے اس طرح جُڑی ہوئی ہے کہ اس صنف کے بارے میں آپؐ کے خیال، تصوّر اور دھیان کو مرکزِ تخلیق بنانے کے علاوہ سوچا ہی نہیں جا سکتا۔

یوں دنیا بھر کی اصنافِ شاعری میں یہ صنفِ مبارک آپ کی ذات والا صفات کے تذکارِ جلیلہ کا مظہر قرار پائی ہے۔ آپؐ کی سیرت کے بیان میں وہ تمام مقامات، میدان، غاریں، مساجد، شہر، گلی کوچے اور دوسرے متعلقات ومناسبات بھی محترم ٹھہرے جو کسی نہ کسی حوالے سے آپؐ سے نسبت کے شرف اور اعتبار سے مُتصِف ہیں --- آپؐ کے اسمائے مبارکہ کی تحقیق و تدوین اور تفحص وتلاش میں یہ تمام تذکار وموضوعات ایک اہم حوالے کا درجہ رکھتے ہیں جن کا اوپر ذِکر کیا گیا ہے۔ مثلاً لفظ (شہر) مدینہ ہی کو لیجیے اس نسبت سے مدنی - ماہِ مدنی - رسولِ مدنی - آفتابِ مدنی - شاہِ مدنی - مدنی سرکار - دس بیس نہیں، سینکڑوں نہیں، ہزاروں اسمائے مبارکہ (تخلیق ہوئے اور) تخلیق کیے جا سکتے ہیں۔

اسی طرح حرم سے شہِ حرم، شاہِ حرم، ماہِ حرم، سروِ حرم (حافظ لدھیانوی مرحوم کا یہ مصرع دیکھیے:

ے جب سے گزرگاہِ ہستی میں سروِ حرمؐ نے خرام کیا)۔

اسی انداز میں، رسول، نبی، پیغمبر، سیّد ایسے سینکڑوں الفاظ ہیں جن سے دوسرے

متعلقات ترکیب دیتے ہوئے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہزاروں اسمائے مبارکہ کشید کیے گئے، تخلیق کیے گئے، وضع کیے گئے، سوچے گئے اور نعتیہ اشعار میں استعمال کیے گئے۔نعت پر تنقیدی و تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے اس روز بروز بڑھتے اور شاعر بہ شاعر پھیلتے موضوع پر تفحص و تلاش کی بڑی گنجائش ہے۔یہی وجہ ہے کہ نعت کے موضوعات میں اسمائے رسولِ مقبول کا استعمال ایک جداگانہ موضوع قرار پایا۔

اردو میں امیر خسرو کے زمانے سے ملنے والی جکریوں، وفات ناموں، مولود ناموں، معجزات ناموں، پیغمبر ناموں، جنگ ناموں اور مثنویوں میں ملنے والے نعتیہ شاعری کے ابتدائی نمونوں سے اکیسویں صدی کی پہلی دہائی تک کے نعتیہ منظرنامے تک آتے آتے اِن اسمائے مبارکہ کی تخلیق، جمع آوری اور استعمال میں جو اضافہ ہوا، وہ بلاشبہ ایک طویل تحقیقی مقالے کا موضوع ہے۔خصوصاً اگر ان اسماء کے استعمال کو تہذیبی و ثقافتی اور سماجی و سیاسی پس منظر میں دیکھا جائے، اور مکانی و زمانی حوالوں کی روشنی میں اس کا تجزیہ کیا جائے تو نعتیہ مطالعات کے کئی نئے دَر وَا ہو سکتے ہیں۔

مثلاً درج ذیل اشعار دیکھیے:

اُس کی اُمت میں ہوں مَیں، میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہؐ کے غالبؔ گنبدِ بے دَر کھلا
شہؐ/ مرزا غالبؔ

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
شاہؐ/ رضا بریلوی

تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظمؐ کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی
شہنشاہؐ/ علامہ اقبال

(کلیاتِ اقبال، نظم بلادِ اسلامیہ، ص ۲۷۱، اقبال اکادمی، لاہور)

پہلے شعر میں بند، ''گنبدِ بے دَر کُھلا'' کے الفاظ میں ظاہر رعایتوں کے علاوہ امت، شہ اور معراجِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے واقعہ کا ذِکر ہے۔ غالبؔ نے یہاں آپؐ کے لیۓ 'شہ' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

مولٰینا احمد رضا نے رحمت اور امت کے ساتھ شاہ کے لفظ کا انسلاک کیا، جب کہ علامہ اقبال نے 'بلادِ اسلامیۂ کے ذیل میں شہنشاہِ معظم کے لفظ استعمال کیے۔ ان تینوں شعروں میں برتے گئے تینوں الفاظ شہ، شاہ اور شہنشاہِ معظم کے (لغوی، معنوی، معاشرتی، نفسیاتی اور تہذیبی حوالے سے) تجزیاتی مطالعات سے کئی دلآویز سلسلہ ہائے مضامین پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بظاہر ہم معنی لفظ، موقع و محل کی مناسبت سے، دو مختلف زمانوں کے عظیم شاعروں نے کتنی خوبصورتی اور شائستگی سے استعمال کیے ہیں۔

غالبؔ کے ہاں شہ کے لفظ کے بغیر بھی (وزن کو پورا کرنے کے لیے کسی اور دو حرفی لفظ کی شمولیت سے) مصرع مکمل کیا جا سکتا تھا مگر غالب نے شہ کے لفظ کی گنجایش کیوں نکالی؟--- مولٰینا احمد رضا نے سامنے کے لفظ آپ کی جگہ 'شاہ' کیوں برتا--- اِس پر غور کرنے سے اس لفظ کی کئی بلیغ معنوی پرتیں کھلیں گی--- اِسی طرح علامہ اقبالؒ شہنشاہِ معظم' کی جگہ 'مبشر اور ہادی' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہزاروں اسمائے مبارکہ سے اس وزن (مفاعلین فعولن/فعولن فاعلاتن وغیرہ) کے دو اسم لے کر وزن پورا کر سکتے تھے مگر انہوں نے 'شہنشاہِ معظم' ایسی نئی ترکیب (آپؐ کے نام کے لیے) کیوں وضع کی۔

یہاں دونوں جگہ شاعروں کی شعوری کوشش اور اہتمام کے بجائے اس تخلیقی رَو کی معجز نمائی کا اثر نظر آتا ہے جو فکری ہیولیٰ کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتے ہوئے بغیر کسی پیشگی منصوبہ بندی کے تخلیقِ شعر کے مراحل میں بڑے شاعروں کی شریکِ کار رہوتی ہے اور جس کے سبب معانی و مضامین کو اپنے آپ مناسب الفاظ ملتے جاتے ہیں۔ ایسے مقامات پر تخلیقی عمل ایک وحدتِ کار کا مظہر ہوتا ہے اور عظیم شاعروں کے ہاں موقع و محل کی مناسبت سے بہترین (Best) اور موزوں (Proper) الفاظ از خود صفحۂ قرطاس پر اتر آتے ہیں۔

اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے استعمال میں بھی عظیم تخلیق کاروں نے حسنِ انتخاب کے قرینے کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس قرینے سے انہوں نے نعتیہ اشعار کی معنوی فضا کو اظہار و اسلوب کی رعنائی، بلاغت کی خوبصورتی اور لفظ و معنی کی نزاکتوں اور رعایتوں سے اپنے فن کو زیادہ بلیغ، جامع، مؤثر اور دلکش بنایا ہے۔ اسمائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذیل میں یہ اشعار دیکھیے:

صاحبِ حُسنِ کرَم

سلام اُن صاحبِ جودت پہ ہر جودت ہے جن کی
خلوص و بخشش و حُسنِ کرَم عادت ہے جن کی

عمادِ نُور

سلام اُس جلوۂ تابندۂ غارِ حرا پر
عمادِ نُور، مینارِ ہُدیٰ، شمعِ خدا پر

فروزِشِ مشکوٰۃِ دل

تُجھی سے اے سراجِ نُور ساری روشنی ہے
مری مشکوٰۃِ دل بھی نورِ حق سے کر فروزاں

نُورِ لَم یزل

تیری تجلّیوں سے ہی اے نورِ لَم یزل
سب کائنات صورتِ مشکوٰۃ ہوگئی

نیازِ بزمِ کُن فکاں

سلام اُن پر جو بزمِ کُن فکاں کی، تھے نیاز
انہی کی چشمِ رحمت سے درِ بخشش ہے باز

اب اسمائے رسولِ مقبولؐ کے استعمال کے یہ نمونے دیکھیے:

آقا — قبول آقاؐ سلام میرا — سلام میرا سلام میرا

آقائے جہاں

سلام اُن پر جو آقائے جہاں ہادیِ کُل ہیں
سرورِ قلبِ مسلم، رحمت و الفت کی مُل ہیں

اِستعارۂ اِلٰہِ واحد — لہو میں توحید کا شرارہ — اِلٰہِ واحد کا اِستعارہ

اَصفٰی الاصفیاء — اَصفٰی اُلاَصفِیاء، اَقدَسُ الاَقدَساء
اَفضلُ الاَنبیاء، مرتضٰے، مصطفٰےؐ

یٰسین — ُتو محمودؐ، محمدؐ، حامِدؐ، ُتو احمدؐ، ُتو انورؐ
سارے ُسندر نام ہیں تیرے، تو یٰسینؐ، تِہامیؐ

پہلی مثالوں کے اسماء کا استعمال اپنے معنوی قرینوں اور لفظی رعایتوں کے لحاظ سے زیادہ مؤثر، جامع اور بلیغ، اور شعر کی معنوی فضا میں خوبصورتی کا موجب ہے، جب کہ دوسری مثالوں میں اسماء کا استعمال---استعمالِ محض کے ذیل میں آتا ہے (اگرچہ یہ 'استعمالِ محض' بھی رحمت و برکت کی لازوال متاع لئے ہوئے ہے) اور شعریت وخلاقیت کی اس سطحِ اوصاف کو ُچھوتا نظر نہیں آتا جیسا پہلے والی مثالوں میں ملتے ہیں۔

نعت میں آپؐ کے اسمائے مبارکہ کا خوبصورت استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں آپؐ کے اسم مبارک کا انتخاب شعر کی تخلیقی فضا کے مطابق، اور مفاہیمِ روحانی کے انداز، قرینے اور اسلوبِ تذکار کے عین مطابق ہوتا ہے۔ تخلیقی نعتوں میں حضور اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے ایسے ہی اسمائے مبارکہ کی جمع آوری ہوئی ہے۔ ان اسمائے مبارکہ کی جمع آوری کے محرکات و ماخذات کم وبیش وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ کے ہیں۔ دین سے وابستہ کسی کام، عمل، علم اور ریاضت کے محرکات میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی کا حصول ہے، جو بذاتِ خود خیر وخوبی، نجات طلبی اور حصولِ شفاعت ومغفرت ایسے ثمراتِ عظیمہ لیے ہوئے ہے۔

ع س مسلم کی نعت گوئی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ کے استعمال کے ماخذات میں سب سے پہلے قرآن مجید اور اس کے بعد احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور دیگر آسمانی اور مذہبی صحائف شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ایک کثیر سرمایہ نعت گو شاعروں کی تخلیقِ نعت کی ضرورتوں کے حوالے سے بھی ظہور میں آیا جنہوں نے اپنے کلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم سے خطاب اور آپ کی مدح کے بیان میں نادرہ کاری کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو قسم قسم کے ناموں سے یاد کیا۔

یک لفظی اَسماء

مسلم صاحب کے مختلف مجموعہ ہائے نعت میں اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا ظہور مختلف طرح سے ہوا ہے بعض مقامات پر اسماء سیدھے سادے انداز میں آئے ہیں یعنی یک لفظی جیسے:

اَجلیٰ - اسعَد - اماں - اُمّید - حامِد - صاحِب - عَطوف - گُن

یک لفظی، دولفظی یا اس سے بھی زیادہ لفظی اسماء وتراکیب میں سے چند کو خط کشیدہ کر دیا گیا ہے، تاہم ان مثالوں میں ایسے اَسماء وتراکیب بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، جن میں اس سے زیادہ الفاظ یا پورے کے پورے مصرعے ہی اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے معمور ہیں۔

لُبھائے اُس کی زبانِ شیریں، وہ جُوئے آب روانِ شیریں
رچے دلوں میں بیانِ شیریں، مُبین و تبیّن، بلیغ و اَجلیٰ

جائے کس در پہ مسلّم اماں کے لیے
ہر اماں آپؐ، کہفُ الوریٰ آپؐ ہیں

سلام اُن پر جو ہیں اُمّیدِ ہر کوتاہ و قاصِر
یتیموں، بدنصیبوں اور بیواؤں کے ناصِر

سلام اُن پر جو محفل کی مراد و مُدّعا ہیں
خلیل و صاحِب و مختار و موصولِ خدا ہیں

وہی خُلق و خوبی، وہی رُوپ، گُن
وہی عفو و اِحساں، وہی دان پُن

دولفظی (اورزائد) اَسماء

کئی جگہوں پر انہیں عطف کے ذریعے جمع کر دیا گیا ہے یعنی دو دو، تین تین، چار چار اور بعض جگہوں پر اس سے بھی زیادہ جیسے:

برگ وبارِ بُستانِ حق - رحمتِ ہر دو جہاں- سر خَیلِ رسُولاں - سردارِ متیں - سعدواَسعَد

سلام اُن پر جو مسلّم سربسر عُنوانِ حق ہیں
شمیم و برگ و بار و رونقِ بُستانِ حق ہیں

سلام اُن پر کہ جو ہیں صاحبِ آیاتِ قرآں
دلیل و داعی و ہادی و سرخَیلِ رسُولاں

سعید و مسعود و سعد و اَسعَد
مجید و ماجد وہ مَجد و امجد

السَّلام اے رحمتِ ہر دو جہاں، نورِ ہُدیٰ
السَّلام اے سرورِ عالم محمدؐ مصطفیٰ

سلام اُن پر جو تابندہ ہیں، ظاہر ہیں، مُبیں ہیں
ولی و سیّد و ذوالفضل و سردارِ متیں ہیں

جہانِ عَفو، سردارِ متیں سب سے الگ
یتامیٰ اور مساکیں کے مُعیں سب سے الگ

دو یا زائد لفظی تراکیب

کئی مقامات پر واحد اسم کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صفات کا اظہار تراکیب کی صورت میں ہوا ہے یعنی دو لفظی تراکیب، تین لفظی تراکیب یا اس سے زیادہ الفاظ پر مشتمل تراکیب مثلاً:

آہنگِ غناء - ابرِ اَظلالِ ظَلیلہ - اِتمامِ اِنعام و اِکرام - اِستعارۂ اِلہِ واحد - اصلِ مدارِ زندگی - امینِ اسرارِ ایزد - اِنشراحِ اُمور - اُولوالعزم و شجیع - بحرِ ترحّم - دلِ رحمان - بختاورِ کونین - بعثتِ محیطِ شش جہات - بہارِ گلستانِ لالہ فامِ زندگی - پاسبانِ اُسلوبِ دیانت - پاسدارِ بندگانِ پاشکستہ - پرچمِ مراحم و عاطفت - پُلِ میانِ بندہ و معبود - پیشوائے رحیلِ فکر - تمیز و فرقانِ حق و باطل - ثمرِ شیرینِ نخلِ ذِکر - چارۂ ژَولیدگی - حاصلِ جملہ مَظاہر

سلام اُن پر ہے رہنِ رنگِ رُخ جن کی حِنا
وہی سازِ تنفُّس میں ہیں آہنگِ غناء

گُماں کی تیرگی میں رُشد کا روشن فتیلہ
سرِ محشر کرَم کا ابرِ اَظلالِ ظَلیلہ

وہ موضوعِ آغاز و انجام ہے
وہ اِتمامِ اِنعام و اِکرام ہے

لہو میں توحید کا شرارہ
اِلہِ واحد کا اِستعارہ

تُو شہیدِ جلوہ گاہِ خلوتِ ربِّ جلیل
کون ہے تیرے سوا اَسرارِ ایزد کا امیں

اُسی سے ضمیرِ خِرَد میں شُعور
اُسی کا بیاں اِنشراحِ اُمور

گُلِ ہستی میں فیضانِ تبسُّم ہیں تو آپؐ
دلِ رحمان میں بحرِ ترَحُّم ہیں تو آپؐ

سلام اُن پر ہے جن کے دم سے بزمِ کائنات
ہے جن کی رحمت و بعثت محیطِ شش جہات

سلام اُن پر جو ہیں ماہِ تمامِ زندگی
بہارِ گُلستانِ لالہ فامِ زندگی

ہیں جبریلِ امیں بھی جن کے دَر پر دست بستہ
وہی ہیں پاسدارِ بندگانِ پا شکستہ

دلوں کا درماں، جگر کا مرہم
مراحم و عاطِفت کا پرچم

وسیلہ ہیں میانِ بندہ و معبود پُل ہیں
گلستانِ براہیمی کے برگ و بار و گُل ہیں

نبی، مُعلّم، کتاب و قرآں
بحقّ و باطل تمیز و فرقاں

وہ جن کا ذکرِ اطہر چارۂ ژُولیدگی ہے
نظر جن کی کشُودِ عقدِ ہر پیچیدگی ہے

سلام اُن پر جو اوّل تھے، ہوئے آخر میں ظاہر
حقیقت میں وہی ہیں حاصِلِ جملہ مَظاہر

بعض جگہوں پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی صفات کو خالص اسم کی بجائے اسے استعاراتی قرینے میں استعمال کیا ہے جیسے مشبہ کو مشبہ بہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ کہیں

ان میں مجاز ُمرسَل کا سلیقہ بھی دَر آیا ہے۔ایسے مقامات کا تجزیہ علمِ بیان کے ماہرین کریں تو محاسنِ شعری کے کئی حوالوں سے اِس بحث کواور تناظرات میں وسیع کیا جاسکتا ہے۔ایسے مقامات پراسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم اسمِ صفت کے طور نہیں آئے بلکہ صفت کی نشاندہی کو ہی اسم سے تعبیر کرلیا گیا ہے۔زیرِنظر کتاب میں بیسیوں نہیں سینکڑوں اشعار ایسے ہیں جو آپؐ کے محاسن وصفات کے تذکارِ مبارک ہی کواسم کی صورت میں متشکل کرتے نظر آتے ہیں۔عام قاری اگر اسماء کے طور پران کی جمع آوری کرنا چاہے،تو وہ نہ کرسکے،لیکن مسلّم صاحب کی ژرف نگاہی نے انہیں بھی اسماء کے طور پر چُن لیا ہے۔شاعری (اور شاعرانہ نثر میں بھی) یہ بیان کا معجزہ ہے کہ صفت اور موصوف متبادل ہو جاتے ہیں جیسے رحیم کو رحم یا مجسّم رحمت سے تعبیر کیا جائے اور کریم کو کرَم اور حسین کو ُحسن کہہ کے پکارا جائے۔

مسلّم صاحب نے اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی تدوین اور جمع آوری میں ایسی شعری رعایتوں سے مُتصِف ہونے والے الفاظ کو بھی اَسماء کا درجہ بخشا ہے۔ یہ نسبتاً ایک مشکل کام ہے مگر محبت کے جذبے نے جو انہیں نعت اور مرکزِ موضوعِ نعت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہے(لیجیے ایک اور نیا اسم وضع ہوگیا) ان کے لیے اس کارِ تدوین کو آسان اور دلآویز بنادیا۔ یوں مسلّم صاحب نے محبت کا یہ سفر دو بار کیا: پہلی بار شعر کہتے ہوئے یعنی اسماء کوشعر کا پیراہن عطا کرتے ہوئے---اور دوسری بار اپنے نعتیہ مجموعوں میں سے اسماء کی بازیافت کے وقت--- پہلا سفر تخلیق کا تھا اور نسبتاً ایک لمحہ ُپرّ اں کی عطا---دوسرا سفر ترتیب،تدوین اور جمع آوری کا تھا جو بعض اسماء کے حوالے سے ذرا دِقّتِ طلب اور وقت طلب تھا--- پہلے سفر کی عنان دل اور جذبے کے ہاتھ میں تھی اور دوسرے کی شعور، چھان پھٹک، پرکھ پرچول اور لسانیاتی قواعد کی باریکیوں سے منسلک۔

الحمدللہ مسلّم صاحب نے دونوں سفر خوش اسلوبی،شوق، جذبے اور لگن سے طے کئے، اور سینکڑوں ایسے اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلّم بھی تخلیق اور دریافت کیے جو بظاہر اسماء کی مروّجہ صورت کی معنوی وسعتوں سے متعلق نہیں ہیں،لیکن جہاں شارع علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ جلیلہ،صفاتِ حسنہ، خصائلِ حمیدہ، فیضان واثراتِ مبارکہ اور پیغامات وفرامین اوران کے

متعلقات ہی اسمائے طیّبہ کی صورت میں متشکل ہوگئے ہیں۔ مثلاً درج ذیل تراکیب اور اظہار کے قرینے دیکھیے:

رَشحہ شبنم	دشتِ گُماں میں رَشحہ شبنم صلی اللہ عُلیہِ وسلّم
سایہ گسترِحشر	حشر کی حدّت میں بس اِک سایہ گُسترِ ہے وہی مامَن و حفظِ فراواں ہے وہ اِک صحرا کا پھول
شافعِ روزِ قیامت	کون تجھ بن شافعِ روزِ قیامت یا شفیع ہے طلبگارِ شَفاعت نوعِ انسانی جمیع
صاحِبِ حُسنِ کرَم	سلام اُن صاحِبِ جودت پہ ہر جودت ہے جن کی خلوص و بخشش و حُسنِ کرَم عادت ہے جن کی
کامِل	اُسوۂ کامِل ترا آئینہ دارِ الکتاب ہر عمل تیرا سَنَد، ہر قول ہے تیرا وَقیع
کتاب	وہ مُزَکّیؐ، وہ مُعلِّم، وہ کتاب کتنے ہی دَر ذہن کے اَندر کُھلے
کرَم گار وحلیم	سلام اُن پر نہیں جن سا کرَم گار و حلیم طبیب و چارہ ساز و مُصلحِ قلبِ سلیم
مصطفیٰؐ	اُس کا جو نقشِ پا، وہ مِرا راستہ مُقتدیٰ، مُقتضیٰ، مرتضٰے، مصطفٰے
مُقتضیٰءِ دو جہاں	سلام اُن پر کہ جو دونوں جہاں کے مُقتضیٰ ہیں فروغِ مرضیِ حق، امرِ حق ہیں، مُرتضٰی ہیں

مُوثّر — سلام اُن پر جو ہیں اشکالِ ذہنی کے مُیسّر
حکیم و نکتہ ور، عُقدہ کُشا، ہادی، مُوثّر

نگینِ ختمِ نبوّت — تُو ہے اُمّی پر مُجسّم شہرِ علم و آگہی
تاجدارِ انبیاء، ختمِ نبوّت کا نگیں

نُور کا مُبتدیٰ — کون یومِ ازل کی نہاد — نُور کا مُبتدیٰ اَور کون

یمِ بےکرانِ تحمل — تحمل میں وہ اک یمِ بے کراں
ترحُّم کا اک چشمہءِ جاوداں

نعتیہ شاعری کے جائزے میں جہاں ہم افکار و جذبات کے ساتھ فنی محاسن کا مطالعہ کرتے ہیں وہاں 'اسمائے رسول مقبولؐ' کا حوالہ بھی ایک اہم مطالعاتی موضوع بن گیا ہے۔ یہ مسلّم صاحب سے پہلے کی نعتیہ شاعری میں کم کم تھا، مگر اس کتاب کی اشاعت کے بعد کسی بھی نعت گوشاعر کے فکری وفنی محاسن کے جائزہ میں ایک رُخ مطالعہ اسمائے رسول مقبولؐ کے حوالے سے بھی ہوسکتا ہے۔ اس کتاب کا پایہ اور اعتبار اسمائے رسولؐ کی تعداد، معنوی حجم اور تنوع کے سبب آئندہ کے نعتیہ مطالعات میں ایک نئے زاویہ نظر اور نعتیہ تنقیدات میں ایک نئے رجحان کا باعث بن سکتا ہے۔

اس کتاب میں اسمائے رسول مقبولؐ کی جمع آوری میں ع س مسلّم نے جس لگن، جذبہ اور دِقّتِ نظر کا ثبوت دیا ہے اس کی اہمیت وہی تدوین کار سمجھ سکتے ہیں جو اس قسم کی 'محنت' سے گزرے ہوں۔ یہ 'محنت' چونکہ 'محبت نہاد' تھی اس لیے مسلّم صاحب نے بڑی عرق ریزی سے اپنی نعتیہ تصانیف کا بار بار مطالعہ کیا اور ان سے اسمائے مبارکہ تلاش کر کے انہیں الفبائی ترتیب میں جمع کیا۔ انہیں کام کے آغاز میں اس وسعت کا خود اندازہ نہیں ہوگا۔ تراکیب و اسماء کے تعیّن و تلاش کا مرحلہ نسبتاً مشکل تھا---مگر وہ اس کارِ محنت و محبت سے سرفراز ہوئے۔ ترتیب، تدوین اور دوسرے اشاعتی امور میں ان کی روایتی شائستگی (جو تحقیق کے تقاضوں پر ہر لحاظ سے پُورا اترتی

ہے)اس کتاب کواہلِ نعت کے لیے ایک خوبصورت مرقع کی صورت میں پیش کررہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اُن کی مساعی جلیلہ کومشکور ومقبول فرمائے --- اردونعت کے باب میں یہ ایک تاریخ ساز اور گراں قدر کام ہے۔خصوصاً کئی عشروں میں کہے گئے شعروں میں غیر محسوس طور پر ہزاروں اسماء کاتخلیق ہوجانا (وہ ضمائر کے حوالے سے اسی انداز کی ایک اور ضخیم کتاب بھی ترتیب کر چکے ہیں)ایسا منفرد کارنامہ ہے جس کی نظیر دنیائے نعت کی تاریخ میں پہلے کہیں نہیں ملتی۔

اسماءُالنبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی جمع آوری،اُن پرغوروخوض،اُن کی ترتیب اورتخلیق،اشعار میں اُن کا استعمال،نعتیہ مضامین وافکار کے ذیل میں قرینے کے ساتھ اُن کا انسلاک، وظیفہ جات میں اُن کا وردِ مسعود--- ہرسعیٔ جمیلہ کے ڈانڈے آیہ قرآنی وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی معنوی توسیعات سے جاملتے ہیں۔یہ ایک مبارک سعی ہے جس میں تخلیق کے مرحلے سے ترتیب وتدوین کی منزل تک مسلم صاحب نے جس خلوص و اِنہماک اور محبت ومحنت کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابلِ ستائش اور لائقِ تقلید ہے۔نعت نگاروں اور حُب داروں کے لیے اس کتاب کی اشاعت سُرور وانبساط کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ ہوں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارک، حمدونعت کے ذیل میں یہ مختصر ثنا پارے ہیں جن کا تذکار اور وردا خلاص سرشت حب داروں اور اطاعت نژاد اورنعت نگاروں کے لیے حیرت و بہجت اورانکشافات ومشاہدات کی کئی امکان بھری دنیاؤں کے دَروا کرسکتا ہے۔

اس کتاب سے استفادے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کے مسلسل مطالعے کے بجائے اِسے کہیں سے کھول لیجیے اور اشعار کو پڑھنا شروع کیجیے، اشعار میں تخلیق ہونے والے اسمائے مبارکہ پرغور کرتے جایئے کچھ اشعار کے مطالعے یا کچھ اوراق پلٹنے کے بعد کوئی اسم ایسا آپ کومل جائے گا جو اس ساعتِ موجود میں،آپ کو دَرپیش مسائل اور معاملات کے حوالے سے آپ کو اپنی نفسی ذہنی(اورروحانی) کیفیت کے قریب اور مطابق لگے گا۔ یہاں 'قریب' اور 'مطابق' کے الفاظ کی میں تشریح نہیں کرسکتا مگر ایسا ہوگا ضرور کہ ایسا ضرور ہوتا ہے۔غالباً فیضی کا شعر ہے:

اعتدالِ معانی از من مُپرس — کہ مزاجِ سخن شناختہ ام

مَیں ع س مسلّم کی اس کتاب کو پڑھتے ہوئے اس شعر میں یوں تصرف کرکے پڑھتا ہوں کہ:

'برکاتِ' معانی از من مُپرس — کہ مزاجِ ثنا، شناختہ ام

آپ بھی 'برکاتِ' معانی کے حصول کے لیے اس ثنا سرشت اور نعت آثار مجموعہ اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا مطالعہ کیجیے---اور جس اسم مبارکہ پر دیدہ و دل جگمگا اُٹھیں اور جو اُس ساعتِ مطالعہ اور کیفیت موجود میں اپنے قریب اور مطابق لگے اس کو چند بار دہرائیے۔اسمِ مبارکہ کا اپنا ہالۂ معنویت خود آپ کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمِ مبارک کے حوالے سے اپنے اِن نعتیہ شعروں کا حوالہ دیتے ہوئے مجھے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔

مراقب ہو کے جب صلِّ علیٰ کا ورد کرتا ہوں حدِ امکان تک اسمِ محمدؐ پھیل جاتا ہے
سراپا روشنی میں ڈوب جاتا ہے ہر اِک جانب فضا میں یوں جمالِ نورِ احمدؐ پھیل جاتا ہے!

وجود اپنا ہواؤں میں فضاؤں میں خلاؤں میں مجھے یوں چاروں جانب پھیلتا محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے دائرہ در دائرہ ہر سُو کوئی نقطہ خود اپنی ذات کے مرکز سے بے حد پھیل جاتا ہے

'نفخت فیہ من روحی' کی خوشبو کا سمندر گھیر لیتا ہے بن ہر مُو پکار اُٹھتا ہے 'یااللہ'
مہکتا ہے ازل کی صبح کا مستور نافہ، جسم کے زندان کا نورِ مقید پھیل جاتا ہے

تجلی کے ذخائر ہیں کینت کے جزائر ہیں عجب نوری مناظر ہیں بڑے روشن دوائر ہیں
یہ کس ہستی کے ناظر ہیں؟ یہ کس محفل میں حاضر ہیں؟ جہاں اعصاب تک میں نورِ ایزد پھیل جاتا ہے

اپنی چند دعائیہ رباعیوں پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

مشکور یہ سَعُی، یہ تگ و تازِ نعت　　مقبول یہ لَحنِ ُحب، یہ اندازِ نعت
تخلیق ہوئے نئے ہزاروں ہی اِسم　　مبروک ہو منفرد یہ اعزازِ نعت

ترتیبِ اَسمائے َشہ کی کوِشش　　مقبولِ حضرتؐ ہو تیری کاوِش
مشکور ہو سَعُی، یہ بیاضِ مِدحت　　مبروک یہ توشہ ُنجات وَبخشِش

❖……❖……❖……❖

اسمائے رسول مقبولؐ صدف ضمائر میں: ع س مسلم

نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے گزشتہ صدی کے آخری ربع میں اپنے ارتقاء کی کئی منازل بڑی سرعت سے طے کی ہیں۔ اِن سالوں میں تخلیقِ نعت کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری کی تدوین، ترتیب، تنقید اور تحقیق کے حوالے سے جو نمایاں کام ہوا ہے اس نے اِس ِ صنف کو نہ صرف یہ کہ ایک باقاعدہ ِ صنفِ سخن کے طور پر اپنے آپ کو تسلیم کرایا ہے بلکہ اس کے فکری وفنی آفاق کو بھی بہت وسیع کر دیا ہے۔

وہ اکابرینِ نعت جنہوں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اِس صنف کے خدوخال سنوارنے میں صرف کیا ہے ان میں ایک اہم نام جناب ع س مسلم کا ہے۔ انہوں نے ادب کی دوسری اصناف (افسانہ، مضامین، تنقیدی مقالہ جات، سوانح نگاری اور حمدِ باری تعالیٰ) کے ساتھ نعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حوالے سے بھی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اُن کا نعتیہ کلام ثروت مندی کا مظہر ہے۔

نعت کے باب میں اِن کے فکری وفنی محاسن گزشتہ کئی عشروں سے زیرِ جائزہ بھی رہے ہیں اور اُن پر جامعات اور بیرونِ جامعات بھی بہت سا تنقیدی کام ُ ہوا اور ہو رہا ہے جن میں ایم اے، ایم فِل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے کئی مقالے شامل ہیں۔ مجھے ان کے جس تخصص پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ اُن کی اردو نعت میں اسماء النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا موضوع ہے۔

عربی، فارسی اور دوسری زبانوں میں لکھی جانے والی نعتیہ شاعری کی طرح اردو میں بھی آغازِ نعت گوئی سے نعت گو شاعروں نے اپنے اپنے نعتیہ جذبات اور واردات کے بیان میں آپ

صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے مبارکہ کا ذِکر کیا ہے۔ اِن اسماء کے اوّلین ماخذات قرآنِ کریم، احادیثِ نبویؐ، دیگر آسمانی صحائف، مذہبی کتب، کتبِ سِیَر و وعظ رہی ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اوصافِ حمیدہ اور فضائل و شمائل کے حوالے سے سینکڑوں اَسماء کا سراغ ملتا ہے۔ صوفیائے کرام، حب دارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم اور نعت گوشاعروں نے عہد بہ عہد اِن اسمائے مبارکہ میں اضافہ بھی کیا، اور یہ اضافہ اِس حد تک ہُوا کہ ان اسمائے مبارکہ کی جداگانہ کتابوں میں تدوین وتشریح بھی کی گئی۔ اِن اسمائے مبارکہ کے مفاہیم ومعانی سے لے کے اِن سے وابستہ ذہنی تجربات اور روحانی واردات کو بھی مرتب کیا گیا۔ نیز اِن کے اثرات اور فیوض و برکات کے تذکار کے ساتھ اِن کے ورد اور وظیفہ کے ضابطوں کو بھی اپنے اپنے طور، ذوق اور باطنی کیفیات کی روشنی میں اہلِ ذِکر وفکر نے جداگانہ کتابچوں کی صورت میں مرتب کیا۔

اس باب میں ع س مسلم ایک نمایاں تخصُّص رکھتے ہیں۔ اُن کی ضخیم کتابیں ''اسماءُالنبی صلّی اللہ علیہ وسلّم - پیراہنِ شعر میں'' کے بعد ''اسماءُالنبی صلّی اللہ علیہ وسلّم - صدفِ ضمائر میں'' کے ناموں سے شائع ہورہی ہیں، جن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اُن صفاتی اسماء کی جمع آوری کی گئی ہے جنہیں ع س مسلم نے اپنے نعتیہ کلام میں استعمال کیا ہے۔ استعمال کا یہ دورانیہ قریب قریب نصف صدی تک پھیلا ہوا ہے، اور اُن کے کئی مطبوعہ نعتیہ مجموعوں پر محیط ہے۔ ان اسماء کی جمع آوری حروفِ تہجی کے اعتبار سے کی گئی ہے اور اَسماء کے استعمال کی مثالیں بھی درج کردی گئی ہیں۔ بعض اسماء کی مثالیں ایک سے زاید بھی ہیں جن سے اِن اسمائے مبارکہ کے استعمال کے مختلف معنوی گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اِن دونوں کتابوں میں اسماء اور اِن کے استعمال کی مثالوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ یہ دونوں مجموعے اردو نعت کے حوالے سے ایک نہایت اہم اور معتبر پیش رفت کے حامل ہیں۔

واضح ہو کہ نعت میں اسماءالنبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا استعمال دوطرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ نعت گوشعوری طور پر آپؐ کو کسی معروف نام سے یاد کرتا ہے۔ یہ موقع محل کی مناسبت سے آپؐ کی سیرت، شمائل، صداقت، دیانت، شجاعت، عدالت، پیغام، یا فیضان و برکات کے تذکارِ

مبارک میں موضوع کے حوالے سے ہے، جب نعت گو اپنے جذبات واحساسات کو آپؐ کے کسی خاص نام سے آمیز کر کے اپنے شعر میں ایک طرف قرینہ پیدا کرتا ہے، جیسے حشر کے دن کی مشکلات اور کٹھن ساعتوں کے ذیل میں شفیع، شافعِ محشر یا آپؐ کی شفاعت مآب شخصیت کے نام کا حوالہ آ جائے۔ ایسا استعمال سامنے کی بات ہے اور اس میں شاعر کی شعوری کوشش کی کارفرمائی بھی ہوسکتی ہے۔

اسماءُ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے استعمال کا دوسرا قرینہ بالکل غیر ارادی اور غیر شعوری ہے، اس کا تعلق تخلیقی گداز کی اُن ساعتوں اور تخلیقی عمل کے اُن قرینوں سے ہے جو شاعر کی شعوری گرفت سے باہر ہیں، اور جنہیں تخلیقی عمل از خود مرتب کرتا چلا جاتا ہے۔ نعتیہ مضامین کے تذکار، شاعر کی واردات، تجربات اور مشاہدات کے بیان اور زیرِ استعمال آہنگ، اوزان اور بحور کے داخلی تقاضوں کے مطابق جب بیانِ شعر میں ڈھلتے ہیں تو الفاظ وتراکیب کے استعمال سے از خود ایسے اسماء وضع ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ضمائر کے حوالے سے صفات کی نشاندہی کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ ان ضمیروں میں ایک دو تین چار نہیں --- دس بیس تیس نہیں --- سینکڑوں نہیں --- ہزاروں لاکھوں دلآویزیاں ہیں۔ یہ ضمیریں ''وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ'' کی حقیقتوں کی طرف ایک ایسے پُراسرار جہانِ معنی کی سمت میں کھلنے والے دریچے ہیں جن کی طرف رُو بہ نظارہ ہونے والا ہر نعت گو--- نعت بہ نعت، زیادہ سے زیادہ امیر اور غنی ہوتا چلا جاتا ہے۔ نعتیہ شاعری میں ہر ضمیر آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کی نیابت کا مبارک فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

ع س مسلم نے اپنی نعتیہ شاعری کی تخلیق میں اسماءُ النبیِ الکریم کا ایک بہت معتبر ذخیرہ نہ صرف یہ کہ وضع کیا ہے بلکہ ان کتابوں کی صورت میں اُن کی جمع آوری بھی کر دی گئی ہے۔ نعت کی معلوم تاریخ میں ایسا منفرد اور وقیع کام اب تک نہیں ہُوا --- اس سارے کام کا دلچسپ اور منفرد پہلو یہ ہے کہ یہ ''ہمہ آمد'' کے ذیل میں آتا ہے۔ بقول شاعر:

ایں سعادت، بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہاں 'زورِبازو' کی جگہ 'سعی وکوشش' پڑھیے --- شاعرنعت گوئی میں مصروف ہے۔ تخلیقی عمل کی پُراسرار ساعتیں ازخود یہ اَسماء وضع کرتی چلی جارہی ہیں۔ جیسے کاتنے کے عمل میں روئی سے دھاگہ نکلتا چلا آتا ہے --- نعت کے تخلیقی عمل میں ہر چھوٹے بڑے شاعر کا اندوختہ ایسے ہی بڑھتا ہے۔ مگر چونکہ ع س مسلم صاحب نے کثرت سے نعتیہ شاعری کی ہے، اور تخلیقِ نعت کے لمحوں میں وہ زیادہ رُوبہ مدینہ رہے ہیں لہٰذا اُن کی نعت سرشت طبع بھی اِس ضمن میں زیادہ بارآور رہی ہے --- نعت گوئی اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلّم --- کے باب میں ان کا یہ منفرد تخصّص ایک تفصیل اور تجزیاتی جائزے کا متقاضی ہے جس میں ان کے گہرے مطالعے، زبان و بیان پر گرفت، تراکیب سازی میں نادرہ کاری --- آہنگ و بحور اور نعت کی تخلیق میں ذوق و وجدان کے داخلی تقاضوں اور نفسیاتی رو ّیوں کے حوالے سے بڑے دلآویز نتائج سامنے آتے ہیں۔

ضمیریں کسی بھی زبان میں ادائے افکار اور اظہارِ جذبات و خیالات کا اہم وسیلہ ہوتی ہیں۔ اِن کا وجود ہر زبان کے آغاز ہی سے اپنا سراغ دیتا ہے۔ معلوم مذہبی تاریخ کے مطابق خالقِ کائنات کا تمام ارواحِ انسانی کو خطاب ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُم ط (۷:اعراف:۱۷۲) کیا مَیں تمہارا رب نہیں ہوں!'' --- مَیں اور تم (تمہارا)، کی ضمیروں سے اظہار یاب ہوا ہے۔ ربِ کائنات کا یہ سوال آغازِ آفرینش ہی سے ضمیروں کی موجودگی اور اہمیت کا پتہ دیتا ہے۔

ضمیریں اپنی نسبت سے اپنا اعتبار رکھتی ہیں۔ لفظ تو وہی --- 'مَیں' -- 'ہم' -- 'تُو' -- 'وہ' -- 'اُن' -- 'آپ' --- ہوتے ہیں، مگر اُن کا استعمال جس حوالے سے ہوتا ہے وہ ان لفظوں کے درجہ میں اس سے وابستہ تلازمات، اشارات اور تناسبات کا تعین کرتا ہے۔ ایک غزوہ کے موقعہ پر آپؐ کا فرمانا....

اَنَــا الــنَّبِــیُّ لَاکَــذِبْ
اَنَــا ابْــنُ عَبْــدُالــمُـطَّـلِـبْ

میں 'انا' (مَیں) کی ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اپنا مبارک حوالہ ہے۔قرآن مجید میں 'لَعَمرُ کَ' (۱۵: ۷۲) ''آپ کی جان کی قسم'' --- میں 'ک' کی ضمیرِ متصل بھی آپ کی ذات بابرکات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اشارہ کی نسبت مُشارٌ اِلیہ سے ہے۔اِسی نسبتِ نورانیت سے اوپر دی گئی مثال حدیث (انا) اور مثالِ قرآنی (ک) میں ضمیروں نے اپنے اعتبار کا معجزہ دکھایا ہے۔یہ اور اسی طرح کی اور سینکڑوں مثالیں اپنے اندر ایک جہانِ تلازمات لیے ہوئے ہیں۔عام گفتگو میں ضمیریں بیان کو صاف بناتی ہیں اور مفہوم کی ترسیل کو رواں رکھتی ہیں۔نام جو عام گفتگو میں خود ایک حجاب بن جاتا ہے، اُس کی تکرار سے بیان کو بچاتی ہیں۔اس کے اندر غیر محسوس طور پر ایک وضع داری کا قرینہ بھی ہے۔

اگر ضمیروں کے اس سارے عمل اور استعمال کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو شاید اس میں عجز، اپنی ذات کی غیر ارادی طور پر نفی، ذات سے مرعوب کرنے یا مرعوب ہونے سے گریز اور اس سے پیدا ہونے والے عمل، عوامل اور ردِ عمل سے اجتناب کا پہلو بھی ہو جسے صدیوں کے لسانی عمل، بول چال، تحریر اور تقریر نے ضمیروں کے قرینے میں متشکل کر دیا ہے۔ہر زبان کے ہزاروں سالوں سے زیرِ استعمال اِس قرینے نے (جس کے لسانی، عملی اور نفسیاتی عوامل کچھ بھی رہے ہوں) ضمیروں کو رواج دیا۔ممکن ہے زبانوں کے بہت آغاز میں یا شاید اب بھی کسی دُور اُفتادہ آبادی میں رواج پذیر --- اور ٹُٹی ہوئی زبان میں ضمیروں کا رواج نہ ہو --- یا بہت کم ہو --- یا اس کثرت سے نہ ہو جس طرح ہماری زبانوں --- عربی، فارسی، اردو، انگریزی اور پاکستان میں بولی جانے والی دوسری زبانوں میں ہے۔

ہمارے ہاں ضمیر کی تین مروج شکلیں متکلم، حاضر (مخاطب) اور غائب کے حوالے سے ہیں (واحد کی صورت میں) --- جمع میں ان ضمیروں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔بعض زبانوں میں واحد اور جمع کے لیے ایک ہی لفظ (ضمیر) رہتا ہے جیسے انگریزی میں 'تُو (واحد) تم (جمع) کے لیے YOU ہی کا لفظ بولا جاتا ہے۔زبانوں سے ٹھرک --- (یہ پنجابی زبان کا ایک لفظ

ہے، جس کے معنی اِس جگہ خوامخواہ کا شوق، دخل اندازی، دخل دینے اور بحث کیے بغیر نہ رہ سکنا، پوچھ گچھ کی لت --- کچھ بھی لیے جاسکتے ہیں۔ اس کے برعکس اچھے معنوی تلازمات کا حامل لفظ شغف ہے) --- کے سبب مَیں نے بیرونِ ملک کے اسفار میں کئی طلبہ اور عام افراد سے گفتگو کرتے ہوئے محسوس کیا کہ ہر زبان میں صیغوں کی تعداد اور قرینہ اردو زبان والا نہیں ہے۔ کئی زبانوں میں اُن کی تعداد کم وبیش ہے جیسے انگریزی میں YOU کی مثال دی گئی ہے۔

بعض زبانوں میں واحد اور جمع کی طرح تذکیر وتانیث میں بھی ضمیریں کم وبیش ہیں، اور بعض جگہ موقع ومحل کی مناسبت سے ضمیریں اپنے استعمال کا قرینہ وضع کرتی ہیں۔ غالباً تھائی زبان اور پولش زبان میں بعض لفظوں کے مفہوم محلِّ استعمال سے 'معنی یاب' ہوتے ہیں۔ دلچسپ بات یہاں 'محلِّ استعمال' کی ہے۔ ہمارے ہاں یہ الفاظ بولنے کے موقعہ ومحل کے اعتبار سے ہیں جب کہ اِن زبانوں خصوصاً پولش میں جس مقام پر ایک گفتگو کررہے ہوتے ہیں اُس کی نسبت سے بھی لفظ اپنا مفہوم رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک لفظ آپ گھر میں بول رہے ہیں تو اس کا اور مفہوم ہوگا اور وہی لفظ جب آپ بازار میں بولیں گے تو اس کے مفہوم میں کچھ فرق ہوگا --- یہ ایک دلچسپ اور طویل بحث ہوسکتی ہے، جس کا مَیں قطعاً اہل نہیں اور نہ اس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع ہے۔ صرف اِس امر کی نشاندہی مطلوب ہے کہ مختلف زبانوں میں ضمیروں کی تعداد اور ان کے استعمال کا قرینہ بھی ہمارے ہاں سے کچھ مختلف اسلوب اور مفہوم کا حامل ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے ضمیریں شخصی حجاب یا وجاہت سے پردہ کرتی ہوئی زبان و بیان کو سلیس اور رواں رکھتی ہیں، اور مفہوم کی ترسیل کو زیادہ سہل بناتی ہیں۔ کسی بیان کے آغاز میں کسی ذات اور شخصیت کی نشاندہی اس کے نام سے ہوجاتی ہے اور پھر اگلی عبارت میں اس سے متعلقہ ضمیر بیان کو رواں دواں رکھتی ہے۔ یوں ضمیر کے اشارے سے مُشار' 'اِلیہ کی وضاحت ہوتی رہتی ہے۔

اس بات کو وضاحت سے سمجھنے کے لیے ایک مثال لیتے ہیں یہ مثال پہلے سے مطبوعہ ایک عبارت سے ارتجالاً لی جارہی ہے۔

''اے میرے رب مجھے توفیق (اور مداومت) بخش کہ مَیں تیری نعمتوں (ایمان، علم و

عمل) کا جوتو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں شکر ادا کروں اور اِس کی بھی کہ مَیں نیک اعمال پر کار بند رہوں جس سے تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمتِ خاص سے اپنے نیک بندوں میں شامل رکھ'' ۔(۲۷:نمل:۱۹)

(یہ عبارت سورۂ نمل کی آیت نمبر۱۹ کا ترجمہ ہے جسے ع س مسلم نے اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ۔ صدفِ ضمائر میں'' کے آغاز میں عربی زبان میں قرآنی متن کے بعد درج کیا ہے)

یہ دعائیہ عبارت قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے ہے۔ اگر ہم اسی ترجمے کی عبارت کو ضمیروں کے بغیر یعنی اشاروں کے بغیر شخصیت کے نام کی پابندی سے پڑھنا چاہیں تو اس کی صورت یوں ہو جائے گی۔

> ''اے سلیمان کے رب سلیمان کو توفیق (اور مدوامت) بخش کہ سلیمان اللہ یا رب کی نعمتوں (ایمان، علم وعمل) کا جو اللہ نے سلیمان کو اور سلیمان کے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں شکر ادا کرے اور (یہاں اُس کے اشارے کا مُشار'' اِلیہ کیا ہے! کیا ہو سکتا ہے!! اس کی زمانی ومکانی وسعت کیا ہے؟ اس کا امکانی معنوی پھیلاؤ کیا ہے! اسے یہاں سمیٹنا ناممکن ہے) کہ سلیمان نیک اعمال پر کار بند رہے جس سے اللہ راضی ہو اور سلیمان کو اللہ کی رحمتِ خاصہ سے اللہ کے نیک بندوں میں شامل رکھیے''۔

ترجمے کی عبارت سے جب ضمیروں (اشاروں) کو نکال کر وہاں متعلقہ شخصیات (مُشار'' الیہان) کے نام ڈالے تو عبارت کی فصاحت، روانی اور فطری پن ختم ہو گیا۔ یوں وہ دعا جو پوری ملتِ مسلمہ کے تمام چھوٹے بڑے افراد خواتین وحضرات کے التجائیہ جذبات کی بھی رہتی دنیا تک کے لیے ترجمان ہے صرف سلیمان علیہ السلام تک محدود ہو کے رہ گئی ہوتی۔

ضمیریں عبارتوں میں اربوں انسانوں کے جذبات و احساسات کی ترجمان ہوتی ہیں۔ سعدی شیرازی کے مصرع

؎ ''کریما بہ بخشائے برحالِ ما''

میں اگر 'برحالِ سعدی' ہوتا تو گزشتہ سات صدی میں پند نامہ کا یہ آغاز کروڑوں دلوں کا ترجمان نہ ہوتا، اور نہ آنے والی ہزاروں صدیوں کے اربوں مسلمانوں کی امکانی ترجمانی اس مصرع سے ہو سکتی۔

ضمیروں کی موجودگی خصوصاً شعروں میں اُن کا ظہور قارئین و سامعین کے لیے بہجت آثار سرشاری رکھتا ہے۔ ضمیریں اُن آئینوں کی طرح ہیں جن کے وسیلے سے دنیا جہان اُن کے اندر اپنے جذبات و محسوسات کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ پھر وہ ضمیریں جو نسبتِ نورانیت سے مُتصِف ہوں---خصوصاً حمد و نعت میں استعمال ہونے والی ضمیریں اُن مراجع و مصادر کی نیابتِ حمیدہ کی مظہر ہوتی ہیں جن کے لیے ان کا استعمال ہوتا ہے --- بقول شاعر:

الفاظ ہیں عام سے بظاہر سارے
وہ، آپ، تم، اس، اُنہیں - ضمائر سارے
تذکارِ حضورؐ کی حسیں نسبت سے
ہیں آپ کی شان کے مظاہر سارے

انوار سے اس لیے یہ تابندہ ہیں
یہ اسم حضورؐ کے نمائندہ ہیں
سرکار کی نعت و حُب کی نسبت سے یہ
خورشید صفت سبھی درخشندہ ہیں

ع س مسلم کی نعتیہ شاعری میں تکلُّم غائب اور حاضر کے صیغوں میں مختلف حوالوں سے استعمال ہونے والی ضمیروں کی تعداد ۵۴ کے قریب بنتی ہے۔ اِس اضافہ کی وجہ اردو زبان کا وہ خاص مزاج ہے جس میں واحد، جمع کے ساتھ محلِّ استعمال اور مناسبتِ موقعہ کی رعایت سے ایک ایک ضمیر کی کئی شکلیں بن جاتی ہیں: مثلاً وہ - آپ - اُن - اُنہیں - اُنہی - تُو -

تجھ - تجھے - تجھی وغیرہ---مسلّم صاحب نے اپنی نعتیہ کتابوں سے ان ضمیروں کے محلِّ استعمال کے نمونوں کی جمع آوری کی ہے جو مطالعاتِ نعت میں ایک منفرد اور معتبر کام ہے۔

ضمیروں کے قرینے اور برمحل استعمال سے محبت وقربت اور والہیت کا وہ جہانِ معنی وجود پذیر ہو گیا ہے، جو دل کی دھڑکنوں اور روح کی پہنائیوں میں موجزن کیف ومستی وسرشاری کے سمندِ احساس کو پَر لگا کر مکاں سے لامکاں کی طرف مائل پرواز کر دیتا ہے۔ دعا، فریاد، استغاثے اور قبولیت کے دَروا ہوتے ہیں، جو شاخِ اُمید کو سرسبز وشاداب رکھتے اور قلبِ مطمئنہ کی نوید بن جاتے ہیں۔

چند مثالیں دیکھیے:

گُھٹتی ہے سانس آپؐ سے دُوری میں یارسولؐ
قُربِ حضورؐ پاک کا دائم ہو اِلتزام

''جآؤک'' اختیار ہے ہاتھوں میں آپؐ کے
کیجے مجھے نویدِ شفاعت سے شادکام

حشر کے دن ڈھانپ لیجے اپنی کملی میں مجھے
آپؐ ہی اُس دن ہیں میرے حافظِ ناموس وننگ

مانگئے اپنے مُحِبّ سے بخششِ مسلّم کی بھیک
آپؐ مالک اور مَیں ہوں آپؐ کی چوکھٹ کی منگ

حشر میں سائبانِ اماں
اُنؐ سا صاحب لِوا اَور کون

لُٹاؤں گوہرِ اشکِ ندامت
مجھے نسبت ہے اُن کے سنگِ دَر سے

بس حُسنِ سلوک اُس کا تھا اور میری ندامت
میں حشر میں چپ تھا، تو اُدھر صرفِ نظر بھی

ثنا اُس کی معًا ہوتا ہے جس کے ''کُن'' کا کہنا
سلام اُس پر ہے جس کا حُسن بزمِ کُن کا گہنا

دُرود و رحمتِ حق کی بہار ہے جس پر
تری زمیں کا پتا آسماں سے مِلتا ہے

فیض سے تیرے ہوئی معراج میری ہر نماز
عرش ہے جو قلب میرا، ہے تُو ہی اُس کا مکیں

لسانی، لسانیاتی تجزیے کے علاوہ اِن ضمیروں کے استعمال اور اُن سے منسلک تجربات، مشاہدات، جذبات و خیالات و محسوسات کا نفسیاتی، عمرانی، تہذیبی، ثقافتی اور سماجی حوالوں سے بھی

مطالعہ ہوسکتا ہے۔ یہ جمع آوری ایک مبارک مواد کی فراہمی ہے۔ایک پُر معنی اثاثے کی شیرازہ بندی ہے۔ مجھے یقینِ واثق ہے کہ آتے دنوں میں کوئی محقق اس کے تنقیدی و تحقیقی اور لسانی و تجزیاتی مطالعے سے عرفان و آگہی کے کئی نکات سامنے لائے گا۔مَیں اپنے مضمون کو دو مزید رباعیوں اور ایک ایک ایسی نظم (بہ صنفِ غزل) پر ختم کرتا ہوں جو ع س مسلم کے زیرِ نظر مجموعہ اشعارِ نعت ''اسماءُالنبی صلی اللہ علیہ وسلّم-صدفِ ضمائر میں'' کی عطا ہے:۔

ہے نسبت جن کی پیغمبر کی طرف
ہیں لفظ وہ، آپ، اُن، اس، تم، نور بکف

سرکار کی نسبتِ حُب آثار کے ساتھ
ہیں روشن کس طرح ضمائر کی صدف

اسمائے مولا کی تہنیت سے
ہے مثلِ فردوس زرِ مدحت سے

آئینہ حسن و خیر و خوبی
ہر ایک ضمیر ہے تِری نسبت سے

صدفِ ضمائر میں:

شہکار ہے جو بزمِ عناصر کی صدَف میں
کیا کچھ نہیں اس طیّب وطاہر کی صدَف میں

اللہ کے احسانوں میں سب سے بڑا احسان
پورا نہیں آتا جو مظاہر کی صدف میں

کیا خُلدِ صفات اُتری ہے ہر نعت کے اندر
کیا اسم فروزاں ہیں ضمائر کی صدف میں

سو جان سے موجود و میسر کو مبارک
کُن دار گہر بحرِ مناظر کی صدف میں

صد شُکر تری نعتِ ازل رنگ کے صدقے
ہر دَور ہے میرے یمِ حاضر کی صدف میں

صورت گری اُن کی ترے الطاف سے ہو جائے
بے شکل سا نم ہے جو مسافر کی صدف میں

کیا عمر کے پایان میں تجھ کو ملا انعام
کیا نور ہوا ساعتِ آخر کی صدف میں

چمکائے گی فردا میں یہ نعت اہلِ وِلا کی
اِمکاں کی جو لَو ہے مرے شاعر کی صدف میں

تخلیق کی ہر عمدگی صَرف اُس ﷺ میں ہوئی ہے
وہ ﷺ گوہر یکتا ہے مظاہر کی صدف میں

جو آب ہے نسبت کی، تری بخشی ہوئی ہے
مستقبل و ماضی و معاصِر کی صدف میں

آبِ ازَل آثار ہے تابِ ابَد انداز
حُب دار و ثنا دوست مصوِّر کی صدف میں

ہستی کی تمازت ہو کہ عُقبٰی کی سکینت
ہے میرے دلِ صابر و شاکر کی صدف میں

مذکور کے اسمائے جلیلہ کا ہے یہ فیض
جو جذب وِلازاد ہے ذاکر کی صدف میں

کس طور چمکتے ہیں ریاضؔ اُن کے حرَم میں
اشکوں کے گُہر، دیدۂ زائر کی صدف میں

اسماء ُ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم
(صدَفِ ضمائر میں) : ع س مسلّم

نبیؐ کے وصف میں، پیشِ ہدَف ضمیروں کے
کھڑے ہوئے ہیں پرے صف بہ صف ضمیروں کے

ہے ذات ایک ہی، بعد از خدا بزرگ تریں
اشارے جاتے ہیں جن کی طرف ضمیروں کے

اُسی کی نسبتِ نورانیت کا صدقہ ہے
یہ عِزّ و جاہ یہ اَوج و شرف ضمیروں کے

تم،آپ، تُو،اُنہیں،وہ-عام لفظ خاص ہوئے
مہ و نجوم بنے ہیں خزف ضمیروں کے

لغات ہائے تبحُّر کو رشک آتا ہے
نصیب دیکھیے نسبت بکف ضمیروں کے

وفور و کیف سے لبریز نعتِ مسلّم میں
سنائی دیتے ہیں نغماتِ دف ضمیروں کے

حروفِ نعت کی آئینہ طینتی ہے گواہ
ریاض حُب سے ہیں روشن صدَف ضمیروں کے

❖......❖......❖......❖

سلسبیل: توصیف تبسّم

شاعری میں حمد، نعت، سلام اور منقبت اظہار عقیدت اور مدحت نگاری کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان تمام اصناف میں نعتِ رسولؐ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ایک اعتبار سے حمد ہو، سلام ہو یا منقبت یہ تمام تر صنفِ نعت ہی کی توسیع یافتہ اکائیاں ہیں۔ حضورِ اکرمؐ کی تعلیمات ہی سے ہم نے خالقِ حقیقی کو پہچانا اور پھر اس کے بعد اظہارِ عبودیت نے حمد و مناجات کا تخلیقی رنگ اختیار کیا۔ سلام اور منقبت کی شکل میں جن مقدّس اور بابرکت ہستیوں کی مدح کی جاتی ہے، وہ تمام تر نورِ رسالت ہی سے مستفید و مستنیر ہوئیں۔ گویا یہ شاعرانہ کاوشیں نعت ہی کے زمرہ میں آتی ہیں۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ اصنافِ سُخن کا ماحصل ہے کہ اس میں شعری اسالیب کے تمام محاسن، شائستگی اور خوش سلیقگی کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ اِس صنف میں عقیدت نگاری (Devotional Poetry) نہ صرف یہ کہ اپنی تمجیدی رفعتوں کے ساتھ دَر آئی ہے بلکہ عقیدہ سے عقیدت تک کے بیان نے اس صنف میں تاثیر کے جوہر بھی پیدا کر دیئے ہیں، خصوصاً وہ حُب سرشت شاعر جن کی ذہنی ترتیب فارسی اردو غزل کی کلاسیکی شائستگی کے ماحول میں ہوئی ہے۔ جب اس عقیدت آشنا صنف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اُن کے اظہار میں ایک روح پرور سرشاری کی کیفیت قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اُن کا فن صلِ علیٰ کے ورد کا ایک استعارہ بن جاتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ وہ نعت گوئی کی صورت میں امرِ ربّ کی تکمیل کر رہے ہیں۔

توصیف تبسّم کہتے ہیں:

سو میں نے آئینے سے گفتگو کی
سخن ہوتے نہ تھے خوناب میرے

نعت گوئی کی مستحسن ومبارک کاوش میں سخن پاروں کوخوناب کرنا ہی شاعر کی کامیابی ہے۔ روشنائی کولہو میں ڈھالنے کاعمل ہی فن کار کی تخلیقی تنہائیوں کو گویا کر دیتا ہے۔ یوں باطن کے محسوسات اس سحرزا خوش سلیقگی سے کاغذ پر اُترتے ہیں کہ لفظ آئینے بن جاتے ہیں، ایسے آئینے جن میں زندہ احساس رکھنے والے قاری کو اپنے تجربات ومشاہدات کے عکس بھی نظر آتے ہیں۔ توصیف تبسم نے اپنے جذبۂ عقیدت ومحبت کے آئینے سے ہم کلام ہوتے ہوئے جو عکس کشید کئے ہیں اور اُن کی نورانیت کوسخن کے درجے پر پہنچانے کے لئے پیشکش کے عمل اور تجربے میں جوجگر کاوی کی ہے، اس میں اپنا خون بھی آمیز کیا ہے۔ توصیف تبسّم کی نعتوں میں ایک خاص جذب اور کیف موجود ہے جس کے اظہار کی دل آویز صورتیں اُن کے یہاں با آسانی دیکھی جاسکتی ہیں۔ شاعر نے گویا اپنی تخلیق کے لمحات کو دوام آشنا اور ثبات شناس صدیوں سے ہم کنار کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہ صورتِ حال توفیقِ خداوندی کے سوا کچھ اور نہیں ورنہ سال کے سال اور عشرے کے عشرے اس صلاحیت کی موجودگی کے باوصف غفلت میں گزرجاتے ہیں۔

وہ ذات جس کے محیط میں آفتاب نقطہ
اُسی میں گم فاصلے مکاں کے، سفر زماں کے

اگر نہیں ہے وہ مرکز وجود کا تو حرم
طواف کرنے کو باندھے ہوئے ہے کیوں احرام

عبارت ہے کہ ہے تنزیلِ رحمت
قلم کاغذ پہ سجدہ کر رہا ہے

اے روشنیٔ مقامِ محمود!
سورج ترے سائے میں کھڑا ہے

شوق حیراں ہے دل و جاں میں سمائی کیسے
گُم ہیں جس ذاتِ گرامی میں ابد اور ازل

وہ دل کی سمت جو آئیں تو اپنی آنکھوں کو
زمین کیجے، عقیدت کو آسماں کیجے

دل کو اُسی گلی میں ہے، حسرتِ پاشکستگی
ذرّے ہیں جس کے کہکشاں، خاک ہے جس کی کیمیا

توصیف تبسّم نے اپنے شعری سفر کی ابتداء بہت سے دوسرے شاعروں کی طرح ایک غزل گو کی حیثیت سے کی۔ مدحت نگاری کی طرف وہ بہت بعد میں آئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سالہا سال کی یہ ریاضت اور مشق و ممارست صرف اس لیے تھی کہ وہ ایک ارفع تر صنفِ شعر میں اُس سے کام لے سکیں، جس کی معروضی صورت اس مجموعۂ حمد و نعت میں ہمارے سامنے ہے۔ توصیف تبسّم کی نعت گوئی کو اُن کی زندگی بھر کی تخلیقی ساعتوں کی روشن کارکردگی کا تکملہ (Penultimate) سمجھنا چاہیے۔ اُن کے پاس شعر گوئی سے شعر فہمی تک کے مراحل کی وہ ساری ذہنی استعداد اور خیال کی صورت گری کے وہ سارے اسباب موجود ہیں جن سے تخلیق سرشت اور تاثیر نژاد فن پارے اظہار پذیر ہوتے ہیں، سو اُنہوں نے اپنے مجموعۂ نعت کو ترتیب دیتے ہوئے، اِس صنف کے تخلیقی تقاضوں کو نہ صرف یہ ملحوظِ خاطر رکھا ہے، بلکہ اس فن میں ضروری لوازمات کو شائستہ طریقے سے استعمال بھی کیا ہے۔ توصیف کی نعت گوئی کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہئیت میں ہے، اُردو نعت خصوصاً عصرِ حاضر کی نعت کا قریباً نوے فی صد اثاثہ غزل کی صنف ہی میں تخلیق ہوا ہے۔

اُردو شاعری کے معاصر منظر نامے میں نعت کا پھیلاؤ اور فروغ بھی اِس صنف کی بنیادی خصوصیات و کیفیات کی وجہ سے ہے۔ فارسی سے اردو تک اس صنف نے بڑی کامیابی سے قریباً ہزار سال کا سفر طے کیا ہے۔ کامیابی سے میری مراد مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اس صنفِ سخن کا بلیغ اعتبار ہے جس کی تائید اور توثیق ہر زمانے اور ہر دور کی ادبی تاریخ کرتی ہے۔ توصیف تبسم کی نعت گوئی میں بھی مواد اور ہیئت کے حوالے سے اس صنف کی خصوصیات اور مُحسناتِ شعری کے عناصر ملتے ہیں۔

قریۂ جاں میں ہے مہتاب اُترنے والا
وقت آیا ہے کہ اب رات کو رخصت کریں ہم

اُسی کا عکس ہے محفوظ بند آنکھوں میں
کلی جو کِھلتی نہیں، عالمِ سرور میں ہے

نظر کو خیرہ کرے چاندنی میں اک تارا
جو روبرو کبھی تصویرِ آسماں کیے جے

لبوں پر پھر وہی نام آ رہا ہے
کہیں خوشبو کا دروازہ کھلا ہے

منتظر ساحلِ جاں کب سے ہے سیرابی کا
موجِ خوش آب اِدھر بھی کوئی دم ہو جانا

سجدۂ شوق جہاں عمر کا حاصل ٹھہرے
آنکھ کو چاہیے واں نقشِ قدم ہو جانا

داتا! صبح و شام ملے اک حرفِ ثنا خوشبو جیسا
کِھلتا پھول چنبیلی کا، پھر جھونکا رات کی رانی کا

ہونے سے اُن کے رنگ بھرے کائنات میں
چاروں جہات حد بنیں تصویر کے لیے

توصیف تبسّم کی نعت کا اعتبار زبان و بیان کی شائستگی پر استوار ہے۔ اُنھوں نے غزل کے علائم و رموز اور مخصوص پیرایہ ہائے اظہار کو فنکارانہ مہارت کے ساتھ برتا ہے۔ یہ مہارت اُن کی نعتوں کی زمینوں، قوافی اور ردیف کے موزوں، برجستہ اور ماہرانہ استعمال اور زبان و بیان کے دوسرے قرینوں سے نمایاں ہے جو اُن کے اسلوبِ نعت کو ایک ندرت اور انفرادیت بخشتے ہیں۔

اُن کی نعت میں ایک باطنی تاثیر کی لہر بھی رواں ہے جو بین السطور مطالعے سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ اُن کی نعتوں میں حُبِ رسولِ اکرمؐ کا اظہار جس والہانہ پن، جاں سپاری، فدویت اور فریفتگی کے ساتھ ہوا ہے، وہ اظہار عام نہیں بلکہ ایک جذبۂ خاص رکھتا ہے۔ اُن کے اسلوب کے اعتبار کو اسی جذبِ خاص کی باطنی تائید حاصل ہے، اسی سبب سے اُن کی نعتیہ شاعری کی تاثیر دوسرے شاعروں سے مختلف اور قوی ہے۔ صنفِ نعت اور موضوعِ نعت کے ساتھ اُن کا یہ جذبہ (Involvement) تخلیقِ نعت کی ساعتوں میں ایک قوّتِ محرکہ بن کر مشاہدات و تجربات اور خیالات و محرکات کی صورت گری کرتا نظر آتا ہے۔

توصیف تبسّم نے غزل کی صنف کے علاوہ فردیات، قطعات، نظم اور آزاد نظم کی صورت میں بھی نعت کہی ہے۔ اس مجموعہ میں حمد اور عارفانہ اشعار کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت اطہارؓ کے مناقب بھی شامل ہیں۔ واقعہ کربلا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے پُر تاثیر سلام بھی ملتے ہیں۔ اُن کی عقیدت نگاری میں دعائیہ عنصر بھی موجود ہے۔ وطنِ عزیز کے لئے یہ دعا دیکھئے اور اس میں تمثال آفرینی بھی ملاحظہ فرمایئے:

اب تو اس خاک پہ اُترے تری رحمت یا رب!
جو شجر ہے وہ یہاں دستِ دعا لگتا ہے

توصیف کے ہاں نعت کے موضوعات میں کسی نہ کسی طور، بالواسطہ یا بلا واسطہ اُن نمایاں مضامین کی جھلک ملتی ہے جونعت کے خاص موضوعات رہے ہیں۔توصیف تبسّم حضورِ اکرمؐ کے مدح کے مرکزی نقطہ سے چلتے ہوئے آپ کی سیرتِ مبارکہ، آپ کا پیغام، دعوتِ دین، تعلیماتِ اسلام، آپ کا شہر(مدینہ)، شہر کی طرف سفر کی خواہش، شہر کی نورانیت، ماحول، متناسبات ومتعلقات، آپؐ کی فیض و برکات، احسانات، فضائلِ حمیدیہ، آپؐ کے اسمائے مبارکہ، غزوات، شمائلِ مبارکہ، اہلِ بیت آلِ اطہارؓ، صحابہ کرامؓ اوران سب اوصاف ومحاسن کے حوالے سے آپؐ کی ذاتِ پاک سے عقیدت ومحبت کا اظہاراور اِس باب میں فدویت وجاں سپاری اور فریفتگی کا والہانہ بیان شامل ہے۔اُن کے یہاں ایسے سب مضامین وموضوعات صنفِ نعت کے مطلوب اورمحبوب کی معنوی تشکیل کرتے نظر آتے ہیں۔

اُن کے یہاں یہ مضامین اورفکری عناصر جوحضورؐ کی محبت وعقیدت کے سرچشمے سے پھوٹے ہیں اورآپ کی سیرت ومتعلقات سے ہوتے ہوئے آپ کے فیضان واحسانات کے تذکار سے جا ملتے ہیں۔مضمون بہ مضمون نعتیہ فکر پاروں کا یہ دائرہ پھیلتا چلا گیا ہے۔نعت نگار کے اپنے ذاتی مشاہدات کے ساتھ زمانے کی مناسبت سے بھی بعض افکاراورآشوب بھی اِس سلسلہ ہائے مضامین میں شامل ہو گئے ہیں۔اِن افکار ومسائل کی پیشکش میں شاعر کا اپنا جذبۂ فدویت اورشیفتگی بھی آمیز ہوتی چلی گئی ہے، یوں نعت کے اندر وہ سچّا تخلیقی نکھاراورمؤثر اظہار درآیا ہے جو بقول اقبالؔ معجزۂ فن کی نمود کا باعث بنتا ہے۔فن کا سارا کمال پیشکش کا ہےتوصیف کے یہاں مضامین کی نادرکاری اپنی جگہ مگر نعت کی تاثیرزا خوبی، اسالیب کی ندرت میں اپنی اہمیت، وقعت اوراعتبار کا اظہار کرتی ہے۔اصولی طور پرنعت نگار پیشکش اوراسلوب میں جتنی انفرادیت اورغیرمعمولی پن سے کام لے گا اُس کی نعت، اسی قدر مؤثر، دلآویز اورتاثیر کے جوہر سے متصف ہوگی۔

یہ صحیفۂ عقیدت چار ابواب پر مشتمل ہے، یعنی حمد ونعت، حضوری، آئینے سے گفتگو اور سلام ومنقبت۔حمد ونعت اورسلام ومنقبت کے ابواب تو عام قسم کے ہیں جو دوسرے عقیدت گزار شاعروں کے یہاں بھی مل جاتے ہیں۔البتہ''حضوری''اور''آئینے سے گفتگو''ایسے منفرد عنوانات

ہیں جواس مجموعۂ شعری کوایک امتیاز بخشتے ہیں۔ ''حضوری'' کے تحت وہ تمام کلام یکجا کر دیا گیا ہے جو شاعر نے اپنے سعودی عرب میں قیام اور حرمین شریف کی حاضری کے دوران لکھا۔ ان تمام شعری کاوشوں میں ایک وجد، استغراق اور محویت کی کیفیت موجود ہے جو ان کو عام حمدیہ اور نعتیہ شاعری سے ممتاز کرتی ہے۔

دیکھ کر حیرت میں ہوں، اے طائرِ بامِ حرم
ایک پر ہے روشنی کا ، ایک پر خوشبو کا ہے

یہ گھر جو مل گیا ہے تو اب گھر نہ جاؤں میں
اے زندگی! خوشی سے یہیں مر نہ جاؤں میں
خاکی ہوں اور بیٹھا ہوا قدسیوں میں ہوں
اِس بزمِ خاص سے کہیں اُٹھ کر نہ جاؤں میں
آمین! سُن رہا ہوں دُعا کے جواب میں
آتی ہے یہ کہاں سے صدا ڈر نہ جاؤں میں

وہ سامنے نظر آنے لگا دیارِ حبیب
سواری ترک کریں ، خود کو پا پیادہ کریں
یہی مقام حرا ہے ، یہیں رُکیں زائر
یہیں چراغ رکھیں ، روشنی زیادہ کریں

قرآن حکیم میں مظاہر کائنات کو اللہ کی آیات کہا گیا اور ان پر بار بار غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اِس غور وفکر سے اخذ شدہ نتائج کو شعری ہیئتوں میں تبدیل کرنا ایک خاص مہارت چاہتا ہے۔ فکر کو جذبے کا رنگ دینا ہی دراصل منتہائے شاعری ہے۔ توصیف تبسّم اپنی اس کوشش

میں بڑی حد تک کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ مجموعۂ کلام کے اس حصّہ ''آئینے سے گفتگو'' کو پڑھ کر ایک خاص قسم کی کشادگی اور وسعت کا احساس ہوتا ہے۔

سُنا ہے اصلِ گلستاں سوائے خاک نہیں
اگر یہ سچ ہے تو خوشبو کہاں سے آتی ہے

یوں آئنے رکھے تھے کہ تنہا نہ تھا کوئی
سب دیکھتے تھے، دیکھنے والا نہ تھا کوئی

اِن نیلگوں فضاؤں کا ساحل ہے کس طرف
ہم بے سفینہ قید یہاں کس خطا میں ہیں

چلتی ہیں فرشِ خاک پہ، مٹّی کی مورتیں
تھم جائے رقص، چشمِ تماشا نہ ہو اگر

ہے خدوخال کا انبار یہاں ہر چہرہ
ہم وہ ہوں گے جو نہ خود اپنے گماں میں ہوں گے

نظر اُٹھا کہ تری آنکھ میں سما جائیں
وہ دُوریاں جو سمٹتی نہیں ہیں میلوں میں

خرد ہے بحر ٹھہرتی نہیں شبیہ کوئی
وہ موج موج ابھرتا تو ہے دلیلوں میں

میں نقش کشیدہ ہوں کسی اور طبق پر
اس خاک نے اب تک مرا چہرہ نہیں دیکھا

آسماں بارِ امانت سے ہے خم
کاش یہ بوجھ بھی مجھ پر ہوتا

تبسّم نے ایک آرزو کی تھی
جو ذوقِ نغمہ ہمیں عشقِ مصطفائی دے
کلی جو چٹکے تو صلِّ علیٰ سنائی دے

اور اظہار افسوس بھی کیا تھا
نہ پہنچے اُس درد لادوا تک جو خود دوا تھا
فغاں کہ ہم لوگ کام آئے غمِ جہاں کے

یہ اُن دنوں کی بات تھی جب ''کیفیتِ جاں حرف و بیاں میں نہیں آئی تھی'' ---
بحمداللہ اب وہ بیاضِ نعت بدست ہیں اور بقول اُن کے ''میری آواز ہے توصیف زمانوں کی محیط'' ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جاوداں، آفاق گیر، محسنِ زماں شخصیات کا ذکر، ذاکر کو بھی زندہ رکھتا ہے۔ حضور اکرمؐ کہ جن کے بارے میں ''بعد از خدا بزرگ توئی'' کا اعلان حرفِ آخر کا درجہ رکھتا ہے اور جس کی تائید و توثیق ہر زمانے کے صاحبانِ بصیرت کر رہے ہیں۔ اُن کے مدح سراؤں کا فن انہیں بھی ہمیشگی عطا کرتا ہے۔ ذکر اور مدح کی یہ نسبت اپنے اخلاص اور حجم کے مطابق توفیقِ خداوندی سے اعتبار یاب ہوتی رہتی ہے۔ یہی ''زرِ اعتبار'' ہر نعت گو کی جگر کاوی کا ثمر ہے۔

توصیف کو مبارک ہو کہ اُنہوں نے اپنی نصف صدی کی شاعرانہ مہارت اور ریاضت کو تخلیقِ نعت کی جگر کاوی کے لئے صرف کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ ارادہ بھی قدرت کی عطا ہے۔

توصیف تبسّم نے اردو نعت کو ایک بھرپور، معتبر اور مؤثر مجموعۂ کلام عطا کیا جو نہ صرف اُن کی علمی و ادبی اور تخلیقی و شعری کارناموں میں ایک بابرکت اضافہ ہے بلکہ معاصر اردو نعت کے منظر نامے کو بھی دلآویز اور ثروت مند بناتا ہے۔

❖......❖......❖......❖

دبستانِ نو: ریاض حسین چودھری

ریاض حسین چوہدری نعتیہ شاعری کے معاصر منظر نامے کی وہ معروف شخصیت ہیں جنہوں نے گزشتہ (کم وبیش) تین دہائیوں سے اپنے آپ کوکلّی طور پرنعت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلمؐ کے لئے وقف کیاہوا ہےنعت کی تخلیق اوراشاعت کے ساتھ ان کاشغف جُزوقتی نہیں ہمہ وقتی ہےاس اعتبار سے یہ وابستگی مبارک ہے بقول علامہ اقبال برآور ہرچہ اندر سینہ داری...... نعت کے باب میں جو خیال،احساس،مشاہدہ،جذبہ یاواردات اُن کومتاثر کرتی ہے وہ اُسے نہ صرف اظہار میں لاتے ہیں بلکہ شائستگی کے ساتھ اسے زمانے کے سپرد بھی کرتے چلے جاتے ہیں اب تک ان کے بارہ نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں''دبستانِ نو''اُن کا تازہ مجموعہ ہے جو معرّٰ احمد ونعت پر مشتمل ہے۔

ریاض صاحب کی اب تک کی نعتیہ کوششوں کے مطالعے سے اُبھرنے والانمایاں تاثرنعت کےحوالے سےاُن کاوفور ہےاُن کی نعتیہ شاعری کےتسلسل میں یہ وفُوراس شدّت سے کارفرما ہے کہ وہ نعت کے باب میں انہیں ہمیشہ آمادہ اظہار بلکہ تخلیق کے نت نئے پیرائے تلاش کرنے پر راغب رکھتا ہےنعت کےحوالے سے انہیں یہ ترغیب اس شیفتگی سے ملتی ہے جواُن کی محبت آمیز طبیعت میں قدرت نے فطری طور پرودیعت کی ہوئی ہے۔علامہ اقبال کےمصرعے میں ایک لفظ کےتصرف کےساتھ کہاجاسکتا ہے۔

مجھےفطرت''ثنا''پرپے بہ پےمجبورکرتی ہے

ریاض کی شاعرانہ فطرت میں شیفتگی وہ بنیادی جذبہ ہے جوایک محرّک کےطورپرکارفرما ہے یہ اُن کی نعت حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلمؐ سے محبت ہے۔ وہ ایک مکتوب میں اس طویل

عقیدت پارے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''نظم معرّا میں مَیں نے معمولی سی تبدیلی کی ہے وہ یہ کہ حمدیہ /نعتیہ نظم کے آخری دو مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہیں، کوشش کی ہے کہ نظم کا سنٹرل (مرکزی) آئیڈیا اس آخری شعر میں سمٹ آئے......''

چوہدری صاحب کا معرّا نظم کے بندوں کے لیے آخر میں غزل (یا قصیدہ) کے مطلع کا پیوند اردو شاعری کی ایک اہم روایت کی طرف اشارہ کرتا ہے دراصل اردو شاعری میں غزل کی صنف اپنے داخلی مزاج کے سبب اتنی محبوب اور مؤثر رہی ہے کہ نظم کے شاعروں کے تخلیقی تجربوں میں بھی اُس کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں مطلعِ غزل کے دو مصرعوں میں ایک جہانِ معنی کو اس طرح سمویا جاتا ہے کہ وہ دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہونے کی پابندی کے باوجود جہاں مفاہیم کی دنیا کو سمیٹے نظر آتے ہیں وہاں تاثر میں بھی دلآویزی پیدا کرتے ہیں۔

نظم کا داخلی مزاج غزل سے مختلف ہے اگر اسے (Introjective) اور (projective) کی اصطلاحوں میں بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ غزل خیالات کو ایک مرکز کی طرف لاتی اور محسوسات کو ایک وحدت میں سمیٹنے کا پیرایہ رکھتی ہے جب کہ نظم ایک مرکز سے خارج میں مشاہدے کو پھیلانے کا عمل ہے دونوں طرزوں کا اپنا اپنا حُسن اور جواز ہے اور اظہار کے مرحلے میں یہ دونوں طرزیں ضروری ہیں مطلع (یا دونوں مصرعوں کا ہم قافیہ اور ردیف ہونا) غزل کے دوسرے اشعار سے بھی آگے کی چیز ہے' آگے کی چیز' سے میری مراد طرزیں، خیالات کی جاذبیت، سمٹاؤ اور تاثر آفرینی ہے۔

اردو کے کم وبیش تمام کلاسیکی شاعروں نے نظم میں غزل کا بھی کہیں نہ کہیں التزام یا اہتمام ملحوظ رکھا ہے ایسا کسی خارجی تحریک یا دباؤ سے نہیں ہُوا بلکہ اس اعتبار سے کہ جب تک کسی مطلع نما انداز میں نظم سمیٹی نہ جائے لگتا ہے جیسے اظہار میں کوئی خلا رہ گیا ہے یا اسی بات کو ذرا واضح انداز میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ شاعروں کے جذبۂ اظہار کی تسلّی اور تشفی اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کی وہ نظمیں جو غزل کے پیرایہ میں لکھی گئی ہیں خاتمے پر اپنے آپ کو غزل کے مطلع کی صورت میں سمیٹی ہیں۔ علامہ اقبال کو یہ پیرایہ اظہار اتنا عزیز ہے کہ انہوں نے ایک غزل میں بھی اس کا التزام روا رکھا ہے ان کی وہ غزل جس کا مطلع ہے۔

کیا عشق ایک زندگی مستعار کا
کیا عشق پایدار سے ناپایدار کا

شعروں کے بعد پھر ایک اور مطلع پر ختم ہوتی ہے جو درج ذیل ہے:

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یا رب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

(غزل کی روائت میں یہ بہت بڑا اجتہاد یا تصرّف ہے مجھے علامہ اقبال کی نظموں کی ڈرافٹنگ پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ 'بال جبرئیل' کی یہ غزل یاد آتی ہے علامہ اقبال کی اس غزل کے مسّودہ کا عکس میرے پاس ہے علامہ نے کہیں اس اجتہاد کی صراحت نہیں کی۔غزل کی ہزار سالہ روائت میں یہ ایک منفرد مثال ہے کہ ایک جداگانہ مطلع غزل کو کسی ایسی غزل میں شامل کر دیا جائے جس کے قوانی اور ردیف مختلف ہوں)۔

بہر حال غزل میں تصرّفات کے ذیل میں اس وضاحت طلب مسئلہ کی تفصیل کا یہ مقام نہیں پہلے ہی بات غیر ضروری حد تک لمبی ہو چکی ہے جس کے لئے میں قارئین سے معذرت خواہ ہوں صرف اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا کی غزل میں مطلع کا اپنا ایک مقام اور اہمیت ہے اگر اسے نظم کے ساتھ استعمال میں لایا جائے تو اس سے نظم دو اعتبار سے ثروت مند ہو جاتی ہے۔ایک یہ کہ نظم کا مرکزی خیال یا خلاصہ توازن اور جامعیت سے صورت پذیر یعنی Sizeable ہو جاتا ہے دوسرے نظم کے اختتام پر خارجی آہنگ،موسیقیت اور تاثر میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ریاض حسین چودھری صاحب کے زیرِ نظر موجود ثنا پارے جو معرّا نظم پر مشتمل ہیں بھی ایسی مطلعی تاثیر رکھتے ہیں ان کے اس عقیدت پارے کے ہر بند کے اختتام میں غزل کے مطلع جیسے شعر کا التزام انہی دو خوبیوں Sizeability اور تاثیر کو اُبھارتا ہے۔

اردو نعت میں ہئیت کی متفرق شکلیں ملتی ہیں اگر چہ ہماری نعتیہ شاعری کا بڑا حصہ غزل ہی کی صنف میں ہے لیکن اس مبارک موضوع کے اظہار کے لئے دوہے،ہائیکو،قطعہ،رباعی، مسدّس سے لے کر پابند نظم،آزاد نظم،معرّا نظم اور نثم (نثری نظم) تک میں نعتیہ شاعری کے نمونے

ملتے ہیں اردو نعت کی تاریخ میں بیسیوں نعتیں طویل یک کتابی نظموں پر مشتمل ملتی ہیں بعض ایسی بھی ہیں جن میں مختلف ہیئتوں کو ملا جلا کر طویل نظم کی صورت مربوط کیا گیا ہے پہلی قسم کی نظموں میں عبدالعزیز خالد صاحب کی 'منحمنا'، 'فارقلیط'، 'عبدُ ہٗ'، احسان دانش کی 'دارَین' محشر رسول نگری کی فخر کونین، پروین سجل کی 'آپ صلی اللہ علیہ وسلم' اور دوسری قسم کی یک کتابی نعتوں میں عمیق حنفی کی 'صلصلۃ الجرس' مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں

ریاض حسین چودھری کی ''دبستانِ نو'' اردو نعتیہ نظموں کی روائت میں ایک اور طرح کی انفرادیت رکھتی ہے یہ انفرادیت نظم کے ہر بند کے آخر میں مطلع کی ہیَت کی شمولیت ہے۔

ریاض حسین چودھری نے 'دبستان نو' کی ترتیب میں جن عوامل کو پیش نظر رکھا ہے وہ کچھ یوں ہے

۱۔ عقیدت نگاری(Devotional Poetry) کا یہ مجموعہ معرّا نظم پر مشتمل ہے۔

۲۔ یہ حمد و نعت کے مضامین پر جداگانہ بندوں کے نمونے لئے ہوئے ہے۔

۳۔ یہ مجموعہ اپنی معرّا نظموں کا اختتام غزل کے مطلع کے انداز میں (ہم قافیہ و ہم ردیف مصرعوں) پر کرتا ہے۔

۴۔ حمد اور نعت کے یہ ثنا پارے مختلف بحروں میں ہیں۔

۵۔ ان کے عنوانات انہی نظموں کے مصرعوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔

۶۔ ہر حمد اور نعت کے مصرعوں کی تعداد یکساں نہیں ہر عقیدت نامے کی بحر کی طرح اس کی جسامت کم و بیش مصرعوں پر مشتمل ہے۔

اس حوالے سے یہ مجموعۂ ثنا ایک شاندار انفرادیت لئے ہوئے ہے۔ اردو نعت کے عقیدتی اثاثے میں اس اعتبار سے یہ مجموعہ جداگانہ مفّصل مطالعے کا متقاضی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تھا شیفتگی اور جذبے کا وفور 'دبستانِ نو' کا تخصّص ہے۔ اردو عقیدت نگاری کی تاریخ میں اس مجموعے کو ہمیشہ ایک یادگار حیثیت حاصل رہے گی چودھری صاحب کی نعت گوئی کا بڑا حصّہ ہم سب نعت کے شاعروں کی طرح غزل کی صنف میں کہی گئی نعتوں پر مشتمل ہے غزل کی ترتیب اور مقبولیت کے سبب ہر دورِ نعت میں اس صنف کا اتنی محبت، شدّت اور کثرت سے استعمال ہُوا ہے کہ کسی دوسری صنف شاعری میں اس کا دسواں حصّہ بلکہ عُشر عشیر بھی نہیں برتا گیا غزل کے علاوہ

خصوصاً معرّا نظم میں ایسا ضخیم مجموعہ معاصر نعتیہ شاعری میں پہلی بار شائع ہو رہا ہے اس سے اردو نعت کے ہیئتی اور صنفی آفاق وسیع ہوئے ہیں۔

معرّا نظم کی ہیئت میں لکھی گئی نعتیہ کتاب 'دبستان نو' کا اگر بہ نظر غائر مطالعہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ یہ نظمیں ایک باطنی سلسلے میں مؤثر وحدت کی طرح آپس میں جڑی ہوئی ہیں انگریزی میں طویل نظموں کے مختلف کینٹوز (Cantos) کی طرح یہ سب نظمیں ایک نظم لگتی ہیں۔ ایک بڑی ذاتی عقیدت اور عصری آشوب میں مرّتب وحدت اور Mozaic سٹائل میں اس کی ہر نظم ایک بند/ستانزے یا جُز کی طرح ہے (ستانزے کا لفظ میں نے جیلانی کامران کی پہلی کتاب 'استانزے' سے لیا ہے جس میں کئی نظمیں مل کر ایک نظم بنتی ہیں ان کے جداگانہ عنوانات کی جگہ جیلانی صاحب نے انہیں ایک دو اور تین نمبر دیئے ہیں)۔ شناخت اور علاحدہ پہچان کے لئے 'دبستانِ نو' کے حمدیہ اور نعتیہ حصّے معنوی طور پر ایک وحدت میں پروئے ہوئے ہیں اگر ان کے الگ الگ عنوانات نہ ہوں تو حمد اور نعت کے حصّہ کو الگ الگ طویل نظموں کے طور پر بھی پڑھا جا سکتا ہے جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے کہ طویل یا یک کتابی نظموں کا ایک بحر میں ہونا ضروری نہیں عمیق حنفی کی طویل نعتیہ نظم 'صلصلۃ الجرس' کئی بحروں اور آہنگوں میں ہے اس کے کئی اجزا ہیں چودھری صاحب کی 'دبستان نو' کی عقیدت نگاری بھی مختلف بحروں میں ہے طویل نظموں میں آہنگ کا تنوع تاثر کو بڑھاتا ہے اور قاری آہنگوں کی رنگا رنگی سے محظوظ ہوتا ہے۔

'دبستان نو' میں شامل حمدوں اور نعتوں کے عنوانات جداگانہ شناخت کے لئے ہیں یہ عنوانات نظموں کے اجزا کا مصنوعی خلاصہ نہیں جیسا کہ عام نظموں میں ہوتا ہے۔ 'دبستانِ نو' کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا آہنگ End stop ہے مسلسل Run on line نہیں یوں ان معرّا نظموں کے مصرعوں پر غزل کے مصرعوں کا گمان ہوتا ہے 'دبستان نو' کا موضوع تو عقیدت نگاری یا حمد و نعت ہے مگر صنفی طور پر ان معرّا نظموں کے مزاج میں غزلیہ نعت کا آہنگ لَو دے رہا ہے غزل کے علائم و رموز' الفاظ اور تراکیب' تشبیہہ' استعارہ' علامات و تلازمات سب محاسن کے پیچھے غزل کی طویل ریاضت اور مطالعہ جھلک رہا ہے بیچ بیچ میں اندرونی قوافی و ردیف کے سبب کئی شعر مطلعوں کی طرح ہم قافیہ اور ہم ردیف بھی ہو گئے ہیں۔ ریاض حسین کے 'دبستان

نوٗ کی عقیدتی شاعری میں صفحہ صفحہ پرخوبصورت تراکیب اورمحاکات ہی نہیں ملتے بلکہ ُدبستانِ نوٗ کا نعتیہ منظر نامہ اردو شاعری کے معروف محاسن سے قابل ذکر اور لائقِ ستائش حد تک مزّین ہے تشبیہ و استعارہ ،محاکات،تمثالیں،جذبات نگاری،خطابیہ لب ولہجہ،روانی،خوش آہنگی،اندرونی قوافی،تحت لہجہ کی نغمگی،جذبات کا بہاؤ،رقّت وگداز،دردمندی وغیرہ۔......عجزآفرین نعت کے حوالے سے کلام کرتے ہوئے ہمارے شاعر نے اِن محاسن کو آمیز کیا ہے جس سے اس نعتیہ فن پارے میں جاذبیت اور تاثیر کے عناصر پیدا ہو گئے ہیں۔۔۔فنّی محاسن کے حوالے سے مختلف جگہوں سے کچھ الگ الگ مصرعے اور کہیں کہیں سے ساتھ ساتھ ملے جلے مصرعے دیکھئے۔

گٹھڑیاں محرومیوں کی سر پہ ہیں رکھّی ہوئی
آگ ہے زندہ مسائل کی مرے چاروں طرف

قدم قدم پہ صلیبوں کی فصل اُگتی ہے
درندگی کو ہی آئیں بنا دیا کسی نے

حضورؐ سارے قوانین جنگلوں کے ہیں
زمیں پہ عدل کے موسم کو کھا گئی مٹی

’دبستان نوٗ‘ ایسے مصرعوں سے بھری پڑی ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے شعری خصوصیات اور فنّی محاسن کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔تشبیہ،استعارہ اور محاکات کے کچھ نمونے دیکھیے جہاں دوحسوں کو ملایا گیا ہے حس آمیزی (Synaesthesia) پر مبنی یہ محاکات قابل داد ہیں۔

فضائے کرب میں کیا لکھ رہے ہیں سنّاٹے
فضائے کرب میں کیا سانس آدمی لے گا؟

فصیلِ خوف نے بستی کو گھیر رکھا ہے!
چڑیل، رات کے آنگن میں بال کھولے ہے

حضورؐ، باز کے پنجوں میں کب سے چڑیا ہے
حضورؐ، کب سے کبوتر کی بند ہیں آنکھیں

فکری طور پر دبستان نو بیسیوں مضامین و موضوعات کو محیط ہے اگر اس طویل نعت (جو مختلف معرّا نعتوں کے مجموعے پر مشتمل ہے) کو موضوع وار زیرِ جائزہ لایا جائے تو کئی جداگانہ مقالے تیار ہو سکتے ہیں مثلاً......دبستانِ نو میں

- سیرتی عناصر کا جائزہ
- درود و سلام کا موضوع

(اٹھے ہیں ہاتھ طیبہ کی طرف خورشیدِ عالم کے
شعاعیں جھک کے دیتی ہیں سلامی اپنے آقاؐ کو)

- ذکر صحابہؓ کے فضائل کا ذکر

ریاض حسین چوہدری کی معرّا نظموں میں منقبت صحابہؓ کی مثال دیکھئے یہ امت میں صحابہؓ کی صفات دیکھنے کے آرزومند بارگارہ رسالت مآب میں دعا کرتے ہیں۔

(اسے صدیقِ اکبرؓ کی رفاقت کی ملے شبنم
اسے فاروقِ اعظمؓ کی ملے غیرت کی چنگاری
اسے عثمانؓ کے نقشِ کفِ پا کی ملے دولت
اسے خیبر شکن مولا علیؓ کی ہو عطا قربت)

- ذاتی احوال و کیفیات کا بیان
- ذکر اعزّہ و احباب کے مسائل اور محبت کا بیان
- دعا و مناجات کے عناصر

'دبستانِ نو' میں کئی مصرعے دعائیہ حیثیت کے حامل بھی ہیں ضرب المثل کی طرح ان

کے اندر ایسے امکانات ہیں کہ انہیں معمول کے ذکر اذکار کا حصہ بنایا جا سکتا ہے۔

یا خدا اپنے حصارِ عافیت میں رکھ مجھے
(شعورِ بندگی دے کر مری بخشش کا ساماں کر
مجھے محفوظ رکھ ظلمت کی تند و تیز بارش سے)
(دعائیہ بہ شمول محاکات)

- حضور اکرمؐ کے اسماء صفات کا بیان

حضورؐ، آپؐ ہی توحید کے علمبردار
حضورؐ، آپؐ ہی خالق کے آخری مرسلؐ

حضورؐ، آپؐ ہی محبوبِؐ کبریا، برحق
حضورؐ، آپؐ ہی سردار انبیاء کے ہیں

حضورؐ، آپؐ ہی قرآں کی بولتی صورت
حضورؐ، آپ ہی نعمت خدائے واحد کی

- ارض پاک کے احوال، آشوب اور زبوں حالی کا ذکر
- امّت مسلمہ کے مسائل اور اُس کی حالتِ زار کا تذکرہ
- فنِّ نعت گوئی کے عناصر

اسی طرح 'دبستانِ نو' میں صنائع بدائع، علم بیان اور فنّی محاسن کے حوالے سے بھی جداگانہ مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔

'دبستانِ نو' کا سب سے نمایاں وصف اس کا بہاؤ (Flow) اور روانی ہے یہ وصف کتاب کے آغاز سے اختتام تک ایک تند و جولاں موج کی طرح شامل اظہار ہے۔ بعض جگہوں پر مصرع بہ مصرع بعض الفاظ اور کیفیات کی تکرار اس بہاؤ کا باعث ہے مثلاً حضورؐ......، ورق

ورق......،اسی کے نام......،اس برس بھی......،اب کے برس بھی......،غریب شہرِ تمنا......اور حضور مانگنے آیا ہوں ......وغیرہ وغیرہ سے آغاز ہونے والے مصرعے اس بہاؤ کو موثر انداز میں آگے بڑھاتے ہیں۔

بقول شیخ سعدی

نہ حسنش غایتے داد، نہ سعدی راسخن پایاں

شاعر مصرع بہ مصرع نئے حوالے سے اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہے یوں کئی بند بیسیوں اور سینکڑوں مصرعوں تک طویل ہو گئے ہیں مگر شاعر کے اظہار میں کہیں ٹھہراؤ نہیں آتا۔۔۔نعت کے مضامین کے ساتھ ساتھ شاعر کا طرزِ اظہار بھی نو بہ نو پیرایہ اختیار کرتا جاتا ہے'دبستان نو' کے یہ طویل بیانیے خطابیہ رنگ نعت کا منفرد نمونہ پیش کرتے ہیں۔ بہ حیثیتِ مجموعی 'دبستانِ نو' کی نعتیں مقدار اردو معیار دونوں حوالوں سے نہ صرف ریاض حسین چوہدری بلکہ نئی اردو نعت کے آفاق کو وسیع کرتی ہیں۔

حضور آپ ہی توحید کے علم بردار ......کے مصرع سے شروع ہونے والا نعت پارہ ریاض حسین چوہدری کے وفور کی روشن مثال ہے کئی صفحوں پر اور سینکڑوں مصرعوں پر مشتمل یہ مصرعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور صفات کا نادر قرینہ لئے ہوئے ہیں یہ طرز ادا ماہر القادری کی سلام اس پر،............آغاز ہونے والی طویل نظم 'ظہور قدسی' کی طرح ہے اسی طرح حافظ لدھیانوی نے 'ثنا اُس کی' سے آغاز ہونے والی ایک طویل نعت اسی انداز میں لکھی ہے ایسا آغاز ہی وفور خیز ہوتا ہے اور شاعر فرطِ محبت سے نئے نئے اسماء رسولِ مقبول تراشتا اور صفاتِ آنحضرت کی تازہ تازہ صورتیں تخلیق کرتا ہے مَیں ایسے انداز کو برکت انگیز سمجھتا ہوں ایسا طرزِ اظہار اختیار کرنے پر قدرت خود بخود شاعر پر نادرہ کاری سے مشاہدات وتاثراتِ نعت کا دَر کھولتی جاتی ہے چوہدری صاحب کے اس عقیدت نامے سے کئی نئے اسماء کشید کئے جا سکتے ہیں مثلاً توحید کے علم بردار......،حرا کے عابد......،خدائے واحد کی نعمت......، ہر صدی کے ممدوح......،ارض وسما کا حسن و جمال......،قراں کی بولتی صورت......وغیرہ وغیرہ

'دبستان نو' کی سب سے نمایاں خصوصیت جس کی طرف چودھری صاحب کی توجہ بھی

نہیں گئی ہوگی اس مجموعے میں حمد ونعت کی نئی زمینوں کی موجودگی ہے اکثر نئے شاعروں کو نئی زمینوں کی تلاش ہوتی ہے نعت کو نادرہ کاری اور جذب سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ضروری بھی ہے کہ پرانی مستعمل زمینوں کی بجائے نئی زمینوں میں نعتیں کہی جائیں 'دبستانِ نو' میں شاندار اور جاندار امکانات سے بھری سینکڑوں زمینیں ہیں جن پر تازہ کاری کے طالب شاعر طبع آزمائی کریں تو ان کا تخلیقی جوہر مزید عقیدت آشنا ہوسکتا ہے درج ذیل چند مصرعے دیکھئے۔

☆ حضوری کی کسی دن روشنی اترے مرے دل میں
☆ جوارِ گنبدِ خضرا میں رکھّی ہیں مری آنکھیں
☆ مرے آنسو فروزاں ہیں غبارِ شہرِ طیبہ میں
☆ درِ حضور پہ آنکھوں کو چھوڑ آیا ہوں
☆ غبارِ شہرِ مدینہ میں، مَیں سمٹ جاؤں
☆ مرے آنسو، مرا زادِ سفر ہیں ہمسفر میرے
☆ غلامی کی سند لے کر پلٹ آؤں یہ ناممکن
☆ مقدّر پر تمہارے رشک آتا ہے زمانے کو
☆ ورق ورق پہ ہے نسبت کے حاشیے کا جواز
☆ محیطِ ارض بدن ہے بہار کا موسم
☆ ردائے عشق کا کب پیرہن بدلتا ہے

مثال دینے کے لئے میں نے سرسری 'دبستان نو' کے مسوّدے کو کھولا تو قریبی دو صفحات پر مجھے مذکورہ بالا نعتیہ مصرعے نظر آئے جو نعت آثار مضوٗیت اور نثاز ادلب ولہجہ رکھتے ہیں۔ میں نے دو تین منٹ میں ان مصرعوں پر گرہ لگا کر انہیں مطلع بنانے کی اپنی سی کوشش ہے۔(چوہدری صاحب سے معذرت کے ساتھ) زیادہ توجہ اور محنت سے اُن کے مصرعوں پر بہتر گرہ کی گنجائش موجود ہے ایسا صرف مثال دینے کی کوشش اور اس خواہش میں ہے کہ ریاض صاحب کی اس ثنا رنگ کتاب میں استفادے کے بہت امکانات ہیں اور ان کے نعتیہ مصرعوں کی زمینوں میں سینکڑوں نئی نعتیں تخلیق کی جاسکتی ہیں۔اب یہ گرہیں ملاحظہ ہوں۔

؎ حضوری کی کسی دن روشنی اترے مرے دل میں
حرم آثار تازہ زندگی اترے دل میں
؎ جوارِ گنبدِ خضرا میں رکھیؔ ہیں مری آنکھیں
مدینے سے نہ گھر لوٹیں عقیدت سے بھری آنکھیں
؎ مرے آنسو فروزاں ہیں غبارِ شہر طیبہ میں
مری نعتوں کی خوشبو ہے بہارِ شہر طیبہ میں
؎ درِ حضور پہ آنکھوں کو چھوڑ آیا ہوں
اب اور کو جو نہ دیکھے، نظر وہ لایا ہوں
؎ غبار شہر مدینہ میں، مَیں سمٹ جاؤں
اب آرزو ہے یہی دہر بھر سے کٹ جاؤں
؎ مرے آنسو، مرا زادِ سفر ہیں، ہمسفر میرے
ہر اک منزل پہ جو رکھیں عزائم ،معتبر میرے
؎ غلامی کی سند لے کر پلٹ آؤں یہ ناممکن
اٹل یہ فیصلہ صرف ان کی رحمت سے ہُوا ممکن
؎ مقدر پر تمہارے رشک آتا ہے زمانے کو
نہیں بھاتی کوئی اس کے علاوہ شے زمانے کو
؎ ورق ورق پہ ہے نسبت کے حاشیے کا جواز
مدام ان کا تصّور ہے، تخلیے کا جواز
؎ محیط ارض بدن ہے بہار کاموسم
حرم کی یاد ہے دائم قرار کا موسم
؎ ردائے عشق کا کب پیرہن بدلتا ہے
یہ دیکھتے ہیں کہ کب حد یہ فن میں ڈھلتا ہے

یہ گرہیں ہر شعر کے دوسرے مصرع میں سرسری انداز میں (دوبارہ چوہدری صاحب سے معذرت کے ساتھ) صرف مثال دینے کے لئے لگائی ہیں۔ان نعت خیز اور ثنا آور مصرعوں پر ارتجالاً گرہیں لگائی جاسکتی ہیں ایسے مصرعے 'دبستان نو' میں صفحہ صفحہ پر بکثرت موجود ہیں۔

معرّا نظموں میں لکھی جانے والی حمدوں اور نعتوں کے علاوہ اردو کی دعائیہ شاعری میں اس کتاب کو خصوصی اہمیت حاصل رہے گی۔اتنی ضخیم کتاب عقیدت سے لکھنے کے بعد کتابی صورت دینا ایک دقّت طلب کام تھا جس سے ریاض حسین چودھری کامیابی سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں تکرارِ مضامین کا اپنا لطف ہے موضوع کے بیان میں نسبت کے شرف نے اور جذبات کے وفور نے تکرار کو بھی دلاویز بنا دیا ہے۔اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ریاض حسین چودھری کے تازہ مجموعہ 'دبستانِ نو' کو حُب داروں میں مقبول اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

بہ حیثیت مجموعی 'دبستان نو' ریاض حسین چودھری کے مجموعوں ہی میں نہیں اُردو نعت کے مجموعوں میں بھی ایک خوشگوار اور رجحان نما اضافہ ہے خصوصاً مضامین نعت اور بیان میں شاعر نے جس شیفتگی اور فدّویت کا اظہار کیا ہے وہ لائقِ تحسین ہے اللہ تعالےٰ یہ جذبہ اور وفور سب شاعروں کی نعت گوئی کا مقدر بنائے (آمین)

آخر میں ریاض حسین چوہدری کے لیے ایک رباعی

یہ حمد و نعت کا ہے دیوانِ نو
کیا خوب لیے ہوئے ہے امکانِ نو
حُب خیز، ولا فزا، معرّا نظمیں
مبروک! ریاض کو دبستانِ نو

❖......❖......❖......❖

چراغ: سیّد شاکر القادری

اُردو شاعری کا یہ دَور جو گزشتہ صدی کے آخری ربع سے بھرپُور انداز میں شروع ہُوا اس لحاظ سے مبارک ہے کہ اس میں صنفِ نعت 'موضوعِ محض' سے 'معجزۂ فن' کی منزل کی طرف کامیابی سے گامزن ہوئی نعت میں فکر وفن کے معجزے تو خیر شروع ہی سے نظر آتے تھے محسن کاکوروی، امیر مینائی، مولٰینا احمد رضا خاں بریلوی اور دوسرے بے شمار شاعروں نے مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اس صنف میں رجحان ساز کام کیا تھا اگر چہ ان کے بعد آنے والے چار پانچ عشروں کے ادبی جرائد میں نعت کی اشاعت نہ ہونے کے برابر ہے۔۔۔مگر اس دوران میں بھی نعت کی تخلیق جاری رہی۔ علامہ اقبال ،مولٰینا ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری اور بیسیوں دوسرے معروف اور سینکڑوں کم معروف شاعروں نے شاعری میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کی روایت کو زندہ رکھا یوں نعت، مذہبی رسائل اور مجالس میلاد میں زندہ رہی۔

بات ہو رہی تھی گزشتہ صدی کے آخری ربع میں نعت کے فروغ کی جس میں اُفقی اور عمودی دونوں حوالوں سے نعت پر کام ہُوا نمایاں پیشِ رفت کے ساتھ نہ صرف جامعات میں صنفِ نعت پر تحقیق وتنقید کا رجحان بڑھا بلکہ مختلف رسائل نے نعت کے ضمن میں خصوصی اشاعتیں اور عام ادبی رسائل نے اپنی عمومی اشاعتوں میں نعت کو خصوصی جگہ دینا شروع کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے بھی نعت کی صنف کو فروغ اور وسعت ملی نعت کے باب میں دو اہم رسالوں ماہنامہ 'نعت' لاہور (مدیر راجا رشید محمود) اور سہ ماہی 'نعت رنگ'، کراچی (مدیر صبیح رحمانی) نے تاریخ ساز کارکردگی کا مظاہرہ کیا ماہنامہ 'نعت' لاہور نے نعتیہ تخلیقی اثاثے کی جمع آوری اور سہ

ماہی 'نعت رنگ' کراچی نے تحقیق وتنقیدِ نعت کے ذیل میں ایک بڑے ادارے کی طرح کام کیا۔۔۔۔۔۔نعت کی صنف کے فروغ کے لئے بعد میں کئی اور ادارے بھی سامنے آئے ۔جن میں شاکر القادری کا رسالہ 'فروغِ نعت' بھی ایک اہم حوالے کا درجہ اختیار کر چکا ہے جس نے چند سالوں ہی میں نعت کے سفر میں کئی جست نما قدم آگے بڑھائے اور جس کا ہر شمارہ نقدِ نعت کے حوالے سے پہلے سے زیادہ ثروت مند نظر آتا ہے۔

سیّد شاکر القادری چشتی نظامی 'فروغِ نعت' کے مدیر ہی نہیں صاحب طرزِ نعت گوشاعر بھی ہیں 'چراغ' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے جس پر گفتگو سے پہلے تمہیدی طور پر کچھ باتیں صنفِ نعت کی رفتار کے حوالے سے بھی ہوگئیں شاکر نظامی اس رفتارِ کار سے نہ صرف یہ کہ واقف ہیں بلکہ خود اس کاروانِ نعت کا ایک اہم حصہ بھی ہیں نعت کے باب میں ان کا اسلوبِ فکر دوسرے شاعروں سے مختلف ہے فنی طور پر ان کی نعت گوئی غزل کی ہیئت میں ظہور پذیر ہوئی لہٰذا ان کی نعت کے مطالعہ میں پہلی توجہ ان کے ذریعۂ اظہار ہی کی طرف جاتی ہے یہ اظہار غزل کی اس کلاسیکی شائستگی کی بنیادوں پر استوار ہے جس کی جڑیں ہماری فارسی شاعری سے ملی ہوئی ہیں غزل کے علائم ورموز جب نعتیہ وفور سے آمیز ہوتے ہیں تو شعروں میں وقار آفرینی اور تاثیر نمایاں ہوتی ہے۔

شاکر صاحب کی نعتوں کے یہ مطلعے دیکھئے۔

؎ مرے کریمؐ ترے لطف اور کرم کے چراغ
ازل سے مجھ کو ملے ہیں یہ چشمِ نم کے چراغ

؎ نظر کا نُور دلوں کے لئے قرار ' درود
عقیدتوں کا چمن، روح کا نکھار، درود

۔ کچھ ایسی لطف و کرم کی ہَوا چلی تازہ
کہ میرے دل میں کھِلی نعت کی کلی تازہ

۔ ہیں در پئے آزار ستمگر ، مرے سرورؐ
للہ کرم کیجئے ، مجھ پر ، مرے سرورؐ
۔ مَیں چپ تھا، ہورہی تھی مرے ترجماں کی بات
پیشِ مواجہَہ ، مرے اشکِ رواں کی بات

(اس شعر میں مواجہَہ کو عربی تلفظ مواجھۃ مفاعلن پر باندھا گیا ہے)

شاکر صاحب کی نعتوں کے یہ مطلعے آغاز نعت ہی میں ایک ایسی دلکش اور تاثیر آفریں فضا پیدا کرتے ہیں جو قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے غزل کی ہیئت میں لکھی جانے والی کسی بھی صنف، وہ حمد ہو نعت، یا منقبت میں مطلعے کی حیثیت بڑی اہم ہوتی ہے مطلع اس ہیئت میں لکھی جانے والی ہر صنف کی ایک فکری اور جذباتی فضا بناتا ہے بعض اوقات تو مطلع اتنا شعر افزا کیفیت کا ترجمان ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ فوری طور پر کئی شعر لے آتا ہے ایسا مطلع 'آمد آور' ہوتا ہے شاکر صاحب کا ایک مطلع دیکھیے:

گلیوں میں تری خاک بسر کیسا لگے گا
''معراج کی منزل پہ بشر کیسا لگے گا''

انہوں نے یہ نعت مصرع ثانی پر گرہ لگا کے کہی ہے اس شعر کا دوسرا مصرع ملتان کے معروف نعت گو شاعر بلال جعفری مرحوم کی ایک نعت کے مطلع سے ماخوذ ہے بلال جعفری کا مطلع ہے۔

اللہ رے یہ ذوقِ سفر کیسا لگے گا؟
معراج کی منزل پہ بشر کیسا لگے گا؟

اسی نعت کا ایک اور بڑا معروف شعر بھی دیکھئے:

جب لوٹ کے آؤں گا مدینے کے سفر سے
میں کیسا لگوں گا؟ مرا گھر کیسا لگے گا؟

بلال جعفری کے اس نعتیہ شعر کو سن کر شفیق سلیمی کی غزل کا یہ مطلع یاد آتا ہے۔

بے نام دیاروں کا سفر کیسا لگا ہے؟
اب لوٹ کے آئے ہو تو گھر کیسا لگا ہے

بلال جعفری نے اس خیال کو مدینے کی محبت اور سفر سے آمیز کر کے اسے ہر ایک زائرِ مدینہ کی کیفیات کا ترجمان بنا دیا ہے۔

شاکر صاحب نے اس زمیں بھی خوب صورت شعر نکالے ہیں ان کی شاعری کا یہ نمایاں پہلو نعت گو شاعروں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے سے متعلق ہے انہوں نے اساتذہ نعت اور معاصرین کے کئی مصرع ہائے نعت پر طبع آزمائی کی ہے اور کئی معروف نعتیہ زمینیوں میں اپنی عقیدت و محبت کے چراغ جلائے ہیں۔

شاکر کی نعت کا ایک اور منفرد پہلوان کی ماہرانہ ریاضت کا عکاس ہے انہوں نے کئی نعتیں نسبتاً مشکل زمینوں میں لکھی ہیں یہ مطلع دیکھئے

؎ہر اوج ہے پستی میں فروتر شبِ معراج
ہر عجز بلندی میں ہے برتر شبِ معراج

؎مدّت سے ہوں دریوزہ گرِ کوئے مدینہ
کشکول میں رکھتا ہوں زرِ کوئے مدینہ

ملاّ کی قیل و قال غلط گفتگو غلط
صوفی کا وجد و حال ، غلط ہاؤ ھُو غلط

ان نعتوں میں شبِ معراج کی ردیف کے ساتھ فروتر اور برتر کے قوافی اور کوئے مدینہ کی ردیف کے ساتھ گر اور زر اور غلط کے ساتھ گفتگو اور ہا و ہو کے قوافی نے کئی خوبصورت دریوزہ اور کیف آور شعر تخلیق کئے ہیں۔

واضح ہو کہ معاصر نعت گوئی کا ایک بڑا حصہ میلادیہ محافل میں پڑھی جانے والی آسان اور عام فہم زبان اور زمینوں سے تعلق رکھتا ہے عوام اپنی پسند اور ذوق کے مطابق نعتیہ کلام سنتے ، پڑھتے اور بعض اوقات شاعروں سے ویسا ہی لکھنے کی درخواست بھی کرتے ہیں اور توقع بھی رکھتے ہیں اس ذوقِ عام سے علمی انداز کی نعتیں کتب و رسائل تک محدود ہو گئی ہیں علامہ اقبال کی معروف نظم 'ذوق و شوق' اُردو نعت کا اعلیٰ نمونہ ہے لیکن اس کا گزر عام محافل میں دُور دُور تک نہیں دراصل شہرت اور عظمت دو مختلف چیزیں ہیں جو کبھی کبھار ہی یکجا ہوتی ہیں نعت نگاری میں شاکر صاحب کا ذوق، روّیہ اور میلان بھی بھیڑ سے ہٹ کر اور انبوہ سے کٹ کر زندگی بسر کرنے کا ہے انہوں نے نعت کی تخلیق میں زیادہ تر نعت کے علمی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا ہے وہ لائقِ ستائش ہیں نعت کے مضامین میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے محبت کے اظہار میں آداب و احترام نیز دیگر موضوعاتِ نعت کے بیان میں مقتضیاتِ نعت کا لحاظ ان کے ہر مصرع میں نمایاں ہے نعتیہ لوازماتِ فکر و فن سے آگہی ان کی ذاتی شخصیت اوصاف کا فطری خاصہ نظر آتی ہے نعت کی صنف سے وابستگی اور نعتیہ مضامین کے اظہار میں ضروری قرینوں کا لحاظ ان کی تخلیقی شخصیت کے کسی وقتی جذبے کا نہیں ہمہ وقتی اخلاص وانہماک کا نتیجہ ہے

جیسا کہ پہلے نشان دہی کی گئی ہے شاکر القادری کا نعت کا ایک نمایاں حصّہ احباب اور معروف نعت نگاروں کے مصرع ہائے طرح پر نعت گوئی ہے اس کا سبب ان کے حضور خراجِ عقیدت پیش کرنا بھی ہو سکتا ہے اور عصر حاضر میں بعض انجمنوں کی طرف سے طرحی نعتیہ شاعروں

کی روائت بھی۔۔۔۔۔مثلاً درج ذیل نعتیں دیکھئے جو شاکر القادری نے اسی ذیل میں لکھی ہیں۔

نورِ حق نے اس طرح پیکر سنوارا نُور کا
نُور گویا بن گیا ہے استعارہ نُور کا

چاند، سورج، کہکشاں، تارے، دھنک اور روشنی
نُور کے دریوزہ گر پائیں اُتارا نور کا

از مقامِ مصطفیٰ جز حق کسی آگاہ نیست
''این قدر دانم واللہ اعلم بالصواب''

فردوس کی طلب ہے نہ دوزخ کا خوف ہے
''پڑھیے درود چھوڑیے سود و زیاں کی بات''

چمکا ہے شبِ تارِ تخیل میں نیا چاند
آئینۂ مدحت میں ہے پھر عکس نما چاند

اے کارگہِ حسنِ تخیل ہو تری خیر!
رکھتی ہے مجھے در بدرِ کوئے مدینہ

گہی بہ وادیٔ ایمن گہی بہ دہشتِ بلا
''کہاں کہاں لیے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ''۱

طرح مصرع پر غزل یا نعت لکھنا دراصل اس زمینِ شعر کے مزید تخلیقی امکانات دریافت کرنا ہوتا ہیں جس میں شاعر یا نعت نگار شعر تخلیق کرتا ہے زمین شعر، اس کے قوافی اور ردیفیں شاعر کی تخلیقی صلاحیت کو مہمیز کرتی ہیں اور وہ اکثر اوقات شاعر سے بہتر شعر بھی تخلیق کر لیتا ہے شاکرالقادری نے ان زمینوں میں خوبصورت نعتیں کہی ہیں خصوصاً مولٰینا احمد رضا خاں کے معروف اردو سلام

؎ مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام

پر انہوں نے فارسی میں جو تضمینی بند لکھے ہیں لائق تحسین ہیں۔

شاکرالقادری فارسی زبان کا بھی شعور رکھتے ہیں انہوں نے فارسی میں خوبصورت نعتیں کہی ہیں ان کے علاوہ ان کی اُردو نعتوں میں بھی کہیں کہیں فارسی مصرعے آ گئے ہیں ایسا فطری بے ساختگی سے ہوا ہے اس میں کوئی تکلف نظر نہیں آتا یہ مصرعے دیکھئے:

اے مہرِ عرب انجمن آرائے مدینہ
فردوس نظر تجھ سے مدینے کی زمیں ہے

از خدائے پاک خواہم اجر نعتِ مصطفٰے
عندہ خیرالجزاء عندہ حسن المآب

آہستہ قدم نہ کہ بہ ہر ذرّہ دلی ہست
ای زائرِ آشفتہ سرِ کوئے مدینہ

جاں ناقۂ مستانہ دلِ گرم حدی خواں
اس رنگ میں طے ہو سفرِ کوئے مدینہ

ای از جبین دل نہ نہادی بہ درگہش
تو رُو بہ قبلہ ای و ترا قبلہ رُو غلط

اے بے خبر ز معنیٔ لولاک گوش کن !
بے شاہد ایں مشاہدۂ رنگ و بو غلط

اے سرکشیدۂ درِ خیرالوریٰ شنو!
از بہر تست مژدۂ لاتقنطوا غلط

تا آن بہ حضرتش نہ رسیدی بصدقِ دل
چیزے درست نیست نگویم بہ تُو غلط

انہوں نے پنجابی کی معروف صنف شاعری 'ماہیا' کو فارسی زبان میں نعتیہ اظہار کے لئے خوبصورتی سے برتا ہے اُردو میں تو بیسیوں معروف شاعروں نے بھی ماہیئے لکھے ہیں لیکن فارسی میں ایسی مثال نہ ہونے کے برابر ہے اوّل تو برصغیر میں فارسی کا چلن ہی تیزی سے ختم ہو رہا ہے دوسرے اگر کہیں حمد و نعت ایک موثر تجربہ ہے درج ذیل ماہیئے دیکھئے

دردمنزل اوادنی
سرشاری و سرمستی از بادۂ مااوحیٰ
ای شاہدِ ربانی
از بارگہت مارا محروم نہ گردانی
تا کیِ غمِ تنہائی

در دست نمی ماند دامانِ شکیبائی

چھوٹی بحر میں شاکر القادری کی نعت

میں نے شہر مدینہ دیکھا
ایسے جیسے سپنا دیکھا

یہ سادگی، روانی، تاثیر اور شیفتگی کا مظہر ہے یہ نعت غزلِ مسلسل کی ہیئت میں ہے اور اس کے معنوی تسلسل اور مضامین کے بہاؤ کے سبب اس پر نظم کا گمان گزرتا ہے شاکر القادری کے ہاں دو غزلہ کی طرح دو نعتیہ بھی ملتے ہیں جو اُن کے وفورِ جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کا مطلع دیکھئے:

چاک کرتی ہیں قبا، فرطِ ہوا سے کلیاں
اے صبا! کوچۂ دل دار سے ہو آئی ہو؟

ناقۂ شوق اس انداز سے طے ہو یہ سفر
لے حجازی ہو تری، زمزمہ صحرائی ہو

کیوں اسے حشر میں اندیشۂ رسوائی ہو
''جس کو حاصل تری چوکھٹ کی جبیں سائی ہو''

درپئے جان ہو مکہ تو مدینے میں تری
طلع البدر علینا سے پذیرائی ہو

فرمود حق تعالیٰ لعَمُرک! در آیتی
''سوگند کردگار بہ جانِ محمدؐ است''

غزلِ مسلسل کے انداز میں ان کی اک اور نعت دیکھئے:

سلامِ جنبشِ انگشتِ مہ شکن پہ سلام
درود دست سخا پر ہزار بار درود

سلام قافلے والوں کی بے نوائی پر
درود عابدِ بیمار پر ہزار درود

بہ حیثیت مجموعی شاکرالقادری کی نعت کا اسلوب علمی ہے ان کی نعتوں میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن مجید کے حوالے جہاں بھی آئے ہیں وہ نعتیہ اشعار کی معنویت سے ہم آہنگ ہیں اور ان کے علمی ذوق اور مطالعہ کے عکاس نظر آتے ہیں اگر ان حوالوں کے تلازمات کی روشنی میں نعتیہ اشعار کو پڑھا جائے تو ان کا مفہوم زیادہ واضح ہوتا ہے یہ شعر دیکھئے

نورِ حق نے اس طرح پیکر سنوارا نور کا
نور گویا بن گیاہے استعارہ نور کا

سرحدِ قوسین سے بھی ماورا معراج میں
بزم ''اوادنی'' میں چمکا اک ستارا نور کا

شاکرالقادری نے مسلسل مطلعوں کی صورت میں بھی ایک نعت کہی ہے مطلع جاتی تسلسل کی خوش آہنگی نے نعت کی تاثیر میں اضافہ کیا ہے اس نعت کا مطلع درج ذیل ہے۔

مجھے وابستۂ توصیفِ پیمبر رکھّا
میرے مولا نے مرے بخت کا یاور رکھّا

اس نے ہر نقش نمو میں ترا جوہر رکھّا
تاجِ لولاک لما پھر ترے سر پر رکھّا

کہیں منبر، کہیں محراب، کہیں در رکھّا
دیدۂ شوق میں فردوس کا منظر رکھّا

اشک آباد بنایا ہے شبستان اپنا
نعت لکھتے ہوئے قرطاس کو بھی تر رکھّا

شاکر القادری کی نعتوں میں وہ شعر جو اپنی محاکاتی خوبصورتی، بیانیہ حسن، تلازماتی خصوصیات اور شاعرانہ قرینے کے ساتھ فکری طور پر متاثر کرتے ہیں کئی ہیں چند ایک مثالیں دیکھئے:

؎وحشت شناس بھی ہوئے تہذیب آشنا
اخلاق بے کراں ہے شریعت حضورؐ کی

؎رقصاں ہے لب گل پہ بہاروں کی کہانی
آپ آئے نسیم آئی کھلا رنگِ سحر اور

؎اک اسم دل آویز محمدؐ ہے کہ جس سے
ہر دم ہے فزوں روشنیٔ قلب و نظر اور

؎ہر ذرے میں دھڑکن پائی
ہر پتھر کو زندہ دیکھا

؎مشتِ خاکی کو کیا ہے کس نے گردوں آشنا
آپؐ ہیں وہ، آپؐ ہیں، وہ میرے مولا آپؐ ہیں

؎ بختِ بیدار نہ کیوں اس کی قدم بوسی کرے
جس کو بستر پہ ترے چین سے نیند آئی ہو

؎ قلبِ محزوں میں ترے حرفِ تسلی سے بھلا
کیسے ممکن ہے سکینت نہ اتر آئی ہو

؎ یا رسول اللہ اپنی کاوشیں مقبول ہوں
یہ ''فروغِ نعت'' بن جائے ادارہ نور کا

شاکر کی نعت میں گداز اور شیفتگی کے ساتھ علمی انداز' مہارت فن' اور پختہ کاری بلاشبہ وہ صفات ہیں جو انہیں معاصر نعت گو شعرا میں منفرد اور ممتاز مقام کی حامل قرار دیتی ہیں نعت گوئی ان کا فطری ذوق ہے اس کا اظہار چراغ کی ترتیب و تدوین اور تخلیق و اشاعت کے مختلف مراحل سے جھلکتا ہے انہوں نے نعت برائے نعت نہیں کہی یہ ان کے لئے تخلیقی تجربے اور شعری واردات کی حیثیت رکھتی ہے وہ فروغ نعت کے لئے کوشش کر رہے ہیں یہ مجموعہ نعت اُن کی طرف سے ان مبارک کوششوں میں ایک موثر اضافہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان نعتوں کے ہدیہ کو قبول کرے یہ نعتیں جو اللہ کے محبوب پیغمبر کی مدح اور شان میں ہیں شاکر القادری کو ان کا بہتر اجر دے اور انہیں اُن کی نجات کا ذریعہ بنائے (آمین) مَیں ان تاثرات کو ایک رباعی (تاریخِ اشاعت ہجری) اور نعت (تاریخِ اشاعت عیسوی) پر ختم کرتا ہوں۔

رباعی

مقبول ہو نعت کی جو خدمت کی ہے
یہ بات بلاشبہ سعادت کی ہے
خیروبرکت ۔۔۔۔ یہ سنِ ہجری میں
۱۴۳۸ھ
تاریخ 'چراغ' کی اشاعت کی ہے

نعت

ازل میں گوندھا گیا میری خاک میں زرِ نعت
زہے رسولؐ ثنا ، اے خوشا پیمبرؐ نعت

ہوائے تازہ ملے تیری خلد سیرت سے
ہم اہل حبّ و ولا پر کھلا رہے درِ نعت

اُڑان ہے ملکوتی فضاؤں میں اس کی
پرے ہے سدرۂ فن سے کشادِ شہپر نعت

کریم! تیرے کرم سے بعید کیا جو مری
فضائے قبر میں دن رات مہکے عنبرِ نعت

زمیں بقیع کی تدفین کو ملے مولا!
لحد میں سایہ نشاں ہو کفن پہ چادر نعت

لبوں کو تر کئے رکھّے نمی دردوں کی
ہو وقت نزع میں میرے نصیب ، کوثرِ نعت

ہو پل صراط کو میزان ، اذِن مولا سے
مرے قریب ہوں ہر مرحلے پہ سرورؐ نعت

نہ مصرع کوئی منافی ہو گفتۂ حق کے
قدم قدم پہ ہو قران میرا رہبرِ نعت

رہے انہی دو کناروں میں نعت کا دریا
ہو تیری سیرت و کردار میرا محور نعت

عطا ہو یادِ مدینہ کی جو درود آثار
ہے اک حوالے سے وہ خامشی بھی، مظہر نعت

جب آئے وقت حساب و کتاب اس ساعت
چمک اٹھے مری فردِ عمل میں اخترِ نعت

میں نعت پیشہ ، ثنا کیش، مدح پرورد
یونہی رہوں سدا مصروفِ کار ، برسرِ نعت

جو دیکھا فکر میں تاریخ کی ریاض کو غرق
تو بولا ہاتفِ غیبی 'چراغِ منبرِ نعت'
۲۰۱۶ء

❖......❖......❖......❖

جگمگ جگمگ: تابش الوری

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم، اظہارِ عقیدت کی معراج ہے اردو شاعری کا وہ حصّہ جو عقیدت نگاری (Devotional Poetry) سے تعلق رکھتا ہے معیار اور مقدار کے حوالے سے ایک جداگانہ مطالعہ کا موضوع ہے اردوئے قدیم کے شعری نمونوں ہی سے ایسی عقیدت نژاد شاعری کا سراغ ملنا شروع ہو جاتا ہے جس میں (فارسی اور عربی شاعری کی طرح) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبہ، فضائل حمیدہ، شمائل عالیہ اور اخلاقِ حسنہ کا تذکارِ مبارک ہو قدیم جکریوں کی مختصر گیت نما نظموں سے طویل یک کتابی نظموں تک اظہارِ عقیدت کے چراغوں کا ایک سلسلہ ہے جو آغازِ اردو سے اردو شاعری کے دورِ حاضر تک پھیلا ہُوا ہے (جکریاں ذکر بندی تلفظ ہے یہ وہ چار چار چھ چھ مختصر مصرعوں پر مشتمل نظمیں ہیں جنہیں دورانِ کار پڑھا، گایا اور دہرایا جاتا تھا بچوں کو لوری دیتے ہوئے گیہوں کی چھڑائی، صفائی کرتے ہوئے، چرخہ چلاتے ہوئے، روئی دھنتے ہوئے کسی خاص مصرع کی تکرار کے ساتھ ان مختصر بحروں کی چھوٹی چھوٹی نظموں کو پڑھا جاتا اور (فارسی محاورے، دست بہ کار دل بہ یار کے مطابق)، ان وظیفوں (نظموں کی گردان) کے ساتھ اپنے کام میں برکت کو آمیز کیا جاتا یک کتابی نظموں سے مراد نامہ کے لاحقے سے ملنے والا وہ سیرتی سرمایہ ہے جو میلاد نامہ، مولود نامہ، معجزات نامہ، معراج نامہ، جنگ نامہ اور وفات نامہ کے نام سے ملتا ہے ان میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت مبارکہ کو جزوی طور پر یا تفصیل سے منظوم کیا جاتا ہے پھر مجالس میں پڑھا جاتا ہے) اردو شاعری کے آغاز کی صدیاں عقیدت نگاری کے اس اثاثے سے ثروت مند ہیں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت، اخلاق، کردار، پیغام، فیضان اور تذکارِ مبارک پر مشتمل ہے۔

اُردو شاعری کے عصرِ حاضر میں خصوصاً قیامِ پاکستان کے بعد عشرہ عشرہ اس اثاثے میں نمایاں اضافہ ہُوا اور نعت کی صنف نے افقی اور عمودی ہر حوالے سے بطورِ صنف کامیابی کی کئی منزلیں طے کیں۔سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں نعتیہ کتابیں، دیوان، شعری مجموعے، انتخابات، رسائل کے خاص نمبر، اخبارات وجرائد کی عمومی اشاعتوں کے ساتھ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے پروگراموں اور شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ منعقد ہونے والی مجالس ومحافل میں پیش کئے گئے عقیدت پارے وہ ماخذات ہیں جنھوں نے صنف نعت کو'موضوعِ محض' کی ذیل سے نکال کر'معجزۂ فن' کی شہراہ پر گامزن کر دیا ہے اور اب یہ صنف کسی بھی دوسری صنف کے مقابلے میں اپنی ایک جداگانہ شناخت ہی نہیں اپنے فکری اور فنّی محاسن کے اعتبار سے ایک منفرد اردو کی افتخار اوراعتبار رکھتی ہے۔

یہ طویل تمہید جناب تابش الوری کے زیرِ نظر مجموعہ نعت' جگمگ جگمگ' کے سرسری مطالعے سے ذہن میں ابھری یہ سرسری مطالعہ ان کی نعتوں کے ان ظواہر سے تعلق رکھتا ہے جو بحر، ردیف، قافیہ اور نعتوں کی شعری زمینوں سے تعلق رکھتے ہیں نعت کے فکری آفاق بے کنار ہیں اگر چہ نعت کا معاصر منظر نامہ مضامین واسلوب تسلسل وتکرار سے بظاہر یکسانیت کا مظہر نظر آتا ہے نادرہ کاری کے جویا سیرت وکردارِ حضرتؐ کے نت نئے پہلو تلاش کر کے ان کے تلازمات سے تازہ بہ تازہ مضامین تراشتے رہتے ہیں مگر فن کے مرحلے فنکار سے مسلسل ریاضت اور محنت طلب کرتے ہیں بقول سالک یزدی

؎سالک مشو مقلّدِ طرزِ جہانیاں
رَو اندر ایں قطار ولے سرکشیدہ رَو

نادرہ کاری کا سچا طالب بھیڑ میں رہتے ہوئے ذراہٹ کر اور ہجوم سے کٹ کر چلنے کی کوشش کرتا ہے قطار میں رہتے ہوئے سرکشیدہ رہنا اس کی جبلّی خواہش ہوتا ہے۔سید تابش الوری کی نعت بھی ایسی انفرادیت کی مظہر ہے۔

تابش الوری نعت کے باب میں پہلے بھی ایک منفرد کارنامہ ''سرکارِ دوعالمؐ'' کی صورت میں پیش کر چکے ہیں یہ ان کا ایک ایسا تخلیقی کارنامہ ہے جس میں آرٹ کے ساتھ

کرافٹ (Craft) بھی بدرجہ اتم موجود ہے انہوں نے اس کتاب میں غیر منقوط نعتیں پیش کی ہیں غیر منقوط شاعری کی روائت محاسن شعر کے حوالے سے ہمیشہ سے موجود رہی ہے اور اس میں کئی نعتیہ مجموعے بھی دستیاب ہیں سیّد تابش الوری کی غیر منقوط نعت غیر منقوط نعتیہ نمونوں میں زیادہ فطری قرینہ لئے ہوئے ہے۔(کچھ دہائیاں قبل 'روحِ دوعالم' کے نام سے 'نعت اکادمی' فیصل آباد کی طرف سے میں نے یوسف طاہر قریشی کا غیر منقوط نعتیہ مجموعہ کلام شائع کیا تھا قطعۂ تاریخِ اشاعت کا آخری مصرعہ غیر منقوط نعت نبیؐ۔ تھا جس سے سال اشاعت کی تخرِیج کی گئی تھی...... ہمارے شہر سے ایک عزیز غیر منقوط نعت نگاری کے موضوع پر ان دنوں ایم فِل کا تخلیقی مقالہ بھی لکھ رہے ہیں) عمدہ محاسنِ شعر کی ایک بلیغ تعریف یہ ہے کہ وہ سطح پر تیرتے نظر نہ آئیں بلکہ شعر میں اس طرح رچ بس گئے ہوں کہ توجہ دلانے سے محسوس ہوں 'سرکارِ دوعالمؐ' کے کئی شعروں کو پڑھتے ہوئے اس بات کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ یہ شعر غیر منقوط ہیں یہ شعر دیکھیں

اُسےؐ کہوں، گلۂ ماہ و سال کس سے کروں؟
مرے لئے ہے سراسر محال کس سے کروں؟

سوائے اس کے دلوں کا سکوں، ملے گا کہاں
سکوں کے واسطے دَر دَر سوال کس سے کروں؟

کہاں ملے گا کلام و کمال اس کا سا
کلام کس سے؟ حصولِ کمال کس سے کروں؟

رسولؐ کا ہوں موالی، مدد کو کس سے کہوں
رسولؐ کا ہوں سوالی، سوال کس سے کروں؟

شروع سے آخر تک یہ نعت پڑھتے جایئے۔ دیکھئے کیا روانی ہے اگر توجہ نہ دلائی جائے

کہ یہ اشعار غیر منقوط ہیں تو اس حسنِ اظہار کا اندازہ ہی نہیں ہوتا یہ جذبے اور فن دونوں کا کمال ہے جذبے کا کمال یہ ہے کہ اس نے آورد کو آمد بنا دیا ہے اور فن کا کمال یہ ہے پُرکاری، سادگی میں سمٹ آئی ہے مصرع مصرع، شعر شعر ایک اہتمام اور التزام موجود ہے مگر سادگی اور روانی کے بہاؤ میں یہ اہتمام اور التزام نظر نہیں آتا میرزا عبدالقادر بیدل کا ایک شعر ہے

نہ شد آئینۂ کیفیتِ ما ظاہر آرائی
نہاں ما ندیم چوں معنی بچندیں لفظ پیدائی

لفظوں کے انبوہ میں شاعر کے باطن کی کیفیات پوشیدہ رہتی ہیں لفظ جیسے اور جتنے بھی ہوں سچے تخلیق کار کے اظہار میں حجاب بن جاتے ہیں لفظ معنی کی حقیقی نیابت نہیں کرتے اس کی طرف ایک سرسری نشاندہی کرتے ہیں یوں صحیح معنوں میں لفظ پورے معنی کی وضاحت نہیں کرتا صرف معنی نما ہے نعت کی شاعری میں یہ بات زیادہ صادق نظر آتی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت اور ان کی ذات والا تبار سے شیفتگی و ارادت کا سچا اظہار لفظوں میں ممکن ہی نہیں۔ اس حوالے سے بقول میرزا عبدالقادر بیدل کا ایک اور شعر یاد آ رہا ہے

گفتگو از معنئ تحقیق دارد غافلت
اند کے خاموش شو تادل زباں پیدا کند

(گفتگو معنئ تحقیق تک رسائی سے غافل رکھتی ہے آدمی کچھ وقت کے لئے خاموش ہو جائے تو اس کا دل گفتگو کرتا ہے)___ یہ دل کی زبان ہجوم سے ہٹ کر اور مکالمہ و بحث آمیز مجلسوں سے دور رہ کے پیدا ہوتی ہے تابش الوری کی نعتوں میں اس قلبی زبان کی جھلک نمایاں ہے جو اُس جذب ساماں تخلیے کی عطا ہوتی ہے جب شاعر کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور وہ دل کی آنکھوں سے باطنی مشاہدات کا نظارہ کرتا ہے اور دل کی زبان ہی میں لکھتا ہے۔

تابش الوری کا کلام زبان و بیان کی شائستگی کا مظہر ہے نعتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نعت نگار سے جس قرینے کی متقاضی ہوتی ہے وہ قرینہ اللہ تعالیٰ نے تابش کو ودیعت کیا ہُوا ہے زندگی کرنے کے روّیوں سے ان کی نعت نگاری تک میں یہ قرینہ اور شائستگی قدم قدم اُن کے ساتھ ہے ان کی نعت گوئی میں اس کا ظہور ہمہ پہلو ہے ان کے نعتیہ کلام میں لفظوں کے انتخاب سے

نعتوں کی زمینوں اور ردائف وقوافی کے انتخاب تک میں یہ شائستگی کارفرما ہے نعت کی صنف کے مقتضیات میں یہ شائستگی اس احترام وادب کا فطری لازمہ ہے جو ہر نعت گو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا تبار سے رکھتا ہے تابش کی ذات اور ان کے کلام میں یہ لازمہ ان کی نسبت اور تربیت دونوں حوالوں سے ایک جذبۂ محرّکہ کی طرح بروئے کارِ نظر آتا ہے نعت کے معاصر نامے میں ان کی نعت گوئی کا اعتبار اور افتخار اسی سبب ہے

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے انہوں نے غیر منقوط نعت پر مشتمل ایک پورا مجموعہ نعت اردو ادب کو دیا اس مجموعے میں (اپنی جولانی طبع پر از خود عائد کردہ پابندی اور التزام کے باوجود) انہوں نے رواں اور تخلیقی انداز کی نعت گوئی کی زیرِ نظر مجموعۂ نعت 'جگمگ جگمگ' میں انہوں نے کھلی فضا میں پرواز کی اور نعت کی صنف جس وفورِ محبت کی متقاضی ہے اس کے اظہار میں جست نما پیش قدمی کی _____ مَیں نے جگمگ جگمگ پر اپنے تاثرات پیش کرنے سے پہلے 'سرکارِ دو عالم' (مطبوعہ 2004ء) کو پھر ایک بار دیکھا اس التزام کی فضا بندی کے بعد زیرِ نظر مجموعے میں زبان وبیان کی وہ کشادگی محسوس کی جسے میں نے جست نما پیش قدمی سے تعبیر کیا ہے۔

جگمگ جگمگ میں سیّد تابش الوری نے عقیدت کی مختلف جہتوں میں سفر کیا حمد میں 'اللہ میں حاضر ہوں' کی ردیف والی نعت کمال عجز اور وارفتگی کی مظہر ہے اس کا لب ولہجہ اور آہنگ مناجات آمیز التجائیہ اسلوب لئے ہوتے ہیں یہ شعر دیکھئے

اقوال سے شرمندہ افعال سے شرمندہ
احوال سے شرمندہ اللہ میں حاضر ہوں
سر اپنا جھکائے ہوں ہاتھ اپنا اٹھائے ہوں
لو تجھ سے لگائے ہوں خود رفتہ میں حاضر ہوں

تابش کا یہ کلام جو مصرعوں میں مساوی الاوزان ٹکڑوں پر مشتمل ہے ان میں اندرونی قوافی کا التزام بھی لائق توجہ ہے ان ٹکڑوں نے نعتوں میں اندرونی آہنگ کو ابھارا ہے جگمگ جگمگ میں اس کی بیسیوں مثالیں ہیں۔

علامہ اقبال نے والدہ کے حوالے سے اپنی نظم (والدہ مرحومہ کی یاد میں ___ بانگ درا) میں یہ جو کہا ہے

زندگی کی اوج گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم

کتنی بڑی حقیقت ہے نعت اور حمد کے بارے میں اس بات کو ہزاروں لاکھوں گنا بڑی شہ حقیقت سمجھئے ذات جتنی بڑی اور عظیم ہوگی اس کے حضور جاتے ہوئے ذات آشنا اور رازیاب انسان ہمیشہ اپنے آپ کو حقیر سے حقیر تر اور عاجز سے عاجز تر محسوس کرے گا اُس کا یہی عجز اس کی بندگی کی معراج ہے یہ وہ مقامِ اظہار ہے جہاں نہ اپنی ذات کی بڑھائی کام آتی ہے نہ رتبہ و منصب کا کوئی اوج اور نہ زورِ سخن۔۔۔

اس 'نفس گم کردہ آید' والے مقام کا صحیح ادارک مناجات میں ڈھلتا ہے تو لہجے کی سادگی بیان میں ہلکی سی اضافت کی بھی متحمل نہیں ہوتی آٹھ شعروں کی اس حمد میں مساوی الاوزان ٹکڑوں کی حامل بحر کا آہنگ (مفول، مفاعلین، مفول مفاعلین) ایک زیرِ لب التجائیہ لئے ہوئے ہے کہنے والے کو بس یہ احساس ہے کہ میں اپنے خالق کے حضور میں ہوں کیفیات آپ ہی آپ ایک دعائیہ رنگ اور التجائیہ آہنگ میں ڈھلی جا رہی ہیں اس حمد میں کئی فنی محاسن ہیں جو رچے بسے انداز میں اظہار کا حصہ بن گئے ہیں۔(سطح پر تیرتے پھرتے نظر نہیں آتے) یہ عقیدت نگاری کا اعلیٰ مقام ہے اور قاری کو ایک تمجیدی مسّرت Subliminal pleasure سے آشنا کرتا ہے عقیدت نگاری کا ماحصل یہی تاثیر ہے جو قاری کو تخلیقِ شعر کی فضا میں لے جاتی ہے اور وہ سعیٔ تخلیقِ مکرّر سے حظ اٹھاتا ہے۔

تابش کی نعت کے یہ شعر دیکھئے۔

ے زہے عقیدت ہم ان کو اتنے قریب محسوس کر رہے ہیں
بدن بدن میں نفس نفس میں عجیب خوشبو رچی ہوئی ہے

؎خود بخود ایک اک حرف لَو دے اٹھا
صورتِ نعت لکھی گئی روشنی

؎نسلوں نسلوں قوموں قوموں ملکوں ملکوں شہروں شہروں
آپ کا قرآں جگمگ جگمگ آپ کی سیرت جگمگ جگمگ

؎آئینے کی طرح، انوار سے تڑخوں، ٹوٹوں
کرچیاں ہو کے ترے دَر پہ بکھرنا چاہوں
زندگی تیری اطاعت سے عبارت ہو جائے
تیری خاطر ہی جیوں، تجھ پہ ہی مرنا چاہوں

؎سر کا سجدہ تو ادا کرتے رہے ہیں عمر بھر
روح کا سجدہ ادا کرنے سوئے طیبہ چلیں

؎ان کے روضے پر ہماری حاضری ہو اس طرح
ہم دہن بستہ ہوں آنکھوں سے مگر دریا چلیں

؎پردہ پوشی آپ کر دیتا ہے خود اُنؐ کا کرم
جب عمل آئینہ ہو جاتے ہیں، شرماتا ہوں مَیں

؎ابد تک ان کے فیضانِ رسالت کا تسلسل ہے
زمانہ کوئی بھی ہو، ہر زمانہ ہے محمدؐ کا

؎مزہ تب ہے فرشتے خود تعارف میرا کروائیں
یہ تابشؔ الوری ہے نام لیوا ہے محمدؐ کا

؎اور کیا ہے اپنے نانا کی حضوری کیلئے
لے کے تابشؔ ہدیۂ نعتِ شہِ والا چلیں

؎ہر سمت درودوں سے فضا گونج رہی ہے
تابش نے کوئی نعت کہی تازہ بتازہ

؎میری آنکھوں کو وہ وارفتہ نگاہی دیدے
حشر میں تیرے حوالے سے ہو میری پہچان

؎ازل ابد میں اُنہی کا ظہور ملتا ہے
ہر ایک عہد میں عہدِ حضور ملتا ہے

؎لفظ و معنی اوڑھ کر سرور کی خوشبو آ گئے
کب بھی سوچا نت نئے سیرت کے پہلو آ گئے

؎میرے حرفوں کو ہر اک دل میں پذیرائی دے
سر بسر عجز ہوں، اعجاز کا جوہر مانگوں

؎بڑھ رہی ہے کشش آگہی کی طرف
سب کا رُخ ہو رہا ہے نبی کی طرف

تابش کے یہ اشعار میلادیہ محافل اور نعتیہ مجالس میں پڑھی جانے والی نعتوں سے مختلف ہیں یہ اشعار ہجوم میں اپنے اسرار نہیں کھولتے ان کے لئے اہلِ رقت کے ایسے حلقے درکار ہیں جو راز یاب ولا سرشتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

جگمگ جگمگ میں تابش الوری کی عقیدت نگاری کے دو پہلو منفرد ہیں ایک ___ شعری زمینوں کی تلاش میں اُن کی جدّت طبع اور دوسرا ___ جذبات کے اظہار میں روانی و تسلسل۔ جہاں تک انفرادیت کا تعلق ہے انہوں نے حمد و نعت میں بڑی خوبصورت زمینیں تخلیق کی ہیں ان کی ردیفیں جذباتی فضا کو منضبط رکھنے میں بڑا موثر کردار ادا کرتی ہیں مطلع ہی سے کیفیات ایک خاص تاثر میں منقلب ہو جاتی ہیں ردیفوں کی خوش آہنگی اظہار کی تاثیر کو بڑھاتی ہے اور قاری ایک خاص کیفیت کے حصار میں آ جاتا ہے قاری کو ساتھ لے کر چلنے کا اسلوب ایسی ردیفیں ہی پیدا کرتی ہیں یہ مطلعے دیکھئے۔

واماندہ و وارفتہ' اللہ میں حاضر ہوں
اللہ میں حاضر ہوں' اللہ میں حاضر ہوں

حق تعالیٰ ہر ایک سے بالا' کہئے 'سبحان ربی الاعلیٰ'
کہئے 'سبحان ربی الاعلیٰ' کہئے 'سبحان ربی الاعلیٰ'

تو اوّلین و آخرین سبحان ربّ العالمیں
سبحان رب العالمیں سبحان ربّ العالمیں

ناموں میں ہے سب سے بڑا اک نام ترا نام
قرآن ترا چہرہ ہے' اسلام ترا نام

حکایت دل و جاں لاالہ الااللہ
ہمیشہ ورد زباں لاالہ الااللہ

جو حبیب ربِّ غفور ہیں، وہ حضور ہیں، وہ حضور ہیں
وہ حضور ہیں، وہ حضور ہیں، وہ حضور ہیں، وہ حضور ہیں

ان حمدوں اور نعتوں میں 'میں حاضر ہوں/سبحان ربی الاعلیٰ/ سبحان رب العالمیں/ترانام/ لا الہ اللہ/ وہ حضور ہیں۔اسی طرح جگمگ جگمگ میں صلِّ علیٰ محمد/سلام علیک، اور 'ملتا ہے' والی نعتوں میں ردیفیں شاعر کے جذبات و کیفیات اور مشاہدات و تجربات کی فضا بندی کرتی ہیں جو قاری کے تاثر و گداز میں بھی اضافے کا موجب بنتی ہیں۔

تابش کی نعت گوئی میں روانی تسلسل کے عناصر کا سبب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا ہے ان کی یہ نعت دیکھئے:

نفس نفس جگمگا رہا ہوں
میں پیش انوار جا رہا ہوں

وصال کے رتجگے ہیں جاری
فراق کے دکھ مٹا رہا ہوں

کہاں ہیں خوابیدہ آرزوئیں
میں ایک اک کو جگا رہا ہوں

عجیب دستِ دعا اٹھے ہیں
جو کہہ رہا ہوں وہ پا رہا ہوں

اِسی طرح کچھ نعتوں کے یہ شعر بھی دیکھئے۔

؎ تیرا پیغام گھر گھر عام کر دوں
عطا وہ قوتِ اظہار فرما
؎ ترے انوار کو تکتا رہوں مَیں
مجھے نقشِ درودیوار فرما

؎ میری سانسیں بنیں صلوٰۃ و سلام
سر بسر ذکرِ مصطفےٰ ہو جاؤں

تیری مہکار پیرہن کر لوں
پھر ترے شہر کی ہوا ہو جاؤں

؎ ان کے پیغام لے کے ہر جانب
آ رہا ہوتا جا رہا ہوتا

یہ نعتیں ایک ہی سانس میں کہی گئی نعتیں محسوس ہوتی ہیں جذبات کا ایک بہاؤ ہے جو مصرع بہ مصرع اور شعر بہ شعر ایک سرمدی کیفیت کو بڑھا رہا ہے یہ کیفیت محبّتِ رسولؐ کی کیفیت ہے جو فدویت، جاں سپاری، والہانہ پن اور شیفتگی کی علامت ہے جذبوں سے لدی ہوئی ایسی نعتیں روانی کے ساتھ سادگی سے بھی عبارت ہیں عموماً ایسی عقیدت نگاری میں زورِ فن اور تکلف کی بجائے دعائیہ اور التجائیہ عاجزی، آرزومندی اور تضرع ہوتا ہے عقیدت نگاری میں ایسی فضا بندی ہی حمد و نعت کی تخلیق کا ماحصل ہوتی ہے یہ فضا بندی قاری کے اندر بھی نعت نگار جیسا گداز پیدا کر دیتی

ہے۔تابش کی ان نعتوں کی تاثیر قابلِ ستائش ہے۔

سید تابش الوری نے اپنی گوناگوں معاشرتی ،سماجی اور سیاسی مصروفیات کے دوران میں جونعت نگاری کی وہ بلاشبہ ان پر ربِّ کریم کا خاص انعام ہے تخلیقی تنہائیوں کو غارت کرنے والی سیاست گردی کے انسلاک کے باوجود انہوں نے 'سرکار دوعالم' اور 'جگمگ جگمگ' کی صورت میں جونعتیہ مجموعے تخلیق کئے یہ اردونعت کے معاصر منظر نامے ہیں ایک موثر اور معتبر اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں اللہ نعت کے باب میں اُن کی مساعیٔ جمیلہ قبول فرمائے۔(آمین)

❖......❖......❖......❖

قلم سے روشنی پھوٹے: اکرم باجوہ

اکرم باجوہ کے نعتیہ مجموعہ 'قلم سے روشنی پھوٹے' کا نام جہاں حقیقتِ حال کا اظہار ہے وہاں دعائیہ کیفیات بھی لئے ہوئے ہے نعتیہ شاعروں کے لئے غزل 'لا' کی وہ راہ ہے جس سے وہ 'الاّ اللہ' کی غزل میں داخل ہوتے ہیں اس منزل میں داخلے کے وقت اُن کا رختِ سفر تو وہی رہتا ہے مگر نیت و کیفیت سفر بدل جاتی ہے آج کی نعت نے غزل کی صنف کو اس کی جملہ فنّی خصوصیات اور صنفی اوصاف کے ساتھ قبول کیا ہے قریباً ایک ہزار سال کی فارسی اور اردو روایتِ غزل جب 'نعت' آشنا ہوئی تو اپنے لوازمات، علائم ورموز اور اسالیب بیاں کا سرمایہ بھی ساتھ لائی اگرچہ نعت کا موضوع رباعی، قطعہ، مسدّس، مثنوی اور دیگر اصنافِ سخن میں بھی اظہار پذیر ہوا ہے مگر اس کا سب سے زیادہ پُر تاثیر اظہار غزل کی صنف میں ہے (قصیدہ بھی اسی میں شامل ہے)

معاصر نعت کے منظر نامے میں بھی غزلیہ اسلوب بیاں کا وفور نظر آتا ہے 'قلم سے روشنی پھوٹے' کی نعتیں بھی اسی منظر نامے کا حصہ ہیں جس کے رنگ اور ڈھنگ غزل کے بیانیے سے عبارت ہیں 'اکرم باجوہ' نے بھی آج کے دوسرے بڑے نعت نگاروں کی طرح غزل کو 'موضوع محض' سے نکال کو محاسنِ فن سے آمیز کیا ہے اور یوں عصرِ حاضر کی نعت میں ایک قابلِ ذکر حصہ ڈالا ہے ان کی نعتوں کے درج ذیل مطلع دیکھئے ان کی زمینیں، قافیے اور ردیفیں اظہارِ تازہ کے کیا کیا امکان لئے ہوئے ہیں۔ شاعر ان میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے اس کا اندازہ ان مطلعوں والی نعتوں کو پوری طرح پڑھ کر ہوگا لیکن مطلعوں کی نشاندہی سے ان کے جو امکانات سامنے آتے ہیں وہ متاثر کرنے والے ہیں۔

صوت و صدا کو، لفظ کو اعزاز بخش دے
مولا مجھے بھی حمد کا انداز بخش دے

سلگتی دھوپ میں رحمت کا بادل آپؐ کی ہستی
خدا کے بعد کامل اور اکمل آپؐ کی ہستی

مدحت کے جب پھول سجائے ہونٹوں پر
قدسی نعت کو چومنے آئے ہونٹوں پر

آج ہر سمت خوشیوں کے ہیں سلسلے، یومِ میلاد ہے مرحبا! مرحبا
لَب پہ جاری ہُوا نغمۂ مصطفٰیؐ، خلق دل شاد ہے مرحبا! مرحبا

کون و مکاں میں ارفع و اعلیٰ احمدِؐ مرسل
سب کی فکر اور سوچ سے بالا، احمدِؐ مرسل

ادب سے مَیں خدائے پاک کی تحمید کرتا ہوں
دلِ پُرسوز سے پھر نعت کی تمہید کرتا ہوں

خدا کی ذات ہی جانے مقامِ مرسلِ اعظمؐ
جمال و حُسنِ عالم ہے بنامِ مرسلِ اعظمؐ

مری ہر سانس ہے اب تو فدائے سرورِ عالمؐ
مرے ہونٹوں پہ جاری ہے ثنائے سرورِ عالمؐ

محاکات نگاری شعر کے فنّی محاسن کا سب سے زیادہ متاثر کرنے والا عنصر ہوتا ہے بڑا شاعر تمثال کی زبان میں بات کرتا ہے ساکن تصویریں، متحرک تصویریں، ڈرامائی تصویریں وغیرہ۔ یہ تصویریں شعر کے معنوی منظر کو قاری کی آنکھوں کے سامنے لے آتے ہیں اس سے شعر کی زیب و زینت بھی بڑھتی ہے اور اس کی تاثیر میں بھی اضافہ ہوتا ہے اچھے امیج والے نعتیہ شعر میں سماعت بصارت میں بدل جاتی ہے۔ یہاں مجھے حافظ پیلی بھیتی کی نعت کا یہ شعر یاد آ رہا ہے۔

اے ضعف! مدد کر، درِ احمدؐ پہ گرا دے
دربان کہے 'اٹھ' کہوں ''اٹھّا نہیں جاتا''

یہاں مکالمہ بھی ہے اور تصویر کشی بھی۔۔۔معنوی تضاد کا بھی اپنا لطف ہے کہ ضعف سے مدد مانگی جا رہی ہے در بارِ رسالت مآب کی تصویر کشی ہے لہٰذا یہاں جھوٹ موٹ کا کوئی بہانہ بھی روا نہیں واقعی 'اٹھّا نہیں جاتا' کہنے کے لئے حقیقی ناتوانی درکار ہے کہ کوئی دربان اٹھنے کا کہے تو اٹھنے سے اپنی سچی معذوری بتائی جا سکے۔ سو ضعف سے مدد مانگی جا رہی ہے اس شعر میں کتنی کیفیات اور تصویریں اور مکالمے جمع ہو گئے ہیں۔ اکرم باجوہ کے درجِ ذیل شعروں میں محاکات آفرینی ملاحظہ ہو۔

روضۂ پاک کے دروازے کی جانب اکرمؔ
پاؤں اُٹھتے ہیں مگر چلتا ہوں سہما سہما

زخموں کے آئنے تھے مقدّس وجود پر
طائف میں ایسے کی تھی مسافت حضورؐ نے

سنہرے بام و در، مینار و گنبد، فرحتِ جاں ہیں
عجب تقدیس و شوکت ہے، وہاں محراب و منبر کی

رسالت اُن کی شامل ہے عقیدے میں عقیدت میں
ہے ذاتِ رہبرِ کامل مرے ایمان کے پیچھے

اکرم باجوہ نے اپنی نعتوں میں کئی جگہ حضور اکرمؐ کے اسمائے گرامی کو ردیف بنایا ہے ان نعتوں میں آپؐ کی سیرت مبارکہ کے ساتھ آپؐ کے فضائل حمیدہ بھی بین السطور آمیز ہو گئے ہیں یوں ایسی نعتوں کے تمام اشعار میں نعت کا ایک منفرد قرینہ از خود آ گیا ہے۔ درجِ ذیل مطلعوں والی نعتیں دیکھیں۔

تحریر کس سے ہو سکی ہے شانِ مصطفےٰؐ
کوئی کہاں ہے پا سکا عرفانِ مصطفےٰؐ

کون و مکاں میں ارفع و اعلیٰ احمدؐ مرسل
سب کی فکر اور سوچ سے بالا، احمدؐ مرسل

خدا کی ذات ہی جانے مقامِ مرسلِ اعظمؐ
جمال وحُسنِ عالم ہے بنامِ مرسلِ اعظمؐ

اس دنیا میں سب سے برتر آپؐ ہیں آقاؐ
روزِ ابد تک سب کے پیمبر آپؐ ہیں آقاؐ

مری ہر سانس ہے اب تو فدائے سرورِ عالمؐ
مرے ہونٹوں پہ جاری ہے ثنائے سرورِ عالمؐ

نظر نے جب سے دیکھی ہے ضیا محبوبؐ کے گھر کی
تخیّل ہمسری کرنے لگا شہباز کے پَر کی

صاحب ، مرے مرشد، مرے رہبر ہیں محمدؐ
کونین کے سردار ہیں، سرور ہیں محمدؐ

ان کے علاوہ آپؐ، مصطفیٰؐ، رسولؐ، آقاؐ، حضورؐ، نبیؐ جی، سلطانؐ، شاہِؐ زماں اور محبوبؐ کے الفاظ بھی نعتوں میں ردیف کے طور پر استعمال ہوئے ان اسماء مبارکہ کی موجودگی اور تکرار نے اکرم باجوہ کی نعتوں میں ایک ایسی دلچسپ فضا پیدا کر دی ہے جو صنف نعت کی مطلوب فضا ہے۔ یہ قرینہ اظہار ہی کو نعت آشنا نہیں رکھتا بلکہ قاری کو بھی ایک حضور آشنا ماحول میں لے جاتا ہے۔

غیر مردّف زمینوں کے اپنے جداگانہ تخلیقی تقاضے ہوتے ہیں ردیف ایک پابندی تو ہے مگر قافیے کے شمول کے ساتھ اظہار کو ایک باقاعدہ نہج بھی عطا کرتی ہے جب کہ غیر مردّف زمینوں میں لکھنے والا ہر طرف سے اتنا آزاد ہوتا ہے کہ ایک اور طرح کی پابندی میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ لوگ جو شعر نہیں کہتے ان پر شائد میری بات واضح نہ ہو سکے لیکن شاعر حضرات غیر مردّف زمینوں میں شعر کہنے کی شکل کو سمجھ سکتے ہیں۔ یوں سمجھئے جیسے صحرا میں کوئی رستہ نہیں ہوتا مسافر کسی بھی طرف چل سکتا ہے گویا بقول شہزاد حسن:

ہر طرف اس قدر راستے ہیں کہ کوئی بھی رستہ نہیں ہے

جب کہ ردیف والی غزل کی مثال ایک بنی ہوئی پگڈنڈی کی طرح ہے اسی پر چلنا ہے اس سے دائیں بائیں نہیں ہونا۔

اکرم باجوہ نے غیر مردف نعتوں میں بھی بڑے خوبصورت شعر نکالے ہیں ان کی یہ نعتیں دیکھئے:

جلال تیرا، جمال تیرا، تجھے ہی زیبا ہے کبریائی
تو سب جہانوں کا منتظم ہے، ترے ہی قبضے میں سب خدائی

سارے جہاں میں تیری ہستی سب سے تو ہی برتر
تُو ہی خالقِ کون و مکاں ہے کوئی نہ تیرا ہمسر

خالق، مالک، رازق تُو نے کیا کیا روپ دکھائے
اِس عالم کا ذرّہ ذرّہ نُور میں ڈھلتا جائے

تُو داتا، تُو قادر مولا، تیری ذات ہے پاک
میری کیا حیثیت ،مَیں اک فانی مشتِ خاک

ٹوٹیں گے جو محشر مرے سارے سہارے
سرکار بُلا لیں گے مجھے کر کے اشارے

آپؐ کی آمد بہارِ جاوداں
آپؐ کا نقشِ کفِ پا کہکشاں

میری آنکھوں میں منظر ہے ٹھہرا ہُوا
سخت مکہ کی وادی، وہ غارِ حرا

کیا کروں مَیں اب تمنّا، کیا کروں مَیں جستجو
نعتِ احمدؐ سے مجھے بخشی خدا نے آبرو

بعض جگہوں پر انہوں نے غیر مردّف نعتوں میں قافیے کو دہرایا ہے اس سے نعت میں نہ صرف خوش آہنگی کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے بلکہ معنویت میں گہرائی اور تاثیر میں بھی اضافہ ہوگیا ہے یہ نعتیں دیکھئے:

آج ہر سمت خوشیوں کے ہیں سلسلے، یومِ میلاد ہے مرحبا! مرحبا!
لَب پہ جاری ہُوا نغمۂ مصطفیٰؐ، خلق دل شاد ہے مرحبا! مرحبا!

اے مرے شاہِ دو عالم، مرے آقاؐ! آقاؐ!
میری دھڑکن کی صداؤں مین ہے بطحا! بطحا

مری آرزو ہے مدینہ! مدینہ
ملے نعت کا بھی قرینہ

بہ حیثیت مجموعی اکرم باجوہ کی نعت گوئی سادہ، سہل اور ابہام سے پاک ہے ان کی اکثر نعتوں کا لب ولہجہ لحن وترنم کے حوالے سے نہ صرف موزوں اور پُر تاثیر ہے بلکہ قارئین وسامعین میں مقبول ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے خصوصاً مناسب ردیفوں والی نعتیں خوش آہنگ ہیں۔

حضور اکرمؐ سے محبت وعقیدت کا جذبہ ان نعتوں کی تخلیق کے پس منظر میں لَو دے رہا ہے خصوصاً اکرم باجوہ کے وہ نعتیہ اشعار جو مدینہ شریف کی حاضری اور اس دیارِ قدس کی یاد میں لکھے گئے ہیں پُر اثر ہیں 'قلم سے روشنی پھوٹے' کے یہ شعر دیکھئے جن کے اندر دلی کیفیات اور اظہار کی تاثیر کا امتزاج نمایاں ہے۔

جس کا تری رضا کے مطابق ہو اختتام
ایسا مرے خدا مجھے آغاز بخش دے

اکٹھے ہوں گے پیاسے جس گھڑی سب حوضِ کوثر پر
پیوں گا سیر ہو کر مَیں بھی جامِ مرسلِ اعظمؐ

کس قدر مجھ پر گھٹن تھی ریگزارِ وقت میں
مَیں نے جو حرمین میں لمحے گزارے کیا کہوں؟

ہے ایسی کون سی ہستی جو رحمت کا سمندر ہے
سوائے سرورِ عالمؐ ، سوائے سرورِ عالمؐ

دونوں شہروں کی اپنی ہی پہچان ہے
ایک لبیّک ہے ایک صلِّ علیٰ

یہی ایمان ہے میرا، یہی میرا عقیدہ ہے
رسالت کے حوالے سے بیاں توحید کرتا ہوں

اکرم باجوہ کے لئے نعت کا موضوع رسمی نعت کا اظہار نہیں بلکہ رسالت مآبؐ کی ذات مبارک، سیرت طیبہ اور آپ کے پیغام بابرکت کے شعور کا تقاضا بھی کر رہا ہے وہ خود کہتے ہیں:

ہوتی ہے نعت معرفت آگہی کے ساتھ

ان کا یہ مصرع محض ایک مصرع نہیں معاصر نعت نگاروں کے لئے پیغام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نعت کے باب میں اکرم باجوہ کی سعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور انہیں مزید توفیقات سے نوازے۔ آمین

میں اپنے تاثرات کو ایک رباعی پہ ختم کرتا ہوں:

نعت اکرم باجوہ کی اُلفت سے پڑھ
ہے ذوق اگر ثنا کا چاہت سے پڑھ
ہر نعت 'قلم سے روشنی پھوٹے' کی
اخلاص سے، شوق سے، عقیدت سے پڑھ

❖......❖......❖......❖

نگاہِ مصطفٰے: شاہدہ لطیف

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر منظر نامے کی تشکیل میں خواتین بھی اپنا حصہ ڈال رہی ہیں ویسے تو ابتدائے اردو ہی سے اکّا دکّا ایسے نعتیہ اشعار مل جاتے ہیں جن کی نسبت خواتین سے ہے مگر آج سے قریباً سو سال قبل 'گلبنِ نعت' (مطبوعہ مفید عام پریس لاہور ۱۹۰۵ء) کے نام سے ایک مختصر سا مجموعہ ہے جو نعت کے حوالے سے کسی خاتون کا پہلا مجموعہ ہے۔ خاتون کا نام زینت بی بی تھا اور مہجور تخلص __ اوّلین نسائی دیوان نعت کے علاوہ 'گلبنِ نعت' کا ایک تخصّص یہ ہے کہ اس میں شامل نعتیں کچھ ہی دنوں کی تخلیق تھیں شاعرہ نے ان نعتوں کی شانِ نزول میں بتایا ہے کہ انہیں خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت ہوئی اور اُس کے نتیجے میں یہ نعتیں تخلیق ہوئیں۔ 'تذکرہ نعت گو شاعرات (مرتبہ ابوسلمان شاہجہاں پوری، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء) میں بھی ایسی شاعرات کا ذکر ہے جن کی عقیدت نگاری قابلِ داد ہے اس تذکرے میں شاعرات کے نعتیہ اشعار، قطعات، خمسے اور نعتیں شامل ہیں)۔

شاعرات کے جداگانہ نعتیہ مجموعے زیادہ تر قیامِ پاکستان کے بعد خصوصاً گزشتہ صدی کے آخری ربع میں چھپنا شروع ہوئے بلاشبہ نعتِ رسولِ اکرمؐ کا مرکزی موضوع وہ عقیدت ومحبت ہے جو امّتِ مسلمہ رنگ و نسل، زبان و مسلک اور کسی صنفی تفریق کے بغیر یکساں طور پر حضور اکرمؐ کی ذاتِ مبارکہ اور سیرتِ طیبہ سے رکھتی ہے احساسات و جذبات کے حوالے سے اس عقیدت کے اظہار میں ایک لطیف سا امتیاز ضرور ہے نعت گو شاعر اور نعت گو شاعرہ کی زبان و بیان میں موضوع کی قدرِ مشترک کے باوجود جذباتی حساسیت (Sensitivity) کا فرق واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے فکر کی رفعت اور جذبے کی گہرائی کی میکانکس اور کیمسٹری ہر ایک کی مختلف ہے ہم صنف

تخلیق کاروں کی بھی چہ جائیکہ مختلف جنسوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی ـــــ اس لطیف فرق کا اندازہ اخلاص سرشت تخلیقی ساعتوں کی عطا ان بیانیوں سے ہوتا ہے جو طبع زاد اور جذب نژاد ہوتے ہیں مَیں معذرت خواہ ہوں کہ اس ایک جملے میں دو تین ایسی تراکیب آ گئی ہیں جو معمول کے اسلوب سے ہٹی ہوئی ہیں اور شائد بعض قارئین کے لئے کچھ غیر واضح بھی ہوں مَیں دراصل یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نعت کے عام مرکزی دھارے میں لکھنے والے نعت نگار خواہ ان کا تعلق کسی بھی صنف سے ہو اس لطیف فرق کو نہ تخلیق کر سکتے ہیں اور نہ ایسی نعتوں کو پڑھ کر ان سے جداگانہ طور پر محظوظ ہو سکتے ہیں یہ ان کی جبلّی مجبوری ہے آدمی کی کیمسٹری کیسے بدلی جا سکتی ہے؟ جذبہ کی تفہیم اور پھر اس کی ترسیل ہر تخلیق کار کا اپنا مسئلہ ہے اور اس کا تعلق اس کی فطری (In built) نا قابلِ تبدیل جبّلی کیفیت اور استعداد سے ہے۔ تقلید کی بات اور ہے ہمارے اکثر نعتیہ شاعر افکار و اظہار کے ایک مرکزی دھارے میں رہتے ہیں ماحول کے مطابق زیادہ تر معمول کی شاعری کرتے ہیں خصوصاً نعت کی بعض معروف زمینیں اور میلانات ہیں جن میں مضامین ایک ہی اسلوب میں بیان ہوئے ہیں وہ اس فضا میں مصروف کار رہتے ہیں۔ نعت میں نادرہ کاری نئی شعری زمینوں کے استعمال سے آتی ہے جو کم کم لوگوں کی تخلیقات کا مقدّر بنتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور جاں سپاری کے جذبات ہر نعت نگار کا اثاثہ ہیں اس کا فن شیفتگی و فدویت کے جذبات سے جتنا ثروت مند ہوگا اس کی نعت میں جذب و تاثیر کے عناصر اسی نوعیت سے نمایاں ہوں گے نسائی لب و لہجہ میں عقیدت نگاری کی کیفیات اور تاثیر کا اظہار کچھ مختلف ہو جاتا ہے اس انفرادیت کی کئی وجوہات ہیں نفسیاتی، سماجی، لسانی، صنفی وغیرہ۔ اردو شاعری میں عقیدت نگاری کی روائت کا جائزہ لیں تو کئی مرد حضرات نے بھی اپنے جذبات کا اظہار نسائی لب و لہجہ میں کیا ہے اس روائت میں کچھ دخل ہندی اور پنجابی شاعری کا بھی ہے ان زبانوں کے کلاسیکی ادب میں محبت و عقیدت کا اظہار زیادہ تر نسائی لب و لہجہ ہی میں ہوا ہے اردو نعت کے قدیم انتخابات مثلاً بوستانِ نعت احمد علی کلانوری، (مطبوعہ ۱۳۴۹ھ) ـــــ بہارِ یثرب، دربارِ یثرب، گلزارِ یثرب، (مطبوعہ ملک فضل دین سکے ذئی لاہور) اور نعتیہ مجموعوں مثلاً 'چمن مناقب کا'، ممتاز گنگوہی (مطبوعہ مسلم پریس آگرہ وغیرہ) کی متعدد نعتیں شاعر حضرات نے لکھی

ہیں مگر ان میں اظہار شاعرات کے انداز میں کیا گیا ہے خصوصاً میلاد میں پڑھی جانے والی نعتوں کا ایک قابل ذکر حصہ نسائی لب و لہجہ کا حامل ہوتا ہے۔عصرِ حاضر کی شاعرات نورین طلعت عروبہ، بشریٰ فرخ وغیرہ کی طرح شاہدہ لطیف نے جب اپنے جذبات و کیفیات کا اظہار نسائی لب ولہجہ میں کیا تو جدید نعت اظہار کی ایک ایسی نئی جہت سے آشنا ہوئی جو اردو شاعری کی نعتیہ روائت میں جداگانہ پہچان رکھتی ہے اور نسائی محسوسات سے ملی ہوئی ہے۔

شاہدہ لطیف کا رنگِ نعت عام شاعرات سے کچھ مختلف ہے اس کی انفرادیت کا ایک تعلق ان نعتیہ زمینوں سے ہے جو شاہدہ لطیف کی نعتوں میں ندرت، شیفتگی اور والہانہ پن کی حامل ہیں شعریات سے منسلک لوگوں کو بخوبی علم ہے کہ جذب و محویت کی ساعتوں میں بعض ایسے مصرعے ذہن میں آجاتے ہیں جو اظہار کے امکانات سے نہ صرف لبریز ہوتے ہیں بلکہ ندرت بھی رکھتے ہیں شاعر کی انفرادیت کا بڑا حصہ شعری زمینوں کی اسی ندرت سے جڑا ہوتا ہے۔اِس حوالے سے شاہدہ کی نعت گوئی کا انداز کچھ مختلف ہے اُس کی انفرادیت کا ایک تعلق اُس فضا سے بھی ہے جو انہوں نے ان زمینوں سے تشکیل دی ہے۔شاہدہ کی نعتوں کے یہ مطلعے دیکھئے

حلیمہ ایسی دایہ کو ملا سردارؐ عالم کا
کہ جن کے دم سے روشن تر ہُوا دربار عالم کا

انوار و تجلّی کا سماں غارِ حرا میں
ہے اور ہی خوشبو کا جہاں غارِ حرا میں

اے وقارِ صبح نو! اے نورؐ ایماںؐ آیئے
زندگی ہے منتظر اے ماہِ تاباںؐ آیئے

بادشاہوں نے بھی دُنیا میں نہ پایا سب کچھ
آپؐ کے دامنِ رحمت کا ہے سایہ سب کچھ

ہر ایک تخلیق کا ہیں کردارِ مرکزی آپؐ
بہ صُورتِ روشنی ہیں موجود ہر صدی آپؐ

متاعِ نعت میں حرفِ سپاس رکھتے ہیں
اسی پہ طرزِ عمل کی اساس رکھتے ہیں

آپؐ کے ذوق کے صدقے مرا فن جاگتا ہے
نعت کہتی ہُوں تو معیارِ سُخن جاگتا ہے

اُٹھیں جو ہاتھ تو سارے سلام تیرے ہوں
مری نظر کے سبھی احترام تیرے ہوں

لبوں تک کو ادب آداب کے زیرِ اثر دیکھا
درِ اقدسؐ پہ خاموشی کو ہم نے با ثمر دیکھا

میرے آقاؐ مری مٹّی کو درخشاں رکھنا
ارضِ بے رنگ کو ہم رنگِ گلستاں رکھنا

چاند سُورج کہکشائیں مستعار
آپؐ سے لی ہیں شعاعیں مستعار

اِک نظر اِک نظر اِک نظر آپؐ کی
مَیں ازل سے ہُوں دریوزہ گر آپؐ کی

کرتا ہے دبے لفظوں میں فریاد مرا دل
کر دیجئے آزار سے آزاد مرا دل

غرض قلم کو فقط جامعُ الصّفات سے ہے
ہر ایک نعت محبت کی واردات سے ہے

شاہدہ نے ان نعتیہ زمینوں کے استعمال میں ندرت و جذب کے کئی کامیاب نمونے پیش کئے ہیں ان زمینوں میں لکھے گئے شعروں میں نا صرف الفاظ سلیقے سے برتے گئے ہیں بلکہ شاہدہ کے لب ولہجہ کی شائستگی بھی لائق تحسین ہے نعتِ رسول اکرمؐ کی صنف اپنے لکھنے والے سے جس ادب واحترام کا تقاضا کرتی ہے ان اشعار کی فضا اس سے معمور ہے۔

آج کی نعت کا بڑا حصہ چونکہ غزل کی ہیئت میں تخلیق ہو رہا ہے لہٰذا یہ بات اتنی غیر متعلق بھی نہیں ہمارے ہاں جدید تنقید کے اکثر میلانات اور روّیے مغربی زبانوں سے آئے ہیں جو وہاں کی شاعری کے محاسن کے تجزیے کا فریضہ تو نہایت باریکیوں سے ادا کرتے ہیں مگر یہ تنقیدی اُصول اور رویے غزل کے حوالے سے ٹھیک نہیں بیٹھتے شاعری کی مشرقی روایات اور غزل کے علائم ورموز کے حوالے سے 'غزل کی زمین کے امکانات' یا 'غزل میں زمین کی امکانی وسعت' کا موضوع جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے مختصراً یوں کہا جاسکتا ہے کہ غزل کی زمین جو عام طور پر اظہار میں ایک رکاوٹ نظر آتی ہے لیکن کبھی کبھار شاعر کو ایسے امکانات بھی سجھا دیتی ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے غزل کی ہیئت کی یہ پابندی وہ جبر ہے جو شاعر کو بن مانگے کچھ 'اَن دیکھے اور اَن چاہے' اختیار بھی عطا کر دیتی ہے۔ شاہدہ لطیف کے یہ شعر دیکھئے جو ایک ایسی ہی نعتیہ زمین کی عطا ہیں۔

ہوا کے موقلم سے بن رہے تھے نقش کیا کیا
عجب اک دلکشی دیکھی مدینے کے اُفق پر

تھے جتنے ابر پارے، جانے پہچانے مکاں تھے
مدینے کی گلی دیکھی مدینے کے اُفق پر

قطار اونٹوں کی تھی اے شاہدہ بادل کی صُورت
کسی نے کیا کبھی دیکھی مدینے کے اُفق پر

اس مجموعہ نعت میں ہیئتوں اور مختلف شعری صنفوں کی بوقلمونی بھی قابل توجہ ہے اس کی زیادہ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں کچھ آزاد نظموں اور کچھ معرّا نظموں کی صورت میں ہیں۔شاہدہ کے کئی نعت پاروں کی ہیئت مثنوی میں ہے ایسی نظموں کے جداگانہ عنوانات ہیں اکثر کا آہنگ بھی ایک ہے ہم آہنگ نظمیں کسی موزیک (Mosaic) سٹائل کے فن پارے کی طرح یہ نظمیں ایک طویل سیرتی نظم ہی کا حصہ لگتی ہے ایسی نظموں کے افکار وموضوعات حرمینِ شریفین کے آثار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔مثلاً شاہدہ لطیف کی نعتیہ نظمیں ___ جبلِ بوقبیس، جبلِ نور، جبلِ ثور، غارحرا، غزوہ بدر، غزوہ احد، صلحِ حدیبیہ ___ یہودی عورت، نصیحت ایک بڑھیا کی ___ یہ سب نظمیں مختلف اور یکساں آہنگوں کے باوجود ایک طویل سیرتی نظم کا تاثر دیتی ہیں جو حاضر کی نعت گوشاعرات میں شاہدہ کے تخصّص کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ایسے عنوانات والی نظمیں سیرتی حوالوں سے جداگانہ مطالعے کی متقاضی ہیں شاہدہ نے ان نعتیہ نظموں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے آثار اور واقعات کو بڑی شیفتگی سے بیان کیا ہے ان نظموں میں روانی کے علاوہ محاکاتی انداز کے اوصاف بھی موجود ہیں شاعرہ نے لفظوں میں سیرتی واقعات اور مقامات کی خوبصورت منظر کشی کی ہے محاکاتی طرز ادا نے ان نظموں میں تاثیر کے عناصر کا اضافہ کیا ہے نعت کے معاصر منظر نامے میں ایسی نظمیں کم کم نظر آتی ہیں جو سادگی و روانی سے سیرتِ حضورؐ کے مختلف پہلوؤں کی تصویر کشی کرتی ہوں اور نعت کی نصابی ضروریات کو پورا کرتی ہوں۔اردو نعت زیادہ تر غزل کی ہیئت واسلوب میں ہے وہ بلیغ و پُر معنی نظامِ فکر رکھنے کے باوجود اس قصّہ پن، واقعاتی تسلسل اور روانی اظہار سے عاری ہے جو نظم کی عطا

ہوتی ہے،(میں یہ بات ضروریات نصابات کے حوالے سے کہہ رہا ہوں کہ سکول، کالج کی سطح پر تفہیمِ مطالب کے لئے نظم کا اپنا ایک کردار ہے)۔مولیٰنا شبلی نعمانی اور علامہ اقبال نے سیرتی آثار و احوال اور واقعات کے حوالے سے کئی موثر نظمیں لکھی ہیں مگر آج کے نعت نگاروں نے ادھر کم توجہ کی ہے (آج سے قریباً تیس سال پہلے 'انگریزی نصابات میں حمد و نعت کی ضرورت و اہمیت' پر ایم ایڈ کے ایک مقالے کی نگرانی کرتے ہوئے مجھے احساس ہُوا کہ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کی سطح پر انگریزی تو دور کی بات ہے اردو زبان میں ایسی نعتیہ نظموں کی کمی ہے جو سادہ رواں دواں موثر اور لائقِ نصاب اسلوب کی حامل ہوں۔ مقالہ نگار جدران کا یہ مقالہ احمد فراز کی نگرانی میں نیشنل بُک فاؤنڈیشن پاکستان میں اُسی زمانے میں شائع ہو چکا ہے)۔

شاہدہ لطیف کے سیرتی نظموں میں سے ایک نظم 'حجرِ اَسود' دیکھئے۔

حجرِ اسود کا لے کے ہم' بوسہ
ایسی سرشار کیفیت میں ہیں
لبِ جنّت کو چُھو لیا جیسے
کیوں نہ در آئے دل میں ایسا خیال
حجرِ اَسود کو میرے آقاؐ کا
لمسِ دستِ شفیق حاصل ہے
گو فقط ایک سنگ پارہ ہے
سب جواہر سے قیمتی ہے یہ سنگ
کوہِ نُور اس کے سامنے بے آب
مہر و مَہ اس کے چُھونے کو بے تاب
ربطِ جنّت کا خاص مظہر ہے
اس لیے دم بہ دم معطّر ہے

آپؐ سے محبت و عقیدت کہ نعت کی صنف کا مرکزی موضوع ہے شاہدہ لطیف کی نعتوں میں جذبات کی بڑی سچائی اور گہرائی سے ظاہر ہوئی ہے آپؐ کی ذات والا تبار، آپؐ کے

روضہ اقدس ،حرم نبویؐ کی فضا، جالیوں، زائرین، دربانوں کی آواز، وہاں کا ہجوم، وہاں لباسِ بشر میں چلتے پھرتے نوری، مدینے کا ماحول، افق، ہوائیں، ذرّے، مدینے کے نام اور ماحول سے جڑے ہوئے متناسبات سے شاہدہ لطیف کی وابستگی کا اظہار پُر تاثیر اور دلآویز ہے۔ان تمام آثار و احوال کو جو حرم پاک کی زیارت میں ایک روحانی تجربے اور سرمدی واردات کی طرح تخلیق کار کے دل کو ابدی سرشاری عطا کرتے ہیں، شاہدہ نے بڑی خوبی سے اپنی نعتوں میں پیش کیا ہے یہ شعر دیکھئے:

جھونکا کوئی چھو آئے گا جو گنبدِ خضرا
بہلا کے مرے صحن تلک اُس کو صبا! لا

میں آنکھیں بند کر لوں تو
سفر سمجھو کہ آدھا ہے

آنے دے قرار آنے دے، آنے دے مدینہ
''آجائے گا آجائے گا'' اس طرح نہ بہلا

دے رہی ہُوں پیامِ محبت یہاں
اور کہلاؤں گی نامہ بر آپؐ کی

مظہر ذُوالجلال والاکرام
میرا انعام صرف آپؐ کا نام

یومِ حساب آپ کا دیدار! جب تلک
محشر کا انتظار قیامت کا انتظار

زہے نصیب مرے ہاتھ! شکریہ تیرا
سنہری جالی کو چُھونے میں کام یاب ہُوا

ہے الزام کا خوف لے جاؤں ورنہ
مَیں دامن میں بھر بھر مدینے کے ذرّات

مَیں اِس پر گزاری ہُوئی عمر واروں
جو جالی سے قُربت کی ساعت ملی ہے

لوگ تو لوگ، ہواؤں نے بھی روکا تھا ہمیں
جالی! مت پوچھ کہ ہم کیسے وہاں تک پہنچے

ہو خبر گلشن میں آتے ہیں رسولؐ اے شاہدہؔ
آگے آگے رکھوں میں کانٹوں پہ گال اُنؐ کے لئے

وفا نبھاؤں مدینہ کے ذرّے ذرّے سے
کہ اِس عمل کا تعلُّق مِری حیات سے ہے

جس نے کسی کو پیچھے کیا آگے بڑھنے کو
کیا وہ سنہری جالی کا حق دار ہوگیا !

مدینہ کے ماحول اور مواجہ کی فضا پرنعت کے ہزاروں شعر ہوئے شاہدہ لطیف کے کتنی آسانی سے کہے ہوئے ان شعروں میں مؤثر حقیقی تمثالوں کی حس آمیزی قابلِ ستائش ہے شاہدہ نے جذبات وحسیات کو محاکات کی جس صورت میں پیش کیا ہے وہ پُر تاثیر ہے یہاں مجھے حافظ بیلی

بھیتی کی نعت کا ایک خوبصورت شعر یاد آیا ہے۔وہ کہتے ہیں:

اے ضعف مدد کر، درِ احمدؐ پہ گرا دے
دربان کہے 'اُٹھ' کہوں 'اٹھا نہیں جاتا'

کیا محاکاتی اسلوب ہے! اپنے جذباتی اظہار کو حقیقت آشنا رکھنے کے لئے ضعف سے مدد مانگی جا رہی ہے درِ احمد پہ حاضری کا مسئلہ ہے یہاں جھوٹ اور حیلہ بہانہ سے بھی کام لینے کا سوچا بھی نہیں جاسکتا وہاں زیادہ دیر رکنے کی آرزو بھی ہے دربان کا وہاں سے جلدی گزر جانے کا تقاضا بھی ہے ــــــ شعر اور جذبے کے کتنے قرینے اور ان سے وابستہ تلازمات کے کتنے سلسلے اس شعر کی محاکاتی فضا میں در آئے ہیں۔

پڑھنا تھا درُود اور زباں گنگ ہوئی تھی
''آگے بڑھو آگے بڑھو'' آواز سُنی تھی

جنت میں نہ کیوں کر ہمیں پہچانیں ملائک
تکتا ہمیں ہوگا حرمِ پاک میں ایک اک

فلک پہ ہم جا پہنچتے ہیں' جب
سنہری جالی کو چومتے ہیں

شاہدہ اُنؐ کو دیکھنے کے بعد
کیا زمیں دیکھوں کیا فلک دیکھوں

شاہدہ کے ان شعروں میں بھی ماحول مواجہ کی کیفیت کا پُر تاثیر بیان ہے اشک سے فرش مواجہ کے میلا ہونے کا خیال نعت کی تاریخ میں (مری دانست میں) پہلی بار آیا ہے۔

یہ شعر محبت و ماحول مدینہ کی عطا ہیں ان میں نسائی طرزِ محسوسات اور اسلوبِ بیان کے حامل شعر جداگانہ کیفیت رکھتے ہیں بعض شعر ان میں ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا

ہے کہ یہ لکھے نہیں جاتے ہو جاتے ہیں۔ان 'ہو گئے' شعروں میں محاکات کے کیا دلآویز نمونے ہیں دیکھئے

ساری کی ساری کائنات ہے عکس
اور اُنؐ کا مقام آئینہ

آنکھ مصروف ہے وضو میں' رہے
صبر کرنے کو دل سے کون کہے

وہ لفظ باطن میں جُھومتے ہیں
جو سبز گُنبد میں گونجتے ہیں

قدم بوسی کرتے رہے ہیں نبیؐ کی
''فرشتے سراسر'' مدینے کے ذرّات

تڑپ کر اس تصوّر کی مَیں از خود ہو گئی قیدی
سنہری جالیوں کا جال تھا ہر دم جدھر دیکھا

شاہدہ کی نعت میں تشبیہہ، استعارہ کی بعض صورتیں دیکھئے

تمنّا کو چھپاؤں کیا
تمنّا خود لبادہ ہے

مری آنکھوں کی دو جو پُتلیاں ہیں
مدینے کے چمن کی تتلیاں ہیں

مدینے کی طرف مَیں گامزن ہُوں
مرے تلووں میں کیسی بجلیاں ہیں

دین و دُنیا سنوارنے کے لئے
ذکرِ خیرُ الانام آئینہ

مری انکساری کے ہیں استعارے
جو پہنچے ہیں سر پر مدینے کے ذرّات

شاہدہ نے نعت نگاری کے وجد آفرین لمحات میں اپنے ہم کاروں اور وطن کو بھی یاد رکھا تمام نعت نگاروں سے محبت اور ارض پاک کے لئے خیر و برکت کی دعائیں، ان کے نعتیہ مضامین و موضوعات میں شامل ہیں۔ یہ شعر دیکھئے

اک خیر فقط چاہوں گی مَیں پاک وطن کی
جب پوچھیں گے وہ ''مسئلہ بتلاؤ تمہارا !''

دنیا میں کئی فِرقے مسالک ہیں، مجھے کیا
اِخلاص مِرا حُسنِ عقیدت، مِرا ایماں

مانگوں نہ اور اِس کے سوا مَیں دُعائے خیر
قائم ہو میرے پاک وطن میں فضائے خیر

یہ وہ شعر ہیں جن سے نعت کی صنف 'موضوع محض' سے با قاعدہ فن کا درجہ اختیار کرتی ہے نیت کا اخلاص اس فن کی اضافی خوبی ہے بلکہ بنیادی خوبی ہے جس کی برکت دوام رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کے کائنات پر سب سے بڑے احسانؐ کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ادب و

احترام پہلا لازمہ فکری نزاکتوں اور صداقتوں کے اظہار کے ساتھ لوازماتِ فن کے اہتمام کی پوری کوشش کرنا علامہ اقبال کے لفظوں میں معجزہ فن کی تخلیق کے سفر کا زادراہ ہے

ایک بھرپور صحافتی زندگی اور متعدد کتابیں لکھنے کے بعد صنفِ نعت کی طرف شاہدہ لطیف کا رجوع ان کی تخلیقی صلاحیتوں کی مبارک قلب ماہیئت ہے پہلے یہ صلاحیتیں ''انٹرٹینمنٹ'' کی ترتیب وآرائش میں صرف ہوتی تھیں اب وہ صلاحیتیں رُوبہ نعت ہورہی ہیں پہلے ان کی تحریریں ،صحافتی تقاضوں ،سفرناموں کی رنگارنگی اور دلچسپیوں کا مظہر تھیں اب شاہدہ کے تخلیے یادِحرم سے آباد ہیں یہ خاص عطائے ربیّ ہے کہ وہ دنیاداری میں پھنسے ہوئے شب وروز میں سے کچھ لمحے اپنے بندوں کو اپنی یاد میں بسر کرنے کی توفیق بخش دیتا ہے۔بقول کسے ؎ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں۔

فکروفن اور جذب وبیاں کی یہ روّیہ ساز تبدیلی شاہدہ کی نعتوں میں بڑے قرینے سے جلوہ گر ہوئی ہے اس سے قبل ان کے سفرنامہ حرمین ''بیت اللہ پر دستک''میں جن عقیدتوں کا اظہار ہُوا تھا زیرِ نظر کتاب میں وہ عقیدتیں زیادہ والہانہ پن سے ظاہر ہوئی ہیں ان کے قارئین کے لئے یہ خوشگوار تبدیلی زیادہ حیرت کا باعث نہیں ہونی چاہیئے زبان وبیان کے شعری اسالیب سے شاہدہ کا تعلق دیرینہ تھا اب ان کے محسوسات کا تناظر بدلا ہے تو ماضی کی ساری ریاضت کو اظہار کی ایک نئی جہت مل گئی ہے یہ جہت ان کو ایک ایسی بے کرانی میں کھینچ لائی ہے جس میں قدم قدم پر نئی حیرتیں اور گام گام پر نئی سرشاریاں ہیں۔نعت کے حوالے سے میرا ایک مطلع ہے

؎ آدمی کس طرح نعتِ شاہِؐ عدنانی کہے
کچھ کہے، تو اس میں مخفی، روحِ رحمانی کہے

ہم خطاکاروں نے نعت کیا کہنا ہے خاکِ آدم میں خالق نے جو اپنی روح پھونکی تھی وہ ازل سے سفر کرتی ہوئی ہم تک بھی آئی ہے (اور قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں تک میں اپنا وجود قائم ودائم رکھے گی) سو یہ جو ہم سے کبھی کبھار حمد ونعت اور منقبت وسلام کے شعر ہو جاتے ہیں یہ اسی روح رحمانی کا فیضان ہے۔۔۔۔۔جیسے جیسے یہ فیضان بڑھتا ہے وہ روح زیادہ رُوبہ عمل (Activate) ہوتی ہے تخلیق کاروں کے دل اور تخلیے عقیدت نگاری کی روشنی سے آباد ہوتے ہیں

ان کے جذب وفن پرتجلیات الہیٰ کا نزول ہوتا ہےاور پھر نہ جانے کہاں سے خوشبوئیں کاغذوں پر اُترتی ہیں۔اور بقول شاہدہ:

کُچھ لفظ جُوں ہی نعت میں آئے، چمک اُٹھے
تازہ ہَوا میں جیسے پرندے چہک اُٹھے

وفورِ شوق میں اشکوں نے جب لکھا آقاؐ
ستارۂ سحری سا چمک اُٹھا آقاؐ

اُس خلدِ بیکراں کے بھی قابل ہوں کاش ہم
مونگے کے پھول ہیں جہاں، نیلم کی گھاس ہے

جو میں عہدِ نبیؐ کی آنکھ ہوتی
مسلسل یاد میں نمناک ہوتی

قدم قدم پہ ستارے ہوں تیری رحمت کے
جہاں بھی گزریں، مرے صبح وشام تیرے ہوں

ایسے شعروں کے بارے میں مَیں نے کہا تھا کہ ایسے شعر کہے نہیں جاتے ہوجاتے ہیں کبھی کبھار غزل کی ہیئت میں کوئی ایسی شعری زمین مل جاتی ہے جس میں ایسے شعر ہوجانے کے امکانات ہوتے ہیں ایسا صرف غزل ہی کی زمین میں ممکن ہے۔شاہدہ لطیف کا یہ مجموعہ نعت ایک نئی مسافت کا بڑا بابرکت خیز پڑاؤ ہے۔اللہ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور وہ صنف نعت میں اپنی شعری صلاحیتوں کا مزید اظہار کریں۔(آمین)

❖......❖......❖......❖

زہے مقدر: نورین طلعت عروبہ

حمد و نعت کی تاریخ خود شاعری ہی کی ہم عمر ہے۔ اس عالم ہست و بود میں نعت گوئی کی ابتدا خاتم الانبیاء شافع محشر سرور کائنات کی حیات مبارکہ میں ہی ہو گئی تھی۔ سب سے پہلی نعت تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ ''ورفعنا لک ذکرک'' عالی مرتبہ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے سرکار دو عالمؐ کی مدحت کا اعزاز پایا۔ خلفائے راشدین نے آپ کی ثناء کا شرف حاصل کیا حضرت حسان بن ثابت کو فخر موجودات کے روبرو نعت پڑھنے کی جو سعادت ملی وہ انہی کا حصّہ ہے۔ خواتین میں آپ کی لاڈلی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی نعتیں انتہائی دلکش ہیں۔ سادہ سے الفاظ پڑھتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں۔ آپ کے ایک شعر کا ترجمہ ہے کہ ''حضور کی جدائی میں یہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں یہ مصیبتیں اگر ''دنوں'' پر ٹوٹتیں تو دن'' راتوں میں تبدیل ہو جاتے'' اس وقت سے لے کر آج تک رسول کریمؐ کی شان میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کا سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ثناء خوانوں کی یہ محبت جاری رہے گی۔ آپؐ سے محبت اور نسبت ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے اور نعت گو شعرا اپنی محبت و موّدت کو الفاظ میں ڈھال کر اسے مزید مضبوط کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں زمانہ قدیم سے ہی مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی مدحت کا اعزاز حاصل رہا ہے مسلمان جن جن علاقوں میں پہنچے اور انہوں نے جن جن زبانوں میں شاعری کی ان میں خواتین کی لکھی ہوئی نعتوں کے کچھ نمونے بھی موجود ہیں۔ اردو زبان کو یہ تخصّص حاصل ہے کہ اس میں خواتین کے جداگانہ نعتیہ مجموعے بھی مل جاتے ہیں اردو میں ایسے مجموعوں کی تعداد عربی اور فارسی سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ان مجموعوں میں موجود نعتوں کی تعداد خاصی کم ہے۔

نورین طلعت عروبہ، غزل کی ایک معتبر شاعرہ ہیں زمانہ طالب علمی میں ہی انہوں نے نظم و

غزل کے ڈھیروں انعامات جیت کر اور بہر کم عمری میں کل پاکستان مشاعرے پڑھ کر ادب کی دنیا میں قدم رکھ دیا تھا۔ غالب گمان یہی تھا کہ وہ نظم وغزل کے مجموعے کے ساتھ کتاب قبیلے میں شامل ہوں گی لیکن انہوں نے اپنی پہلی نعتیہ کتاب ''حاضری'' کے ساتھ حاضری لگوا کر اپنی انفرادیت کو قائم رکھا۔ نورین طلعت عروبہ کا نعتیہ مجموعہ خواتین کی نعتیہ شاعری کی روایت میں ایک ''معتبر'' اور ''خوشگوار'' اضافہ ہے۔ ''معتبر'' اس لئے کہ اس نعتیہ مجموعے میں شامل نعتیں اپنے فکری اور معنوی معیار کے حوالے سے ایک جداگانہ تخصّص اور اعتبار رکھتی ہیں۔ ''خوشگوار'' اس لیے کہ مضامین وموضوعات کے بیان میں نورین نے جو پیرایۂ اظہار اختیار کیا ہے وہ تاثیر اور اخلاص کے حوالے سے نہایت خوشگوار ہے ان کے پہلے نعتیہ مجموعے ''حاضری'' میں 72 نعتیں ہیں جس کے بارے میں معروف شاعر انور مسعود صاحب نے کہا ''واہ واہ، نورین نے کیا کربلائی عدد چُنا ہے'' ہمارے ہاں اکثر مرد شعراء کے مجموعوں میں بھی نعتوں کی اتنی بڑھ تعداد موجود نہیں ہوتی۔ ایک مکمل اور جدید نعتیہ مجموعے کی خالق کی حیثیت سے نورین نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ قابل تقلید ہے اور ان کے بعد مزید شاعرات نے بھی نعتیہ مجموعے ترتیب دینے شروع کر دیئے ہیں۔ نورین طلعت عروبہ کی اس خوبصورت کتاب کو گورنر پنجاب اور وزیراعظم پاکستان نے ایواڈز اور انعامات سے نوازا ہے۔ میری دعا ہے کہ ان کی یہ کوششیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوں اور سامان نجات بھی (آمین)

مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ نورین کی نعت کا سفر جاری ہے۔ ان کی نعت گوئی کا نمایاں وصف، ان کا ذات رسالت مآب سے فریفتگی اور جاں سپاری کا جذبہ ہے جو تخلیق نعت کے تمام مراحل میں ایک جذبۂ محرک کی طرح ان کے ساتھ ساتھ رہتا ہے یہ فریفتگی اور جاں سپاری محض ایک روایتی روّیے کی طرح صرف ان کی شریک ہنر ہی نہیں بلکہ ایک مستقل روّیے کی طرف ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ نورین نے سیرتِ اقدس کا مطالعہ بھی کیا ہے اور زندگی کے کئی سال سعودی عرب میں بھی گزارے ہیں جہاں انہیں متعدد بار اسلامی تاریخی آثار دیکھنے کا اتفاق ہوا ان کی نعت میں دلکشی ورعنائی، جذب وانہماک کی کیفیات کے پس منظر میں یہی مشاہدہ کارفرما ہے۔

ان کا اعزاز صرف یہی نہیں کہ وہ شاعرات میں پہلے باقاعدہ اور نئے انداز کے مکمل نعتیہ مجموعے کی خالق ہیں بلکہ جو بات انہیں معاصر شاعرات سے منفرد ٹھہراتی ہے وہ ان کا جدید تر لب

ولہجہ ہے جو بحیثیتِ مجموعی فکری وفنّی خوبیوں کی تازگی سے بھرپور ہے۔ گزشتہ صدی کے آخری ربع میں جو نعت لکھی گئی اس میں خواتین کی نعتیہ شاعری اسی آواز کی بازگشت ہے جو نعت کے عمومی انداز سے عبارت ہے اسی انداز نعت میں اخلاص کا اظہار جذبات کا عمومی رنگ اظہار لیے ہوئے ہے اس میں تخلیقی انداز اور نادرہ کاری نسبتاً کم ہے۔ خواتین کے ہاں تو یہ دُور کی بات ہے، نعت گو شاعروں کی بڑی تعداد بھی اسی عمومی انداز نعت کی حامل ہے نعت گو شعرا میں جن لوگوں نے اپنے تخلیقی انداز نعت سے ایک منفرد لب ولہجہ آغاز سفر ہی میں اختیار کیا ان میں نورین طلعت عروبہ کا نام نمایاں ہے ان کے پہلے مجموعہ نعت میں ہی وہ مستحکم بنیاد موجود ہے جو جدید طرز احساس سے عبارت ہے۔ یہ جدید طرز احساس یک رخی نہیں بلکہ نورین کی نعت نگاری کے مختلف پہلوؤں سے جھلکتا ہے۔ ان کے ہاں نعتوں کی تخلیق غزل ہی کی صنف میں ہوئی ہے سو انہوں نے غزل کے علائم ورموز، قوافی کی کلیدی حیثیت، ردیف کی معنویت اور مضمون کی ترسیل میں زیادہ مددگار (Supporting) ہونے جیسی خوبیوں کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کی نعتوں کے درج ذیل اشعار دیکھئے جو تازہ طرز احساس کے ساتھ ساتھ غزل کی دوسری خوبیاں بھی لیے ہوئے ہیں اور ان کی مہارتِ فن کے آئینہ دار ہیں۔

جو بھی لکھا ہے وہ انوار صفت لکھا ہے
اسم احمد نے یہ اعجاز قلم میں رکھا......

انہی کا نور تھا اس وقت جب جہان نہ تھا
اس ایک نور سے اب کائنات روشن ہے

دھوپ میں جب بھی پڑھا میں نے درود پاک کو
ایک پیارا ہاتھ مجھ کو سائباں تک لے گیا

بنایا لفظوں کو معتبر، ان میں روشنی کے چراغ رکھے
نبیؐ کے صدقے کہ جس نے سوچوں میں آگہی کے چراغ رکھے

یہ اشعار محض شاعرات کی نعت نگاری ہی کے حوالے سے نہیں بلکہ نعت کے موجودہ منظر نامے میں (جس میں نعت گو شعراء کی کثیر تعداد شامل ہے)۔نورین طلعت عروبہ کی انفرادیت کے عکاس ہیں۔جیسا کہ میں نے پہلے اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ صنف غزل میں ردیف وقوافی کا استعمال کلیدی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔نورین کے ہاں یہ وصف بہت نمایاں ہے کہ ان کے ہاں ردیف ترسیل فکر کے مرحلوں میں جذبہ وخیال کو مربوط اور Sizeable کرتی ہے۔ردیف کے ساتھ قوافی کا ماہرانہ استعمال ان کے اظہار کو مزید بلیغ اور دلآویز بناتا ہے۔درج ذیل مصرعے دیکھئے۔

لگتا ہے کہ ہم آئے ہیں افلاک پہن کر

یوں لگ رہا ہے جیسے چراغاں ہے دل کے ساتھ

غم کا مداوا، درد کا درماں، زخم کا مرہم آپ سے ہے

مطمئن سے ہو گئے دل کو زباں کرنے کے بعد

عجب کیا ہے جو میرا خواب بھی تعبیر ہو جائے

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو کامرانی اشک کی

ان اور ایسے بہت سے دوسرے مصرعوں کی حامل نعتیں قوافی اور ردیف کے استعمال میں ماہرانہ ریاضت کے ساتھ ساتھ نورین کی اس تازہ کاری کی بھی امین ہیں جنہوں نے ان کی نعت کو روش عام سے مختلف اور منفرد رکھا ہے۔

نورین طلعت عروبہ کی صنف نعت کے ساتھ وابستگی کے سفر کا دوسرا پڑاؤ ان کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔بقول کسے

نقاش،نقش ثانی بہتر کشید زاوّل

یہ مجموعہ ''زہے مقدر'' ذات رسالت مآبؐ سے ان کے تعلق خاطر کے مزید آفاق کا سمت نما ہے۔اس مجموعے کی نعتوں میں صنف نعت اور موضوع نعت کے ساتھ شیفتگی کے اظہار میں طرفہ قرینہ نظر آتا ہے۔اگر چہ اس مجموعے میں بھی نورین نے نعتیہ مضامین وموضوعات کے

لیے غزل ہی کی صنف کو برتا ہے مگر یہاں اظہار میں پہلے سے زیادہ پختگی نظر آتی ہے۔اس پختگی کی وجہ وارفتگی اور حق نسبت وخلوص ہے جس نے صنف نعت کو ’’اظہار محض‘‘ کی سطح سے اٹھا کر خالص شعری اور تخلیقی شائستگی کا درجہ عطا کیا ہے۔اس مجموعے کی نعتوں میں جدید طرز احساس کے ساتھ ساتھ بیان واظہار میں نادرکاری کے تازہ نمونے نظر آتے ہیں۔ یہ طرز احساس فکری قوت وابستگی اور شائستگی کے جوہر سے متصف ہے۔ یہ ’’نادرکاری‘‘ علائم ورموز اور زمینوں کی تازگی سے خاص ہے۔عصر حاضر میں جہاں نعت کی تخلیق کا گراف روزافزوں ہے۔درج ذیل مطلعے ملاحظہ کیجئے جو قوافی اور ردیف کے حوالے سے نعت کی تازہ کاری کی نشاندہی کرتے ہیں۔

روشنی صف بہ صف مدینے میں
گل بجاتے ہیں دف مدینے میں

وہ برگِ زرد کو پھر سے نہال کرتا ہے
نبیؐ کے شہر کا موسم کمال کرتا ہے

توصیف مصطفیٰؐ میں جو کام آئے حرف حرف
نازاں ہوئے نصیب پہ اجزائے حرف حرف

جمالِ خوابِ تمنّا میں گُم ہوا اور میں
فضائے شہرِ مدینہ میں گُم ہوا اور میں

قربِ انوار مدینہ سے چمکتا ہوا دل
چاند تاروں سے سوا خود کو سمجھتا ہوا دل

وہ خامشی میں، حروف بیان میں روشن
وفور شوق کی ہر داستان میں روشن

جہاں فضا کا مقدّر بنی ہوائے کرم
وہیں سے اوڑھ کے آئی ہے ردائے کرم

ان نعتوں میں اور اس طرح کی بہت سے دوسری نعتوں میں، نعت کا وہ منظر نامہ نظر آتا ہے جس نے اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں نعت کو سرتاج صنف سخن کا درجہ عطا کیا اور جس سے شاعری کی جملہ اصناف سخن کے تمام فکری وفنی محاسن کمال عقیدت واخلاص اور مہارت ومحنت کے ساتھ، خوش اسلوبی وشائستگی کے ساتھ جمع ہو رہے ہیں ۔ جذبات نگاری، عقیدت نگاری، حقیقت نگاری اور تاریخی واقفیت نگاری سے بیانیہ، خطابیہ اور اظہاریہ کے کم وبیش سبھی قرینے صنف نعت میں در آئے ہیں۔ آج کی نعت کے تجزیاتی مطالعے سے اس حقیقت کی تفصیلات کی جمع آوری بہ آسانی کی جاسکتی ہے کہ آج کی نعت فکری محاسن کے ساتھ ساتھ تشبیہہ واستعارہ، کنایہ، محاکات اور تمثال آفرینی سے لے کر عروض وآہنگ اور غنائیت کے خوبصورت نمونے لیے ہوئے ہیں۔ نورین کے مذکورہ بالا نعتوں میں سے بطور خاص

قرب انوار مدینہ سے چمکتا ہوا دل

اور

جمال خواب تمنا میں گم ہوا اور میں

کو بغور پڑھیے ان میں نئی نعت کی تازہ کاری نہ صرف یہ کہ لَو دے ہی ہے بلکہ نعت کے نئے لب ولہجے کے لئے ایک رجحان ساز، اسلوب تازہ کی نوید بھی سنا رہی ہے۔ خصوصاً پہلی نعت میں مہکتا، ہمکتا اور سرکتا قوافی کے ساتھ ''ہوا دل'' کی ردیف نے جو خوبصورت نعتیہ اشعار تخلیق کئے ہیں وہ نعتیہ مضامین کے اظہار میں ایک نئے اسلوبیاتی نظام کے امکانات کی خوشبو لیے ہوئے ہیں۔ نئی اردو نعت، جس کی چاپ گزشتہ صدی کے آخری ربع میں سنی گئی اور جس کے فکری وفنی خدوخال اجالنے میں اپنے اپنے انداز میں سینکڑوں نعت گو شعراء نے مقدور بھر کوشش کی، اس میں نورین طلعت عروبہ کی سعی، منفرد اور قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی کو قبول فرمائے۔ (آمین)

❖......❖......❖......❖

''آپ ﷺ''....... پروین سجلؔ کی یک کتابی نعتیہ نظم

غزل پرورده، شعری ماحول میں طویل نظم لکھنا اور اس کے لیے آشنا ماحول ملنا انبوہ سے کٹ کر اور بھیڑ سے ہٹ کر زندگی گزارنے والے ادب دوستوں کی تلاش اس حوالے سے ایک مشکل کام ہے کہ ادب دوست بہت کم ہیں اور اگر کہیں ہیں بھی تو بڑے ستورالحال، مفقورالخبر اور محدودالمعاشرت.....پچھلی صفوں میں بیٹھنے والے ہجوم میں بس تخلیے آباد کرنے والے۔

پروین سجلؔ کی یہ کتاب انھی معدودے چند لوگوں کے لیے ہے، اس کی پروین کو بھی خبر ہے اگر نہیں تو ہو جائے گی مگر یہ پریشانی اور اداسی کی بات نہیں، ندرتِ فن، تازہ کاری سے پیدا ہونے والی بطمعی کی نشانی ہے کہ بقول اقبالؒ:

ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

غزل ہیّتی اصناف میں بلاشبہ سب سے مقبول مؤثر اور بلیغ صنف ہے جو ہزار سال سے زائد عرصے سے اپنی تاثیر کا جادو جگا رہی ہے معاصر شعری منظرنامے میں نعتِ رسولؐ کا قریب قریب مکمل ظہور (نوّے پچانوے فی صد) غزل ہی کی صنف میں ہو رہا ہے، اظہار و بیان کے مائل بہ غزل ہونے اور رہنے کے کئی اسباب ہیں جو اپنی جگہ درست اور حقیقی ہیں مگر یہ بھی ایک ناقابلِ تردید سچ ہے کہ بقول غالبؔ:

بقدرِ شوق نہیں ظرف ِتنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

پروین سجلؔ جو ہماری شاعری کے مروجہ مزاج سے کچھ ہٹ کر اظہار طلب ہیں انھوں نے بھی بیان کے بارے غزل کی تنگ دامانی کو محسوس کیا اور اس بار ایک طویل یک کتابی نظم کو آپ شوق کے اظہار کے لیے منتخب کیا وہ کچھ عرصے سے عشقِ حقیقی اور ایمانیات سے انسلاک رکھنے والے موضوعات پر لکھ رہی ہے گزشتہ مہینوں میں قرآن کریم کی کئی سورتوں یعنی تیسویں پارہ پر تاثراتی نظموں کے حوالے سے کام میں منہمک رہنے سے ان کے تخلیقی مزاج پر اس مواد کے اثرات پڑنا ایک لازمی امر ہے۔ پروین سجلؔ جس کی طبیعت میں پہلے ہی مذہبی رجحانات تھے ،قرآنی آیات پر کام کرنے سے اخلاقیات اور جمالیات کے ان تشریحی پہلوؤں کے اور قریب ہوئیں جو الہامی کلام کے مطالعے اور آیاتِ ربانی پر غور و فکر سے منسلک ہوتے ہیں۔

پروین سجلؔ کی تازہ تصنیف پر جن پہلوؤں سے گفتگو ہو سکتی ہے ،ایک اس کا فکری پہلو، دوسرے اس کی ہیّت اور تیسرا اس کا مجموعی تاثر، جہاں تک اس نظم کے موضوع اور فکر کا تعلق ہے جیسا کہ پہلے بھی نشاندہی کی گئی ہے ،اس کے ڈانڈے عشقِ حقیقی اور نعت سے ملتے ہیں،نعت ہماری فارسی ،اردو اور علاقائی پاکستانی زبانوں (پنجابی،سندھی وغیرہ) کا قدیم موضوع ہے۔ ہماری کلاسیکی شاعری پر اس کے گہرے اثرات ہیں،جدید دور میں نعت کی ایک مؤثر لہر ہمارے شعری ادب میں سرسراتی محسوس ہوتی ہے ،اس کی ایک شکل ان انجمنوں اور حلقوں کی ہے جو صوفی ازم کے ماڈرن تصور کے حامل ہیں اور جن کے اشغال واذکار مغرب کے زیر اثر ہیں ۔تصوف جن کی واردات نہیں مگر جن کی گفتگو میں صوفیانہ اقوال نمایاں رہتے ہیں ذرا اور کھل کر کہیں تو تصوف جن کا حال نہیں قال ہے اور ایک فیشن.....لیکن اسی ماحول میں نئی نسل کے بعض ذہن ایسے بھی ہیں جو فطری طور پر تصوف دوست اور مذہبی اطوار و عبادات کے حامل ہیں جو خالق اور مخلوق کے تعلق پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور صوفیانہ افکار جن کے مزاج کا فطری حصہ نظر آتے ہیں۔

پروین سجلؔ کی زیرِ نظر کتاب کا مرکزی موضوع بھی نعتیہ واردت کا اظہار ہے مگر یہ اظہار

سطحی نہیں، ایک موثر نعتیہ اظہار کی صورت میں ہے۔ ''آپ ﷺ'' اس کی طویل نعتیہ نظم ہے جو پاکستانی نعت کے معاصر منظر نامے میں ایک منفرد اضافہ ہے۔ نعتِ رسولؐ نے گزشتہ نصف صدی میں معیار اور مقدار دونوں حوالوں سے ایک کامیاب سفر طے کیا ہے۔ اس نصف صدی میں چھپنے والی نعت و دستاویزات کی تعداد سینکڑوں نہیں ہزاروں میں ہے۔ نعت کے اس اثاثے میں نعتیہ دیوان نعتیہ مجموعے مختلف رسائل کے نعت نمبر اور خصوصی سیرتی شماروں کے علاوہ نعتیہ منتخبات اور گلدستوں کے ساتھ یک کتابی نعتیہ مجموعے بھی شامل ہیں۔ مخمنا، عبدہ، حمطایا، فارقلیط (عبدالعزیز خالد) دارین (احسان دانش) رحلِ نظر (مہدی نظمی) فخرِ کونین (محشر رسول گرامی) معراجِ سفر (حافظ لدھیانوی) مدحت رسولؐ کی (شکیل اورنگ آبادی) اور صلصلہ اطبرس (عمیق حنفی) خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔

ان یک کتابی نعتوں میں عبدہ اور صلصلہ اطبرس کے علاوہ دوسری نعتیں شعری اصناف کے کلاسیکی ہیتوں پر مشتمل ہیں یعنی غزل، مثنوی، مسدس، قطعات وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ نعتیہ شاعری کے عصرِ حاضر میں (جس کا آغاز علامہ اقبالؒ کے بعد کی نعتیہ شاعری سے ہوتا ہے) ان یک کتابی نعتیہ نظموں نے اردو نعت میں ایک شاندار اضافہ کیا طویل نعتیہ کتابوں کا یہ دور حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام سے ہوتا ہے جو مثنوی کی صورت میں ہے اور حضور اکرمؐ کی سیرت و سوانح کے ساتھ آپؐ کے غزوات اور اسلامی تاریخ کے اہم واقعات کے بیان پر مشتمل ہے۔ عمیق حنفی صلصلۃ الجرس کی ہیّت مختلف اضافات پر مشتمل ہے اور عمیق حنفی نے اس میں اظہار کے کئی اسلوب استعمال کیے ہیں۔ عبدہ آزاد نظم کی ہیّت میں ہے۔

پروین سجل کی ''آپ ﷺ'' بھی آزاد نظم کی ہیّت میں ایک اہم اور منفرد طویل یک کتابی نعت ہے۔ اس کے موضاعات سیرت رسول اکرمؐ کے سوانحی پہلوؤں کے ساتھ آپؐ کے اخلاقِ حمیدہ اور شمائل عالیہ کے بیان سے عبارت ہیں اس مضمون کے آغاز میں تصوف کے حوالے سے جو بات کی گئی تھی وہ پروین سجل کی نعتیہ نظم سے ایک قرینے کے ساتھ بین السطور جھلکتی ہے اور

قال کی بجائے ذاتی واقعات اور واردات کا اثر لیے ہوئے ہے۔

پروین سجل نے اس کتاب کا انتساب ''مقام قاب قوسین'' کی جلوہ نمائی کے نام کیا ہے اور اس کے ذیلی عنوان میں ''ایک مداح سرا، خیال انگیز نظم'' کے الفاظ تحریر کیے ہیں، خیال انگیز اور انتساب کے الفاظ اس نظم کو عام نعتیہ نظموں سے مختلف ٹھہراتے ہیں اور اس کے مفاہیم و مطالب میں چھپی در پردہ معنویت کی حیرت کا سراغ دیتے ہیں۔

''آپؐ'' نظم کا مرکزی موضوع وقت کے تناظر و تسلسل میں آپؐ کا ظہورِ قدسی ہے آپؐ کی بعثتِ مُبارکہ، زندگی کی جس شبِ تیرہ میں ہوئی اور آپؐ کی حرا آثار صحبتوں میں آپؐ کی ذاتِ بابرکت کو جس طرح نبوت کے فیض سے سرفراز کیا گیا، پروین سجل نے اس بعثتِ مُبارکہ کے پس منظر میں آپؐ کی ذات ستورہ صفات، آپؐ کے اخلاقِ عالیہ اور آپؐ کے اسمائے مُبارکہ کا تذکرہ نہایت تذکار، شاعرانہ اشاروں اور استعاروں میں ہے۔ پروین نے آپؐ کے اسمائے مبارکہ (جو اپنے مفہوم میں خود مختصر اور یک لفظی نعتیں ہیں) کو بڑی خوبصورتی سے پرو دیا ہے، کہیں کہیں قرآنِ کریم کے حوالے بھی دیئے ہیں جس سے اس نعتیہ نظم میں ایک علمی اعتبار پیدا ہو گیا ہے۔

واضح ہو کہ یہ نظم ترتیب وار سیرتِ رسول کریمؐ کی بجائے مختلف سیرتی پہلوؤں کے اجمالی اظہار پر مشتمل ہے۔ درود و سلام کی فضا میں آپؐ کے اسمائے مقبول کی نشاندہی کے ساتھ آپؐ کی صفاتِ عالیہ اور فضائلِ محمود کا بیان بڑا موثر اظہار ہے، بحیثیت مجموعی نظم ''آپ ﷺ'' کا فکری ماحول شاعرانہ اندازِ بیاں کا نمونہ ہے۔ طویل اور تسلسل، تاریخ وار اور ترتیب سیرتی واقعات کے اظہار کی بجائے شاعرہ نے سیرت کے مختلف پہلوؤں اور اوصاف و فضائل کی نشاندہی اجمال سے کی ہے۔

پروین سجل کا اسلوب سیرت کے مختلف پہلوؤں اور صفات کی طرف اشارہ کرتا ہے اور سیرتی واقعات کی تفصیل میں جانے سے اجتناب کرتا ہے۔ اظہار و اسلوب کا یہ قرینہ بلیغ اور

پرتاثیر ہوتا ہے اور قاری ایسے اسلوب سے تاثر اخذ کر کے تاریخی واقعات کو اپنی خیال آفرینی سے پورا کرتا ہے۔

جیسے کہ پہلے عرض کیا گیا ہے اس نظم پر گفتگو کا دوسرا حوالہ اس کا اسلوب بنتا ہے۔آزاد نظم کے چھوٹے چھوٹے مصرعوں کی بنت کاری سے یہ نظم تخلیق ہوئی ہے۔مفاعیلن اس نظم کا بنیادی رکن ہے اسی کی تکرار سے یہ نظم مختلف چھوٹے بڑے مصرعوں میں سیرتی صفات واوصاف کا اظہار کرتی ہوئی تقریباً پونے دوسو صفحات تک پھیلی ہوئی ہے۔نظم ''آپ علیہ السلام'' کے سبھی پہلو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔جب کہ کہیں کہیں موجود صورت میں یہ نظم فکری طور پر جس نامیاتی کُل (orgnic Whole) کا متقاضی ہے جس کے سبب قاری کی توجہ کو ایک رخ پر مہمیز رہنے کی بجائے بار بار ٹھہراؤ کا تاثر دیتی ہے۔

بحیثیت مجموعی اردو کی طویل یک کتابی نظموں میں ہیّتی طور پر یہ نظم انفرادیت کی حامل ہے۔ایک جذبہ آشنا اسلوب میں سیرتی صفات کے واقعات میں شاعرہ کی ذات کا شمول اسے اور ثروت مند بناتا ہے۔

جیسے کہ یہ لائن دیکھئے:

؎ کریں کیسے بیاں حالت حقیقت ترجمانی ہے
مگر ایسا کہاں ممکن؟
بساط اپنی.....میں کچھ بھی تو نہیں ممکن.....نہیں ممکن
عنایت خاص ہے ورنہ کہاں مَیں اور.....کہاں آقا قدم بوسی!
لہٰذا یہ حقیقت ہے بیاں باہر.....بیاں باہر۔

عبدالعزیز خالد کی ''عبدہٗ'' کے بعد حالیہ عشرہ میں پروین سجّل کی نظم ''آپ علیہ السلام'' آزاد نظم میں لکھی گئی منفرد نعت ہے، جیسا کہ شروع میں نشاندہی کی گئی تھی، یہ نعتیہ نظم سیرتِ رسولؐ کی ترجمانی ہے۔یہ واردات شنیدہ کی بجائے دیدہ، قال قال کی جگہ حال اور جگ بیتی کی بجائے آپ

بیتی کے جذبات اور بظاہر کی بجائے بباطن کی عکاسی کرتی ہے اور ایسا بیان ہے جو سماعت طلب توجہ کی بجائے سکوت زار تخلیہ کا متقاضی ہے۔

آخر میں ایک رباعی کہ:

دلِ زاد، نجات رُو، حب آثار سبیل
پروین سجّل کی یہ جو ہے نعت ِطویل
ہے نعت کے باب میں خصوصی کاوش
مبروک یہ نعتِ فروزاں قندیل

❖......❖......❖......❖

صراطِ خلد: اشفاق احمد غوری

صراطِ نور کے بعد اشفاق کا دوسرا نعتیہ مجموعہ 'صراطِ خلد' کے نام سے شائع ہو رہا ہے
بقول کسے:

دلا! ملی ہے جو نعتِ مزید کی توفیق
تو جان لے ،تری پہلی ثنا قبول ہوئی!

خوش نصیب ہیں وہ شاعر جنہیں نعت کے ضمن میں ایک مجموعے کے بعد دوسرے مجموعے کی تخلیق واشاعت کی توفیق ملتی ہے صراطِ نور اور صراطِ خلد میں صراط کے لفظی اشتراک کے ساتھ 'نور' اور 'خلد' کا معنوی اشتراک بھی نیک فال ہے نعت سے وابستگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا اتبار سے شیفتگی کی علامت ہے آپؐ کی سیرت و کردار اور اوصاف و شمائل کے بارے میں فدویت اور جاں سپاری کے جذبات جتنے شدید ہوں گے نعت نگار کی صنفِ نعت سے وابستگی اتنی ہی شدید ہوگی۔ نعت نگار آپؐ کی ذات، پیغام اور طاعت کے جتنا زیادہ قریب ہوگا اتنا ہی ذی عزت اور ذی وقار رہے گا نعت کی شاعری میں خاص طور پر وہی لوگ زیادہ معتبر قرار پاتے ہیں جو تسلسل کے ساتھ آپ سے حبِّ اطاعت نژادا کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ سچے نعت نگاروں کے حُب اسلوب بیانیے کا تخلیقی تسلسل ہی صراطِ نور ہے اور یہی صراطِ خلد ــــــ کہ نعت کی نورانیت مخلص نعت نگار کی سعیٔ جمیلہ کو مشکور ـــ مقبول بارگاہِ خداوندی ـــ اور خلد انجام کر دیتی ہے۔

اشفاق کی نعت کا نمایاں وصف صنفِ نعت اور موضوعِ نعتِ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت ہے جو ایک نعت کے بعد دوسری نعت اور ایک مجموعے کے بعد دوسرے مجموعے کی تخلیق کا سبب بن رہی ہے اُن کی پہلی کاوش 'صراطِ نور' کو قومی سیرت ایوارڈ بھی مل چکا ہے

دعا ہے اللہ صراطِ خلد کو بھی قبولیت عطا فرمائے۔

اشفاق کی نعت نگاری کے وصف کا تعین اُن کی ردیفوں سے ہوتا ہے چونکہ معاصر نعت کا بڑا حصہ غزل کی صنف میں ہو رہا ہے اس لئے اس میں قافیے اور ردیف بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

قافیہ غزل کی ہیئت میں تخلیق ہونے والی ہر صنف میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے جب کہ ردیف جذبات و احساسات کو مربوط کرتی ہے۔ دو لفظی، سہ لفظی، چہار لفظی_____ ہر طرح کی ردیفیں نعت نگار کے خیال کو ایک فکری ہم آہنگی عطا کرتی ہیں اور نعت کی فضا سازی میں معاون ہوتی ہیں اشفاق کے درج ذیل مطلعے ملاحظہ ہوں۔

اللہ اللہ ہو فقط وردِ زباں یا اللہ!
اللہ اللہ ہو رگِ جاں میں رواں یا اللہ!

؎ اے شہِ کون و مکاں، ماحیٔ غم، شاہِ اُممؐ!
ہو مرے حال پہ اک چشمِ کرم، شاہِ اُممؐ!

؎ الٰہی حمد کہنے کا ہنر دے
قلم کو قوتِ حرفِ گہر دے

؎ یا نبیؐ یا رحمتہ للعالمینؐ صلِّ علیٰ
کہہ رہا ہے خالقِ کُل بالقیں ، صلِّ علیٰ

؎ بشر کی حرمت حضورؐ سے ہے
یہ شان و شوکت حضورؐ سے ہے

؎ دل و نظر کو سُرور آئے، حضورؐ آئے
پہن کے پوشاکِ نور آئے، حضورؐ آئے

؎ رُتبہ عالی شان ملا ہے
رُوحِ امیں دربان ملا ہے

؎ ترےؐ آنے سے روشن ہر طبق ہے
مگر ظلمت گروں کا رنگ فق ہے

؎ محفلِ نعت ہوئی، محفلِ میلاد ہوئی
دل کی دُنیا ترےؐ اذکار سے آباد ہوئی

؎ چہار سو ہے مدینے کے تاجدارؐ کی دُھوم
شفیعِ روزِ جزاؐ ، شاہِ ذی وقارؐ کی دُھوم

؎ حسن وخوشبو جو مدینے کے چمن زار میں ہے
اتنی پُر کیف فضا کب کسی گلزار میں ہے!

اُن کے الفاظ نے ہر نعت (اور حمد) کی فضا سازی میں ایک خاص کردار ادا کیا ہے قاری اور سامع مطلعے ہی سے اپنے آپ کو اس معنوی فضا سے ہم آہنگ کر لیتا ہے جس کا تعین ردیف کرتی ہے اکثر اوقات قافیے کے شمول سے (ردیفوں کے انسلاک سے) نئی معنویت پیدا ہو جاتی ہے بعض اوقات شاعر کو مطلع لکھتے ہوئے اندازہ نہیں ہوتا کہ اُسے ایسا شعر بھی دستیاب ہوگا جیسا کہ ردیف کے شمول سے اُسے مل جاتا ہے۔

درج ذیل اشعار دیکھئے یہ مطلع کے اتباع میں اشفاق کی شعری کارکردگی کا حصہ بنے اور اِن اشعار سے اشفاق کی نعتوں کی معنویت اور بلاغت میں نادرہ کاری پیدا ہوئی۔

تیرے ہی سایۂ رحمت میں گزاریں ہر پَل
میرے بچے، میرے بابا، مری ماں یااللہ!

بامِ قوسین پہ جھنڈا ہے تریؐ عظمت کا
کہکشائیں ہیں ترے زیرِ قدم، شاہِ اُممؐ!

وَلَد کر دے عطا تو لا وَلَد کو
سبھی کی جھولیاں خوشیوں سے بھر دے

رہیں آباد سب کی مائیں بہنیں
کنواری بیٹیوں کو نیک بَر دے

گفتگو ، چلنا ، ٹھہرنا ، اور سونا جاگنا
آپؐ کی ہر اِک ادا ہے دلنشیں، صلِّ علیٰ

ہمیں نہ کوئی حقیر جانے
ہماری نسبت حضورؐ سے ہے

جہالتوں کی مصیبتوں میں پڑی تھی دُنیا
وہ لے کے علم و شعور آئے، حضورؐ آئے

؎اشکِ ندامت لے کے گئے تھے
بخشش کا سامان ملا ہے

؎جنّتی پیڑ پہ اللہ کے صفی نے دیکھی
پہلی تحریر ترےؐ نام سے ایجاد ہوئی

؎خدا نے سارے خزانے ہی اُن کو سونپ دیے
مچی ہے اُن کے تصرف کی، اختیار کی دُھوم

؎آپؐ آئے ہیں ہدایت کا صحیفہ لے کر
ایک پیغامِ عمل آپؐ کے کردار میں ہے

اسی طرح اشفاق صاحب نے اندرونی قوافی کے استعمال سے بھی اپنی نعت میں نادرہ کاری کے ساتھ غنائیت کے عناصر شامل کئے ہیں اس نعت میں مفاعلن کے آہنگ میں 'بھی کمال ہے' کی ردیف کے ساتھ آل، ملال، خیال اور چال وغیرہ کے قوافی نے نعت میں خوش گوار فضا پیدا کی ہے اس سے نعت کے مضامین اور موضوعات کی ترسیل میں دلآویزی پیدا ہوگئی ہے۔

اشفاق نے غیر مرّدف نعت بھی کہی ہے ایسی نعتوں میں قافیے کا کردار مرکزی ہوتا ہے اور ہر شعر کے مضمون کو اسی حوالے سے سمیٹا جاتا ہے اشفاق کے یہ شعر دیکھئے۔

کیا ہے نامِ مصطفیٰؐ زباں سے لف
بکھر گئے ہیں رنگ و نور ہر طرف

؎ملا ہے جب سے افتخار نعت کا
ہوئی ہے نوکِ خامہ آسماں بکف

درِ رسولؐ پر بنا کے سائباں
ملائکہ کھڑے ہوئے ہیں صف بہ صف

نعت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ اشفاق احمد غوری کو مزید توفیقات سے نوازیں۔ مَیں اپنے تاثرات کو اِس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

اشفاق احمد غوری کی سب نعتیں
مقبول، یہ خلق میں ہوں، یا ربّ! نعتیں
وہ، جس کا نام ہے صراطِ خُلد___اُس
مجموعے میں ہیں کیا طیّب نعتیں!

❖......❖......❖......❖

آبشارِ نور: صاحبزادہ سید نور الحسن نوؔر

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد جس حُب پر استوار ہے اس کی عطا وہ سرشاری ہے جو نعت نگار کے وجود سے اس کے کلام تک پھیلی ہوتی ہے نعت نگار کا تجربہ جتنا سچا اور اس کا اظہار جتنا تخلیقی ہوگا یہ سرشاری اتنی ہی نمایاں اور اثر انگیز ہوگی سرشاری کا وفور مالک کی عطا ہے اکثر نعت نگاروں کے ہاں یہ ایک مستقل روّیے کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اس کا گراف اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے لیکن نسبت کی روشنی میں نہائے ہوئے جن ثنا کاروں کا زیادہ وقت حالِ مستی میں گزرتا ہے ان کے ہاں اس سرشاری کا جذبہ عام نعت نگاروں سے زیادہ ہوتا ہے ان نعت حالوں کی مجلسیں ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور اور ان کی خلوتیں یادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پُر نور ہوتی ہیں نعت گوئی اُن کے نزدیک ایک شعری شغل نہیں ایک روحانی واردات ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ان کا تعلق بھی ایک موضوعِ گفتگو کا نہیں ایک اعصاب گیر تجربے کا ہوتا ہے۔

عصرِ حاضر کے نعت نگاروں میں صاحبزادہ سید نور الحسن نوؔر کے نعتیہ مجموعے کی نمایاں خصوصیت ایک سرشاری ہے صاحبِ نعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر اور ان کے سیرت و کردار کے تذکارِ مبارک کی اس سرشاری کی کئی جہتیں ہیں اس کا ایک رخ مدینہ منورہ کے ماحول اور آپؐ کے روضہ مبارک کی فضا اور در و دیوار سے نعت نگار کی محبت ہے جو ان کی نعتوں میں سرشاری اور حضوری کے تصور کو نمایاں کرتی ہے۔ صاحبزادہ سید نور الحسن نور کی اکثر نعتوں میں بتکرار اس محبت کا اظہار ہوا ہے اور بقول مولانا الطاف حسین حالی

؎نیا ہے لیجئے جب نام ان کا
بڑی وسعت ہے میری داستاں میں

ان کے ہاں ہر بار جب مدینے کے متناسبات کا اظہار ہوتا ہے شیفتگی کی تازہ بہ تازہ کیفیت سامنے آتی ہے۔

نور کی شاعری میں خوش آہنگی کا ایک سبب ان کی بحور ہیں انہوں نے کچھ ایسی بحروں میں بھی نعتیں کہی ہیں جن کا استعمال آج کی نعتیہ شاعری میں کم کم ہے یہ موضوع ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے کہ اردو نعت میں کون کون سی بحریں زیادہ استعمال ہوتی ہیں اور کون سی کم؟ ویسے تو ہر تخلیقی اظہار اپنا آہنگ ساتھ لاتا ہے اور ہر نعت کے آغاز میں کسی ایک مصرع یا شعر سے نعت کا صوتی مزاج متعین ہونے پر نعت گو اس آہنگ میں اپنی عقیدت ومحبت کے اظہار کا آغاز کرتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جدّت اور نادرہ کاری کی تلاش میں شاعر بعض اوقات ’روشِ عام‘ سے ہٹ کر آہنگ اختیار کرتا ہے جس سے تاثیر میں انفرادیت پیدا ہو جاتی ہے نور کی حمد کے درج ذیل مطلع سے اُن کی اس خصوصیت کا آغاز کرتے ہیں۔

؎ہوا کو بادل بنانے والا مرا خدا ہے
زمیں پہ سبزہ اگانے والا مرا خدا ہے

نور کی پختہ کاری کی ترجمان ان کی وہ بہت سی نعتیں ہیں جن کی زمینیں منفرد اور ان کی جودتِ طبع کا نتیجہ ہیں قافیے اور ردیفوں نے انہیں سنگلاخ نہیں تو مشکل ضرور کر دیا ہے یہ ان کی طبع زاد زمینیں ہیں انہوں نے ان زمینوں میں پانچ پانچ چھ چھ نہیں بارہ بارہ اشعار کی نعتیں کہی ہیں جو ان کی مہارت اور ریاضت کا ثبوت ہیں درج ذیل مطلعوں والی نعتیں دیکھیں نور کے وفورِ جذبہ نے ان زمینوں میں کتنی سہولت کے ساتھ بھرپور انداز میں نعتیں کہی ہیں آج کے نعتیہ منظر نامے میں ایسی زمینوں کی تخلیق اور ان میں نعتیہ جذبات کے وفور کا اظہار بلاشبہ ان کا تخصص ہے۔

؎ نہ پوچھ سرورِ دیں کے دیار کی رونق
ہے اس کے آگے خجل، خلد زار کی رونق

؎ پہنے درود کی ہے قبا سر سے پاؤں تک
مقبول ہو گی میری دعا سر سے پاؤں تک

؎ بیان کرتا ہے یہ نطق اعتلائے فلک
ہیں نقش پائے نبی باعث ضیائے فلک

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے نعتوں میں قافیہ ورد یف کا یہ نظام ہر کسی نعت گو کے بس کی بات نہیں اس کے پیچھے مہارت اور مشق کے ساتھ نعت کی صنف میں 'کچھ کر دکھانے' کی خواہش اور کوشش بھی جھلکتی ہے یہ نعت نگاری کا علمی اور فنّی اظہار ہے ایسی نعتیں' نعتیہ مجالس اور میلادیہ محافل کے لیے نہیں ہوتیں بلکہ محدود علمی و شعری حلقوں میں پڑھنے کے لئے ہوتی ہیں یا یوں سمجھئے کہ ان کے مخاطب عوام نہیں بلکہ شعر وسخن کی باریکیوں کو سمجھنے والے اہل علم یا خود شاعر ہوتے ہیں ایسی نعتیں نعت کی صنف کو موضوعِ محض کے دائرے سے بلند کر کے نہ صرف اسے فن آشنا کرتی ہیں بلکہ دوسرے شاعروں کے بھی تشویق کا سامان فراہم کرتی ہے۔

اردو شاعری کے لیے ہر دَور کی نعت میں غزل کی صنف کا زیادہ استعمال ہوا ہے (یہ دلچسپ موضوع بھی ایک جداگانہ مقالے کا موضوع ہے) مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ زیادہ نعت نگاروں نے غزل کی مستعمل بحروں میں ہی اپنی ارادت وعقیدت کا اظہار کیا ہے کچھ شاعروں خصوصاً وہ شاعر جو تازہ آہنگ اور منفرد اوزان کی تلاش میں رہتے ہوں انہوں نے نعتیہ جذبات ومحسوسات کے اظہار کے لئے ان بحروں میں بھی نعت گوئی کی ہے جو شاعری میں کم کم استعمال ہوئی ہیں ورنہ نعت گوئی کے کل اثاثے کا ایک بڑا حصہ دس بارہ بحروں ہی کے ذریعے اظہار پذیر ہُوا ہے۔

نور کی شاعری میں کہیں کہیں اوزان و آہنگ میں تازہ کاری کی تلاش بھی ملتی ہے ان کے یہ شعر دیکھئے۔

ہر سو ہیں بکھرے رحمت کے سائے ان کی گلی میں
جو چاہے جائے اور دیکھ آئے ان کی گلی میں

لوح جاں پہ تھی لکھی ہوئی
نعت جو ابھی ابھی ہوئی

کھلا کھلا ہے گلاب سا چہرۂ تمدّن
پہن لی تہذیب نے بھی خلعت، حضور آئے

اے مدینے کی خوشبو میری ہمسفر ہو جا
راستہ بتا مجھ کو اے ہوا مدینے کا

ہو نہ ان کی ہی خوشبو سے مہکتا ہے یہ رستہ
مصطفیٰ گزرے ہیں اور آیا گیا کوئی نہیں ہے

تیرے کوچے سے جب آئی تازہ ہوا اے مرے مصطفیٰ!
شاخ احساس پر پھول ہنسنے لگا، اے مرے مصطفیٰ!

روضے سے نبی کے آسماں تک
مینار سا نور کا بنا ہے

ہماری مشکل، ہماری حاجت وہ جانتے ہیں
ہمیں ہے کس چیز کی ضرورت وہ جانتے ہیں

جو رسول کی سواری سوئے لا مکاں چلی ہے
تو فلک ٹھہر گیا ہے تو زمین رک گئی ہے

ہزار کوششوں کے بعد بھی کوئی
سمجھ سکا نہ مرتبہ حضور کا

ان بحروں کے شمول سے نور کے نعتیہ آہنگ میں نہ صرف جدت پیدا ہوئی ہے بلکہ تازہ کاری کی تلاش میں ان کی خوش ذوقی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

تخلیقی انداز میں سوچے گئے خیال اپنا آہنگ بھی ساتھ لے کے آتے ہیں مستعمل زمینوں اور بحروں سے ہٹ کر نعت گوئی کرنے والے نعت نگار حسب نادرالوقوع شعری آہنگوں یا کم کم استعمال ہونے والے صوتی اسالیب (Sound Patterns) میں شعر کہتے ہیں تو محسوسات و مشاہدات کی کوئی خاص لے کسی کم یاب آہنگ کے امکانات سامنے لے آتی ہے یوں بہ حیثیت مجموعی ان کے کلام میں تازہ کاری کا احساس ہوتا ہے نور کی نعتیہ شاعری میں مذکورہ بالا بحروں کے شمول سے خوش آہنگی اور تازگی کا احساس نمایاں ہوا ہے۔

قافیے کے کلیدی استعمال کے ساتھ نعت کی فضا بنانے میں ردیفوں کا بھی ایک خاص کردار ہوتا ہے نسبتاً ذرا بڑی ردیفیں جہاں نعت کی معنوی فضا سازی کرتی ہیں وہاں تکرار سے خوش

آہنگی کا احساس بھی جگاتی ہیں نور نے اپنے مجموعہ نعت میں کہیں کہیں چار چار، پانچ پانچ لفظی ردیفوں کے استعمال سے جہاں نعت کے مختلف شعروں میں ایک باطنی ہم آہنگی پیدا کی ہے وہاں تکرار ردیف سے خوش آہنگی کے احساس کو بھی اجاگر کیا ہے۔ان کی یہ نعتیں دیکھئے:

سرکار کے دامن کی ہوا سب کے لئے ہے
بیمارو! نہ گھبراؤ شفا سب کے لئے ہے

یہی اثاثہ مری زندگی کا ہے آقا
کبھی جو کی ہے تو نعتوں کی شاعری کی ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کے بیان کے ساتھ متناسبات کا ذکر مبارک نعت کا ایک اہم موضوع رہا ہے آپؐ کا شہرِ مبارک، مدینے کے درو دیوار، گلی کوچے، آپؐ کی نسبت نو داشت، آپؐ کے اصحاب، آپؐ کا نقشِ پا، مسجد، گنبدِ خضرا اور دوسرے سینکڑوں ایسے اسمأ، جگہیں اور حوالے ہیں جن کا ذکرِ مبارک ہر دَور کے نعتیہ ادب میں عقیدت و احترام سے ملتا ہے نور کی ہر نعت میں کم و بیش ایک دو حوالے ایسے متناسبات سے متعلق ہیں یہ چند شعر دیکھئے۔

درد کافور ہو گیا ہوتا
نامِ خیرالوریٰ جو دم کرتے

سارے عالم کا رہنما ہے یہی
میرے آقا کا نقشِ پا ہے یہی

لوح ایجادات پر جب ارتقا لکّھا گیا
نامِ نامی سرورِ کونین کا' لکّھا گیا

سیرتِ سرکارؐ سا کامل نصابِ زندگی
اس جہاں میں آج تک کیا دوسرا لکّھا گیا؟

نہ چاند تاروں کی ٹھہرے گی دھول آنکھوں میں
کہ ہے غبارِ دیارِ رسول آنکھوں میں

پھول کی خوشبو مشک کا چرچا اس کے آگے سب بیکار
میرے آقا کا ہے پسینہ سارے عطروں کا سردار

ہمارے زیرِقدم سات آسماں ہونگے
درِ رسول پہ جس وقت حاضری ہو گی

انہی کے قدموں کی چاپ ہے وہ جسے میں سانسیں سمجھ رہا ہوں
یہ میرے سینے میں دل نہیں ہے، یہ گھر ہے ان کا، وطن ہے ان کا

نوؔر کے گوشِ سماعت نے سنا رک رک کر
نعت پڑھتا ہے ہر اک میل کا پتھر تیرا

تو اگر کرم نہ کرتا تو خزاں رسیدہ ہوتی
ترے لمسِ پا کے صدقے یہ زمیں ہری بھری ہے

بہ حیثیت مجموعی آپؐ کی نسبت ونورِ مبارک سے آپؐ کے شہر و مسجد اور آپؐ کی ذات والا تبار سے وابستگی وارارادت کا ایک دلپذیر منظر نامہ ان متناسبات سے پیدا ہوتا ہے نعت کی فضا میں مدینہ شریف کی طرف جانے والے میل کے پتھروں سے آپ کی مسجد مبارک کے درِ خیر بخش تک مبارک ومیمون اشیا وتصورات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو یہ پڑھتے ہوئے اپنے تلازمات کے ساتھ قاری کی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے آپؐ کی نسبتِ مبارک کے سبب یہ سب تلازمات نہ صرف اہم حیثیت کے حامل ہیں بلکہ ان سے وابستہ یادیں' زائرین کے تصورات اور تجربے نہایت بلیغ اور پُر تاثیر سلسلہ ہائے خیالات کو جنم دیتے ہیں ان خیالات کا شائستہ اظہار نوؔر کی نعت کو ثروت مند کرتا ہے۔

نعت کی صنف، نور کے لئے محض ایک شعری صنف نہیں بلکہ ان کی زندگی کی اہم متاع ہے اس صنف کے ساتھ اس کی شناخت اور وابستگی اس کے لئے مبارک ہے نعت کے حوالے سے ملنے والی ہر خبر، ہر عکس، ہر یاد اس کے لیے موجب خیر و برکت' اثاثہ حیات اور توشہ آخرت ہے یہ چند شعر ملاحظہ ہو۔

اطراف مرے رقص اجالوں نے کیا ہے
جب جب مَیں تری نعت میں مصروف ہوا ہوں

یہ غزل گوئی نہیں نعتِ شہِ کونین ہے
اے سخندان و سخنور! با ادب با احتیاط

اوڑھی ہے میری فکرِ سخن نے ردائے نعت
اب تو مرے لیے ہے یقینی عطائے نعت

اک لمحہ زندگی کا تصور محال ہے
میں جی نہ پاؤں مجھ سے اگر روٹھ جائے نعت

مَیں نے سرکار کی مدحت کو بنایا ہے شعار
مجھ سے دنیا جو خفا ہو، تو خفا ہو جائے

کاش پہنچوں خدا کے سامنے میں
نعت پڑھتے ہوئے قیامت میں

ہر لفظ ہر ایک حرف اے نوؔر
سرکار کی نعت پڑھ رہا ہے

شہِ ہر دوعالم کی مدحت گری
اثاثہ ہے میرا ہنر ہے مرا

ان اشعار میں مضامین وموضوعات کا مرکزی حوالہ نعت کی صنف اور شاعر کی اس صنف سے عقیدت ومحبت اور وابستگی وشیفتگی کا اظہار ہے اس کے لئے نعت گوئی شعر برائے شعر نہیں نعت اس کی تخلیقی واردات ہے اظہار کا یہ قرینہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی مصروفیت ہے اور اس کی باطنی سرشاری کا ذریعہ بھی۔

محاکات شاعری کا حسن ہیں اچھا شاعر زیادہ تر امیجز اور تمثال کی زبان میں بات کرتا ہے لفظوں سے تصویریں بنانے سے شاعری میں جاذبیت اور تاثیر پیدا ہوجاتی ہے خصوصاً نعتیہ شاعری میں ساکن، متحرک، ڈرامائی امیجز سے فن اپنے رتبہ کمال پر پہنچتا نظر آتا ہے تخلیقیت تمثال

نگاری سے نعت نہ صرف ثروت مند ہوتی ہے بلکہ فنی طور پر اس کا اعتبار بھی بڑھ جاتا ہے نوؔر کی زیرِ نظر کتاب میں کئی خوبصورت تمثالیں ملتی ہیں۔

بنانے والا ہے یثرب کو جو شفا خانہ
طلوع ہوتا وہ ناقہ سوار میرا ہے

درِ آقا سے ہوا دُور تو محسوس ہُوا
پیڑ سے جیسے کوئی شاخ جدا ہو گئی ہے

وہ آ رہے ہیں، وہ آتے ہیں، آ رہے ہوں گے
بڑھی ہوئی ہے درِ انتظار کی رونق

اے نوؔر میں نے دیکھا ہے ان کے دیار میں
جو آدمی تھا، نور کا تھا سر سے پاؤں تک

ہر اک طرف سے صدا آ رہی ہے محشر میں
وہ آئے سرورِ عالمؐ وہ آئے سرورِدیں

دل نے تڑپ کے آنکھ سے پوچھا کیسی خوشبو آتی ہے
آنکھ میں آنسو آ کر بولے آئے مدینے کے آثار

روضے سے نبی کے آسماں تک
مینار سا نور کا بنا ہے

جگہ جگہ پہ بچھے ہیں نبی کے دستر خوان
اڑا رہا ہے زمانہ یہ دعوتیں ان کی

تمثال نگاری ہی کے ذیل میں میلادیہ حوالے سے شعر بھی دیکھئے۔

کھلا کھلا ہے گلاب سا چہرۂ تمدن
پہن لی تہذیب نے بھی خلعت حضور آئے

آئی ولادت شہہ ابرار کی گھڑی
اب سربلند ہونے کو ہیں بے کسوں کے سر

آبشارِ نور میں بہ حیثیت مجموعی صاحب زادہ نورالحسن نے نعت میں بڑے جدید اورخوبصورت اشعار کہے ہیں۔ کچھ اور مثالیں دیکھئے:

صدا انداز ہوتی ہیں نگاہیں
خموشی ان کے در پر بولتی ہے

جاگتی آنکھیں دیکھ نہ پائیں دور میں ان کے جاکے انہیں
خواب کی بستی میں جاکر اب اُن کا رستہ دیکھوں گا

خوشبو سی بدن سے پھوٹتی ہے
آیا ہوں رسول کے حرم سے

اس کی جڑوں میں نسبت سرکار کا ہے نم
پھولے پھلے گی یونہی مری شاخ اعتبار

بیٹھے ہیں آج گنبد خضریٰ کی چھاؤں میں
اے لمحۂ کریم! بہر زور ترسے ہم

ترے دیار کرم کا پتھر بھی آئنہ ہے
پڑے کہاں پر قدم ہمارا یہ سوچتا ہے

طیبہ کی طرف بھروں اڑانیں
اے کاش ملے مجھے وہ شہپر

ہواؤں کے پرے جو پھر رہے ہیں
مرے آقا کی خوشبو ڈھونڈتے ہیں

ہوئے ہیں آپ کے قدموں سے جاری
یہ جتنے ارتقا کے فلسفے ہیں

نور کی بارش میں بھیگا
شہر نبی کا رستہ ہے

نورالحسن نور صوفیانہ سلسلہ سے منسلک ہیں اپنے مرشد کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔

کہاں مَیں اور کہاں مدحت نبی کی
شہہ نواب کا فیضِ نظر ہے

پرتو شہہ نواب کا مہتاب بنا ہے
اے نوؔر ہے روشن مرا گھر نام سے ان کے

نسبت سے پیدا ہونے والی شائستگی وخوش سلیقگی نے ان کے کارِنعت کو پرکیف بنا دیا ہے وہ نعتِ اطاعت نژاد کے قائل ہیں ان کے نزدیک نعت ایک عبادت ہے ایسی عبادت جو شریعت کے شرف سے مزین ہے وہ اپنے ایک شعر میں نعت نگاری کو کلامِ الٰہی کی رہنمائی سے منسلک کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

نبی کی نعت نگاری کے واسطے اے نوؔر
ملا کلامِ الٰہی سا رہنما مجھ کو

صاحب زادہ کی نعت اس حوالے سے بھی لائق مطالعہ ہے کہ قارئین کو بھارت میں تخلیق ہونے والی نعت کا کچھ اندازہ ہو سکے یہ نقدِ نعت کا ایک جداگانہ موضوع ہے کہ بھارت میں نعت کی تنقید وتخلیق کے حوالے سے کیا پیش رفت ہو رہی ہے؟ بھارت سے ملنے والے دستیاب نعتیہ مجموعوں اور رسائل کی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کی طرح بھارت میں بھی معیار اور مقدار دونوں حوالوں سے اردو نعت میں عشرہ بہ عشرہ نمایاں ترقی ہو رہی ہے (اس باب میں بعض

غیر مسلم شاعروں کے نعتیہ نذرانے بھی اپنا ایک الگ اسلوب رکھتے ہیں) ہر زمانے اور ہر معاشرے کے اپنے مسائل ہوتے ہیں بھارت میں تخلیق ہونے والی نعت میں استغاثہ واستمداد کے موضوعات ومضامین کا اس ذیل میں مطالعہ بھی تحقیق نعت کے کئی نئے دَر وا کر سکتا ہے۔

صاحب زادہ صاحب چونکہ ایک روحانی سلسلے سے وابستہ ہیں اور عام شاعروں کی نسبت ان کا ماحول نعت کے فروغ، اس کی تخلیق اور تشہیر کے لئے زیادہ سازگار ہوتا ہے لہٰذا اُن سے ہماری بجا توقع ہے کہ وہ اور اُن کے دائرہ اثر کے دوسرے شاعر آئندہ سالوں میں بھارت میں اردو نعت کی روائت کو زیادہ ثروت مند کریں گے۔اس مجموعے کے حوالے سے بھارت میں تخلیق ہونے والی معاصر نعت کے مطالعے کا موقعہ ملا خدا نور صاحب کے ذوق نعت میں اضافہ فرمائے اور وہ اپنی سعیٔ جمیلہ اور نعت آثار تخلیقات سے اپنے قارئین کو محظوظ کرتے رہیں۔اللہ تعالےٰ انہیں مزید توفیقات سے نوازے (آمین)

صاحب زادہ کے لئے ایک رباعی پر مَیں اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

اخلاص نژاد یہ طہوری نعتیں
حُب زاد، وَلا فزا، حضوری نعتیں
مقبولِ خلقت ہوں صاحب زادہ
سیّد نورالحسن کی نوری نعتیں

❖......❖......❖......❖

کلّیات: لالہ صحرائی

لالہ صحرائی معاصر نعتیہ منظر نامے کی وہ بڑی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی عمر کا ایک نمایاں حصہ اِس صنف کی آبیاری میں صرف کیا خصوصاً پایان عمر کی منزلوں میں ان کی زیادہ توجہ نعت گوئی کی طرف رہی انہی سالوں میں دوسری ادبی وعلمی مصروفیات کے ساتھ انہوں نے زیادہ تر نعت ہی کو اپنے قلبی مشاہدات وواردات کو حصہ بنایا اوراس ضمن میں کتابوں پر کتابیں لکھیں ان کی نعتیہ شاعری کا نمایاں محرّک اُن کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا تبار سے عقیدت اور آپؐ کے پیغام وتعلیمات سے محبت کا جذبہ ہے دوسرے نعت گو شاعروں سے لالہ صحرائی کی انفرادیت اسی جذبے کے وفور کے سبب ہے۔

لالہ صحرائی کی نعت کا انداز علمی ہے عوامی نہیں۔۔۔وہ نعتیہ مجالس اور میلاد کی محافل کے شاعر نہیں تھے انہوں نے اپنے تخلیوں کو نعت سے آباد کیا اور ایک اہم فرض کی طرح کارِنعت میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو جذبے کے اسی وفور کے ساتھ استعمال کیا جو نعت کے ذیل میں ان کی جداگانہ شناخت بنا خصوصاً غزوات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ان کی نعت گوئی ایک اہم نعتیہ دستاویز کا درجہ رکھتی ہے جو کسی وقتی تاثر کا ردّعمل نہیں بلکہ ایک منضبط منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔غزوات کا تذکارا گرچہ سیرت ونعت کا ہمیشہ سے موضوع رہا ہے اوراس حوالے سے ہر دور میں بعض طویل نظمیں بھی لکھی گئی ہیں قدیم جنگ ناموں سے شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) تک غزوات نگاری کی ایک مستقل روائت موجود ہے مگر عہدِ حاضر کے نعت نگاروں میں غزوات کا شعری تذکار لالۂ صحرائی ہی کا خاصہ ہے۔

زیرِ نظر کلیات میں بہ یک کتاب ان کی ساری مساعی اور کارِ نعت کا حجم دیکھ کر ان کی شعری قد وقامت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے یہ کلیات وقت کی ایک اہم ضرورت تھا اگر چہ ان کے الگ الگ نعتیہ مجموعے بھی اہلِ ذوق سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں اور ان پر ملک بھر کی جامعات میں تحقیقی وتنقیدی کام ہو رہا ہے (کچھ کام مکمل بھی ہو چکے ہیں) مگر اس کلیات کی اشاعت سے اس کام کو نہ صرف تقویت ملے گی (اور ریسرچ سکالر کو لالہ صحرائی کی کتابوں تک رسائی میں آسانی ہو جائے گی) بلکہ بہ حیثیتِ مجموعی نعتیہ اثاثے کے تخمینہ کا سامان بھی بہم ہوگا۔ یوں ان کی نعت کے فکری اور فنّی محاسن کے مطالعات کے نئے نئے زاویے سامنے آئیں گے۔

گزشتہ سالوں میں جناب حفیظ تائب، حافظ مظہر الدین جناب ریاض سہروری اور بعض دوسرے نعت گو شاعروں کے کلیات شائع ہوئے ہیں لالہ صحرائی کا یہ کلیات اس اثاثے میں ایک خوشگوار اضافہ ہے کلّیات جہاں شاعروں کی تخلیقی کارکردگی کے مظہر ہوتے ہیں وہاں بہ حیثیتِ مجموعی کسی خاص صنف، میلان، روّیے اور شعری قدر کی رفتار کا پیمانہ بھی ہوتے ہیں نعت کی صنف جو بڑے عرصے تک بعض ناقدین کے نزدیک ادبی صنف کے طور پر زیادہ درخورِ اعتنا نہیں سمجھی گئی معاصر ادبی منظر نامے میں ایسے سلسلہ ہائے کلیات ہی کے سبب اپنا صحیح مقام حاصل کر رہی ہے۔

کلّیات لالہ صحرائی کے مرتب ان کے سعادت مند فرزند ہیں۔ جو لالہ صحرائی کی کتابوں کی جمع آوری کے بعد اپنی نگرانی میں انہیں مرتب کروا کے کلیات کی شکل میں شائع کر رہے ہیں اس کلیات میں درج ذیل مجموعے شامل ہیں۔

حمد:

قلم سجدے

نعت:

لالہ زارِ نعت/ بارانِ نعت/ غزواتِ رحمتہ للعالمینؐ (صدارتی ایوارڈ یافتہ)/ پھولوں

کے لیے پھول/گلہائے حدیث/نعت ستارے/نعت دھنک/نعت سویرا/نعت صدف/نعت چراغاں/نعت کہکشاں/نعت چمن/نعت ہلارے/نعت شفق

منظومات:

حُرمتِ قلم یہ کلّیات عقیدت نگاری کے حوالے سے پندرہ سولہ مجموعوں اور ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

ہمارے ہاں کلّیات عام طور پر تین طریقوں سے مرتب کئے جاتے ہیں۔

۱۔ کسی شاعر کی چھپنے والی کتابوں کی ترتیب سے۔۔۔۔یعنی جس طرح شاعر کی کتابیں چھپتی ہیں انہیں بعینہٖ اسی طرح تاریخی ترتیب سے جمع کر دیا جاتا ہے۔علامہ اقبال کے کلیات اردو اور فارسی میں یہی ترتیب روا رکھی گئی ہے۔

۲۔ صنف وار ترتیب۔۔یعنی شاعر کی کتابوں میں سے حمد، نعت، غزل، نظم، رباعیات وغیرہ کو جداگانہ طور علاحدہ کر کے مرتب کر دیا جاتا ہے یوں کلیات میں شاعر کے کلام کی صنف وار جمع آوری کر دی جاتی ہے۔

۳۔ کتاب وار اور صنف وار جمع آوری کے علاوہ کلیات کی ایک اور ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اس میں شاعر کے تخلیقی اثاثے کے ساتھ اس کی شخصیت اور فکر وفن کے حوالے سے ملنے والے مضامین کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔

زیرِنظر کلیات پہلی طرح کا کلیات ہے جس میں شاعر کے شعری مجموعوں کو ان کی اشاعتی ترتیب کے لحاظ سے جمع کر دیا گیا ہے(سوائے حمد یہ کتاب 'قلم سجدے کے۔۔۔کہ عقیدت نگاری کی مسلمہ روایت کے مطابق اسے پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے)ان کے ساتھ کتابوں کے حوالے سے دستیاب اہلِ قلم کی آرا مضامین اور دیباچوں کو بھی متعلقہ کتابوں میں حسبِ سابق شامل کر لیا گیا ہے اس اعتبار سے اس کلیات کا پایہ اور بھی بڑھ گیا ہے لالہ صحرائی کے سکالرز کو جہاں ان کی مجموعہ ہائے کلام دستیاب ہوں گے، وہاں ان کے حوالے سے کچھ تنقیدی و تحقیقی مواد بھی مل جائے گا۔ واضح

ہو کہ لالہ صحرائی کے فکر و فن کے بارے میں حال ہی میں ایک ضخیم کتاب چھپی ہے۔اس کتاب میں لالہ صحرائی کے حوالے سے مختلف تنقید و تحقیقی مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ان مضامین کے لکھنے والی شخصیات میں وہ اہل قلم بھی ہیں جنہوں نے لالہ صحرائی کے ساتھ زندگی کا ایک حصہ گزارا ان میں ان کے معاصر نعت گو بھی ہیں،اساتذۂ فن اور اہل علم بھی۔۔۔۔ان کی تحریریں وہ معاصر گواہیاں ہیں جن کی روشنی میں لالہ صحرائی کا مطالعہ ایک معیار آشنا اسلوب اور وقار آمیز مقام و مرتبہ کا حامل قرار پاتا ہے۔

کلّیات کی اشاعت کے بعد لالہ صحرائی کے موضوعات و مضامین اور فنی محاسن کے جداگانہ جائزوں سے جہاں ان کی مساعی جمیلہ کے باب میں زیادہ معلومات فراہم ہوں گی وہاں اردو معاصر نعت کے معیار و مرتبہ میں بھی اضافہ ہوگا مجھے لالہ صحرائی کی نعت پر دو، تین مضامین لکھنے کی سعادت ملی ہے میری دانست میں ان کی نعت نگاری میں محاکات اور تمثال نگاری پر کام کرنے کی ضرورت ہے ان کی غزوات نگاری کا محاکات کے حوالے سے جائزہ ایک جداگانہ ایم فل کے مقالے کا موضوع ہے۔۔۔۔اسی طرح تفحص و تحقیق سے ان کی نعت گوئی میں جذبات نگاری، رزم آرائی، مکالمے، قرآنی آیات، احادیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مناقب صحابہ کے عناصر۔۔۔وغیرہ وغیرہ کئی پہلوؤں کو از سرِ نو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ہر ادب پارہ پندرہ، بیس سال بعد اپنے مطالعے اور جائزے میں اپنے قاری کو بعض نئے مفاہیم سے آشنا کراتا ہے۔ہم جیسے نئے نعت نگاروں کو ماضی قریب کی نامور نعت گو شخصیات (جناب عبدالعزیز خالد، جناب حفیظ تائب، جناب حافظ مظہرالدین، جناب حافظ لدھیانوی ، جناب حافظ افضل فقیر اور جناب لالہ صحرائی) کے کلام کا مطالعہ فکر و اظہار کے نئے نئے اسالیب سے متعارف کرواسکتا ہے۔اخلاص نژاد رفتگاں کی ارواح اپنے کلام کے ذریعے اخلاص جُو قارئین پر اپنا باطن منکشف کرتی ہیں۔شرط یہ ہے کہ ان کے کلام کو نیک نیتی اور برکت طلبی کے لیے پڑھا جائے ورنہ سرسری اور ریاکارانہ مطالعہ کیا جائے تو اخلاص سرشت تحریریں اپنی معنویت آشکار نہیں

کرتیں، قاری سے پردہ کر لیتی ہے اور اپنے فیضان کو چھپا لیتی ہیں۔

کسی عارف کا قول ہے (غالباً سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کا) کہ ''وہ تصوف جو پابندِ شریعت نہیں وہ زندیق تو پیدا کرتا ہے صدّیقؓ نہیں'' یہی بات نعت گوئی پر بھی پورا اترتی ہے اگر نعت گو خدا ترس، خوش خلق، آداب آشنا اور شریعت کا پابند ہوگا تو اس کی نعت گوئی نہ صرف اس کے لئے نافع ہوگی بلکہ معاشرہ بھی اس کی برکت سے فیض یاب ہوگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت کا پہلا مطالبہ اور تقاضا ان کی اطاعت ہی ہے آپ ؐ کا تقلید کوش اور اطاعت رُو رہنا بھی نعت گو کے لئے سعادت کی بات ہے۔ اگر نعت گوئی کا مقصد شہرت و زرطلبی ہے تو نعت نگار یقیناً خسارے میں ہے۔

لالہ صحرائی کی زندگی جس انداز میں بسر ہوئی وہ ہم جیسے نعت کاروں کو نصیب ہو جائے تو خوش بختی کی بات ہے دینی شعائر کا احترام، اپنی تحریروں میں اسلام کے عقائد اور سربلندی کے لئے تگ ودو اور اپنے قلم کو اسی مقصد اور مشن کے لئے مصروف کار رکھنا ان کے شخصی اوصاف میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے انہوں نے نعت گوئی میں انہی سرمدی مقاصد کو پیش نظر رکھا یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت اصلاحی اور مقصدی اندازِ نعت کا رنگ ڈھنگ رکھتی ہے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر نعت کی تخلیق میں ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہی ہے اور آپ ؐ کی ذات سے شیفتگی اور عقیدت کے اظہا میں والہانہ پن نعت کی تاثیر میں اضافے کا موجب ہوتا ہے مگر اس محبت اور حُب کے ساتھ شریعت کی پابندی بھی ضروری ہے نیز نعت کے لئے سیرت رسول ؐ سے مضامین کا انتخاب اور موضوعات کی تلاش میں تفکر بھی ضروری ہے۔ شاعر جتنی ریاضت کرتا ہے اس کی نعت کا باطن فکری اور علمی طور پر اتنا ہی ثروت مند ہوتا جاتا ہے اور یہ کام حُبّ اطاعت نژاد ہی سے ہوتا ہے۔ بحمد للہ لالہ صحرائی کو یہ دولت حاصل تھی انہوں نے اپنی نعت کے فکری بنت (Texture) میں کئی ایسے مضامین شامل کئے ہیں جو ہماری میلادیہ محافل میں نعتیں پڑھنے والے شاعروں سے مختلف ہیں خصوصاً رسول اکرمؐ کے غزوات کے حوالے سے لالہ صحرائی نے معاصر نعت کو ایک منفرد جہت دی ہے سادگیٔ اظہار کے

ساتھ رزمیہ شکوہ اور رجزیہ آہنگ نے ان کی نعت گوئی میں ایک جداگانہ شان پیدا کی ہے جو خصوصی مطالعے کی متقاضی ہے۔

مجھے امید ہے کلّیات کی اشاعت کی بعد لالہ صحرائی کے مقام و مرتبہ کو بھی ایک نئی جہت اور جست میسر آئے گی کلّیات کے مرتب ہماری مبارکباد کے مستحق ہیں اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔

❖......❖......❖......❖

سحابِ رحمت:___اسلم فیضی

اسلم فیضی کا تخلیقی سفر قریب قریب نصف صدی پر پھیلا ہُوا ہے ان کی شاعری کا آغاز گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی کے اس زمانے میں ہُوا جب کل پاکستان بین الکلیّاتی مشاعروں کی فضا میں آج کے بہت سے اہم شاعر اپنی تخلیقی زندگی شروع کر رہے مختلف کالجوں میں منعقد ہونے والے طرحی مشاعروں اور موضوعاتی نظموں کے مقابلوں نے بہت سے شاعروں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا تھا محمود شام، سرمد صہبائی، سلیم بیتاب، عدیم ہاشمی، شجاعت علی راہی، امجد اسلام امجد، حسین سحر، اقبال ارشد، عزیز انجم وغیرہ کئی نام اِس وقت ذہن میں آ رہے ہیں اور بہت سے نام اس وقت یاد نہیں یہ مشاعرے نومبر دسمبر سے شروع ہوتے اور فروری مارچ تک جاری رہتے ہر کالج سے دو دو شاعروں کی ٹولی شہر شہر پہنچتی ایک نظم اور دوسرا غزل کے مقابلے میں حصہ لیا بعض کالجوں میں پورا ہفتہ تقریبات ہوتیں حسنِ قرأت کا مقابلہ انگریزی، اردو، پنجابی مباحثے اور پھر مشاعرے بعض شاعر ایک شہر کے مشاعرے سے اگلے شہر کے مشاعرے (اکثر طے شدہ پروگرام کے مطابق اور کبھی کبھار از خود) کے لئے روانہ ہو جاتے اور واپس آ کر کالج سے ٹی اے ڈی اے کی رقم موصول کر لیتے ان مشاعروں سے طالب علم شاعر بہت کچھ سیکھتے ایسے مشاعروں میں سب سے اہم مشاعرہ 'شمع تاثیر' کے نام سے اسلامیہ کالج سول لائنیز میں منعقد ہوتا جس میں 'شمع تاثیر' کے نام سے گردشی نشان ظفر یا رننگ ٹرافی___ نظم و غزل میں انفرادی انعامات حاصل کرنے والی ٹیم کو بہ حیثیت مجموعی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر دی جاتی ان مشاعروں میں ناصر کاظمی، انجم رومانی، شہرت بخاری، شہزاد احمد جیسے شاعر ممتحن ہوتے اور غلام رسول مہر، سید عابد علی عابد، بیگم

ایلس فیض جیسی شخصیات مہمان خصوصی یا صدر مشاعرہ ہوتیں۔

مَیں نے اپنی شاعری کے ابتدائی سالوں میں ایسے ہی مشاعروں سے تربیت حاصل کی اسلم فیضی سے میری ملاقاتیں ایسے مشاعروں میں ہوئیں ان کی سنجیدگی، سادگی، متانت اور کسر نفسی کے اوّلین نقوش انہی ملاقاتوں کی عطا ہیں خصوصاً ایسے مشاعروں کے بعد کی رات جس میں سونا کم اور خوشگوار رتجگے کی کیفیت زیادہ ہوتی ہم طالب علم شاعروں کو ایک دوسرے سے تفصیلی ملاقات کے مواقع ملتے۔ اسلم فیضی ان شاعروں میں سے ہیں جوان مشاعروں کے ہجوم سے اپنی تخلیقی کارکردگی کے تسلسل کے سبب نمایاں شاعر ہو کر نکلے اور آج تک اپنے آپ کو ہنروری سے وابستہ رکھے ہوئے ہیں اس نشاندہی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایسے مشاعروں میں وقتی ضروریات کے تحت شاعری کرنے والے کئی شاعر اُنہی دنوں معدوم ہو گئے۔

اسلم فیضی نے شاعری کی مختلف سمتوں میں اپنا سفر جاری رکھا۔ غزل، نظم، ہائیکو، نعت اور حمد وغیرہ انہوں نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی گئی اور اردو شاعری کو کئی خوبصورت مجموعے دیئے ان کا فن مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے ایسا ہے کہ اردو شاعری میں اُن کی خدمات پر جامعات میں تحقیقی وتنقیدی کام کا آغاز بھی ہو چکا ہے کوہاٹ اور پختون خوا سے نکل کر ان کی شہرت ملک کی معاصر شاعری کے منظرنامے تک پھیلی ہوئی ہے۔

زیرنظر مجموعہ ان کی نعت کا مجموعہ ہے جس میں اُن کی حمدیہ شاعری کے کچھ نمونے بھی ہیں اور سلام ومنقبت کے بھی ـــــ اُن کی نعت، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی شیفتگی اور ارادت کی مظہر ہے۔ نعتیہ شاعری سے میری طالب علمانہ وابستگی اور مطالعہ کا نتیجہ یہ حقیقت بتاتا ہے کہ اس صنف میں بنیادی جوہر اخلاص کا ہوتا ہے یہ وہ وصف ہے جو بارگاہ نبیؐ میں ہمیشہ قبول ہوتا ہے اور نعت کے میدان میں شہرت طلبی، نام ونمود کی خواہش اور زورفن کے اظہار کی نمائش سے الگ اُس بابرکت اور ثروت مند 'قدرِ حقیقی' (Real Value) کا درجہ رکھتا ہے جو شاعری کی جان ہوتا ہے یہ خوبی اور وصف (دوسری اصناف سخن کے برعکس) نعت کے لئے از حد ضروری ہے

۔بیسوؤں نعتیہ دیوانوں اور ہزاروں نعتیہ شعروں میں قبولیت، ثبات اور دوام اُسی نعت پارے کو حاصل ہوتا ہے۔

بقول اقبال ؎ جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

بارگاہِ ایزدی اور دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا ہی کلام مقبول ہوتا ہے۔

اللہ ہمیں معاف فرمائے نماز کے بارے میں حدیث ہے کہ اگر وہ عدم توجہ اور نمائشی انداز میں پڑھی گئی ہے تو وہ بھی اللہ کے ہاں نامقبول ہے اور ایسی نماز کے قبول و اجر کا کیا ذکر' اس کو کسی بوسیدہ کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے مونہہ پر مار دیا جائے گا بارِدگر دعا ہے کہ اللہ ہمیں معاف کرے اگر ہماری نعت نگاری اخلاص کے وصف سے عاری ہے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟

اسلم فیضی کی نعت کا نمایاں وصف ان کی سادگیٔ بیان ہے اخلاص کا پہلا ظہور سادگیٔ بیاں ہی ہوتا ہے' از دل خیزد بر دل ریزد' والی کیفیت ہوتی ہے جیسے جیسے خیالات ذہن میں آتے ہیں ویسے ویسے اظہار پذیر ہوتے جاتے ہیں زور بیان اور نمائشی قافیہ پیمائی سے مبرّا یہ سادگی یک رخی نہیں ہے الفاظ میں، تراکیب میں، شعری زمینوں میں مختصراً یہ انداز و اسلوب کی ہمہ پہلو سادگی ہے جو اسلم فیضی کے ہاں بحروں، قافیہ و ردیف اور دوسرے شعری قرینوں میں ہر جگہ موجود ہے۔ ان کے یہ چند مطلعے دیکھئے:

بخش دیں اپنی رضا میرے حضورؐ
ہے یہی اِک التجا میرے حضورؐ

اے خدا شکر کہ اُن پر ہوئیں قرباں آنکھیں
اُن کی دہلیز پہ رکھ آیا ہوں گریاں آنکھیں

دل کا آنگن مہک مہک اُٹھا
نعت ہونے لگی رقم آقاؐ

ان کی مدحت میں شعر لکھتے ہیں
دِل کے آنگن میں پھول کھلتے ہیں

اُنؐ کی سیرت سراپا اثر ہوگئی
زندگی روشنی کا سفر ہوگئی

جمالِ مصطفویؐ کا کوئی جواب نہیں
یہ میرے رب کا ہے دنیا کا انتخاب نہیں

میں جہاں بھی جاتا ہوں
آپؐ ہی کو پاتا ہوں

مدینے کا یا رَبّ دِکھا راستہ
یہی ہے ترِے قُرب کا راستہ

حاجیو! مدینے کا جب کبھی سفر کرنا
شوق اور محبت سے اپنی آنکھ تر کرنا

عالمِ قُدس کی توقیر بڑھانے والے
اِک نظر ہم پہ بھی اے عرش پہ جانے والے

اسی سادگی کے حامل یہ اشعار دیکھئے:

کیا بیاں ہوں مروّتیں اس کی
دھوپ میں سائباں مدینہ ہے

اِس کے ذرّے بھی چاند تارے ہیں
کس قدر ضوفشاں مدینہ ہے

کھِلتے رہتے ہیں پھول رحمت کے
خطّہِ بے خزاں مدینہ ہے

مہکنے لگتی ہیں میری سانسیں
کبھی جو آئے خیالِ طیبہ

ہر گھڑی ہر زماں ذکر ہے آپؐ کا
ہر گھڑی آپؐ ہیں ہر زماں آپؐ ہیں

اے خدا کر دے یہ خواہش پوری
میں مدینہ میں سکونت کرلوں

رحمتوں کی بارش ہے
نعت گنگناتا ہوں

آپؐ یاد آتے ہیں
خود کو بھول جاتا ہوں

چلے میرے آقاؐ جو معراج کو
مہکنے لگا عرش کا راستہ
آ گیا مدینے سے
خلد سے میں لوٹا ہوں

ہےَ مِرے سامنے روضہ اُن کا
میں اُجالوں میں اُتر آیا ہوں

حبِّ رسول، شہرِ رسولؐ اور مختلف مناسبات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسلم فیضی کے یہ شعر دیکھئے۔

یہ حمزہؓ کا مرقد شہیدوں کے ڈیرے
اُحد کے قریں خوشبوؤں کے بسیرے

کھجوروں کے جُھنڈ اور معطر فضائیں
پرندوں کے نغمے سویرے سویرے

بس آپؐ کے سوا نہ کوئی دوسرا رہے
دل کے حِرا میں آپ ہوں آباد یا نبیؐ !

اصحاب اور اہل بیت اظہار ہماری نعتیہ شاعری کا اہم مضمون ہے یہ ایک فطری بات ہے کہ آپؐ سے محبت کا لازمہ آپ کی اس سارے ماحول اور ان تمام شخصیات سے محبت ہے جن میں آپؐ نے زندگی گزاری اس محبت کے کچھ نمونے دیکھئے:

ہر زاویے سے کیوں نہ انہیں معتبر لکھوں
فخرِ حیات و فخرِ شہادت حسینؓ ہیں

نعت کا ایک اہم عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہے ہمارے ہاں جدید ذہن کے حامل خصوصاً بعض طالب علم اس مسئلہ کی سنجیدہ نوعیت اور اہمیت کو نہیں سمجھتے بعض نام نہاد ترقی پسند ذہنوں، لبرل اور سیکولر لوگوں نے اسے علمائے کرام کا گروہی مسئلہ بنایا ہوا ہے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے حال ہی میں چھپنے والی 'لا نبی بعدی' یونس امین کی کتاب کے دیباچے میں مَیں نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور دشمنان دین کی طرف سے کی جانے والی مضمون سازش کی نشان دہی یوں کی ہے:

انگلستانی وفد کی رپورٹ (Report of Missionary Fathers) ملاحظہ کیجئے

"Majority of the Population of the country blindly follow their "Peers" their spiritual leaders. If at this stage, we succeed in finding out some who would be ready to declare himself a zilli Nabi (apostolic prophet) then the

large number of people shall rally around him. But for this purpose, it is very difficult to persuade some one from the Muslim masses. If this problem is solved the prophethood of such a person can flourish under the patronage of the Government. We have already overpowered the native governments mainly pursuing a policy of seeking help from the traitors. That was a different stage, for at that time, the traitors were from the military point of view. But now when we have sway over every nook of the country and there is peace and order every where we ought to undertake measures which might create internal unrest among the country."(Extract from the printed report. India office library, London)

ترجمہ:

''ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے پیروں اور روحانی رہنماؤں کی اندھی تقلید کرتی ہے۔ اگر اس موقع پر ہمیں کوئی ایسا شخص مل جائے، جو ظلّی نبوت (حواری نبی) کا اعلان کر کے، اپنے گرد پیروکاروں کو اکٹھا کرے لیکن اس مقصد کے لیے اس کو عوام کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا، اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی حکومت کے لیے مفید کام لیا جا سکتا ہے۔ ہم نے مقامی حکومتوں کو پہلے ہی ایسی ہدایات دی ہوئی ہیں کہ غداروں سے معاونت حاصل کی جائے، اس وقت مسلح غداری ہوئی تھی اور صورتِ حال اور تھی، اب جبکہ ہم نے ملک کے

طول وعرض پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے اور ملک میں ہر جگہ امن وامان ہے، ہمیں ایسے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے جو ملک میں اندرونی شورش پیدا کریں۔'' (مطبوعہ رپورٹ سے ایک اقتباس: انڈیا آفس لائبریری، لندن)

W.W.Hunter) اپنی کتاب The Indian Musalmans) میں اس کے علاوہ مزید لکھتا ہے:

''ہماری مسلمان رعایا سے کسی بھی پُر جوش وفاداری کی توقع رکھنا عبث ہے۔ تمام قرآن مسلمانوں کے بطور فاتح نہ کہ مفتوح کے طور پر تصورات سے لبریز ہے۔ مسلمانانِ ہند ہندوستان میں برطانوی راج کے لیے ہمیشہ کا خطرہ ہو سکتے ہیں۔''

اس وفد نے "The Arrival of British Empire in India" (ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد) کے عنوان سے دو رپورٹیں لکھیں، جس میں انہوں نے لکھا: ''ہندوستان مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی اور مذہبی پیشواؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو الہامی سند پیش کرے تو ایسے شخص کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر اس سے برطانوی مفادات کے لیے مفید کام لیا جا سکتا ہے۔''

اس مسئلہ کے تحفظ کے لئے باخبر نعت نگار نے ہمیشہ فعاّل رہے ہیں ''معاصر نعت گوئی میں عقیدہ ختم نبوت'' موضوع ایک اہم موضوع ہے جس کے مختلف پہلوؤں کم وبیش تمام پر نعت گو شاعروں نے کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے اسلم فیضی کے یہ شعر دیکھئے:

خدا نے میرے نبیؐ کو بخشی جہاں میں جب آخری رسالت
تو کیسے کوئی رسول آئے تو کیسے کوئی کتاب اترے

مِرے نبیؐ کی قیادتوں کے چراغ روشن ہوئے تو فیضیؔ
نگر نگر روشنی سی پھیلی نگر نگر انقلاب اُترے

پاکستان کے حوالے سے اسلم فیضی نعت میں مادرِوطن کو بھی نہیں بھُولتے۔اس حوالے سے اُن یہ دُعائیہ شعر دیکھیئے:

مِرے وطن پہ بھی برسے ترے کرم کا سحاب
کہ ہو رہے ہیں پریشان سب غریب مِرے

اسلم فیضی کی نعت کے موضوعات ومضامین میں چنداور حوالے بھی قابلِ ذکر ہیں جن کے مطالعے سے اُن کے نعت کے فِکر کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔نمونے کے طور پہ یہ شعر ملاحظہ ہوں:

حشر کی دعاؤں میں بس مِری دعا ہے یہ
قبر سے جو اُٹھوں تو سامنے مدینہ ہو

آرزو ہے اے فیضیؔ نعت کے اجالوں سے
زندگی ہماری بھی روشنی کا زینہ ہو

اب حاضری کو اذنِ سفر دیجئے حضورؐ!
جینا مِرا فراق نے دشوار کردیا

گزار دوں میں تِری یاد میں حیات اپنی
درونِ سینہ کچھ ایسی صفائی دے مجھ کو

اسمائے رسولِ کریمؐ کا تذکار نعت کا ایک اہم موضوع ہے۔اسلم فیضی کے اشعار میں حضورِاکرمؐ کومختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے مثلاً:

مصطفیٰ ___ مجتبیٰ ___ شافعِ روزِ جزا ___ شفیعِ محشرؐ ___ حبیبِ کبریا ___ ختم المرسلیں ___ تاجدارِ انبیاء ___ پیکرِ صدق و صفا ___ منبع جُود وسخا ___ باعثِ ارض و سما ___ نازشِ عرشِ بریں ___ رونقِ ہردوسرا ___ خیرالوریٰ ___ عظمتِ لوح وقلم ___ عرصۂ آفاق کی روشنی ___ تخلیقِ کائنات کاعنواں ___ اجمل واکمل ___ سُلطانِ انبیاء ___ راحتِ عاشقاں ___ سرِّ کون و مکاں ___ نازشِ دوجہاں ___ رحمتِ بیکراں ___ ہستیٔ مہرباں ___ چارہ گر ___ باعثِ رونقِ دو جہاں ___ رسولِ پاک ___ سرورِ کونین ___ تاجدارِ مدینہ ___ حضورِ پاک ___ محبوبِ کبریا ___ خیرالبشر ___ اسلم فیضی نے اپنے نعتیہ کلام میں حضورِ اکرمؐ کومختلف اسمائے مبارکہ سے یاد کر کے اُن کی معنویت سے اپنے کلام کی نعتیہ فضا کو بابرکت اور ثروت مند بنایا ہے۔

اسلم فیضی کی نعتوں میں محاکات کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ اُن کے یہ شعر دیکھئے جس میں قاری اپنے آپ کو اُس فضا میں محسوس کرتا ہے جو فضا ان نعتیہ شعروں کے مطالعے سے پیدا ہوتی ہے۔

محسوس ہو رہا ہے جنت میں پھر رہا ہوں
پلکوں سے چومتا ہوں رستا ترے نگر کا

فیضؔی مِری امید کی معراج یہی ہے
کونین کے داتا کی طرف دیکھ رہا ہوں

جب تصوّر کیا گنبدِ سبز کا
دل معطر ہوا آنکھ تر ہوگئی

نمازِ فجر ادا کر کے جب طواف کیا
تو ہر قدم پہ دعاؤں میں اک اثر آیا
پرندے بھی جہاں کے آسمانی
وہی جنت وہی گلزار دیکھیں

اسلم فیضی نے بعض الفاظ کو اُن کی دلالتِ وضعی میں استعمال کرتے ہوئے ایسے شعر کہے ہیں جب کے تلازمات سے قاری متاثر ہوتے ہیں۔ مثلاً ان شعروں میں زندگی کے بکھراؤ، منظوم ــــــ مہمل اور مفہوم خوبصورت قرینے سے برتے گئے ہیں:

ہماری زندگی بکھری ہوئی ہے
مِرے مولا! اِسے منظوم کر دے
ہمیں دنیا نے مہمل کر دیا ہے
ہمیں اب صاحبِ مفہوم کر دے

بہ حیثیت مجموعی اسلم فیضی کا یہ مجموعہ نعت سادگی و اخلاص کا مظہر ہے اس کتاب کے صفحے صفحے اور نعت نعت میں محبت کی مہک اور اخلاص کی حرارت لو دیتی ہے اسلم فیضی کے نعتیہ شعروں کے بین السطور وارفتگی اور جاں سپاری کا جذبہ لو دے رہا ہے دعا ہے کہ یہ مجموعہ نعت خلقت میں مقبول اور خالق کی بارگاہ میں قبول ہو (آمین) میں اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

سرکارؐ کی نعت کا مجلّہ لکھئے
نورانی مصحفِ تجلّی لکھئے
تاریخِ طبع پر کیا جب کچھ غور
آواز سنی ''بارِغِ توّلا'' لکھئے

۱۴۴۰ھ

❖......❖......❖......❖

صبیح رحمانی ــــ نعت کا شجر الاشجار*

نرسریوں میں ہزاروں تازہ تازہ پودے موسم بہ موسم لگائے جاتے ہیں اپنے اپنے وقت پر وہ وہاں سے دوسری جگہوں پر منتقل ہوتے رہتے ہیں کوئی ایک پودا بوجوہ وقت کے ساتھ ساتھ اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ وہ اس نباتاتی ذخیرہ میں ایک تن آور اور کہن سال درخت بن جاتا ہے پھر اس کا وہاں سے منتقل ہونا ناممکن ہو جاتا ہے اور وہ برگدنما درخت اس ذخیرے کی شناخت اور پہچان بن جاتا ہے وہ اس علاقے میں روبہ عمل تمام کارکردگی کا شاہد ہوتا ہے اور ہر طرح کی روئیدگی کا سب سے پرانا اور بڑا گواہ ــــ اگر اس لفظ/ترکیب 'شجر الاشجار' کو اس کے تلازماتی بہاو؟ اور اس کی استعاراتی وسعتوں میں جا کر دیکھیں (یہاں میں مارٹن لنگز کے تصور سے بہت مختلف ہو رہا ہے ترکیب انہی کی ہے مگی خدماتِ نعت کے لئے استعمال کرنے کے لئے کوشاں ہوں) تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ 'شجر الاشجار' وقت کے ساتھ ساتھ ایک اہم حوالے، اعتبار، شناخت اور منفرد مقام و مرتبہ کا حامل ہو گیا ہے۔ یہاں ہم سابقہ تمہیدی گفتگو کی اصطلاحی پابندی سے نکل رہے ہیں اور اس کے استعاراتی اور تلازماتی مفہوم کے دائرے ہیں داخل ہو رہے ہیں۔

اردو نعت کا معاصر بیانیہ جس کا پھیلاؤ......گزشتہ صدی کے آخری ربع سے روز افزوں ہے سے زیادہ دیکھتا ہوں اب تک اپنے سفر کی قریباً ساڑھے چار دہائیاں مکمل کر چکا ہے نعت کی تخلیق، ترتیب، تحقیق وتنقید اور نشر واشاعت کا جتنا کام ان سالوں میں ہُوا اردو شعر وادب کی تاریخ میں پہلے نہیں ہوا۔ اس پھیلے ہوئے کام کے جائزے یا اس سفر کی ادبی حیثیت، اہمیت اور صنفی خدوخال مرتب کرنے میں جن نعت کاروں (نعت نگاروں، نعت کے ناقدوں، محقّقوں، مرتّبوں،

مدیروں، مبصّروں، اینکر پرسنوں اور دیگر کارکنوں) نے ان گزشتہ عشروں میں بہ حیثیت مجموعی اپنی سعیٔ جمیلہ کا شائستگی سے اظہار کیا ہے ان میں نمایاں نام سید صبیح رحمانی کا ہے انہیں یہ منصب ان کی دیگر خدمات نعت کے علاوہ 'نعت رنگ' کی رجحان ساز ادارت نے عطا کیا ہے۔ رجحان ساز اس حوالے سے کہ حال ہی میں 'دبستان نعت' (بھارت) اور 'جہانِ حمد و نعت' (مقبوضہ کشمیر، بھارت) جیسے نعت کے جریدے بھی 'نعت رنگ' ہی کے طرز و اسلوب کا عکس لئے ہوئے ہیں۔

یوں آج کی نعت کا شجر الاشجار ــــــ صبیح رحمانی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیت، جذبہ، محنت، کارکردگی، وژن اور خدمت کا منفرد ذوق بخشا ہے کہ آج اردو نعت 'موضوع محض' کے عمومی اظہار سے آگے بڑھ کر ایک با قاعدہ ادبی صنف اور پختہ ہنرکاری کے درجہ پر فائز ہو کر اب ایک مستقل تخلیقی و فنی روائت کے راستے پر گامزن ہو چکی ہے ــــــ ایک ایسی روائت جس کا آغاز اردوئے قدیم کے نعتیہ نمونوں سے شروع ہوتا ہوا محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا خاں بریلوی، ظفر علی خاں، علامہ اقبال اور دوسرے بیسیوؤں محسنین نعت کے ذریعے اپنی فنّی تشکیل و تکمیل کے لئے گزشتہ صدی کے آخری ربع تک پہنچا۔ اب ایک مستقل اور جداگانہ صنفِ سخن کے طور پر اپنی جگہ اور شناخت بنا چکی ہے۔ اس کی ایک ہلکی سی جھلک ان ہزاروں نعتیہ مجموعوں انتخابوں، گلدستوں اور ان ماہانہ طرحی نعتیہ مشاعروں کے رپورٹوں میں دیکھی جا سکتی ہے جو گزشتہ دہائیوں میں سامنے آئے۔

صبیح رحمانی کی ادبی و شعری کارکردگی کا دوسرا اظہار جو دراصل اُن کا پہلا اظہار ہے ان کی نعت گوئی ہے نعت خوانی اِس صلاحیت کا ذیلی اور ضمنی پہلو ہے انہوں نے اوّل اوّل نعت کو اپنی عقیدت نگاری کے لئے منتخب کیا اپنی نعتیں اپنے پُر تاثیر لحن میں پڑھیں تو نعتیہ حلقوں میں ان کا تعارف ایک ایسے جدید نعت گو کے طور پر ہوا جنہیں قدرت نے مؤثر طرز ادا سے بھی نوازا ہے ــــــ بعد میں انہیں ''حالات و واقعات'' نے ایک ایسے گراں قدر کام کی طرف راغب کر دیا جو اس سے پہلے عربی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں میں کسی کو آج تک نصیب نہیں ہوا وہ کام ان

کی بہ حیثیت مدیرِ 'نعت رنگ' کارکردگی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

حالات وواقعات سے مراد وہ ماحول ہے جو گزشتہ صدی کے آخری عشرے میں نعت کو درپیش تھا گو اس وقت اردوئے قدیم کے چھوٹے چھوٹے نعتیہ نمونوں سے کئی مستقل نعتیہ دیوان بھی مرتب ہو چکے تھے اور محسن کاکوری، امیر مینائی اور احمد رضا بریلوی جیسے فنّی طور پر پختہ شاعروں کے ذریعے یہ صنف کامیابی سے اپنے تشکیلی دور سے گزر چکی تھی لیکن ادبی حلقوں کی طرف سے اس کی جداگانہ حیثیت کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کا اظہار کیا جارہا تھا۔ مجھے اکادمی ادبیات کی ایک کمیٹی کے اجلاس کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے یہ میٹنگ ایک انعامی مقابلے کے حوالے سے تھی محترمی حفیظ تائب کے نعتیہ مجموعے پر ادبی انعام کا مسئلہ تھا کچھ شرکاء کا خیال تھا کہ یہ نعت کی کتاب ہے اس کے لئے وزارت مذہبی امور کے جداگانہ انعامات ہوتے ہیں اسے ادبی کتابوں میں شامل نہ کیا جائے جب کہ ڈاکٹر جالبی صاحب اور مَیں اس بات پر بضد تھے کہ نعت، شاعری کی ایک صنف ہے شاعری کے کچھ فنّی تقاضے ہیں اگر کوئی نعتیہ مجموعہ شعروادب کے فنّی تقاضوں پر بہ کمال وخوبی پورا اُترتا ہے تو اسے ادبی انعام ملنا چاہیے ___ مجھے ڈاکٹر جمیل جالبی کی یہ بات یاد آرہی ہے کہ:

> ''آج اگر محسن کارکوری کی کتاب ہمارے سامنے ہوتی تو کیا
> اسے نعت کی کتاب سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا جبکہ کسی بھی ادبی حوالے سے
> دیکھیں محسن کاکوری کا کلام فنّی پختگی اور محاسن شعری کا اعلیٰ نمونہ ہے''۔

یوں شرکائے اجلاس کو قائل کر کے متفقہ طور پر اس سال کے ادبی انعامات میں حفیظ تائب صاحب کے نعتیہ مجموعہ کو شامل کیا گیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اکادمی کے ادبی انعامات کو اس مجموعہ کے ذریعے شرف اور اعتبار بخشا گیا یوں ہم نے اس کتاب کو انعام بدر ہونے سے بلکہ اپنے آپ کو غیر ذمہ داری کے مرتکب ہونے سے بچایا۔ اس سال کے بعد نعتیہ مجموعوں کا شمول بھی ادبی کتابوں میں رواج پذیر ہوا۔ ورنہ اس سے قبل عقیدت نگاری (حمد، نعت، منقبت وغیرہ) کی

کتابوں کو ادبی مقابلہ جات بلکہ سرکاری سطح پر ملنے والے اعزازات میں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔اب خدا کا شکر ہے نعت خوانوں کے ساتھ نعت نگاروں کی ادبی اور تخلیقی کارکردگی کو بھی لائق اعزاز سمجھا جاتا ہے۔گزشتہ سال سرکاری سطح پر صبیح رحمانی کی ادبی خدمات پر ان کی پذیرائی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

آج سے تین چار عشرے قبل ہمارے ادبی منظر نامے کی یہی صورت حال تھی یہ وہ حالات و واقعات ہیں جن میں صبیح رحمانی کے دل میں نعت رنگ کے اجراء کا خیال آیا وہ رفقاء خوش نصیب ہیں جو آغاز کار ہی میں اُن کے ساتھ صلاح و مشاورت میں شامل رہے اور 'نعت رنگ' کے بارے میں اِس اساسی نکتے پر متفق ہوئے کہ نعت کی صنف فنّی مدارج سے گزر کر ہی 'ادب یاب' قدر و منزلت حاصل کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار کی بے شمار شکلیں ہیں ہر ارادت مند اپنی عادت، مزاج، طبیعت، ماحول اور میلان و رجحان کے مطابق اس محبت کا اظہار کر سکتا ہے، کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا اور اس کی اخلاص کی نسبت کے مطابق اللہ کریم اس کو اِس اظہارِ عقیدت کا اجر دے گا ــــــ نعت کا درجہ اگر ادب کی صنف کے حوالے سے مطلوب ہے تو وہ اظہار ادبی معیارت کی پاسداری کا بھی تقاضا کرتا ہے یعنی ایسا اظہار جس میں لفظ سے پیش کش تک کے ہر مرحلے پر صف ادب (شعریات) کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے ایسا اظہار جو 'اظہارِ محض' نہ ہو شعری خصوصیات کا حامل بھی ہو یعنی اظہار برائے اظہار کی بجائے نعتیہ مضامین و موضوعات کا اظہار شاعری کی فنی نزاکتوں، مہارتوں قرینوں اور دوسرے جملہ تقاضوں سے عبارت ہو اور یہ تقاضے طرز احساس سے طرز اظہار کی اُن تمام خصوصیات اور محاسن کے حصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے پورے کئے جا رہے ہوں جو کسی بھی عہد ــــــ علاقے اور زبان کی اعلیٰ شاعری کے لازمے کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو تحقیق و تنقید کے جملہ معیارات پر پورے اترتے ہوں۔

نعت کو مسلّمہ فنی لوازمات کی روشنی میں زِیرِ مطالعہ لانا۔'نعت رنگ' کا فقید المثال

کارنامہ ہے جزوی طور پر ایسا کام پہلے بھی ہو رہا تھا اور فن شاعری کے بین الاقوامی معیارات کی روشنی میں نعت پر تحقیق و تنقید کا کام کرنے والے اپنے اپنے طور پر ایسے مطالعے اور محاکے کر بھی رہے تھے مگر کم کم رک رک کر، اپنے اپنے انداز میں، جیسے پگڈنڈیوں کے مسافر ہوتے ہیں نعت رنگ نے مطالعہ و محاکمہ کی نعتیہ روایت کو ایک وسیع، منضبط، قابل اعتماد تناظر عطا کیا اور ان پگڈنڈیوں کو شاہراہ آشنا کیا ___ اب غیر محسوس طور پر گزشتہ تین دہائیوں کی نعت رنگی روایت کے سبب نعتیہ مطالعات کو ایک مبسوط رنگ و آہنگ، تنقیدی نظام اور مطالعاتی روّیہ عطا کیا ہے آج کی نعت شعر و فن کے تقاضوں سے کس طرح عہدہ برآء ہو رہی ہے؟ شعریات کے عالمی قوانین و ضوابط کی روشنی میں نعتیہ مضامین و موضوعات کا اظہار کیا درجہ رکھتا ہے؟ ہمارے ناقدین نعت ان سوالات اور اُمور و مسائل کی روشنی میں نعتیہ تخلیقات کا جائزہ لے رہے ہیں نعت رنگ کا اب تک کا سفر، نعت کے حالیہ بیانیے کے مختلف مرحلوں کا شاید ہے اور اس کے اب تک شائع ہونے والے شمارے اس بیانیہ کے حوالے سے ایک واضح اور 'جہت یاب' انفرادیت کے گواہ ہیں۔

جہت کا لفظ اپنے تلازماتی مفاہیم میں کثیر الجہات اور بیسوؤں معروف انگریزی الفاظ اور اصطلاحات

Target, course, passage, road, pay, progression, movement, type, advance, track, channel, evolution, process, trend, sequence, orbit, growth, manner, merit, line procedure, system, form, method, rut, rule,duct, trajectory, policy, current, circuit, space, age, era, aim, direction, pattern, model, architype, standard, paradigm, methology

وغیرہ۔ اس کی بیسوؤں معنوی اشکال ہیں جو اپنے استعمالات ہی سے واضح ہوتی ہیں

بقول شاعر:

نو بہ نو روحِ معانی لفظ کو شعروں نے دی
گھٹ کے زندانِ لُغت میں لفظ بے جاں ہو گیا

سو نعت نگاری کے مقصد، اسلوب، طریق کار، حصول، منزل تک رسائی کے طور طریقے، اسالیب و انداز، طرز و روش، نمونے، امثال اور دوسرے کئی استعمالات اس لفظ (جہت) کے معنوی تناظرات میں جھلکتے ہیں 'نعت رنگ' کے مضامین نگاروں نے گزشتہ دہائیوں میں نعت کے فکری و فنّی امور و مسائل کو ایک ادبی جہت عطا کرنے کی جو کوشش کی ہے اس سے یہ صنف ادبیات عالیہ کے فنّی معیارات سے آشنا ہوئی ہے جو ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے۔ اب نعت نگاروں کا کام بلکہ ان کی ذمہ داری ہے کہ ان معیارات کی روشنی میں اپنی تخلیقی کارکردگی کے خدوخال کو نکھاریں اور سنواریں اپنے تخلیق سفر کو اعلیٰ فکری و فنّی تقاضوں سے ہم آہنگ کریں اور رکھیں ___ مضامین کی ادائیگی میں ندرت، جدّت اور ادبیات عالیہ کے اظہاری قرینوں کو پیش نظر رکھیں ___ نوع انسانی کے سب سے بڑے رسولؐ اور سب سے بڑے انسان کی بابت گفتگو کرتے ہوئے ممکن حد تک ادب و احترام، شائستگیٔ فن اور خوش سلیقگیٔ فکر کا خیال نعت نگار کی اوّلین ذمہ داری ہے۔

صبیح رحمانی کا یہ بڑا کارنامہ ہے انہوں نے استقامت سے گزشتہ عشروں میں اس 'جہت یابی' کے لئے شبانہ روز محنت کی اس محنت کا ثمر نعت رنگ کے پہلے شمارے سے آخری شمارے کے فرق میں دیکھا جا سکتا ہے شمارہ بہ شمارہ مضامین کی فراہمی سے پیشکش تک کے مراحل میں خوشگوار تبدیلیاں سامنے آئی ہیں ۱۹۹۵ء سے اب تک قریباً تیس سالوں میں نعت تحقیق، تنقید، ترتیب اور تخلیق کے جس روز افزوں گراف کی طرف مائل ہے اس کے مختلف پہلو اور مدارج نعت رنگ کی سابقہ اشاعتوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

'نعت رنگ' کے مرتب اور اس سارے پروگرام کے میزبان (Host) کے طور پہ صبیح رحمانی جس انہماک، تن دہی سے اس (کارِادارت) سے وابستہ اور مصروف رہے اس کا فرق ان

کی نعت گوئی یہ بھی پڑا تخلیق نعت سے اُن کی دوری ایک بڑے کام اور مشن کے لئے تھی لہٰذا انہوں نے ایک بڑے مقصد کے حصول کے لئے یہ دوری بھی قبول کی اس کا انہیں بھی احساس ہے اور ہم لوگوں کو بھی ــــــ تاہم ان کا دستیاب سرمایہ نعت بھی مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے لائق مطالعہ اور قابل تحسین ہے۔

معاصر نعت میں صبیح رحمانی نے عمدہ کارکردگی سے اپنا نام بنایا انہوں نے اپنے نعتیہ کلام میں ادب واحترام کے جن تقاضوں کو ملحوظ رکھا ہے وہ لحاظ اور پاسداری ان کی نعت گوئی کا نمایاں پہلو ہے صبیح کے حوالے سے ان کی نعت گوئی کے اس وصف کے پہلے زیر جائزہ لانے کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ وہ ایک کامیاب نعت خواں بھی ہیں ــــــ عام طور پر اگر نعت خواں، نعت نگار بھی ہو تو اس کا فن کبھی کبھار اعتدال وتوازن کے درجے سے تھوڑا سا ہٹ جاتا ہے نعتیہ مجالس میں سامعین کی داد اور زیادہ حوصلہ افزائی کا اظہار جن شعروں پر ہوتا ہے وہ عوامی ذوق کے مطابق ہوتے ہیں اور ان میں نعت کی صنف کا ادب واحترام کبھی کبھار ملحوظ نہیں رہتا آپ کسی نعتیہ مجلس میں چلے جائیں اکثر نعت نگار سامعین کے جذبے و جوش کے مطابق نعتیں پڑھتے ہوئے پائیں گے بعض اوقات ان کا کلام معروف فلمی گانوں کی طرزوں میں اور عوامی لب ولہجہ جس میں نعت کے شرعی تقاضے مجروح ہوتے نظر آتے ہیں علامہ اقبال کے الفاظ:

کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز! گرمیٔ محفل نہ کر قبول

کے برعکس ہمارے نعت خواں ’گرمیٔ محفل‘ قبول کرتے ہوئے عوامی داد و دہش کے سیل میں بہہ جاتے ہیں اور محفل گداز بننے کی بجائے سامعین کے جذبات کی رو میں شامل ہو جاتے ہیں۔

صبیح رحمانی کی نعت گوئی کا رنگ ایسے مجلسی انداز نعت سے مختلف ہے ان کی نعت میں ادب واحترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے ان کی نعت گوئی شرعی تقاضوں کی پاسداری کے ساتھ

فنّی تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھتی ہے انہوں نے نعت کا اعلیٰ ذوق رکھنے والے دلوں کی ترجمانی کی ہے مگر مجلسی اور عوامی لب ولہجہ استعمال نہیں کیا ان کی نعتیں دلپذیری کے ساتھ غور وفکر کا مواد بھی فراہم کرتی ہیں ان کی معروف نعت (جواُن کی وجہ ٔ شہرت ٹھہری اور جس) کا مطلع ہے:

کوئی مثل مصطفیٰؐ کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہو گا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہو گا

کتنے سیدھے انداز میں بلیغ نعتیہ فکر کا ترجمان ہے اس کی بحر کا دو مساوی حصوں میں تقسیم ہونا، مصرع اولیٰ اور ثانی میں تینوں زمانوں ماضی، حال اور مستقبل کو جمع کرنا اس نعت میں سادہ قافیہ اور طویل ردیف کا استعمال اور ہر شعر میں نعتیہ مضامین وموضوعات کا ایک منفرد پہلو پیش کرنا ان کی تخلیقی مہارت کا ثبوت ہے انہوں نے کتنی سہولت سے اس نعت میں فکر اور طرز ادا کے کئی خصائص جمع کر دیئے ہیں یہ پوری نعت سادگی وپُرکاری کا خوبصورت نمونہ پیش کرتی ہے اس میں ردیف جس قرینے کی متقاضی تھی صبیح نے اس کا خوش سلیقگی سے استعمال کیا ہے۔

نعت کے مضامین جس احتیاط اور ذمہ داری کا تقاضا کرتے ہیں صبیح رحمانی کی نعت میں ان کا لحاظ موجود ہے۔شعریات میں جس پہلے ناقد (First Critic) کا ذکر کیا ہے صبیح رحمانی کا وہ ناقد نہ صرف مضبوط ہے بلکہ اداشناس بھی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے نعتیہ اشعار میں صنف نعت کے تقاضوں اور اعلیٰ فن کے مطلوب قرینوں کی پاسداری نظر آتی ہے اس کے داخلی ناقد کی تربیت میں لاشعوری طور پر 'نعت رنگ' کے مضامین ومقالہ جات کے مطالعہ کے اثرات کارفرما ہیں انہوں نے 'نعت رنگ' کی ادارت میں موصول ہونے والا مواد اور مکاتیب جانے کتنی بار پڑھے ہوں گے گزشتہ تین دہائیوں کے مطالعے نے انہیں فن نعت کی جن باریکیوں سے روشناس کرایا ہے اور ان کا داخلی ناقد نعت کے امور ومسائل سے جس طور منسلک رہا ہے اس کے اثرات بلکہ ثمرات ان کی نعتوں میں نمایاں ہیں۔

میں مختلف مثالوں سے ان کی خدمات نعت کے حوالے سے لکھے گئے اس بیانیہ کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا تاہم یہ چند اشعار ضرور آپ کے گوش گزار کرتا چاہتا ہوں۔

ان کی نسبتوں سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

ان کی نسبتوں سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

آپ کا ذکر کبھی کم نہیں ہوگا آقا
آپ کے ذکر کو اللہ نے رفعت دی ہے
تلخ لہجوں کو جس شائستہ بنا دیتی ہے
آپ نے آ کے وہ تعلیمِ محبّت دی ہے

شہر نبی کی کرلی زیارت الحمدللہ الحمدللہ
باقی نہیں دل میں اب کوئی حسرت الحمدللہ الحمدللہ
نظروں میں روضے کا نور آ گیا ہے، ذرّے کے دامن میں طور آ گیا ہے
دل سے ہوئی دُور ہر ایک ظلمت الحمدللہ الحمدللہ

یہ تو چلتا ہے پتا شہرِ مدینہ جا کر
کیسے انسان کوئی تا بہ فلک جاتا ہے

صبیح ارضِ وطن پہ ہو نور کی بارشیں
صدائے نعت سے ہوں ساری بستیاں روشن

درود پڑھتی ہوئی ساعتوں کے جھرمٹ میں
سلام پڑھتا ہوا میں بھی تھا مواجہ پر

تھا شبِ اسریٰ بھی ان کو تنہا اُمت کا خیال
میرے آقا آگئے عرشِ معلّٰی چھوڑ کر

فرشتوں نے مری لوحِ عمل پر روشنی رکھ دی
ثنا خوانِ محمد لکھ دیا اوّل سے آخر تک

ان کی نعت گوئی کے بارے میں مَیں نے کچھ سال پہلے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

''نعت گوئی کے لوازمات میں ذوق اور قرینہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ذوق اچھی شاعری کا جو، شعری خصائص اور فنّی خوبیوں کا ضامن ہوتا ہے اور قرینۂ اظہار کے باب میں کہ یہ ترسیل جذبات و احساسات کا وہ ذریعہ اور حوالہ ہے جو اچھی شاعری خصوصاً نعتیہ شاعری کی جان ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں وہ شاعر جنہیں نعت رسالت مآبؐ کا قرینہ ودیعت ہوا ہے۔ صبیح رحمانی اردو کے جواں سال نعت نگاروں کی صف میں اس حوالے سے منفرد حیثیت اور شناخت رکھتے ہیں کہ وہ شاعری کے عمدہ ذوق کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کے قرینے سے آشنا ہیں

ان کی نعتیہ شاعری کی عمر ابھی زیادہ نہیں مگر مختصر سے عرصہ ہی میں ان کی نعت گوئی نے قارئین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے نعت کے باب میں وہ جدید لب ولہجہ کے ساتھ ساتھ سیرت رسولِ اکرم صلی ا? علیہ وسلم کا شعور رکھتے ہیں اور ذاتِ رسالت مآب کے منصب، پیغام، سیرت وکردار اور اوصاف وفضائل کی بات کرتے ہوئے احترام کے ان جملہ تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں جو نعت گوئی کے لئے ضروری ہے۔صبیح کی نعت گوئی اپنے اندر وسیع امکانات لئے ہوئے ہے زمینوں کے انتخاب سے لے کے بات کہنے کے انداز تک میں ان کے ہاں تازگی اور شائستگی جھلکتی ہے لحن کی نادرہ کاری کے ساتھ ساتھ اظہار و بیان کی خوش سلیقگی ان کی نعت گوئی کو نہ صرف اپنے ہمعصروں میں ممتاز گردانتی ہے۔ بلکہ کئی سینئر نعت گو شاعروں سے بھی نمایاں اور منفرد مقام کی حامل ٹھہراتی ہے۔''

ان کی دیگر خدماتِ نعت کے ساتھ ساتھ ان کی نعت نگاری بھی جاری ہے اگر وہ 'نعت رنگ' کی ادارت میں مصروف نہ ہوتے تو شاید وہ اپنی نعت نگاری پر اور زیادہ توجہ دیتے ___ مگر یہ کیسے ممکن تھا؟___ ان کے ذمہ قدرت نے ایک تاریخ ساز کام لگایا تھا جسے وہ عمدگی سے کر رہے ہیں___ نعت نگار تو اور بھی بہت سے ہیں اور ہر آتے زمانے میں سینکڑوں آتے رہیں گے مگر صبیح رحمانی تو ایک ہے___ 'نعت رنگ' کا مدیر صبیح رحمانی___ اللہ تعالیٰ خدمات نعت کے حوالے سے اسے توفیقات مزید سے نوازے (آمین)

صبیح رحمانی ہمارے گلشنِ نعت کا شجر الاشجار ہے___ معاصر نعتیہ بیانیے کا زندہ شہید ___ نعتیہ مضامین ومقالہ جات کی جمع آوری پر مامور ایک شائستہ مدیر___ جس نے گزشتہ تین دہائیوں میں نعت کی صنف کو ادبیاتِ عالیہ کے درجہ ومقام پر فائز کرنے کے لئے جو کام کیا وہ آج تک کسی ادارے نے نہیں کیا۔اگرچہ ادب میں کوئی دعویٰ بے کار کی بات لگتا ہے تاہم اگر کسی فرد

نے ایسا کام کیا ہے تو میں اس کا نام جاننے کا آرزومند ہوں۔

مَیں اپنے تاثرات اس رباعی پرختم کرتا ہوں

ہے نعت کے باب میں دُرِ تابندہ
خدماتِ نعت اُس کی ہیں رخشندہ
لاریب، صبیح اس دبستان اندر
ہے آج کی نعت کا شہیدِ زندہ

❖......❖......❖......❖

---

* شجرالاشجار (Tree of trees) کی اصطلاح معروف مغربی مسلم سکالر مارٹن لنگز (Martin Lings-1909-2005) جن کا اسلامی نام ابوابکر سراج الدین ہے کی کتاب What is Sufism کے اردو ترجمہ تصوف کیا ہے؟ سے مستعار لی گئی ہے یہ ترجمہ آج سے تیس پینتیس سال قبل ہمارے محترم دوست چوہدری صفدر علی ایڈوکیٹ مرحوم نے کیا تھا (Tree of trees) کا ترجمہ شجرالاشجار کیا تھا۔ (رم)

صبیح رحمانی کی نعت نگاری ___ ایک مطالعہ

صبیح رحمانی کی انفرادیت اگر چہ 'نعت رنگ' کے مدیر کے طور پر ان کی عمدہ کارکردگی ہے جس کی دُور دُور کہیں مثال نہیں ملتی اس کارکردگی کا واحد ہدف ادبیات عالیہ کے تنقیدی معیارات کی روشنی میں نعت کے فکر وفن کے جائزے کی کوشش ہے۔انہوں نے اس بنیادی نکتے پر برِّصغیر پاک و ہند کے سینکڑوں لکھنے والوں کو جمع کیا بہت سے اہلِ قلم جو اپنے اپنے طور پر نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صنف کی دیرینہ روایت میں موجود اعلیٰ ادبی وشعری محاسن اور اس کے امکانات دیکھ رہے تھے ان کو شریکِ کار کیا اور یوں گزشتہ قریباً تین دہائیوں کی کوشش سے نہ صرف یہ کہ نعت کے ذیل میں ایک جداگانہ 'نعت رنگی دبستان' تشکیل پا گیا بلکہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ایسا وقیع مواد بھی ہمدست ہو گیا جو 'نعت رنگ' کے بنیادی اور اساسی نکتے کی تعبیرات وتشریحات پر مشتمل تھا۔

'نعت رنگ' کے شرکائے کار نعت کی صنف سے وابستہ تمام احترامات وتقدیسات کے ساتھ اس کے فنّی محاسن اور شعری خصوصیات کی اہمیت کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ مستند ادبی وفنّی معیارات اور تنقیدی اصولوں پر نعت کی جانچ پرکھ کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔اگر چہ نعت لکھنے والوں کی ایک نمایاں تعداد آج بھی روایتی اور عامیانہ مجلسی انداز کی ترجمان ہے (یہ تو غزل، ناول، افسانہ ہر صنف میں ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے) مگر 'نعت رنگ' کی کوششوں سے ہماری نعت ایک معیار آشنا اسلوبِ فن کے تقاضوں سے متعارف ہوئی اور نعت نگار بھی نعتیہ اسلوبِ فن کے مطلوبہ معیارات کی طرف متوجہ ہوئے۔اس کا نتیجہ نعت نگاروں کے ذمہ دارانہ طرزِ احساس کی صورت میں سامنے آیا۔

بحمد للہ نعت رنگ کے اس ثمرے کا احساس اور ادراک سب کو ہے اور آج جامعات کے سندی مقالہ جات (ایم ایس، ایم فل اور پی ایچ ڈی) میں جہاں کہیں نعت کی صنف کا جائزہ لیا جارہا ہے 'نعت رنگ' اور صبیح رحمانی کی مساعی کا اعتراف و اظہار ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر شمع افروز کا زیر نظر مرتبہ مجموعہ مضامین صبیح رحمانی کی ادبی و شعری شخصیت کے ایک دوسرے رُخ کی تفصیلات پر روشنی ڈالتا ہے یہ رخ صبیح کی تخلیقی صلاحیتوں سے متعلق ہے وہ گزشتہ قریباً چار دہائیوں سے نعت نگاری بھی کر رہے ہیں اور ان کی نعتوں کے بارے میں ناقدوں، شاعروں، اساتذہ فن اور مختلف اہلِ قلم نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا ہے ڈاکٹر شمع افروز نے صبیح رحمانی کی نعت کے بارے میں لکھے گئے مضامین و آرا کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

کسی ادبی میلان، تحریک، رجحان، دبستان یا شخصیت کے بارے میں موجود تنقیدی و تحقیقی مواد کی جمع آوری بظاہر ایک سادہ سا معمولی کام لگتا ہے لیکن جیسے جیسے آپ شعر و ادب (بلکہ کسی بھی موضوع) کے بارے میں کسی بڑے کام کا ارادہ کرتے ہیں مواد تک رسائی اور حوالہ جات کی فراہمی کے مراحل میں اس بظاہر سادہ اور معمولی کام کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے عصر حاضر میں زندگی جس طرح معاشی و معاشرتی جبر کا شکار ہو رہی ہے ٹک کر کام کرنے کے مواقع کم ہو رہے ہیں مطلوب مواد کی دستیابی اور حوالہ جات کا حصول ایک مشکل کام بنتا جارہا ہے۔ مجھ ایسے سہل کار کے لئے مطلوب مواد تک رسائی اکثر ایک مشکل کام بن جاتا ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شعر ہم جیسے سہل انگار لوگوں کی ترجمانی کرتا ہے۔

اُس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

یوں اکثر ارادے، منصوبہ بندی کے دوران میں ہی دم توڑ دیتے ہیں، ہم جیسے سہل انگار جو باقاعدہ محقق نہیں لیکن کبھی کبھار اپنی فطری اپچ کے تحت کوئی مختصر بات کرنے یہ کسی میلانِ ادب کے بارے میں کوئی رائے دینا چاہتے ہیں ادبی مواد کی کھوج کے خوف اور تلاش کی الجھنوں کے ڈر سے اکثر اپنا ارادہ ہی ترک کر دیتے ہیں ____ ان لہروں کی طرح جو کبھی ساحل یاب نہیں ہوتیں اور کہیں دریا میں گھل مل جاتی ہیں۔

ایسے حالات میں کسی موضوع پر بہت سا مواد بہ یک کتاب مل جائے تو یہ ایک بڑی خوشی اور حوصلہ ملنے کے مترادف ہے زیرِنظر کتاب جیسے حوالہ جاتی اثاثے اور مواد کے ذخیرے کسی نعمت سے کم نہیں ہوتے۔

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روز افزوں پھیلاؤ کے ساتھ نعت کے مختلف دبستانوں، رسالوں، انجمنوں، کتابوں، شعری مجموعوں، دیوانوں، شخصیتوں، روّیوں، قسموں، علاقائی مطالعات، مختلف حوالوں سے کتابیات مثلاً (معراج نامے، غزوات نامے، مولود نامے، معجزات نامے، شمائل نامے، ____ وغیرہ کی ضرورت واہمیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

ڈاکٹر شمع افروز کا یہ کام لائق تحسین ہے۔ معاصرِ نعت کی ایک اہم شخصیت سید صبیح رحمانی نے نعت کی تخلیق، تحقیق، تنقید اور نشر و اشاعت کے بارے میں جو کام کیا وہ تین چار دہائیوں پر پھیلا ہُوا ہے اُن کے فکر و فن اور خدمات نعت کے حوالے سے بیسیوں ناقدین، احباب، اہل قلم، شاعروں اور ادبی و مذہبی شخصیات نے مختلف اوقات میں اپنے جذبات وخیالات کا اظہار کیا ہے مضامین، مقالات کی صورت میں یا تبصرہ وآرا کی شکل میں ____ یہ تحریریں برّصغیر پاک و ہند (اور اس سے باہر بھی) مختلف کتابوں، بروشروں، رسالوں اور منتخبات میں بکھری ہوئی تھیں ڈاکٹر شمع افروز نے ان کی جمع آوری کی اور سارے مواد کو ایک واضح شکل میں مرتب کیا یہ مجموعۂ مضامین اگرچہ جمع آوری کے حوالے سے ایک تکمیلی صورت کا نمونہ پیش کرتی ہے لیکن یہ دراصل صبیح رحمانی کے فکر وفن پر تحقیقی وتنقیدی کام کرنے والوں کے لئے ایک نئے سلسلے کا خطِّ آغاز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آنے والے دنوں میں مختلف الخیال، مختلف الحیثیت اہلِ قلم کی رائے کا بہ یک کتاب مطالعۂ غور وفکر کرنے والوں کے لئے سوچ بچار کی نئی راہیں پیدا کرے گا صبیح رحمانی کی نعت کے حوالے سے یہ کتاب کئی اعتبار سے لائق توجہ ہے مثلاً

ا۔ یہ کتاب کسی ایک شخص، شاعر، ناقد کے خیالات کی بجائے مختلف اہل قلم کی تحریروں پر مشتمل ہے یوں صبیح رحمانی کے فکر وفن کے بارے میں ملنے والے خیالات وافکار میں ایک مطالعاتی تنوع ملتا ہے ہر ایک نے اپنے مزاج اور میلان کے مطابق صبیح کی نعت کا مطالعہ کیا اور اپنے نتائج فکر کے حوالے سے بات کی۔

۲۔ یہ تحریریں مختلف اوقات میں صبیح کی مختلف کتابوں اور نعتیہ تخلیقات کے حوالے سے لکھی گئیں۔مختلف عمر اور خطے کے لوگوں نے انہیں لکھا لہٰذا ان کے اندر موجود فکری تنوع اور اسلوبیاتی رنگا رنگی نے انہیں زیادہ قابلِ مطالعہ بنا دیا ہے۔

۳۔ یہ مضامین چونکہ مختلف زمانوں میں لکھے گئے لہٰذا ان کے اندر صبیح کے فکر وفن کے مختلف ادوار اور ان کے اندر صبیح کی نعتوں میں مضامین وموضوعات اور ان کے اظہار بیان کی تبدیلیوں کا سراغ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ معاصر نعتیہ منظر نامے کی ایک نمایاں شخصیت کی تخلیقی کارکردگی کے مختلف مطالعات ایک کتاب میں محفوظ ہو گئے ہیں یوں ترتیب اور جمع آوری کی روایت کو بڑھاوا ملا اس سے پہلے صبیح رحمانی نے ہی حمد ونعت کے حوالے سے جمع آوری کا لائق تحسین کام کیا ان کی درج ذیل کتابیں اسی سلسلے کی مبارک کڑیاں ہیں۔

۱۔نعت نگر کا باسی	۲۰۰۸ء	اقلیم نعت، کراچی
۲۔غالب اور ثنائے خواجہ	۲۰۰۹ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۳۔اُردو نعت میں تجلیاتِ سیرت	۲۰۱۵ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۴۔ڈاکٹر عزیز احسن اور مطالعاتِ حمد ونعت	۲۰۱۵ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۵۔اُردو نعت کی شعری روایت	۲۰۱۶ء	اکادمی بازیافت، کراچی
۶۔کلامِ رضا، فکری وفنی زاویے	۲۰۱۷ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۷۔پاکستانی زبانوں میں نعت، روایت وارتقاء	۲۰۱۷ء	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
۸۔کلام محسن کاکوروی، فکری وادبی جہات	۲۰۱۸ء	اکادمی بازیافت، کراچی
۹۔اقبال کی نعت، فکری واسلوبیاتی مطالعہ	۲۰۱۸ء	اکادمی بازیافت، کراچی
۱۰۔اُردو حمد کی شعری روایت	۲۰۱۹ء	اکادمی بازیافت، کراچی

ان کے علاوہ متعدد انتخابِ نعت اور نعت رنگ کی کئی خصوصی اشاعتیں بھی صبیح کی ایک مرتب کی حیثیت سے کارکردگی کی شہادت دے رہی ہیں۔یوں ''صبیح رحمانی کی بطور ایک مرتب خدماتِ حمد ونعت'' پر ایک جداگانہ تحقیقی وتنقیدی مطالعے کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

کاش اسی انداز میں گزشتہ ڈیڑھ صدی میں نعتیہ موضوعات پر بکھرے ہوئے کاموں کی جمع آوری ہو سکے مثلاً مولینا الطاف حسین حالی، کافی مراد آبادی، لطف بریلوی، تمنا مراد آبادی، اقبال سہیل، امجد حیدر آبادی، کرامت علی شہیدی، ظفر علی خاں، شورش کاشمیری، بہزادلکھنوی ــــــ یہ فہرست سو سے زائد ایسی شخصیات تک طویل ہوسکتی ہے جن پر پرانے تذکروں، کتابوں، رسالوں، تبصروں، تنقیدی کتابوں، جامعاتی سندی مقالوں اور دیگر مصادر سے مواد کی جمع آوری کی ضرورت ہے اِس کے بعد ایسی شخصیات کی نعت گوئی پر ترتیبی کام کو ایک مستقل روایت کی صورت دی جاسکتی ہے ــــــ رہ گئیں نعت کی عظیم شخصیات مثلاً محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا بریلوی وغیرہ کی تازہ تر معنویت کی دریافت کے لیے ہر دس پندرہ سال کے بعد مطالعات ہونے چاہیں یہی بات علامہ اقبال کے (تعداد میں کم مگر معیار میں بہت) بلیغ نعتیہ اشعار کی زمانی ہم آہنگی کے حوالے سے کہی جاسکتی ہے ان کے نعتیہ افکار مختلف علوم وفن کی روشنی میں ہر پندرہ بیس سال بعد اپنے قاری سے از سرِ نو مطالعہ کا تقاضا کریں گے۔

مثلاً مولانا سنائیؒ کے مزار پر کہے گئے اشعار:

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شائد ترا اندازۂ صحرا

کے اشعار جو......

وہ دانائے سبلؐ، ختم الرّسلؐ، مولائے کلؐ جس نے
غبارِ راہ کو بخشا، فروغِ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

پر ختم ہوتے ہیں۔ان میں ــــــ

غلامی کیا ہے ذوقِ حسن و رعنائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا

غلاموں کی بصیرت پر بھروسہ کر نہیں سکتے
زمانے میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا

- ان اشعار کا نعت و سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا تعلق ہے؟
- اور آتے زمانے میں نعت کو عمرانیات اور تہذیب و ثقافت اور تمدن کے کن کن حوالوں سے زیرِ مطالعہ لایا جائے گا۔
- علامہ اقبال کا مقدار میں کم نعتیہ اثاثہ کیسے کیسے سیرتی مطالعات کے دَر وَا کرے گا؟

اس کا اندازہ آج کا قاری شائد نہ کر سکے۔اس طویل جملہ معترضہ کے لئے معذرت ____ مقصود صرف یہ تھا کہ علامہ اقبال کے نعتیہ اشعار ہر دور کے نعتیہ بیانیے میں بلیغ اور مؤثر کردار ادا کرتے رہیں گے۔

مجھے امید ہے صبیح رحمانی کی نعت نگاری پر تنقیدی و تحقیقی کام کرنے والے ریسرچ سکالروں کے علاوہ نعت کی صنف، موضوع، فن اور دیگر مختلف پہلوؤں کے حوالے سے بھی یہ کتاب مفید مطلب ہوگی اس میں کئی اہم ناقدین شامل ہیں۔شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، حفیظ تائب، ڈاکٹر عاصی کرنالی، مبین مرزا، پروفیسر سحر انصاری، ڈاکٹر عزیز احسن، شفقت رضوی، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط، ڈاکٹر طارق ہاشمی، کاشف عرفان، الیاس بابر اعوان، ڈاکٹر صاحبزادہ احمد ندیم، ڈاکٹر تحسین بی بی جیسے کئی نئے اور پرانے اہم لکھنے والوں نے صبیح کی نعت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے نعت کی روایت اور دوسرے کئی پہلوؤں کی طرف بھی جو اشارے کئے ہیں اس کا مطالعہ نعت کا ذوق رکھنے والے عام قارئین کی تشویق میں بھی اضافے کا سبب بنے گا اور انہیں صبیح کی نعت کے آئینے میں معاصر نعت کے کئی عکس بھی نظر آئیں گے۔

اس کتاب کی ترتیب و اشاعت پر جامعہ کراچی کی ذہین اور لائق اُستاد ڈاکٹر شمع افروز کو مبارک، صبیح رحمانی کو بھی مبارک کہ ان پر اب تک لکھے جانے والا مواد حسن و خوبی سے یکجا ہو گیا اور نعت کے عام قارئین کو بھی مبارک۔ جہاں جہاں نعت کی ٹہنیوں پر نئے پھول کھلتے ہیں۔نعت کا پورا بیانیہ ہی ثروت مند ہو جاتا ہے۔

❖......❖......❖......❖

نعت نامے: بنام صبیح رحمانی

مکتوب نگاری ایک دلچسپ مشغلہ ہے ایک ایسا مشغلہ جسے اب باقاعدہ فن کا درجہ حاصل ہے۔ مرزا غالب کے لفظوں میں یہ مراسلے کو مکالمے بنانے کا ہنر ہے۔ مکاتیب اپنی دلچسپی کے سبب قابلِ مطالعہ (Readable) تو ہوتے ہی ہیں لیکن بعض اوقات اہم معلومات، عارفانہ نکات اور مختلف فکری و فنی میلانات کے مظہر بھی ہوتے ہیں ان کی اہمیت لکھنے والوں کے علمی و ادبی مرتبے اور طرزِ اظہار کے سبب ہوتی ہے۔ زیرِنظر کتاب میں شامل مکاتیب کی اہمیت اس حوالے سے ہے کہ ان سب کا مرکزی موضوع نعت ہے، اس حوالے سے یہ دنیا کی کسی زبان میں ایک صنف (نعت) اور اس سے وابستہ امور و مسائل کے بارے میں پہلی اہم اور ضخیم تالیف ہے جس میں شامل مکاتیب کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ یہ مکاتیب گزشتہ دو عشروں میں بغیر کسی منصوبہ بندی کے فطری انداز میں مختلف اور متنوع افراد اور شخصیات کی طرف سے لکھے گئے۔ ان مکاتیب کے مخاطب صبیح رحمانی ہیں۔ نعت کے حوالے سے منفرد رسالے 'نعت' کے مدیر، جو بقول شاعر

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

نعت رنگ کے ذریعے فروغِ نعت کے لیے یہ ارادہ اور آغازِ سفر تنہا صبیح رحمانی کا تھا، منزل۔ صنفِ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ پہلو خدمت تھا بلا شبہ اس ادارے اور آغازِ سفر کے عقب میں کئی دردمندوں کی دعائیں اور مجھ ایسے سہل کوشوں کی تمنائیں تھیں، مگر یہ ایسے ہی

ہے جیسے کوئی کسی لمبے اور مشکل سفر پر روانہ ہو، مسافر ضد کا پکا ہو اور وہ مضبوط انا اور ارادہ کا مالک ہو اور اپنی آنکھیں اپنی اکلوتی خواہش کے افق پر جمائے ہوئے ہو۔ سفر کا پورا رخت بھی نہ رکھتا ہو مگر اپنے عزم کو ہی رختِ سفر جانتا ہو تو بڑے بوڑھے اسے کچھ نیم دلی سے اور کچھ خوش دلی سے سفر پر روانہ کر دیتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی آغازِ سفر ''نعت رنگ'' کے تنہا مسافر کا تھا پھر جب یہ سفر آغاز ہوا تو دائیں بائیں، دور و نزدیک، اپنے وطن اور وطن سے باہر، بزرگ جوان، اہلِ قلم، اہلِ ذوق، شاعر، محقق، ناقد، ریسرچ سکالر، اساتذہ معاصر اور بزرگ نعت کار، نعت دوست، ثناء سرشت، مدحت زاد روّیوں کے حامل اہل دل سب اس قافلے میں ملتے گئے اور نعت رنگ کے تنہا مسافر نے دیکھا کہ اس کے ساتھ اب پورا ایک کارواں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فروغِ خیر کا کام کسی سے بھی لے لے تنقیداتِ نعت کے حوالے سے معاصر ادبی اور تنقیدی میلانات، رجحانات اور احساسات کی جمع آوری کی جو مثبت، بلا تعصب اعلیٰ اور ادبیات عالیہ کے اعلیٰ معیار کے مطابق خدمت صبیح کے حصے میں آئی یہ ایک منفرد کام ہے اس کی مثال ماضی کی ادبی تاریخ اور معاصر ادارتی شخصیات میں نظر نہیں آتی۔

زیرِ نظر ''نعت نامے'' اسی دورانِ سفر کا حال واحوال لیے ہوئے ہیں۔ اس مسافر کو اب تک کے طے کردہ مسافت میں جو مشورے، پند و نصائح، سفرِ نعت کے بارے میں تاکید و توجہ اور احتیاط و تجاویز کے حوالے سے جو فرمودات و نگارشات ملیں ان میں سے جو محفوظ رہ گئیں وہ اس کتاب میں موجود ہیں۔ یہ مجموعۂ مکاتیب نعتِ رسول اکرمؐ کے بارے میں ایک ایسے اہم عہد ادب کی جھلک لئے ہوئے ہے جو بیسویں صدی کے آخری اور اکیسویں صدی کے پہلے عشرے یعنی دو صدیوں کے درمیانی نعت کے حوالے سے اُن درخشاں سالوں پر محیط ہے۔ جن میں صنفِ نعت اور اس سے متعلقہ موضوعات و مسائل کے حوالے سے رجحان ساز ادبی کام ہُوا، ویسے تو نعت کے حوالے سے گزشتہ صدی کے آخری ربع میں تنقیداتِ نعت اور منتخبات نعت کے حوالے سے کئی کتابیں اور رسائل کے نعت نمبر چھپنا شروع ہو گئے تھے مگر اس صنف جسے بعض ناقدین اور

مدیران 'موضوعِ محض' سمجھ کر مسلسل نظر انداز کئے ہوئے تھے اپنے فنی محاسن اوراعلیٰ تخلیقی اقدار کے حامل نمونوں کی موجودگی کے باعث اب اِس طرف متوجہ ہونا شروع ہو گئے تھے ____ ایسے صنفِ نعت کی تخلیق، تنقید، تدوین اور تحقیق میں مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے ہُوا اوران عشروں میں اس صنف نے سال بہ سال اور عشرہ بہ عشرہ اپنے سفر کا ہر قدم جست نما انداز میں طے کیا۔

یہاں اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ نعت کی صنف جب کبھی ماضی میں بھی با کمال ہنروروں کے ہاتھوں تخلیقی مراحل سے گزری تو محاسنِ شعری کی اعلیٰ اقدار و روایات سے مزین رہی محسن کاکوری کے نعتیہ قصائد اور مثنویاں ان تمام اعلی صفات ومحاسن سے مملو ہیں جنہیں شعری اسلوب کی جان کہا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے پہلے ربع تک امیر مینائی، مولانا احمد رضا خاں، علامہ محمد اقبال جیسے با کمال اور معروف ہنروروں کے ساتھ بیسوؤں اور شاعروں نے بھی صنفِ نعت کے فکری وفنی آفاق وسیع کئے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تنقیدِ نعت کے ایک با قاعدہ دبستان کی شکل ''نعت رنگ'' کے صورت میں سامنے آئی جس میں اس صنف کے مختلف پہلوؤں کو زیرِ مطالعہ لایا گیا۔ معاصر نعت گوشاعروں کے ساتھ ساتھ کلاسیکی نعتیہ روّیوں، کتابوں، شاعروں اور نعت پاروں کا بھی جائزہ لیا گیا۔ یوں ''نعت رنگ'' ایک ایسے فورم اور پلیٹ فارم کی شکل اختیار کر گیا جہاں نعت کاروں کو اپنے تنقیدی خیالات وافکار کے باضابطہ اور مستقل اظہار کی سہولیات میسر ہوئیں۔

زیرِنظر کتاب میں شامل نعت نامے بھی ''نعت رنگ'' ہی کی عطا ہیں۔ ان مکاتیب کے لکھنے والوں میں اہلِ قلم، اساتذہ، نعت نگار، محقق اور دوسرے وہ باذوق دوست احباب اور اہلِ علم شامل ہیں جو شعر وادب، سیرت ونعت رسولِ اکرمؐ اور تنقیدی مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان مکاتیب میں جو شعر وادب، سیرت ونعت رسول اکرمؐ اور تنقیدی مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان مکاتیب میں سے کئی ''نعت رنگ'' میں شائع ہو چکے ہیں اور کئی پہلی بار اس کتاب میں اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔ ان مکاتیب میں اگرچہ کہیں کہیں مکتوب نگاروں کے صبیح رحمانی سے دوستی اور

تعلق کے ذاتی حوالوں کا ذکر بھی ہے مگر ان غالب موضوع نعت، تنقیدات نعت کے ادب آداب، امور ومسائل اور اس صنف کے دوسرے پہلوؤں کے مطالعہ سے ہے۔

ان مکاتیب میں جن امور ومسائل کی نشاندہی ہوئی ہے وہ اہم ہی نہیں اردو نعت کے مستقبل کے حوالے سے مکالمے سے وسیع امکانات لئے ہوئے ہیں۔ ہر دور میں جزوی طور پر یا وضاحت کے ساتھ ان نکات پر مزید گفتگو ہو سکتی ہے مکالمہ در مکالمہ ان میں سے کئی مضامین و موضوعات پر تلاش وتحقیق سے مقالے تحریر ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مکاتیب میں فطری طور پر بعض ایسے امور در آتے ہیں جن کی گہرائی کا اکثر اوقات کہنے والے کو بھی پتہ نہیں ہوتا، پڑھنے والے کی آنکھ کبھی پہلی بار پڑھتے ہوئے اور کبھی کئی سالوں بعد اس سے کئی کارآمد، مفید مطلب اور مکالمہ خیز مباحث اخذ کر لیتی ہے۔

صبیح رحمانی کے نام لکھے گئے یہ مکاتیب ہماری معاصر نعتیہ تاریخ کے کئی اہم پہلوؤں سے عبارت ہیں۔ اس کتاب میں ان کی جمع آوری ہمارے نعتیہ منظر نامے میں کئی مباحث اور مکالموں کے امکانات کی نشاندہی کرتی ہے۔ انہیں بہ یک نظر پڑھنے سے نہ صرف قاری کا مطالعہ وسیع ہوتا ہے اور اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ قاری اپنی ذہنی بساط اور اثر پذیری کی صلاحیت کے سبب کسی آتے زمانے میں انہیں پڑھتے ہوئے تخلیقی تجربے کی سعی مکرر سے بھی گزر سکتا ہے۔ سعیِ تخلیقِ مکرّر (Recreative Effort) کبھی کبھار اک جبلّی جذبے کی طرح زندہ قاری کے دل ودماغ پر وارد ہوا کرتی ہے اور وہ برسوں پہلے لکھی ہوئی تحریروں سے بھی بالکل نئے اور تروتازہ مفاہیم اخذ کر لیتا ہے۔

مجھے امید ہے صبیح کے نام لکھے گئے ان مکاتیب کا مطالعہ آج اور آتے سالوں میں بھی تخلیق سرشت اور تحقیق نژاد ذہنوں پر مکالموں کے کئی نئے دَر وا کرے گا۔ یہ کتاب بے شمار اہلِ قلم، اہلِ ثنا، اہلِ درد، اہل تنقید، اہل تحقیق اور اہل ذوق حضرات کے محسوسات، مطالعات اور نتائج فکر کو مہمیز کرتی ہے۔ ان مکاتیب میں فروغِ نعت کی مخلصانہ کوششوں کے ساتھ ادبیات کے صالح

اور خیر انگیز رویّوں کے فروغ کی خوش نیتی بھی موجود ہے۔ مجھے امید ہے ان حُب ناموں اور اخلاص نوشت تحریروں سے نعتیہ ادب کے بارے میں سنجیدہ فکری مطالعات سامنے آئیں گے۔ امید ہے مستقبل کے نعت کاران اپنے نعتیہ موضوعات، مضامین پر تنقیدی و تحقیقی کام کرتے ہوئے ان مکاتیب کو بھی ایک اہم ماخذ کے طور پر استعمال کریں گے اور ان مکاتیب کے لکھنے والوں کے ذہنی میلانات کا تنوع کئی اہم نعتیہ امور و مسائل پر مباحث کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

مکاتیب میں غیر محسوس طور پر ایک علمی بحث اور تہذیبی مکالمے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ غیر ارادی طور پر مجلسی تنقید کے کئی راستے کھلتے ہیں۔ نعت جو ایسی تنقید کے ابتدائی عشروں میں ہے اُسے اپنے فکری و فنّی امکانات کی تلاش میں تسلسل کے ساتھ ایسے مکالموں اور سنجیدہ مباحث کی ضرورت ہے۔ جن میں مختلف مذہبی اور مسالک اور وابستگیوں، ذہنی میلانوں، شعری دبستانوں، لسانی حلقوں اور متنوع لب ولہجہ کے ادب دوست بے تکلفی مگر گفتگو کے ادب و آداب اور اس صنف کے وقار اور احترام کا خیال رکھتے ہوئے حصہ لیں ـــــ بات سے بات چلے ـــــ چراغ سے چراغ جلے اور یوں نعت کے ضمن میں اجتماعی دانش کے ظہور کی صورت گری ہو۔

نعت نامے ''بنام صبیح رحمانی'' کی جمع آوری سے ایسی صورت گری کا ایک رُخ اور قرینہ سامنے آیا ہے۔۔ گزشتہ نصف صدی میں نعت کاروں میں جو خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔ اگر وہ سامنے آئے تو نعت کے باب میں مختلف لوگوں کے ذہنی رجحانات، باہمی رویوں، آپس کے تعلقات اور ذاتی امور و مسائل کے ساتھ نعت، تخلیقِ نعت، تنقیدِ نعت، اشاعتِ نعت اور تشہیر و فروغِ نعت کے باب میں کی گئی مساعی، نعتیہ تحقیق کے دائرے کو وسیع کرے گی۔

نعت ناموں کی ترتیب کا جو سلسلہ اس کتاب سے آغاز ہو رہا ہے، ہماری ادبی مکاتیب نگاری میں ایک منفرد اضافہ اور نعت کے ضمن میں ایک خوش آئند اور تازہ روایت کا طلوع ہے۔ اگر ہمارے اہلِ قلم، مدیرانِ رسائل، نعت گو شاعر اور ناقد اپنے ذاتی ریکارڈ میں جمع ایسی مراسلاتی تحریروں کی جمع آوری کی کوئی سبیل نکالیں یا ہمارے ریسرچ سکالر اُن سے یا اُن کے لواحقین سے

رابطہ کر کے نعت ناموں کی جمع آوری کی اس روایت کو آگے بڑھائیں تو کتنا بڑا علمی سرمایہ ہماری ذاتی فائلوں سے نکل کر تنقید کے رواں اجتماعی دھارے میں آجائے گا۔ مثلاً نعت نامے بنام حفیظ تائب ___ نعت نامے بنام عبدالعزیز خالد ___ نعت نامے بنام صوفی محمد افضل فقیر ___ نعت نامے بنام حافظ لدھیانوی ___ نعت نامے بنام ابوالخیر کشفی ___ نعت نامے بنام ادیب رائے پوری ___ نعت نامے بنام سید رفیع الدین اشفاق ___ نعت نامے بنام عاصی کرنالی مرحوم ___ اسی طرح نعت نامے بنام راجہ رشید محمود صاحب وغیرہ ___ جو یقیناً وقیع اور اہم نعتیہ سرمائے پر مشتمل ہوں گے اسی طرح اگر ___ بنام ___ کی جگہ ___ از ___ لگا لیا جائے تو ایسے مراسلات کی جمع آوری بھی ضروری ہے۔

❖......❖......❖......❖

جوہرِ نعت: خاور

ہمارے شعری منظر نامے میں نعت کی صنف کو سال بہ سال جو پذیرائی مل رہی ہے وہ خوش آئند ہے اس پذیرائی کا دائرہ، تخلیق سے تحسین تک پھیلا ہُوا ہے آج کل اس صنف کی طرف زیادہ شاعر مائل ہو رہے ہیں موجود شاعروں کے جداگانہ نعتیہ مجموعے بھی شائع ہو رہے ہیں اور کئی نعتوں کی کیسٹیں، سی ڈیز اور سوشل میڈیا پر ان نعتوں کی آڈیو اور ویڈیو بھی عام ہیں جوان مشاعروں میں پڑھی جاتی ہیں نعتیہ گلدستوں کے علاوہ گزشتہ عشروں میں نعت کے کئی عمدہ انتخابات بھی شائع ہوئے ہیں ایسے انتخابات میں خیرالبشرؐ کے حضور (ممتاز حسین) ارمغان نعت (شمس بریلوی) اردو کی نعتیہ شاعری (فرمان فتحپوری) مدحِ رسولؐ (راجا رشید محمود) اور بہارِ نعت (حفیظ تائب) کے نام اس وقت ذہن میں آ رہے ہیں ان مجموعوں میں زیادہ نعتیں کلاسیکی شاعری سے منتخب کی گئی ہیں ___ حفیظ تائب صاحب کے انتخاب میں معاصر نعتیہ شاعری کے نمونوں کا شمول، اس انتخاب کو منفرد ٹھہراتا ہے انہوں نے اس انتخاب کا نام 'جوہرِ نعت' اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اس زمانے میں نعت کی صنف کو ادب میں پذیرائی مل رہی ہے اور تخلیق نعت کا گراف روز افزواں ہے۔ اس انتخاب کی اشاعت کو بھی قریب نصف صدی ہو رہی ہے۔

خاور صاحب کا یہ انتخاب اردو نعت کی تاریخ کے سینکڑوں انتخابوں میں ایک منفرد نعتیہ انتخاب ہے ایک اعتبار سے یہ شاعروں کی اپنی نعتوں کا خودکردہ انتخاب ہے یعنی نعت

نگاروں نے اپنی نعتیہ شاعری میں سے اپنی کسی ایک نعت کا انتخاب کیا اور وہ خاور کو بھیج دیا اگرچہ اس کا مقصد ایک نعتیہ مقابلے میں شرکت کی غرض وغایت تھا شاعر پر کسی صنف، موضوع یا طرح مصرع وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ بس اُس سے ایک نعت طلب کی گئی جو شاعر نے بھیج دی اس وقت اس کے گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس مقابلے کے لئے ملنے والی نعتوں کو کتابی شکل بھی دی جائے گی۔

اس اعتبار سے اس کتاب کو خاور کے انتخاب نعت کی بجائے جمع آور کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ خاور کے پاس موجود و دستیاب مواد میں انتخاب کی گنجائش ہی نہیں تھی اسے موجود و میّسر مواد کو ترتیب دینا تھا سو اس نے حروف تہجی کے اعتبار سے شاعروں کی طرف سے ملنے والی نعتوں کو مرتب کر دیا۔

واضح ہو کہ انتخابات کی کئی شکلیں ہوتی ہیں قدیم وجدید شاعری کے نمونوں کے حوالے سے اصناف کے حوالے سے، مختلف شہروں، علاقوں اور زبانوں کی نعتوں کے حوالے سے، مختلف طرحوں پر لکھی جانے والی نعتوں کے حوالے سے، موضوعات کے حوالے سے (مثلاً میلادیہ نعتیں، معراجیہ نعتیں وغیرہ)، مختلف ردیفوں پر لکھی جانے والی نعتوں کے حوالے سے (مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیفوں کے حوالے سے راز کاشمیری کا انتخاب) ____ مگر خاور صاحب کی مرتب کردہ یہ کتاب موجود و میسر مواد سے ترتیب شدہ انتخاب کا درجہ رکھتی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شاعروں کی طرف سے بھیجی جانے والی یہ نعتیں ہر لحاظ سے اُن کی نمائندہ نعتیں ہیں؟ یا اُن کے کلام میں سے خاور صاحب کسی اور نعت کا انتخاب بھی کر سکتے تھے شاعروں کے بارے میں بعض ناقدین کہتے ہیں کہ وہ اکثر اپنے سرمایۂ سخن سے بہتر کا انتخاب خود نہیں کر سکتے! اس بات میں کچھ حقیقت بھی ہے شاید تخلیقی سطح پر اُن کا انہماک ان کے اندر

کی ناقدانہ صفات کی مناسب نشو ونما میں خارج ہوتا ہے! اس کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔
یہاں مرزا غالب کی ایک مثال ہی کافی ہے انہوں نے دیوان مرتب کرتے ہوئے

؎ مجھے اُس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی
کبھی کود کی میں جس نے نہ سنی مری کہانی

جیسے شعر کو شامل دیوان کر لیا مگر

؎ ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقش پا' پایا

جیسے شعر کو پا، پایا کے عیب تنافر کی بنیاد پر نظر انداز کر دیا حالانکہ آہنگ اور فکر کی تہہ داریت اور پہنائی کے حوالے سے یہ شعر غالب کے ان چند اچھے شعروں میں سے ہے جن کی علامتی وسعتیں اور تلازماتی سلسلے شعر کے مفہوم کو متنوع امکانات کی طرف لے جاتے ہیں۔

کئی شاعر اپنے ہی کلام پر نظر ثانی کرتے ہوئے بعض اوقات اپنے نقش اوّل کو خراب کر بیٹھتے ہیں اور اپنے بانویں شعر سنوارنے کے شوق میں اس کی فطری تخلیقی شکل کو مسخ کر دیتے ہیں ایسی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں انگریزی عملی تنقید کی ایک کتاب (Poems In The Making) میں کالرج، ورڈز ورتھ، کیٹس اور دوسرے کچھ شاعروں کی نظموں کے دونوں متن دیئے ہوئے ہیں نقش اوّل بھی اور تصحیح شدہ یا نظر ثانی شدہ نظم بھی ـــــ اکثر جگہوں پر ترمیم واضافہ نے نظموں کو سنوار دیا ہے۔ جب کہ کچھ نظموں میں مجھے پہلا متن زیادہ بہتر لگا مجھے افسوس ہے مصنف

کا نام اس وقت ذہن میں نہیں آ رہا یہ کتاب میں نے ۱۹۷۷ء کے قریب دیکھی تھی اس کے مرتب ،ایڈیٹر/جمع آور نے بڑی محنت سے دواڑھائی سو صفحوں میں انگریزی کے معروف شاعروں کی نظموں کے دونوں سکرپٹ جمع کئے تھے (گورنمنٹ کالج/ یونیورسٹی کے صدر شعبہ انگریزی ملک سرفراز صاحب نے دوسری کئی کتابوں کے ساتھ یہ کتاب مجھ سے پڑھنے کے لئے لے کر گئے تھے مگر بعد میں انہوں نے یہ کتابیں اس لئے اپنے پاس رکھ لی تھی کہ اردو والوں کو اس کتاب کی کیا ضرورت ہے بقول ایک انگریزی قول(Beauty belongs to him only who can appreciate him) یہ جمعہ طویل ہو گیا بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اکثر ہم شاعروں کا اپنا انتخاب، ہماری صحیح نمائندگی نہیں کرتا ہم انتخابات وغیرہ کے لئے اس لمحہ موجود میں اپنی کوئی معروف تخلیق بھیج دیتے ہیں اس میں ممکن ہے مہارت، کاریگری اور زورفن زیادہ ہو اور وہ نعت اس فطری سادگی اور تاثیر سے محروم ہو جسے لوگ پسند کرتے ہیں۔

اس انتخاب یا جمع آوری کا ایک اور منفرد پہلو اس میں خاور کی ایڈیٹنگ اور تعلقیات کی فراہمی ہے ایڈیٹنگ میں خاور صاحب نے ایک حصہ محذوفات کا بنایا ہے اس کے بارے میں شاعروں کے بعض تسامحات ہو سکتے ہیں مگر یہ ایڈیٹر کی صوابدید ہے وہ جس بڑے کام کو کرنے جا رہا ہے اس کا حق ہے وہ اس میں سے کچھ کے بارے میں اگر اپنی جداگانہ رائے رکھتا ہے تو اس کا اظہار کرے۔حمد ونعت اور مناقب کے حوالے سے یہ ایڈیٹنگ اور بھی اہم ہے مرتب، ایڈیٹر اور جمع آور کی ذمّہ داری ہے کہ وہ جمع ہونے والے ہر مواد کو بعینہٖ شامل کتاب نہ کرے اگر اس کے خیال میں کوئی شعر یا فن پارے کا کوئی حصہ فن یا مفہوم کے لحاظ سے مناسب نہیں یا اس سے کسی کی دلآزاری اور کسی متنازع مسئلے کے پیدا ہونے کا امکان ہے تو وہ اسے شامل انتخاب کرنے سے انکار کر سکتا ہے۔گزشتہ نصف صدی میں نعت کے ہمہ گیر پھیلاؤ کے ساتھ کچھ ایسے مسئلے بھی پیدا ہوئے

ہیں جن کے بارے میں محتاط رہنے کی ضرورت ہے مثلاً

اظہار کی ایسی دیدہ دلیری جس میں کسی فقہی یا مسلکی گروہ کی واضح دل آزاری ہورہی ہو اور جس کی اشاعت سے نہ صرف کسی فرد، طبقے، یا مسلک پر کاربند لوگوں کی دل آزاری ہورہی ہو تو مرتب کی ادارتی / مدیرانہ ذمہ داری ہے وہ ایسے مواد کی اشاعت روک لے یا اس کے بارے میں اپنی رائے حاشیے میں دے دے۔

خاور صاحب نے ایسے مواد کے بارے میں محذوفات کے بارے میں اپنے تاثرات دے دیئے ہیں ان میں سے کچھ کے بارے میں بعض لوگوں کے تحفظات ہو بھی سکتے ہیں لیکن اس حوالے سے خاور صاحب کی نیت پر شبہ نہیں انہوں نے جو محسوس کیا اس کا اظہار کر دیا۔اس انتخاب کا مطالعہ ایک حوالے سے معاصر اردو نعت کا بہ حیثیت مجموعی مطالعہ ہے نعت میں مختلف شاعروں نے کن آہنگوں کو استعمال کیا ہے قوافی اور ردیف کے ذیل میں آج کل کون سے رجحانات ہیں؟ آج کی نعتیہ لفظیات کیا ہیں؟ اسمائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں کن اسماء کا زیادہ چلتی ہے؟ آج کے نعت کے مضامین وموضوعات کیسے ہیں ان میں جدّت، تازہ کاری اور ندرت کا گراف کیا ہے معروف آہنگ، بحور اور اوزان کون سے ہیں جن میں آج نعت ہورہی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نعت مضامین کے اظہار ہے وہ غزل ہے آج بھی ماضی کی طرح غزل ہی کو ذریعہ اظہار بنایا جارہا ہے یہ ساری باتیں اور ان کے علاوہ اور بہت سی سوالوں کا جواب ہمیں اس کتاب کے مطالعے سے مل سکتا ہے۔

اس انتخاب کے دو نمایاں پہلو اور بھی ہیں ایک یہ کہ اس انتخاب کا دائرہ پاکستان تک محدود نہیں جہاں جہاں سے جو نعتیں، خاور صاحب کو دستیاب ہوئیں انہوں نے ان نعتوں کو شاملِ انتخاب کر لیا دوسرے ہر نعت کے حاشیے میں مشکل الفاظ، تلمیحات اور دوسری لفظی

مشکلات کی شرح و وضاحت خاور نے حاشیے میں کر دی یوں یہ انتخاب آج کے اوسط درجے کے اردو خواں قاری کے لئے بھی مفید مطلب ہو گیا ہے اگر ان تمام حواشی کو جمع کر لیا جائے تو ایک چھوٹی سی لغت نعت مرتب ہو سکتی ہے (اس طرف میرا خیال اس لئے گیا کہ میں گزشتہ کئی سالوں سے ایک ایسی لغت نعت کی تدوین میں (انتہائی کاہلی سے) مصروف ہوں جس میں محسن کاکوری، احمد رضا خاں اور عبدالعزیز خالد وغیرہ تمام نامور شاعروں کے کلام میں استعمال کئے گئے الفاظ پر مشتمل ہو)

خاور صاحب کو اس مبارک کوشش پر خراج تحسین پیش کرنا ہم سب کا فرض ہے نعت کائنات کے حوالے سے اُن کی سعیٔ جمیلہ پہلے ہی نعت کاروان کی نظر ہے۔ صبیح رحمانی نے جس طرح نعت کو جریدہ آشنا کیا اسی طرح خاور نعت کو الیکٹرانک میڈیا کے اثاثے کی شکل میں محفوظ کر رہے ہیں یہ نعت کے ماضی اور حال کو مستقبل ____ اور مستقبل کے وادیوں سے مانوس کرنے کی کوشش ہے۔ اللہ انہیں توفیقاتِ مزید سے نوازے (آمین)

قطعۂ تاریخ

آپؐ کی بارگاہ اقدس میں
پیش کرنے کو ارمغانِ طہور

خاور آیا بصد ہزار ادب
حُب سے لبریز، شوق سے معمور

ناظمِ 'نعت کائنات' _ _اِس کی
کرے مشکور، سعیٔ ربِّ غفور

آپؐ کے اذن سے ملے اِس کو
اجر اِس کا یہ صبحِ یومِ نشور

کیجئے اپنی بارگہ میں قبول
دلنشین انتخاب نعت' حضورؐ

۲۰۱۸

۲

شرق سے غرب تک فضا مہکی
مہکا اِس طرح سے گلابِ نعت
ہاتفِ غیب کے لبوں پر ہے
رونق انگیز انتخاب نعت

۲۰۱۸ء

۳

انتخاب اپنا کچھ نہیں اِس میں
ہے عجب طرز کی کتابِ نعت
جو ملا لے لیا‘ کیا وہ قبول
منفرد سادہ انتخاب نعت

۲۰۱۸ء

۴

عجب اک طرز کی کتابِ نعت
منفرد مکّی انتخاب نعت

۲۰۱۸ء

❖......❖......❖......❖

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہو گئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلو ان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی

نعتیہ

دیباچے

۲

ریاض مجید

نعتیہ دیباچے

ریاض مجید

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہوگئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلوان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی

نعتیہ

دیباچے

۲

ریاض مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

نعتیہ دیباچے

(۲)

ریاض مجید

نعت اکادمی

سلسلہ اشاعت: 97
تاریخ اشاعت: 30 جون 2020
قیمت: =/300 روپے

اشاعت/حقوق: ریاض مجید
کمپوزنگ: مبشرہ فریاد
تزئین: علی حسن زیدی
سرورق: علی
بائنڈنگ: احسان الحق سیالوی 0302-6600656
مطبع: زیدی لیزر پرنٹنگ، فیصل آباد 0300-6619124
اہتمام: نعت اکادمی
پوسٹ بکس نمبر 25 فیصل آباد

☆

انتساب

محترم حافظ محمد افضل فقیرؒ کے نام

ترتیب

❖......❖......❖......❖

زبورِنعت:ابوالامتیاز ع س مسلم

نعت رسول اکرم ﷺ کے باب میں ابوالامتیاز ع س مسلمؔ کا انفرادی رنگ اُن کے علمی اندازِنعت سے صورت پذیر ہوتا ہے عربی فارسی اور پھر اردو نعت گوئی کئی اسالیب سے عبارت ہے یہ اسالیب نعت نگاروں کے اپنے مزاج' ان کے فقہی مسالک اور معاصر مذہبی رجحانات سے پیدا ہوتے ہیں۔اگر چہ نعت کا مرکزی ومحوری موضوع حضور اکرم ﷺ کی مدح' ان کے اوصافِ حمیدہ' خصائل وشمائلِ مبارک' تعلیمات' معجزات' غزوات اور سیرتِ طیبہ کے تذکار پر مشتمل ہے اپنے اپنے طور پر شعرائے کرام نے اپنی نعت نگاری میں مختلف سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا انتخاب کیا ہے،مگر اسلوب کا فرق بنظرِ غائر مطالعہ سے نمایاں ہو جاتا ہے۔یوں اردو نعت کے ایک ہی موضوع کے بیان میں طرزِ اظہار کے سبب تنوع پیدا ہو گیا ہے۔اسالیب کا یہی تنوع نعت کی جان ہے کہ بقول مولانا حالیؔ:

نیا ہے لیجئے جب نام ان کا
بڑی وسعت ہے میری داستاں میں

نعتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں وسعتِ اظہار اسی رنگا رنگی کی عطا ہے۔اسالیبِ نعت کے مطالعات میں محبت کی اظہار،سیرت کے تذکار،مقصدی،تاریخی،توصیفی اور علمی انداز سے نعت نگاروں کے نعتیہ رجحان کا جائزہ لیا جاتا ہے۔بعض نعت نگاروں کے ہاں توصیفی اندازِ نعت نمایاں ہے،اس اندازِ نعت میں آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کی صفت ثنا اور آپؐ کے جمالِ ظاہری وباطنی کی مدح کا رجحان غالب ہوتا ہے،جب کہ تاریخی اندازِ نعت میں آپؐ کی مدح کے ساتھ ساتھ آپؐ کے زمانے

میں عرب کی عمومی حالت کا ذِکر،معاشرت وتمدن کا احوال،اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں غزوات وفتوحات کا تذکرہ؛اور اسالیب کے مطالعہ میں محبت کا اظہار،سیرت کا تذکاراور تاریخِ اسلام کے دوسرے اہم واقعات وشخصیات کا بیان نمایاں ہوتا ہے۔

نعت گوئی کا ایک اسلوب عشقیہ اندازِ نعت سے عبارت ہے ۔اِس میں آنحضرتؐ کی محبت کے والہانہ تجربات وواردات کا جذبہ غالب رہتا ہے نعت کا یہ انداز جذب وشوق اور کیف و مستی کے بیان سے عبارت ہے۔

مقصدی اندازِ نعت میں دینِ اسلام کی سر بلندی اور تبلیغ واشاعت کو آپؐ کی مدح اور سیرت سے آمیز کر کے بیان کیا جاتا ہے۔مختلف زمانوں کے نعت گو شاعروں نے اپنے اپنے زمانے کی ضروریات اور درپیش مسائل کے مطابق سیرت طیبہ کے مضامین کو اپنے نعتیہ کلام موضوع بنایا ہے ۔یوں نعت کے دائرے میں کسی نہ کسی مِلّی، معاشرتی، آفاقی اور ذاتی مقاصد کو ہمیشہ سے شامل کیا جاتا رہا۔نعت میں اِستمدادواستغاثہ کا رنگ بھی معاشرت اور زمانے ہی کی عطا ہے اس اندازِ نعت میں حضورِاکرمؐ کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل،مصائب وآلام اور مشکلات کا اِظہار کر کے ان سے مدد طلب کی جاتی ہے۔دفعِ مشکلات،شفائے امراض،حصولِ مقاصد اور مصائب ومسائل سے نجات حاصل کرنے کے لئے سید کونینؐ کے حضور ہر دَور کے شعرائے نعت نے اپنی عرضداشت پیش کی ہے۔

برصغیر پاک وہند میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہندی مسلمانوں کی زوال آمادہ حالت پر مولانا حالی کی مشہور نظم ''عرضِ حال بہ جنابِ سرورِ کائناتؐ'' اردو نعتیہ شاعری کا مشہور استغاثہ ہے جس کا مطلع ہے:

اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وقتِ دعا ہے
امّت پہ تیری آکے عجیب وقت پڑا ہے

اِسی طرح طرابلس کی جنگ پر علامہ اقبال کا مختصر مگر موثر اِستغاثہ بہ عنوان'' حضور

رسالت مآبؐ میں‘‘ میں بھی قابلِ ذکر ہے۔

نعت کا ایک اسلوب صلوٰۃ وسلام سے بھی عبارت ہے اس اندازِ نعت میں حضور اکرم ﷺ پر درود وسلام کا والہانہ اظہار کیا جاتا ہے آپ کی بارگاہِ عالیہ میں درود وسلام پیش کرنے کے لئے شعرائے کرام نے نئے نئے اسلوب وضع کئے ہیں۔اس اندازِ نعت کے مصرع کا آغاز یا اختتام بالعموم سلام یا درود کے لفظ پر ہوتا ہے۔

نعتِ رسول اکرمؐ کا ایک انداز خالصتاً علمی نوعیت کا ہے۔اِس اندازِ نعت میں بحیثیتِ مجموعی وہ تمام اسالیب شامل ہوتے ہیں جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے، مگر یہ سارے اسالیب اور موضوعات ایک علمی انداز میں ترتیب پذیر ہوتے ہیں۔ذاتِ رسالت مآبؐ کا گہرا شعور، آپ کی ذاتِ عالیہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے آداب واحترام کے تقاضوں کا خیال، اِس اندازِ نعت کے بنیادی اوصاف میں شامل ہے، اِس کے ساتھ اِس اندازِ نعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بیان میں بہر حال حقیقت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔اِس میں شاعر کی کوشش ہوتی ہے جو بات کی جائے وہ مذہبی، تاریخی اور واقعاتی صداقت پر مشتمل ہو۔اس اندازِ نعت میں عقیدت کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے عقیدہ کو پورے احترام کے ساتھ پیشِ نظر رکھا جاتا ہے اور اس کی ہلکی سی ہلکی فرع یا جزئیات کو بھی نظر انداز یا مجروح نہیں ہونے دیا جاتا۔

اردو کے نعتیہ ادب کی تاریخ شاعروں کی بڑی تعداد بحمد اللہ نعت گوئی میں ذاتِ رسالت مآب کے احترام وآداب اور دینِ اسلام کے شعائر کے اظہار میں اِن نفاستوں، باریکیوں اور جزئیات کا خیال رکھتی رہی ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔لیکن یہ بھی ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ عوامی لب ولہجہ کی حامل کئی نعتوں میں اِن نفاستوں اور تقاضوں کو پوری طرح پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا ہے، اور یوں کئی نعتیہ اشعار افراط وتفریط کا شکار ہوگئی ہے۔

علمی اندازِ نعت، سیرت کی نفاستوں، باریکیوں، شرعی تقاضوں اور حوالہ جاتی لوازمات ترتیب پاتا ہے۔ابوالامتیاز ع س مسلم کی نعت گوئی معاصر نعتیہ منظر نامے میں اِس اسلوب کی نہ

صرف آئینہ دار بلکہ نمائندہ ہے۔حضورِ اکرمؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے اور اُن سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے وہ حقیقت پسندی اور آداب واحترام کے ان تقاضوں کوملحوظ رکھتے ہیں جو علمی اندازنعت کے لئے ضروری ہے۔الفاظ کے تلفّظات، اِملا کی باریکیوں اور مصرعوں میں تراکیب کی دروبست سے لےکر مضامین کے انتخاب اوراُن کی پیشکش تک کے سبھی مراحل میں وہ علمی احتیاط اور ماہرانہ ریاضت سے کام لیتے نظر آتے ہیں۔

''زبورِنعت''ان کی اردو نعت گوئی کے بڑے حصے پر مشتمل ہے۔اس مجموعۂ نعت کے علاوہ درود وسلام اور منظوم سفر نامۂ حجاز بعنوان'' کاروانِ حرم'' کے مجموعوں میں اُن کے نعتیہ جذبات واحساسات کا بیان گزشتہ دہائیوں میں شائع ہو چکا ہے۔اس حوالے سے مختلف اہلِ علم اور ناقدین وشعرائے نعت نے اُن پر اپنے تاثرات کا اظہار بھی کیا ہے۔حال ہیں میں ع س مسلم کی حیات و خدماتِ ادب کے موضوع پر بھارت کی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی سطح کا تنقیدی وتحقیقی کام بھی ہوا ہے،جس میں دوسرے اُمور کے ساتھ اُن کی نعت گوئی پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

مصر کی سب سے دوسری بڑی یونیورسٹی ''جامعہ عین شمس'' نے'' کاروانِ حرم'' کے عربی ترجے اور امتیازی تحقیقی وتنقیدی کام پر **ماجستیر** کی ڈگری (جو پاکستان کی پی ایچ،ڈی کے مترادِف ہے)''جامعہ الازہر'' میں،اسی سطح پر اُن کے مجموعے''حمد ونعت'' پر اسی نوعیت کا کام ہو رہا ہے۔'' کاروانِ حرم'' کا انگریزی ترجمہ "Road To Haram" بھی حال ہی میں اشاعت پذیرہوا ہے۔

ان کے مجموعۂ حمد،''حمد باری تعالیٰ'' کے ساتھ ہی''زَبورِنعت'' کی ترتیب واشاعت حمد ونعت کے باب میں اُن کی غیر متزلزل وابستگی اور ذاتِ رسالت مآبؐ سے گہری عقیدت و احترام کی عکاس ہے۔ یہ مجموعۂ نعت مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے معاصر مجموعہ ہائے نعت میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

ع س مسلم کا حوالہ جاتی نظام

وہ خوبی جو ع س مسلم کو دوسرے نعت نگاروں سے ممیّز اور ممتاز کرتی ہے وہ ان کی نعت کا علمی انداز اور اُس کی پیش کش میں مبسوط حوالہ جاتی نظام ہے۔ اُن کے حمد و نعت کے اثاثے کی اشاعت اِس قرینے سے ہوئی ہے کہ قاری کو اس اہتمام پر حیرت ہوتی ہے۔ آج کل جامعات کی سطح پر جو تنقیدی اور تحقیقی مقالہ جات لکھے جاتے ہیں اُن میں بھی حوالوں کا اتنا مضبوط سلیقہ نہیں ملتا جو مسلم صاحب کے ہاں معمول کا رویّہ بن گیا ہے۔ مَیں نے غالباً اُن کی حمد نگاری پر اپنے تأثرات دیتے ہوئے اِس سلیقہ اور التزام کا بطورِ خاص ذکر کیا تھا۔ وہ اس باب میں 'احوَط' ہیں۔ قرآن کریم اور احادیثِ رسول اکرمؐ کا لفظی ہی نہیں معنوی تعلق بھی جہاں کہیں ان کے شعروں میں ظاہر ہُوا ہے۔ انہوں نے اُس کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اُن کے حوالے جداگانہ طور پر بھی مطالعہ کے لائق ہیں۔ اُن سے قاری کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بعض جگہوں پر یہ حوالے تعلیقات بن گئے ہیں، اور متعلقہ خیال کے پورا سیاق و سباق اور شانِ نزول کو احسن طریقے سے ظاہر کرتے ہیں۔ قرآنی آیات کے تراجم بھی لائقِ ذکر اور قابلِ تحسین ہیں کہ اُس سے قاری نعت کے فکری مآخذات کے پورے مفہوم تک پہنچ جاتا ہے۔

حوالوں کے بارے میں یہ احتیاط سرسری انداز کا کام نہیں، نہ اِس کو وقتی اور عارضی رویّے کا عکاس کہا جا سکتا ہے۔ مسلم صاحب کے ہاں یہ اندازِ حوالہ جات اُن کا ایک مستقل رویّہ اور عادت بن گئی ہے۔ یہ اُن کے تخلیقی اندازِ شعر گوئی کے ساتھ ساتھ ایک تحقیقی اُسلوبِ ذہنی کی بھی آئینہ دار ہے۔ یہ روَیّہ اُن کی تخلیقی حیات اور شعری صلاحیت کا فطری حصہ ہے جو اُن کے مسودوں سے لے کر اُن کی مطبوعہ کتب تک میں جھلکتا نظر آتا ہے، اور جس پر وہ اپنے کمپوزر یا طابع سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرتے۔ اِس امر کی نشاندہی کی ضرورت اِس لئے محسوس ہوئی کہ عربی فارسی الفاظ اور قرآنی آیات کے تلفظ، غزل، نظم اور دیگر اصناف کی ہیت' مواد اور مصرعوں کی سیٹنگ' پیج فارمیٹنگ' حواشی اور حوالہ جات کے لئے فانٹ سائز' نظموں کے عنوان اور حوالہ جاتی نمبروں کے نشانات

وغیرہ؛ ہر جگہ ان کا ذوق جمال اور التزام نمایاں ہیں۔
نعت رسول اکرمؐ کے حوالے سے بقول عرفی:

عرفیؔ مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ دم برسرِ تیغ است قدم را

مسلم صاحب کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے ذوق وِلا کے اظہار میں غایت درجے کی احتیاط کوملحوظ رکھا جائے۔ذاتِ رسالت مآبؐ سے اظہارِ محبت کے بھی اپنے جداگانہ تقاضے ہیں۔ سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ محبت وعقیدت کے بیان کی کسی بھی سطح پر آپؐ کے منصبِ گرامی، پیغامِ نبوت اور حقیقت پسندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

سیرت کے واقعات کا بیان ہو یا آپ سے محبت کے اظہار کا، آپؐ کے مقام ومرتبہ کے شعور کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔کوئی بات خلافِ واقعہ نہ کہی جائے اور جو کیا جائے اس میں ذات رسالت مآبؐ کے احترام کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ع س مسلمؔ کی تصانیف میں حوالہ جات کا یہ منضبط اِلتزام اور قرینہ اسی سبب سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں جاری وساری روایات اور اَقدار کے حوالے سے بعض سامنے کی باتوں کے حوالوں کی نشاندہی بھی ضروری سمجھتے ہیں۔''زَبورِنعت''اِس نسبت سے اردو نعتیہ مجموعوں میں منفرد اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے

اَسمائُ اُلنبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسی مجموعہ میں محبت وآداب کے بیان اور حضورِ اکرمؐ کی سیرت وسوانح کے مختلف واقعات، متعلقات، اخلاق وپیغام، فیوض وبرکات کے اظہار کے ذیل میں اَسمائے رسولِ مقبولؐ کا ایک بڑا ذخیرہ بھی تخلیق ہوگیا ہے جو بذاتِ خود ایک جداگانہ مطالعہ کا متقاضی ہے۔یہ سرمایہ لُغوی، فکری اور معنوی طور پر اتنا اہم ہے کہ''زَبورِنعت''پر گفتگو کرتے ہوئے پہلی توجہ اسی طرف ہی جاتی ہے۔

حضورِ اکرمؐ کے اَسمائے گرامی محمدؐ اور احمدؐ کے علاوہ آپ کے سینکڑوں صفاتی نام ہیں جن کے مآخذاتِ، قرآنِ کریم، احادیثِ رسول اکرمؐ اور کتبِ سیر ومغازی کے علاوہ دوسرے الہامی

صحائف بھی ہیں۔شعرائے نعت نے اپنے کلام میں ان اسمائے مقبول سے استفادہ کیا ہے اور آپؐ سے محبت کے بیان میں انہیں شائستگی کے ساتھ اپنے نعتیہ کلام کا حصہ بنایا ہے۔ معاصر نعت نگاروں میں عبدالعزیز خالد وہ مخترِع نعت نگار ہیں جنھوں نے معروف اسمائے النبی الکریمؐ کے بیان کے ساتھ فارقلیط ___ منحمنا ___ طاب طاب ___ اور دوسرے کئی نسبتاً کم معروف اسمائے مبارکہ پر جداگانہ نعتیہ مجموعے مرتب کیے، اور قرآن و احادیث کے علاوہ دوسرے الہامی صحیفوں سے بھی اسمائے نبی کریمؐ کا انتخاب کر کے اُن کو نعت گو شعرائے کرام کے حلقوں کے علاوہ عام قارئینِ نعت میں بھی متعارف کروایا۔

اسماء النبی کریمؐ کے موضوع پر اردو میں کئی جلدوں میں مشتمل کتاب صوفی برکت علی نے مرتب کی۔ بڑے سائز کی اِس دیدہ زیب کتاب میں مندرج اسمائے مبارکہ کی فہرست ہزار کے قریب ہے۔

اسمائے رسولؐ کے باب میں یہ حدیث ذہن میں رہے جیسا کہ آپؐ نے خود فرمایا ہے کہ یَقول اِنّ لِیَ اَسْماء (میرے کئی ایک نام ہیں۔مشکٰوۃ شریف،ص۱۲۴۔۱۲۸، ج۳)۔اِس لیے محدثین اور علمائے کرام نے کتبِ احادیث میں ان ناموں کو اکٹھا کرنے کی کوششیں کی ہیں ۔احادیث کی بعض مستند کتابوں میں اَسمائے النبی والصِّفاتؐ کے نام سے الگ ابواب بھی ملتے ہیں جن میں آپ کی احادیث کی نسبت سے آپ کے صفاتی نام جمع کئے گئے ہیں؛ مثلاً حامی، حاشر ،عاقب،المقضی، نبی التوبہ اور نبیءِ مرحمت کے اسمائے مبارکہ آپؐ کی احادیث ہی سے لئے گئے ہیں۔مختلف مرتبین نے زیادہ سے زیادہ اَسمائے رسولؐ کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضورؐ کے اسمائے شریف میں ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں تین سو چالیس ناموں کو قرآن ،احادیثِ نبوی اور کتبِ سابقہ سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔(خصائص کُبریٰ،سیوطی،ص ۱۵۷)

قاضی ابوبکر بن الغزالی نے جو مالکی مذہب کے بڑے عالموں میں سے ہیں کہا کہ بعضے

صوفیوں نے کہا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ہزار نام ہیں، اور اُس کے حبیب کے بھی ہزار نام ہیں، مراد اوصاف ہیں اور ہر صِفَت سے اسم نکلتا ہے۔ (مظاہرِ حق، ص ۵۸، ج ۴)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ایک اِستفسار کے جواب میں کہتے ہیں کہ:

''رسول اللہؐ کے اَسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرتِ اَسماء شرفِ مُسّمیٰ سے ناستی (؟) ہے۔ یعنی شرفِ مُسّمیٰ کی آئینہ دار ہے۔

آٹھ سو سے زیادہ مواہب میں ہیں اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے، اور حَصر ناممکن، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکامِ شریعت، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۹۷)

اسماء النبی کے حوالے سے ''زَبورِ نعت'' کا مطالعہ مسرت و بہجت کے کئی دَر وا کرتا ہے۔ ع س مسلم نے بالواسطہ یا بلاواسطہ سینکڑوں اَسمائے مبارکہ سے آپؐ کو یاد کیا ہے، اُن میں بہت سے نام قرآن و احادیث سے ماخوذ ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو انہوں نے تشبیہاً یا استعارۃً خود تخلیق کیے ہیں۔ پہلے چند مستعملِ عام اَسمائے گرامی صلی اللہ علیہ وسلم:

محمد ۔ احمد۔ محمود۔ حامد۔ طٰہٰ۔ یٰسین۔ مصطفیٰ۔ مجتبیٰ۔ شاہد۔ خاتم النبین۔ بشیر۔ نذیر۔ سراجِ منیر۔ ہاشمی۔

تاہم صرف ''زبورِ نعت'' میں جو نام استعمال ہوئے ہیں۔ ذرا اُن پر نظر ڈالیے:

آبِ ابرِ روانِ رحمت۔ آبِ چمن۔ باعثِ گل جہاں۔ پناہ و امیدِ عاصیاں۔ پیشوائے رُسُل۔ تاجدارِ اُمَم۔ جادۂ حق نما۔ جلالِ باری۔ جمالِ مَولا۔ چراغِ نُو رِ ہُدا۔ چشمۂ جُود و کرم۔ حاصلِ فصلِ بہاراں۔

ع س مسلم کی تراکیب:

مسلم صاحب کے علمی اندازِ نعت میں تراکیب کا ایک باوقار سلسلہ تسلسل کے ساتھ ملتا ہے جو اسمائے مبارکہ کے ساتھ ساتھ اُن کے فارسی زبان کے ساتھ ذوق کا آئینہ دار بھی ہے۔ اُن کی نظم ''سلام بحضورِ سرورِ کائناتؐ'' کے پہلے سات مصرعے فارسی کے بھی ہیں مگر اردو میں اُن کی

شمولیت اِس خوش آہنگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی ہے کہ اِس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

تراکیب کا استعمال مسلّم صاحب کی نعت گوئی میں عام ہے۔ تراکیب محسناتِ شعری میں شمار ہوتی ہیں، اور ایجاد کی صفت کے سبب ترسیلِ فکر میں آسانی ہی پیدا نہیں کرتیں بلکہ شعر کے مفہوم کو زیادہ بلیغ بھی کر دیتی ہیں۔ مسلّم نے ''زَبورِ نعت'' میں دولفظی، سہ لفظی اور چہار لفظی طرح طرح کی تراکیب استعمال کی ہیں۔ اِن میں بعض تراکیب مروجہ ہیں۔ بعض اردو نعت میں بہت کم کم استعمال ہوتی ہیں اور بعض مسلّم صاحب نے خود تخلیق کی ہیں، اور پہلی بار اُن کی نعتوں ہی میں استعمال ہوئی ہیں۔ اِن کی فہرست کے لیے دس سے زائد صفحات درکار ہوں گے اور یہ ایک الگ تحقیق کا موضوع ہے۔ صرف ملی جلی مثالیں ملاحظہ ہو۔

آبِ شفاعت۔ آشوب گاہِ صدقیات۔ اصلِ منشورِ حیاتِ آدمی۔ باغِ مُواخات و محبت۔ چشمہ سارِ راحت و رحمت۔ حدیثِ لب۔ سازشِ ملت فروشان۔ صُحبتِ خیرُ البشرؐ۔ فصلِ غُفراں۔ قادمِ عرشِ بریں۔ لحنِ حسّانِ ثناگر۔ نکہتِ برگِ لطیف۔ یلغارِ گماں۔

مسلّم نے اپنی نعت گوئی میں جگہ جگہ قرآن کے لئے اور احادیثِ رسول اکرمؐ کے حوالے دیئے ہیں، بعض جگہ الفاظ کی صورت میں اور بعض جگہ مفاہیم کے اعتبار سے۔ درج ذیل اشعار میں جَاؤکَ ___ مَازَاغَ البَصَر ___ لفظِ کُن یعنی کَلَمُحٍ بِالْبَصَر ___ مَنْ ذارَنِی ___ علمِ اَسماء ___ کے حوالہ جاتی تناظر میں شعروں کا معنوی رتبہ نہ صرف زیادہ بلیغ ہوجاتا ہے بلکہ ان شعروں کے ماحول میں لفظی تلازمات کے سبب ایک معنوی گہرائی بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسے مقامات ع س مسلّم کے گہرے مطالعہ کے آئینہ دار ہیں اور اُن کی نعت گوئی کو علمی اعتبار بخشتے ہیں۔

''جَاؤکَ'' اختیار ہے ہاتھوں میں آپؐ کے
کیجئے مجھے نویدِ شفاعت سے شاد کام

یا محمدؐ مصطفیٰ، خیرُ البشرؐ
تیری اعلیٰ شان مَـــــازَاغَ البَـــصَـــــر

امرِ حق جیسے ہو کوندا برق کا
لـفـظِ کُن یعنی کَـلَـمْـحٍ بِـالْبَـصَـر

ہے مُژدۂ مَـــنْ ذارَنِـــی جاں بخشی کو ورنہ
ہے مَوردِ تعزیر خطاکارِ محمدؐ

وَا لگے ہونے رُموزِ کائنات
عِـــلْـــمِ اَسْـــمَـــاء کے نہاں جوہر کھلے

ہر سُو اُنہیں کہ نام کے نغمے بکھیر دوں
مسلم جو کچھ سلیقۂ شعر و ادب ملے

مہمیز اور ہیں مجھے پاؤں کے آبلے
چلتا ہوں راہِ عشق میں اب اور تیز گام

دامن میں زادِ راہ کچھ اس کے سوا نہیں
قلبِ گداز، آتشِ دل اشکِ لالہ فام

ہر نعت گو شاعر کے ہاں بعض ایسے شعر اور مصرعے در آتے ہیں جو دعائیہ انداز کے ہوتے ہیں اور اُن اشعار میں دعا کا ایسا عصری قرینہ موجود ہوتا ہے کہ عام قاری اور سامع بھی اسے اپنے دعائیہ معاملات کا حصہ بنالیتا ہے۔ ''زبورِ نعت'' میں یہ مقام دیکھئے۔

یا محمد مصطفیٰؐ چشمِ کرم فرمایئے
دل کو گھر کر لیجئے آنکھوں میں رچ بس جایئے

کب سے ہیں میری نگاہیں آپؐ کے در پر لگی
دیجئے آ کر درس خود یا مجھے بلوایئے

لطفِ نگاہ کیجئے اے رحمتِ تمام
حُبِّ نبیؐ میں خاتمہ بالخیر ہو مِرا

یا رسول اللہؐ، شفاعت کیجئے یومِ نُشور
یا رسول اللہؐ، رحمت کی نظر یومِ کشُود

دنیا میں میسر ہو اطاعت شہِ دیں کی
عقبیٰ میں ملے قربتِ سرکارِ محمد

مَیں کہ مسجودِ ملائک سے ہوا معتوبِ خِلق
یا الٰہی عَفْوَ سے دامن کو بھر میرے لیے

تیری آوازِ پا سانسوں میں میری
سکونِ دل رہے تیری خبر سے

ع س مسلم کی نادرہ کاری بیان و اظہار میں عجیب عجیب جلوے دکھاتی ہے۔ وہ نسبتاً غیر مانوس بلکہ برمحل دلالتِ معنیٰ کے حامل لفظوں کا جہاں بھی استعمال کرتے ہیں وہاں نہ صرف اُن کی نعت بلکہ اردو لغت کا فنی اور لسانی دامن بھی وسیع ہو جاتا ہے۔ یہ اشعار/مصرعے دیکھئے۔

☆ مُستلِم ہوں لطف کا تیرے کہ مسلم نام ہے
☆ آنکھوں میں نورِ حُسنِ دو عالم کی جلوگی
☆ لوحِ خیال پر رُخِ زیبا کا اِرتِسام
☆ ہر نقش پا کو آپ کے کرتا ہوں اِستلام
☆ ہو مرہمِ نگاہ سے زخموں کا اِلتِیام
☆ مَولا تمہارے ذکر میں زندگی تمام
☆ تسبیح ہو مرے یہ سِنین وشُہور کی

مسلم کی نعتوں میں وارفتگی کا جوہر خوب جھلکتا ہے۔ درج ذیل نعتیں اِس حوالے سے خصوصی مطالعہ کی متقاضی ہیں جن کی تخلیق کے پس منظر میں مسلم صاحب کے بعض مشاہدات اور کیفیات اُن کے تنازل کو اور گہرا بنا دیتے ہیں۔

غزل کے لیے ہو مچلتی طبیعت تو پھر نعت کہیئے
محمدؐ کے دل میں ہو جا گی محبت تو پھر نعت کہیئے

روضۃ الجنت میں تاباں ہے وہ اِک صحرا کا پھول
سینکڑوں گلشن بداماں ہے وہ اک صحرا کا پھول

سکونِ دل کا خزانہ جہاں سے ملتا ہے
چلو مدینے کہ سب کچھ وہاں سے ملتا ہے

دُرود و رحمت حق کی بہار ہے جس پر
تری زمیں کا پتا آسماں سے ملتا ہے

محبوب ربّ ہے جو، وہی میرا حبیب ہے
ہم ذوقِ ذُوالجلال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

وہ کیف اُن کے ذکر میں ہر روز و شب ملے
گویا کہ میرے پاس ہیں گویا کہ اب ملے

آخر میری آبلہ پائی ہی مجھ کو مہمیز ہوئی
اُن کی راہ میں پلکوں سے میں نے پاؤں کا کام لیا

وہ نام کہ آیا تھا نظر باب جِناں پر
اس لمحے سے یہ دل ہے طلب گارِ محمدؐ

بحیثیت مجموعی ع س مسلم کی نعت گوئی اردو نعت کے علمی اُسلوب کو آگے بڑھاتی ہے۔ قرآن کریم، احادیثِ رسول اکرمؐ کا مطالعہ، ذاتِ رسالت مآبؐ کا شعور اور نعت گوئی کی صنف کے تقاضے اُن کی نظر میں ہیں۔ انہوں نے سیرت کے اُن آداب و احترام کو مشعلِ راہ بنایا ہے جو

معیاری نعت گوئی کے لئے ضروری ہیں ۔اُن کی نعت گوئی کا ایک سنبھلا ہوا انداز ہے جو انہیں افراط تفریط سے بچا تا ہے ۔زبان سے اُن کے فن میں ایک مستقل عادت اور قرینہ کی طرح جھلکتی ہے۔نعت گوئی کے ذیل میں یہ ماہرانہ کاوش عبادت کا درجہ رکھتی ہے بقولِ شاعر۔

کیہہ کیہہ نُوری منظر جھاتاں پاون سینے اندر
جتّا چِر وی نعت لکھاں میں رہواں مدینے اندر

نعت گوئی اُن کے لئے دربار رسالت مآب میں حضوری کا ایک ذریعہ ہے ـــــ ایک خلد نما دریچہ ـــــ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اوج محمدیؐ کے فیضان اور توجہ کی علامت یہ اہتمام و انصرام، یہ وفور اور اظہارِ نعت میں سلیقے کی تلاش اِسی فیضان کا نتیجہ ہے۔

حمد و نعت کے حوالے سے ان کے سابقہ تخلیقی کاموں کی طرح ''زَبورِ نعت'' بھی ایک ثروت مند معیار کا حامل مجموعہ ہے جو ع س مسلم صاحب کی ذاتِ رسالتِ مآبؐ سے شیفتگی اور آداب سے عبادت ہے۔نعت گوئی کے حوالے سے یہ مجموعہ اُن کے نام اور کام میں اضافہ کا موجب ہے بلکہ اردو نعت کے آغاز و ارتقاءٔ کی تاریخ میں بھی ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلم صاحب کے اِس شعورِ نعت اور احترام کے جذبے اور روّیے کو دوسرے مدحت نگاروں کے تخلیقی مساعی میں جاری و ساری فرمائے (آمین)۔اور ''زَبورِ نعت'' کو اپنی بارگاہ میں قبول اور سامعین و قارئینِ نعت میں مقبول فرمائے۔

❖......❖......❖......❖

کاروانِ حرم: ابوالامتیاز ع س مُسلم

جدید اردو نعت گوئی اور کاروانِ حرم کا حوالہ جاتی نظام

اردو نعت کے دَورِ جدید کا آغاز مولانا حاؔلی سے ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد پھیلتے ہوئے سائنسی وعمرانی علوم اور بدلتے ہوئے سیاسی ومعاشرتی حالات کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اظہار و بیان کے پیرائے اور اسلوب میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ اب نعت میں حضور اکرمؐ کی پیغمبرانہ شان کے ساتھ ساتھ ایک انسان کامل کے طور پر آپؐ کی بشری خصوصیات اور معاشرت وتمدن میں آپؐ کے انقلاب آفریں اقدامات وغیرہ کے تذکار کو فروغ ملا۔ مولانا حاؔلی کی مسدس میں اِس اسلوبِ نعت کے اولین نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ حاؔلی کے بعد تخلیقی اپج رکھنے والے معیاری نعت گوشعرا کے ذریعے اِس اسلوبِ نعت کو فروغ ملا۔

جدید اسلوبِ نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کو مستند حوالوں اور صحت مند روایات کی روشنی میں قلم بند کیا گیا، نیز پیامِ رسالت، مقصدِ رسالت اور تمدن ومعاشرت پر آپؐ کے احسانات اور بنی نوع انسان کے لئے آپ کی تعلیمات پر مبنی ضابطۂ حیات کے تعارف و تذکار کی طرف توجہ دی گئی۔ جدید نعت گوشعرا کے ہاں محبتِ رسولؐ کی سرمستی اور آپؐ کی مدح و توصیف کے ساتھ ساتھ آپؐ کی رسالت وبشریت کا زیادہ گہرے شعور سے مطالعہ نظر آتا ہے۔

اِس اسلوبِ بیان میں زبان و بیان کی شائستگی اور فنِ نعت کی پوری نزاکتیں ملتی ہیں۔

موضوعات میں اضافہ کے ساتھ جدید دور میں نعت نئی اصنافِ شعر (آزاد نظم، معرّیٰ نظم وغیرہ) سے بھی روشناس ہوئی، (اور بعض قدیم اصنافِ سخن خصوصاً مسمّط کی مختلف شکلوں کو بھی نعت گوئی کے لئے استعمال کیا گیا)۔ یوں نعت کے ہیئتی دائرے کو بھی وسعت ملی۔ طویل نظموں اور کینٹو(CANTO) کو بھی نعت کے موضوع کے بیان واظہار کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ مختصر یہ کہ نعت کے جدید دور میں حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ بابرکات کو عصری حوالوں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ نعت میں فنی اور ہیئتی وسعت پیدا ہوئی۔

نوعی اعتبار سے ع س مسلم کی ''کاروانِ حرم'' اِس جدید اسلوب نعت سے تعلق رکھتی ہے۔ فکری اعتبار سے کاروانِ حرم کے مندرجات حقیقی تاریخی شہادتوں اور مستند حوالہ جات کا درجہ رکھتے ہیں۔ سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا صحت مند روایات کی روشنی میں بیان جدید دورِ نعت ہی کی عطا ہے جو نعت کو قدیم میلا د ناموں کے اسلوب سے جدا کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں لکھی جانے والی طویل نعتیہ کتابوں میں ''کاروانِ حرم'' واحد کتاب ہے جس میں اسنادِ روایات اور حوالہ جات کا مبسوط انداز میں خیال رکھا گیا ہے۔

جدید نور نعت میں لکھی جانے والی یک کتابی نعتوں میں ''فخرِ کونین'' (محشّر رسول نگری)، ''دارین'' (احسان دانش)، ''رحلِ نظر'' (مہدی نظمی)، ''صلصلۃ الجرس'' (عمیق حنفی)، ''فارقلیط'' اور ''منحمنا'' (عبدالعزیز خالد) اور اس انداز کی لکھی گئی طویل نعتوں یا یک کتابی نعتوں میں اسناد اور حوالہ جات کا وہ اہتمام نہیں جسے ''کاروانِ حرم'' میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ عبدالعزیز خالدؔ کے ہاں حواشی کی موجودگی متوسط ذہن کے قاری کے لئے زیادہ کار آمد نہیں۔ وہ اپنی نعت کے ذیل میں بعض اہم اشارات ومندرجات کا حوالہ تو دیتے ہیں مگر اردو میں اُس کا ترجمہ نہیں کرتے۔ یوں بیرونی زبانوں کی عبارتیں اردو داں طبقے کو اصل ماخذات تک پہنچنے میں معاون نہیں ہوتیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بعد کے ایڈیشنوں میں حوالہ جات کا اہتمام برقرار نہیں رکھا گیا۔

عبدالعزیز خالدؔ کے علاوہ دوسری یک کتابی نعتوں میں اوّل تو حوالہ جات کو ملحوظ ہی

نہیں رکھا گیا اور اگر کسی شاعر نے اپنے مندرجات کے ضمن میں حوالہ جات کی نشاندہی کی بھی ہے تو اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔ حفیظؔ جالندھری کے ''شاہنامۂ اسلام'' کی طرح کہیں کہیں حاشیے میں قرآنِ کریم کی کسی آیت مبارکہ یا احادیث و کتبِ سِیَر کا کوئی اہم حوالہ نقل کر دیا ہے، پوری کتاب یا نعتیہ نظم کے حوالہ جات کا تفصیلی گوشوارہ مرتب نہیں کیا اور نہ ہی اردو میں ایسے حوالوں کا ترجمہ کیا ہے۔

''کاروانِ حرم'' کو یہ فوقیت اور تخصُّص حاصل ہے کہ اس میں اظہار پذیر مضامین و موضوعات کے حوالہ جات کو باقاعدہ سائنٹیفک انداز میں ایڈٹ کیا ہے۔ شاعر نے ایک ایک بند یا مصرع کی نہیں بلکہ اکثر جگہوں پر ایک ایک لفظ کے آخذ کی نشاندہی کی ہے۔ پھر صرف نشاندہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کا حوالہ تلاش کیا ہے اور اسے نقل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ بھی درج کیا ہے۔

شاعر کے مرتّبہ گوشوارے کے مطابق ''کاروانِ حرم'' کے دس سو پانچ (۱۰۰۵) اشعار میں تقریباً ۱۶۰۰ (سولہ سو) بار حوالے استعمال ہوئے ہیں۔ جملہ حوالے مع ذیلی شمار ۶۶۸ کے قریب ہیں۔ جن میں قرآنِ حکیم سے ۵۵۰، احادیث سے ۴۶، تاریخ وسِیَر سے ۴۲ اور دیگر کتب سے ۸۰ حوالے دیئے گئے ہیں۔ (۱)

(۱) کاروانِ حرم کے جدید ایڈیشن مطبوعہ ۲۰۰۱ء میں اشعار کی تعداد ۱۴۹ ہے۔ کل حوالے ۸۱۷ ہیں جن میں سے ۶۲ قرآنِ کریم سے اور بقیہ احادیث، تاریخ وسیر، قدیم صحائف اور دیگر کتب سے لئے گئے ہیں۔ کل حوالے تقریباً ۲۲۰۰ بار استعمال ہوئے ہیں۔

شاعر نے نعت کے مندرجات کو اور حوالہ جات کی وضاحت کو الگ الگ حصوں میں رکھا ہے۔ اِس تقسیم کا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ اصل نعتیہ نظم حوالوں اور حواشی سے بوجھل نہیں ہوتی۔ قاری نظم کو اُس کے فطری تخلیقی بہاؤ میں پڑھتا چلا جاتا ہے، اور اُسے بار بار حواشی میں اسناد و حوالہ جات ڈھونڈنے کی دقت پیش نہیں آتی۔ مصنف نے تمام حوالہ جات اور اُن کے تراجم کو کتاب کے دوسرے اور آخری حصے میں جمع کر دیا ہے۔ اگر قاری کسی مزید وضاحت کے لئے اُن سے

استفادہ کرنا چاہے تو اِس حصے سے رجوع کر سکتا ہے۔ ماخذات کے لئے متعلقہ الفاظ اور مصرع و اشعار میں حوالہ شماری کا سلسلہ موجود ہے، جو کتاب کے دوسرے حصے تک رسائی میں قاری کی رہنمائی کرتا ہے۔

''کاروانِ حرم'' میں حوالہ جات کے منضبط نظام کے موجودگی کے ساتھ (جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے) استخراج کا اہتمام اس کتاب کی دوسری بڑی خوبی ہے۔ اس کی وضاحت ایک مثال سے کی جاتی ہے۔

''کاروانِ حرم'' میں ایک دعائیہ مقام پر مسلم کہتے ہیں:

الٰہی تُو اُس دن مجھے بخش دے

بظاہر یہ ایک سیدھا سادا دعائیہ اظہار ہے اور اس کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مگر مسلم اِس اظہار کو بھی مستند اور معتبر بنانے کے لئے قرآنِ کریم سے اس دعا کا ماخذ تلاش کرتے ہیں اور سورۂ ابراہیم (۱۴:۴۰) کی متعلقہ آیت ''رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْ مِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمَ الْحِسَابُ ۔ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین اور اہلِ ایمان کی مغفرت فرما اُس دن کہ جب حساب و کتاب قائم ہو'' کا حوالہ دیتے ہیں۔

آپ اس سادہ سی مثالِ دعا سے اس بات کا اندازہ لگائیں کہ اگر انہوں نے اس کے ذیل میں قرآنِ کریم سے رجوع کیا ہے تو سیرتِ طیبہ کے واقعات اور اسمائے النبی الکریمؐ کی وضاحت اور دیگر تاریخی واقعات و مضامین اور ذیل میں کن کن مصادر سے رجوع کیا ہوگا۔ شاعر کے تخلیقی ذہن پر اگرچہ حوالہ جات کی بکثرت نشاندہی اور تَفحُّو تلاش سے ان کا اندراج بڑا جان لیوا کام ہوتا ہے اور اس کی تخلیقی اپج تحقیقی گھاٹیوں کی مسافت سے گریز پا رہتی ہے، مگر ع س مسلم نے محنت، لگن، توجہ اور تحقیقی ذمہ داری کے ساتھ مابعد تخلیق کی فراغت میں اِن حوالہ جات کو جمع کیا ہے۔ اور پھر ایک ذمہ دار مرتب (Editor) اور (Compiler) کے طور پر انہیں سلیقہ کے ساتھ ترتیب وار مربوط کیا ہے۔

یوں ''کاروانِ حرمؐ'' کے تخلیق کار نے تحقیق و ترتیب کی ذمہ داری بھی بطریق احسن نبھائی ہے۔ ''کاروانِ حرمؐ'' کے حوالوں کے ذیل میں اِس امر کی نشاندہی ضروری ہے کہ یہ نہ تو قاری کو مرعوب کرنے کے لئے ہیں اور نہ ہی حوالہ شماری کا نظام، نظم کے فطری بہاؤ میں حارج ہوتا ہے، حوالہ جات کی موجودگی کا اہتمام جن دو بنیادی خطوط پر استوار ہے! اُن میں پہلی بات تو سکالر شپ اور اُتھنٹیسٹی Authenticity کی کوشش ہے _____ سرسری نہیں بھرپور کامیاب کوشش _____ کہ جو بات بھی کہی جائے مستند حوالہ سے کہی جائے اور واقعات و روایات، کوائف، تاریخ اور سیرتِ طیبہ کے احوال و فضائل کے ذیل میں قرآن احادیث اور کتبِ تاریخ و سیَر کے اصل ماخذات کی نشاندہی کی جائے اور دوسرے یہ کہ قاری کو اگر بعض مندرجات کے مطالعہ میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے تو وہ متعلقہ لفظ یا موضوع کی مزید وضاحت اور تفہیم کے لئے اصل مصادر سے رجوع کر سکے۔

حوالہ جات کے لئے یہ دونوں بنیادی باتیں نہ صرف ''کاروانِ حرمؐ'' کے لئے نیک فال اور مبارک ہیں بلکہ جدید اردو نعت کے سفر میں ایک اہم، معتبر اور تاریخ ساز موڑ کی نشاندہی کرتی ہیں۔

عصرِ حاضر میں لکھی جانے والی نعت بلاشبہ اپنے لکھنے والے سے حقیقت نگاری کے اِسی بنیادی وصف کا تقاضا کرتی ہے جو وسیع مطالعہ، توجہ، لگن اور محنت کی عطا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نعتِ رسول اکرمؐ کے ذیل میں بے سروپا روایات کے اظہار کے بجائے تخصّص و تحقیق، روایت و درایت اور اسناد و حوالہ جات کے معیار کو پیشِ نظر رکھا جائے اور نعت نگاری کے اصل سوتوں یعنی قرآن و احادیث رسولِ اکرمؐ کو جذبات و احساسات اور واردات و کیفیات کے اظہار میں بطور مصادر اور منابع کے استعمال کیا جائے۔

واضح ہو کہ فنِ نعت گوئی کے لئے جذبہ حبِّ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بنیادی جوہر، داعیہ اور بیج کے مانند ہوتا ہے۔ یہ بیج قرآن کریم کے مضامین و ارشادات ہی کی زرخیزیوں میں پھوٹتا ہے۔ مستند احادیث اس کی آبیاری کرتی ہیں اور تاریخ و سیر کی معتبر کتابیں نخلِ نعت گوئی کو

ہوائے تازہ عطا کرتی ہیں۔نعت گوئی کی تاریخ کے ہر دور میں حقیقی نعت نگاری انہی شعرائے کرام نے کی ہے جنہوں نے نعت کہتے ہوئے نعت گوئی کے ان حقیقی منابع اور ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔

اس اعتبار سے ع س مسلم مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ نعت گوئی کے اصل منابع سے بھرپور استفادہ کیا ہے بلکہ انہیں ایک شائستگی اور خوش سلیقگی سے شاملِ کتاب کر کے اپنے اظہار و بیان کو مستند، وقیع اور معتبر بنایا ہے،مگر یہ سعادت اور محنت ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ محنت ہی سعادت ہے مگر بقول شاعر:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(مبصر فورم کے زیر اہتمام ''کاروانِ حرم'' کی تقریبِ رونمائی منعقدہ ۱۰رمئی ۱۹۸۹ء میں پڑھا گیا)
''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۶ (فروری ۲۰۰۴ء)

❖......❖......❖......❖

پہلا مرحلۂ شوق: واجد امیر

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موضوع سے فن تک کے عمل میں جن شاعروں نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ان میں ایسے تخلیق کاروں کی امتیازی خدمات ہیں جو کامیاب غزل گوئی کے بعد نعت کی صنف کی طرف متوجہ ہوئے ہیں، اور نعت کے معاصر منظر نامے میں اگر اس کا آغاز احمد ندیم قاسمی سے کریں تو ہمیں بیسیوں ایسے شاعر مل جائیں گے جنھوں نے کامیاب شاعری خصوصاً غزل گوئی کے بعد اپنی فکری وفنّی صلاحیتوں سے نعت کے مؤثر اور منفرد نمونے تخلیق کیے۔ اس انفرادیت کی وجہ غزل کی صنفی خصوصیات ہیں، جو شاعری کے اعلیٰ محاسن کے حصول کی ترتیب بھی فراہم کرتی ہیں۔ غزل پر مرزا عبدالقادر بیدل کا مصرع:

؎ کہرام گنج کہ در خانۂ خراب تو نیست

پوری طرح صادق آتا ہے۔ تخلیقِ شعر کی بڑی ترتیب غزل گوئی ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔ ہماری شاعری کی دوسری اصناف پر بھی غزل کے اثرات نمایاں ہیں۔ یہ ایک باقاعدہ تحقیقی موضوع ہے کہ ہماری نظم، حمد، نعت، سلام، منقبت کو غزل نے کس کس طرح متاثر کیا؟ فکری وفنی دونوں حوالوں سے ہماری غیر غزلیہ شاعری میں بھی علائم ورموز، اوزان، آہنگ، ردیف وقوافی اور شعری زمینوں تک میں اس کے اثرات بآسانی تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں تو غزل کی صنف کا اندازہ تو اس ایک پہلو ہی سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہماری آج کی نعت کا زیادہ تقریباً (۹۰ فیصد) سے زیادہ غزل ہی کی صنف میں تخلیق ہو رہا ہے۔ بہرکیف سال بہ سال چھپنے والے سینکڑوں چھوٹے بڑے نعتیہ

مجموعوں، گلدستوں اور انتخابات میں نظر آنے والی نعت کا تخلیقی سرمایا غزل ہی کی صنف میں ملتا ہے۔ مثنوی، مسدس، رباعی، نظم کی مختلف ہیئتوں میں بھی نعت کہی جارہی ہے مگر غزل کی صنف کے مقابلے میں بہت ہی کم۔

یوں آج کی نعت بلکہ حمد و منقبت (Devotional Poetry) کا ظہور اسی صنف کے ذریعے تخلیق ہورہا ہے۔ اس کی وجہ وہ تمام محاسن ہیں جو غزل کی دوسری اصنافِ شاعری سے منفرد ٹھہراتی ہیں۔ غزل کے مخصوص علائم ورموز دو مصرعوں میں جہانِ معنی کو سمونے کی کوشش، ایجاز واختصار، ردیف وقوافی کا نظام جو فکری اور فنی دونوں اعتبار سے ترسیلِ جذبات میں ممد ومعاون ہوتا ہے۔ ہر شعر کی جداگانہ معنوی اکائی بآسانی یاد ہو جانے، دہرائے اور لحن وغناء میں آجانے کی صفت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک شعری وتخلیقی تجربے، واردات، مشاہدے، احساس اور جذبے کا مؤثر سمٹاؤ (Sizability) جو تاثیر کی جان ہوتا ہے، غزل کی صنف سے زیادہ اور کسی دوسری صنف سے حاصل نہیں ہوتا۔ ہائیکو سے لے کر طویل یک کتابی نظموں اور کینٹو ر تک کا مطالعہ کر لیں، آج بھی پسندیدہ شعروں کی بیاض سے قبروں کے کتبوں اور دلوں سے ہونٹوں تک لکھے، یاد کیے اور دہرائے جانے والی شعروں کا بڑا حصہ غزل ہی سے متعلق ومنتخب ہوتا ہے۔ نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت میں بڑا حصہ صنفِ غزل ہی کی تاثیر اور معجز نمائیوں کا ہے۔ نعت سے بڑا عظیم اور وسیع موضوع کوئی نہیں جو ایک حوالے سے اپنے اندر حمد کے فکری عناصر کو بھی لیے ہوئے ہے۔ میری ایک نعت کا آغاز یوں ہوتا ہے:

پسِ ہر پردۂ توصیفِ مولا تُو نکلتا ہے
نبیؐ کی نعت میں بھی حمد کا پہلو نکلتا ہے
ثنائے روشنی میں دھیان روشن گھر کا رہتا ہے
لکھوں صلِ علیٰ تو دل سے اللہ ھُو نکلتا ہے

اور غزل سے زیادہ کوئی جامع صفات حامل محاسن شعری اور مقبول وپسندیدہ صنف

نہیں۔لہٰذا جب صنفِ غزل نعت کے موضوع سے متصوف ہوتی ہے تو فارسی اور اردو غزل کی قریب قریب ایک ہزار سالہ روایت میں صرف کی جانے والی محنت کے رحمت خیز نتائج اور برکت آثار عناصر آپ ہی آپ اس کے تخلیقی مزاج کا حصہ بن جاتے ہیں۔

یہ تمہید نسبتاً زیادہ طویل ہوگئی۔ایک طویل تجزیاتی مطالعے کے آغاز میں تو شائد اس کا تھوڑا بہت جواز نکل آئے مگر ایک نعتیہ مجموعے کی پیشوائی ابتدائیہ کے حوالے سے اپنی رائے اور تاثرات کے حوالے سے شاید مناسب نہیں۔مگر یہ تمہید اس لئے طولانی ہوگئی ہے کہ یہ نعتیہ مجموعہ واجد امیر کا ہے جو نئی غزل کے ایک نمائندہ شاعر ہیں اور انہوں نے غزل کے باب میں اپنی تخلیقی نادرہ کاری سے نہ صرف کلاسیکی رجحاناتِ غزل کے خمیر سے اس صنف میں فکری اور فنی دونوں حوالوں سے رجحان ساز نمونے پیش کئے بلکہ اس میں مستقبل کے امکانات بھی دریافت کیے۔

اب کامیاب غزل گوئی کے بعد وہ نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے ہیں۔اس مبارک ہجرت اور بابرکت سفر میں اُن کے رختِ سفر اُن کی وہ مہارت اور ریاضت ہے جو انہوں نے غزل کی تخلیق میں کی ہے اور جس کی مدت کئی سالوں پر محیط ہے۔واجد امیر کی نعت کی انفرادیت اُن کی تازہ کاری ہے۔یہ صفت ان کی نعتیہ کارکردگی میں پوری طرح نمایاں ہے۔ان کی زمینوں میں تشبیہات اور استعارات کے نظام ہیں۔ان کی تراکیب میں اور سب سے بڑھ کر ان کے محاکات میں۔دراصل تازہ کاری تخلیقی وحالیت انبوہ سے ہٹ کر،اور بھیڑ سے کٹ کر چلنے اور خالص انفرایت(Pure Individuality) میں بات کرنے کا قرینہ، وہ محوری گُر ہے جو شاعر کو اپنی صفوں میں ممتاز اور سرآوردہ بنا دیتا ہے۔جس کو یہ وصف مل جاتا ہے وہ عام لب ولہجہ اور معروف اسالیب میں بات کرنا اس کے لیے ممکن ہی نہیں رہتا۔واجد امیر نے فکری وفنی دونوں حوالوں سے اپنی نعت کو انفرادیت کا حامل بنایا ہے۔

جہاں تک نعت کے مضامین وموضوعات کا تعلق ہے ان میں حضورِ اکرمؐ کی محبت، ان کی ذاتِ گرامی قدر سے ادارت اور عقیدت کے اظہار کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے مگر نعت

گوئی کے آغاز ہی سے محبتِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ اس میں ہزاروں مضامین ایسے شامل ہو گئے ہیں جن کا تعلق آپؐ کی سیرتِ مبارکہ، آپؐ کے پیغام، تعلیمات، ارشادات و احادیث اور فیضان سے لے کر اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں کے بیان تک پھیلا ہوا ہے۔ جس طرح درخت کے تنے سے شاخیں، اپنی شاخوں سے مزید شاخیں نکالتی جاتی ہیں، اسی طرح حُبِّ رسول اکرمؐس ء ہزاروں ایسے مضامین پیدا ہوئی ءاور ہو رہے ہیں جو آج ہماری تہذیبی، سماجی، ثقافتی، اقتصادی، نفسیاتی، عمرانی اور سیاسی شعبوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔

واجد امیر کی نعت میں موضوعات کا جو تنوع نظر آتا ہے وہ اُن کی اپنی ذات، اپنے سماج اور آج کے آفاقی مسائل سے پوری طرح جڑا ہوا ہے۔ (ریجنل، پرسنل، اور یونیورسل) ہر سطح کے مشاہدات اور محسوسات اُن کی نعت میں نظر آتے ہیں۔ اُن کی نعت تخلیقی قرینے سے ان سب جہتوں سے جڑی نظر آتی اور یہی اُن کی نعت کا وہ انفرادی وصف ہے، جو انہیں دوسرے ثنا کاروں سے مختلف ٹھہراتا ہے۔ عصرِ حاضر کی نعت کا وہ انفرادی وصف ہے، جو انہیں دوسرے ثنا کاروں سے مختلف ٹھہراتا ہے۔ عصرِ حاضر کی نعت کے بیسیوں اسالیب ہیں۔ اپنے اپنے مزاج اور سلسلۂ نسبت کے حوالے سے آج نعت کی کئی صورتیں مستعمل ہیں۔ بعض شاعروں کے ہاں حضور اکرمؐ کے اسمائے مبارکہ کا بیان نمایاں ہے، بعض کے ہاں احادیث، غزوات، معجزات اور تعلیماتِ نبویؐ کا اظہار زیادہ ملتا ہے۔ بعض نعت گو اساتذہ کی معروف زمینوں میں نعت لکھ رہے ہیں اور بعض کے ہاں مجالس میں پڑھی جانے والی نعت کا عمومی انداز غالب ہے۔ واجد امیر نے نعت کے ان تمام میلانات اور رویوں کو اپنی نظر اور اپنے ہنر میں سامنے رکھنے کے باوجود جس تخلیقی قرینۂ اظہار کو اپنایا ہے۔ اس کی وجہ سے اُن کی نعت میں سماجی حقائق کے حوالے سے فکری آگہی اور تہذیبی شعور پیدا ہو گیا ہے۔ وہ جب درپیش فکری مسائل کو حضورِ اکرمؐ کی محبت سے آمیز کر کے نعت لکھتے ہیں تو اس سے اُن کی نعت کا فکری کینوس بہت مختلف ہو جاتا ہے ہمارا ملی ورثہ کیا ہے؟ ہماری دینی و تہذیبی قدریں آج کے معاشرے میں کیسے نظر انداز ہو رہی ہیں؟ ہماری زندگی کے فرائض

اور ذمہ داریوں سے غفلت ہمیں کہاں لے آئی ہے؟ اس سارے سماجی و اخلاقی آشوب کی لہریں اُن کی نعت میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ کچھ مثالیں دیکھیے جن میں قومی و ملی زوال، موجود میسر سے منافقانہ سمجھوتے کی ہماری عمومی روش اور اس سے پیدا ہونے والی بیچارگی بے برکتی اور آشوب کا رونا ہے واجد امیر کے لب ولہجہ میں جہاں طنز کی ایک خفیف رمق بھی ہے وہاں بین السطور صورتِ حال سے ابھرنے والا دکھ بھی ہے۔

بول اُٹھے جس کی مٹھی میں دبے کنکر تمام
آج اُس ہادیؐ کی امت ہو گئی پتھر تمام

روئیدگی اس خاک سے منہ موڑ گئی ہے
حالانکہ برستی ہیں گھٹائیں مرے آقاؐ

نعلینِ پاک کی جو حفاظت نہ کر سکے
ناموسِ مصطفیؐ کی بنیں گے وہ ڈھال کیا

واجد امیر نے نعتِ رسول اکرمؐ کے اظہار کے لیے بعض ایسی مشکل زمینوں کا انتخاب بھی کیا ہے جہاں کبھی کبھار قافیہ شکار شاعر آپ شکارِ قافیہ ہو جاتا ہے واجد نے مہارت سے ان زمینوں کو برتا ہے اور ان کی وقت پسندی نے ایسی زمینوں سے بھی خوبصورت نعتیہ شعر نکالے ہیں انہوں نے سیرت کے پہلوؤں کو بھی آج کے موضوعات اور جدید سماجی رویوں کی روشنی میں دیکھا ہے آج بین المذاہب مکالموں میں اسلام کو سیرتِ طیبہ کے حوالوں سے پیش کرنے کی ضرورت ہے یہ شعر دیکھئے آج کی صورتِ حال میں اسلام کے تابناک اصولوں کو کیسے اعتبار سے پیش کر رہا ہے۔

ان کے لُغت میں لفظ معنی بدل گئے
بدلہ ہے عفو اور معافی ہے انتقام

بہ حیثیت مجموعی واجد امیر کی نعت آج کی تہذیبی و تمدنی زندگی کو درپیش مسائل سے اُبھرنے والی نعت ہے یہ اُن کا پہلا مجموعۂ نعت ہے اور اس میں ترسیلِ فکر کے معاملات میں پیش آنے والے وہ سب تخلیقی رویے موجود ہیں جو عام طور پر شاعروں کو اظہار کے پہلے پڑاؤ پر پیش آتے ہیں۔ بہت کچھ کہنے کی کوشش، تازہ زمینوں کی تلاش، وضع و احتیاط کا لحاظ، نئے مضامین وموضوعات کی تلاش کے ساتھ اظہار کے تازہ اسالیب کی جستجو جس کا پتہ اُن کی شعری زمینوں سے ملتا ہے۔نعت کے باب میں ہر منزل پہلا پڑاؤ ہی ہوتا ہے وِلا آثار طبیعتیں کبھی بھی اس سفر میں سکون آشنا نہیں ہوتیں ہر اظہار کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ بہت کچھ کہنے سے رہ گیا نعت سرشت دلوں اور دِلا نژاد ذہنوں کا بیان ترسیل کی اگلی مسافتوں کے لیے مہمیز ہے بقول علامہ اقبال

ہر لحظہ بیا طور نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

❖......❖......❖......❖

نعت گوئی کا رنگِ دِگر: حافظ مظہر الدین

قیامِ پاکستان کے بعد کے اوّلین نعتیہ منظر نامے میں جن شاعروں نے اپنے اخلاص، انہماک اور ریاضت و وابستگی سے عقیدت کے رنگ بھرے اُن میں حافظ مظہر الدین کا اِسمِ گرامی نمایاں ہے۔ اُنہوں نے مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اُردو نعت کو آگے بڑھایا۔ اُن کے اخلاص اور فن کا اعتبار، صنفِ نعت سے اُن کی دِلی وابستگی کے سبب ہے۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ ستودہ صفات سے محبت وفدویت اُن کے فکر وفن کی بنیاد ہے۔ اُنہوں نے اس وقت نعت کو اپنے جذبات واحساسات کے اظہار کا ذریعہ بنایا جب اُردو شاعروں کی توجہ اس صنف کی طرف کم کم تھی۔ اگر اُس دور کے نعت گو شاعروں کی ایک فہرست (سرسری انداز میں)، تیار کی جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اُن سے ذرا پہلے اور قریبی نعت گو شاعروں میں بہزاد لکھنوی اور ماہر القادری ــــــ اور اُن کے ذرا بعد میں حافظ لدھیانوی اور حفیظ تائب صاحب کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ دراصل اُردو نعت کے پاکستانی دور کا عشرۂ ثانی ہی اس مبارک صنف کو ایک باقاعدہ اسلوب اور انداز بخشنے میں ایک بڑی اہمیت اور تاریخ ساز پیش رفت کا حامل ہے۔ بقول حفیظ تائب:

> ''اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی نظریاتی مملکت میں ذکرِ رسولؐ کا چرچا ہونا قدرتی اور فطری عمل تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعت میں اس انقلاب کی بازگشت سنائی دینے لگی جسے برپا کرنے کے لئے حضورِ اکرمؐ تشریف لائے تھے۔ وہ روحانی، تمدنی اور اخلاقی آشوب بطورِ خاص نعت کا موضوع بنا جس سے اُمّتِ مسلمہ اور عہدِ حاضر کا انسان دوچار ہے۔ اِس دور کے نعت گوؤں نے اپنے ذاتی اور کائناتی دُکھوں کا علاج

حضورؐ کی سیرتِ اطہر میں تلاش کرنا شروع کیا اور حضور اکرمؐ کے منشور
حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمو دیا۔ یوں اُردو نعت زندگی سے ہم آہنگ
ہو کر مقبولیت کی حدوں کو چھونے لگی''۔

(ماہ نامہ- ماہِ نو- لاہور، خصوصی شمارہ مسلم فن وثقافت نمبر، مئی ۱۹۸۰ء، ص ۱۴۷)

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام کا ظہور اس پسِ منظر میں اپنی دِلی عقیدت اور جذباتی وابستگی کے اعتبار کو نمایاں کرتا ہے۔ اُنہوں نے نہ صرف یہ کہ خود اس صنفِ سخن کی طرف کامل توجہ مرکوز رکھی بلکہ اپنے حلقۂ اثر میں بھی اس کو فروغ دیا۔

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعے تجلّیات، جلوہ گاہ اور بابِ جبرئیل ہیں۔ حافظ مظہر الدین کا نعتیہ کلام عصرِ حاضر کی نعت میں جس انداز و روایت کا نمائندہ ہے اُس کا تعلق حضور اکرم سے وابستگی وشیفتگی سے ہے۔ نعت گوئی حافظ مظہر کے فن کا کوئی مختلف زاویہ نہیں بلکہ اُن کا فن ہی نعت گوئی ہے۔ اُنہوں نے دوسری اصنافِ سُخن سے کنارہ کشی کر کے اپنی تمام تر فکری وفنی صلاحیتیں تخلیقِ نعت کے لئے وقف کر دیں۔ نعت گوئی اُن کے قلم کی عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی نعت گوئی میں عبادت کی سی یکسوئی اور انہماک پایا جاتا ہے۔ اُن کے کلام میں حُبِّ رسول اکرمؐ کا استغراق نمایاں وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اخلاص وگداز اور تاثیر وکیفیت کے تمام تر عناصر اسی صنف کی دین ہیں۔ اُن کے نعتیہ مجموعوں میں ایک عاشقِ رسولؐ کے سفرِ عشق کے جذبات وکیفیات اور قلبی واردات ومشاہدات کی تنوع جھلکیاں ملتی ہیں۔ اُنہوں نے آنحضرت سے اپنی عقیدت وارادت مندی کو اشعار میں سمونے کی جو کامیاب ومشکور سعی کی ہے وہ بہت کم نعت گو شاعروں کا مقدر بنی ہے۔ بقول اُن کے:

یوں تو ہیں نعت کے اسلوب ہزاروں لیکن
طرحِ نو میری ہے، ہر رنگِ دگر میرا ہے

دراصل یہ اخلاصِ فن اور کیفیتِ نعت ہی اُن کا ''رنگِ دگر'' ہے۔

اُن کی نعتوں میں فقہی مسائل اور مذہبی معتقدات کے مضامین کی جگہ ارادت وعقیدت مندی کے جذبات کا بیان ہے۔ اُن کے نعت کے موضوع ان کی اپنی ذات سے پھوٹتے ہیں جو عشقِ رسول میں سرشار ہے۔ اسی سرشاری کی وجہ سے ان کے فکر وفن پر گہری عقیدت کی چھاپ ہے۔ ان کا

رنگِ نعت والہانہ ہے اور یہ خصوصیّت دوسری خصوصیات سے افضل ہے۔ والہانہ پن کے بعد ان کے نعتیہ کلام کی دوسری نمایاں خوبی ان کی مضمون آفرینی ہے۔ اُنہوں نے نعت میں کئی خوبصورت مضمون پیدا کئے ہیں، جو ان کی جدّت طرازی اور نکتہ آفرینی کے مظہر ہیں۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے:

جو حسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں

....

اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں
"قل" کہہ کے سنی بات بھی اپنی ترےؐ لب سے

....

مرے لئے ہے جہنم کہ خلد داور محشر
جو آج ہونا ہے وہ اُن کے روبرو ہو جائے

حافظ صاحب کا یہ نعتیہ شعر علامہ اقبال کے معروف اشعار:

تُو غنی از ہر دوعالم من فقیر
روزِ محشر ، عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیؐ پنہاں بگیر

کے مقابلے میں حافظ صاحب کی یہ جرأت و جسارت نعت کا اچھوتا مضمون ہے۔
بقول خالد بزمی:

"حافظ صاحب کو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے رحمت للّعالمین اور شافع مذنبین ہونے پر اس قدر ناز ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اُس رحمتِ دو جہاں کے سامنے اُن کے کسی نام لیوا کو جہنم میں بھیجا ہی نہیں جا سکتا۔ نکتہ طرازی کی یہ ایک (عمدہ)، مثال ہے"۔

(ماہنامہ محفل لاہور، اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص۲۰)

مظہر کی زبان شیریں وشگفتہ ہے۔ کیفیاتِ حُبِّ رسولؐ کے بیان میں مایوسی کی بجائے سرمستی ونشاط کا پہلو غالب ہے۔ انتخاب واستعمالِ الفاظ میں وہ صنفِ نعت کی فنّی نزاکتوں کا پُورا پُورا لحاظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں سادگی اور بے ساختگی کا رنگ نمایاں ہے۔ کہیں کہیں علمی انداز بھی ملتا ہے۔ بقول گوہر ملیسانی:

''موضوع کی مناسبت سے رفعت وشکوہ کے لحاظ سے زبان کا ارفع واعلیٰ ہونا بھی ضروری ہے مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ الفاظ کی رفعت مفہوم (اور نعت کے مجموعی اثر)، کو غائب کر دے''۔

ان کے علمی انداز کی حامل نعتوں میں کیفیت وتاثیر موجود ہے۔ حبِّ رسولؐ اور مدحِ جمالِ نبویؐ کے ساتھ ان کی نعتوں میں حضور اکرمؐ کے پیغام وارشادات بھی ملتے ہیں۔ نیز پاکستان واسلام کو درپیش مسائل کا اظہار بھی ملتا ہے۔ ''دیارِ حرم''، کا یہ شعر دیکھئے:

عوام بے عمل و کج ادا و کج رفتار
محافظانِ وطن ہیں رہینِ لاف و گزاف

اُن کی نعتیہ نظموں میں دیارِ حرم، ذکرِ میلاد، ربیع الاوّل، مطلعِ انوار، برھانِ عظیم، جامِ طور، شبِ معراج، نغمۂ نور، شبِ اسریٰ کے علاوہ قصیدۂ نوریہ اور تضمین برنعتِ قدسی اُن کے رنگِ خاص کی عکاس وترجمان ہیں۔ اُن کے عاشقانہ رنگ میں اصلیت اور حبِّ رسولؐ کی سرشاری وہ اوصاف ہیں جنھوں نے اُردو نعت کو تاثیر وکیف کے متعدد گرانقدر نمونے دیئے ہیں۔

وہ نعت گوئی میں سالک یزدی کے بقول روشِ عام سے ہٹ کر چلیں ہیں:

سالک مشو مقلّدِ طرز جہانیاں
رَو اندر ایں قطار ولے سر کشیدہ رَو

معاصرِ نعت گوئی میں حافظ مظہر الدین کا 'رنگِ دِگر' اخلاص ومحبت سے لبریز ہے اور یہی اُن کی نعت گوئی کا نمایاں وصف ہے۔

❖......❖......❖......❖

سخن سخن خوشبو: نازش قادری

اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں دو طرح کی نعتیہ شاعری نظر آتی ہے۔ایک نعت کا وہ بڑا دھارا جس میں ملک بھر کے نعت کو شاعروں کی اکثریت ہےاس دھارے کے شاعروں کے مضامین اردو موضوعات کے اظہار کا ایک اپنا مستعمل اسلوب ہے چونکہ آج کی نعت کا بڑا حصہ غزل کی صنف میں تخلیق ہو رہا ہے اس لئے اس اسلوب کی نعتوں کا رنگ ڈھنگ بھی انہیں زمینوں، ردیفوں اور قوافی سے مرتب ہوتا ہے،جس کا چلن گزشتہ نصف صدی سے عام ہے۔

نعت کے اسی دھارے سے سر بجولاں لہروں کی طرح کچھ ایسے تخلیق کار بھی نعت کی تخلیق میں سرگرم کار ہیں جو الفاظ وتراکیب کے انتخاب سے قوافی اور ردیفوں کے چناؤ تک ہیں ردِشعام سے ذرا ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں۔۔ان دنوں طرح کی شاعروں میں فرق اظہار اور اسلوب کے عام اور منقد تخلیقی رویوّں کا ہے اس کا اندازہ نعت کے پہلے شعر اپنی مطلع ہی سے ہو جاتا ہے مستعمل اسلوب میں نعت کہنے سے نعت کے حالیہ منظر نامے میں ایک یکسانیت اور تکرار کا احساس روز افزوں ہے معروف زمینوں کے بار بار استعمال سے آج کی نعت یک رنگ ہوگئی ہے۔

نعت کا موضوع بلاشبہ محوری اور مرکزی سطح پر ایک ہی ہے مگر یہ موضوع فرمانے کے ساتھ ساتھ نت نئے موضوعات کی مسلسل تخلیق کا باعث بن رہا ہے اس کی مثال ایک آئینے سے دی جاسکتی ہے جو یکساں طور پر عکس لوٹانے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر جس کے سامنے روز بروز نہیں لحہ بہ لحہ نئے نئے منظر، افراد، اذہان اور قلوب کے وارداتی چہرے آ رہے ہیں اور وہ لحہ لحہ پیش آور جبروں کے عکس لوٹا رہا ہے بقول حالی

ے نیا ہے لیجئے جب نام اس کا
بڑی وسعت ہے میری داستان میں

اس مثال کی وضاحت ایک اور مثال سے دیتے ہیں وہ ہے حج کے سفرناموں یا زیارت مدینہ کے تاثرات کی، مواجہ شریف پر حاضری کی، جگہیں ایک ہی مگر ہر زائر کے تاثرات دیتے ہیں...... ہر بار پہلے سے مختلف ہیں...... تہجد سے بعد عشاء تک، دن میں کئی بار جالیوں کے آگے سے گزرنے پر زائر کے دل کی کیفیات، ذہن کی حالت، اردگرد کے ماحول کے حوالے سے مشاہدات زندہ حسیں اور دل بیدار ہوتو ہر بار ہر جگہ کی زیارت کے تاثرات مختلف ہیں اب یہ شاعر پر ہے کہ وہ کیفیات کی انفرادیت انتخاب کرتا ہے یا یکسانیت کے ہجوم میں بہہ جاتا ہے یہاں دو شعر یاد آرہے ہیں ایک علامہ اقبال کا اور دوسرا سالک یزری کا اقبال کا شعر یہ ہے

ے زندگی انجمن آزاد نگہدار خوارست
اے کہ در قافلہ بے ہمہ سّو باہمہ رو

سالک یزری کہتے ہیں

ے سالک مشو مقلّد طرز جہانیاں
رِواندراِیں قطاروے سر کشیدہ رو

سو۔روش عام سے ہٹ کراورانبوہ سے کٹ کراس اندر میں زندگی گزارنا کہ آپ ہجوم کا حصہ ہوتے ہوئے مختلف نظر آئیں۔ بے ہمہ شو اور با ہمہ رو اور اسی قطاریں سر کشیدہ چلنا ہی نادرکاری کے حصول کی ضمانت ہے۔تمہید کچھ زیادہ یہ طویل ہوگئی ہے لیکن مستعمل اور منفرد نعتیہ اسالیب کے حوالے سے یہ کچھ باتیں ضروری تھیں۔...... نازش قادری اپنے اردگرد کے شاعروں میں رہتے ہوئے ان سے مختلف کیوں ہیں؟اس سوال کا جواب ہی ان کی نعت گوئی کے رنگ خاص تک پہنچادیتا ہے ان کی نعت گوئی کا نمایاں حصّہ اسی رنگ خاص کے حصول کے لئے کوشاں رہنے کی نشاندہی کرتا ہے وہ مسلسل اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لئے معروف اور معروف کلام نظر

آئے ہیں اپنے ہم عمر اور معاصر شاعروں کی صنف میں وہ اسی ریاضت فن اور سعی جمیلہ کے سبب سر برآوردہ رہے ہیں مجھے ان سے جب بھی کلام کا موقع ملا ہے انہوں نے ہمیشہ نعت اور تخلیق نعت کے علمی پہلوؤں پر بات کرنے اور بات سننے میں خوشی محسوس کی ہے۔

نعت کے حوالے سے ملنے والی کتابوں کا س توجۂ اطمینان اور سرشار طلب انداز میں انہوں نے مطالعہ کیا ہے، بہت کم لوگوں نے کیا ہے مجھے ان کی طرف سے اپنی کتابوں کے مطالعے کا ردّ عم (یا فیڈ بیک) ہمیشہ کار آمد اور مفید مطلب نظر آیا انہوں نے کتابت کی اغلاط کی جس ماہرانہ انداز میں نشان دہی کی اس سے میں نے بہت کچھ سیکھا وہ نعتیہ مسائل پر گفتگو کے ذریعے کچھ دیکھنے اور سکھانے کے ہمیشہ سائق رہے ہیں۔

نازش صاحب کی بحریں، قوافی، بولتی ہوئی ردیفیں، تراکیب اور تشبیہات میں بین السطّور جدّت طلبی کی جھلک ہمیشہ نمایاں رہی ہے انہوں نے اپنی ردیفوں سے نعتیہ مضمون آفرینی کا بھر پور فائدہ اٹھایا کئی مشاعروں کے ہاں ردیفیں، شعر کے ضروری حصے کی طرح شامل مصرع تو ہوتی ہیں مگر شعر کے مضمون میں اضافہ نہیں کرتیں نازش غزل کے علائم و رموز سے واقف ہیں انہوں نے اپنی نعتوں میں ان علائم و رموز اور ان سے وابستہ تلازمات کا بھر پور فائدہ اٹھایا ہے اللہ تعالٰی نے انہیں خوشگوار لحن سے بھی نوازا ہے لہٰذا وہ ان ردیفوں والی نعتوں میں اثر آفرینی کے لئے اپنے لحن کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ نازش صاحب کے فن کا ایک معتبر حوالہ ان کی نعت سے غیر متزلزل دلچسپی اور لگن ہے ان کے لئے نعت گوئی جز وقتی شوق نہیں ہمہ وقتی ذوق کا اظہار ہے یعنی ان کی نعت گوئی ___ نعت گوئی برائے نعت گوئی نہیں ___ نعت گوئی برائے زندگی و آخرت ہے ان کی ذات رسالت مآب سے عقیدت، عقیدہ کا درجہ رکھتی ہے۔

انہوں نے تخلیقِ نعت کی عبادت میں پانچ دہاوں سے زیادہ کا وقت صرف کیا ان کی تخلیق زندگی کو گوشورہ اسی خدمتِ نعت کے سبب ہمہ منفعت علامات و نشانات کی عکاسی کرتا ہے ان کی نعت کہتی طبیعت جس طرح ہمہ وقت اس باب میں انفرادیت کے حصول کے لئے متفکر اور

کوشاں رہتی ہے وہ ہم سب کے لئے نیک فال اور لائق تقلید ہے۔

ہے نعت کے آداب کی غمّاز نیاز
خوش طرز، خوش انداز، خوش آور نیاز
تذکار نعت و اظہار سیرت
ہے نازش قادری کا اعزاز نیاز

❖......❖......❖......❖

رحمت سرِ رحمت: بشیر رزمی

بشیر رزمی صاحب کی حیثیت معاصر شعری منظر نامے میں ایک استاد کی ہے عروض اور رباعی اُن کی تخلیقی کارکردگی کا تخصّص ہے انہوں نے مختلف پیرائیوں، اسلوبوں اور ہیئتوں میں بہت سی شاعری کی لیکن اُن کا طبعی ذوق عروض کی طرف ہے اسی ذوق کے سبب انہوں نے عروض میں طرح طرح کے تجربے کئے اور معاصر اردو شاعری کے عروضی منظر نامے میں قابل قدر اضافے کئے یہ تجربے جہاں ایک طرف ان کی قادر الکلامی کے مظہر ہیں وہاں ان کی اس فطری اپج کے ترجمان بھی ہیں جو عروض سے وابستہ ہے اردو شاعری آغاز سے اب تک (زیادہ تر) بیس تیس معروف آہنگوں میں ہوتی رہی ہے آج بھی چند شاعروں کے سوا اکثر شاعر آہنگوں کے اسی مرکزی دھارے میں سرگرم تخلیق ہیں لیکن وہ طبائع جو عروض کے اس مرکزی دھارے سے ہٹ کر بھی کچھ کرنے کے آرزومند ہیں وہ اس ہجوم سے کٹ کر کچھ کمالات کر دکھانے کی کوشش میں بہت آگے نکل جاتے ہیں معروف بحریں اور ان کے زحافات تو اُن کے پیش نظر ہوتے ہی ہیں مگر وہ بحروں کے بنیادی ارکان (یعنی ارکان تقطیع) کی کمی بیشی اور ترتیبِ نو سے شاعری کے نئے نئے آہنگ بھی تلاش کرتے رہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ ایک جان دار اور شان دار شغل ہے اکثر تخلیق کار اور ناقد اسے عروض کے نمائشی شوق (یا ٹھرک) کا طعنہ دے کر اُن کی کوششوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ اس میں حق بجانب بھی ہیں کہ تخلیق کا فطری حسن اور تاثیر اس قسم کے تجربوں سے متاثر ہوتا ہے لیکن عروض میں تجربہ آمادہ ذہن اپنے شوق اور جذبہ جدّت پسندی سے سرشار اور شاعری میں نئے نئے عروضی تجربے کرنے کا آرزومند ہوتا ہے گزشتہ دہائیوں میں اس کی ایک کامیاب کوشش ''نویاں زیمناں'' کے نام سے کتاب لکھ کر اکرام مجید صاحب نے کی پنجابی

غزلوں میں ان کی کتاب پر معروف سکالر اور عروض شناس صوفی محمد افضل فقیر اور ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری نے طویل ابتدائیہ اور اختتامیہ لکھا احمد ندیم قاسمی صاحب نے اس کتاب کے پس ورق پر اپنے تاثرات سے اکرام صاحب کی کوششوں کی بہت تعریف کی اور اسے نہ صرف پنجابی بلکہ اردو غزل میں بھی اب تک کی جانے والی کوششوں میں ایک کامیاب کارنامہ قرار دیا 'نویاں زیناں' (مطبوعہ ۱۹۸۸ء) کے کئی سالوں بعد میں نے اپنے نعتیہ دیوان سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مطبوعہ ۲۰۰۳ء) میں اپنی بحروں اور شعری آہنگوں کو استعمال کرنے کی کوشش کی اس دیوان کے مختصر سے دیباچے میں مَیں نے اس 'کوشش' کی وضاحت کرتے ہوئے 'شانِ نزول' کے عنوان سے دیباچے میں لکھا تھا

محترمی حافظ محمد افضل فقیر نے برادرم اکرام مجید صاحب کے شعری مجموعہ ''نویاں زیناں'' (پنجابی غزلیات) کے طویل خاتمے پر لکھا ہے ''فقیر دعا گو ہے کہ مولا کریم ہمارے کرم فرما اکرام مجید کی پنجابی شاعری کی منازل میں ارتقائے مزید سے نوازے۔ اُس کے کلام سے افراد امّت کو خلوص وایثار اور اخلاقیات عالیہ کی تحصیل کا ذوق پیدا ہو۔ تجربات کی یہ اساس نوجوان نسل کے ہاتھوں استحکام پائے۔ پاکیزہ مضامین سے اس کی تعمیر ہو اور مدحت سرایانِ جناب رسالت مآبؐ اپنی ارادت سامانی سے ان بحور و اوزان کو لازوال حسن و جمال عطا کریں۔ آمین''

''نویاں زیناں'' کی اشاعت کے کئی مہینے بعد ایک دن دیباچہ کی ان اختتامی سطور پر اچانک نظر پڑی۔ مَیں نے اپنے آپ کو ان کلمات کا اوّلین مخاطب محسوس کیا۔ طبیعت یوں آمادۂ نعت ہوئی کہ دو تین ماہ کے مختصر عرصے میں اس کتاب کی نعتوں کا ایک بڑا حصہ تخلیق ہوا۔ اس مسودے کو ''مبیضہ'' کی شکل تک پہنچنے میں البتہ کچھ مہینے اور لگ گئے۔ (ص ۵)

اس دیوان میں کل نعتیں ۱۴۵ تھیں اور اوزان کی تعداد بقول امجد رازی ۱۲۸ تھی میری کوشش تھی کہ ہر نعت ایک نئے آہنگ میں ہو مگر دیوان میں نعتوں کی جمع آوری میں کچھ نعتیں انہی اوزان میں دوبارہ ہو گئیں اس دیوان کی تین بار تخریج ہوئی پہلی تخریج برادرم افضل خاکسار نے کی جو دیوان کے آخر میں شامل ہے پھر امجد رازی نے 'صنف ہزار رنگ' کے نام سے ایک جداگانہ کتاب (مطبوعہ ۲۰۰۹ء) اور ایک تخریج عزیزی اجمل سروش نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم 'تخریج

نو' کے نام سے بعد میں کی یہ کتاب ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔

یہ تمہید کچھ طویل ہوگئی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن اس معرکتہ آلا راء کام کے آغاز سے قبل اس کی نشاندہی ضروری تھی جو جناب بشیر رزمی نے کیا بشیر صاحب کا کام میری معلومات کی حد تک معاصر شاعری میں اس انداز کے کئے جانے والے کاموں میں سب سے زیادہ منفرد ہیں انہوں نے نادر الوقوع اوزان کے استعمال کے علاوہ کچھ نئے اوزان بھی تخلیق کئے یوں انہوں نے معاصر شعری وعروضی منظر نامے میں وقیع اضافہ کیا یہ اضافہ ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے ہمارے ہاں علم عروض کے سکالر کم ہیں اگر کوئی طالب علم اس پر آمادہ ہو سکے تو 'معاصر شعری منظر نامے میں بشیر رزمی کی عروضی خدمات' پر ایک مکمل مقالہ کی ضرورت اور گنجائش موجود ہے۔

بشیر رزمی صاحب نے اپنی شاعری کو آئینہ مہر (۱۹۹۱) الغزل (۲۰۰۰) کائنات غزل (۲۰۰۹) آسمان غزل (۲۰۱۱) کہکشانِ نعت (۲۰۱۵) اور یا اللہ (۲۰۱۷) قطعات و رباعیات ــــــ کے بعد اب رحمت سرِ رحمت کے نام سے رباعیات کے مجموعہ میں مرتب کیا ہے اس کتاب سے پہلے ''یااللہ'' کے نام سے ان کے قطعات ورباعیات کا مجموعہ بھی شائع ہوا ہے اس مجموعے میں انہوں نے قرآنی آیات کو اپنے فن کا محوری حصہ بنایا ہے یہ کتاب حمد و نعت میں ایک منفرد اضافہ ہے قرآن کے مطالعے میں عروض شناس کہیں کہیں ایسی آیات پر چونک جاتے ہیں جو ہمارے شعری عروض و آہنگ کے مطابق ہوتی ہیں یا ہوسکتی ہیں مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' ثانی اثنین از ہمافی الغار ــــــــ توفنا مع الابرار ــــــــ اور عربی کا معروف کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ــــــــ وغیرہ وغیرہ ــــ اگرچہ قرآن شعر اور عروض کی کتاب نہیں لیکن ہر آواز چونکہ کوئی نہ کوئی صوتی طرز (Sound Pattern) رکھتی ہے لہٰذا وہ کسی نہ کسی رکنِ تقطیع کے ہم وزن پڑھی جاسکتی ہے۔ فارسی اساتذہ نے زیادہ اور اردو شاعروں نے بہت کم قرآنی آیات کو بعینہٖ شعر میں استعمال کرنے کی کوشش کی ہے فارسی میں 'پارہ ہائے قرآنی در شعر فارسی' کے نام سے ایک ضخیم اور بڑے سائز کی کتاب اسی حوالے اور موضوع سے متعلق ہے بشیر رزمی صاحب نے 'یااللہ' میں آیات کی نشاندہی/حوالے کے ساتھ ان کی تخریج بھی کر دی ہے یہ اس کتاب کا ایک اضافی

تخصّص ہے مثلاً ان کا ایک قطعہ دیکھئے:

کس بات پہ بھرتے ہو تم آہ
کیوں راہ سے ہوتے ہو بے راہ
توبہ کا دروازہ کھلا ہے
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

سورۃ الزمر آیت 53 پارہ 23 /''اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ''/متفعلن مستفوعن فاع/ فع/ بحر رجز مسدس سالم احذ مقصود/ محذوف/ 31/ اکتوبر 2011ء

یہ بشیر رزمی صاحب کا اختصاص ہے مَیں نے نعتیہ شاعری کے مجموعوں میں کہیں کہیں آیات کے جو حوالے دیکھے ہیں وہ بڑے مختصر ہوتے ہیں عام طور پر تعلیقات وغیرہ کا سارا کام قاری پر چھوڑ دیا جاتا ہے رزمی نے تاریخ تخلیق کے ساتھ بحر کے اوزان اور نام درج کر کے قارئین کا کام آسان کر دیا ہے۔

—۲—

سبحان اللہ مَیں نے ابھی ایک نشست میں 'رحمت سرِ رحمت' کی قرأت مکمل کی ہے ان ۳۱۳ رباعیوں کے مطالعہ سے جو سرشاری ملی ہے اس کا اظہار ضروری ہے فی زمانہ رباعی کی صنف تیزی سے معدوم و نایاب ہو رہی ہے۔ شاعروں میں رباعی طینت لوگ خال خال نظر آتے ہیں یہ صنف اپنے مزاج اور طبع کے حوالے سے عرفانیات اور اعلیٰ شعری افکار (High poetic intellect) سے جڑی ہوئی ہے تفصیل کی بجائے ایجاز صفت ہے شاعرانہ دانائی کی ترسیل اشاروں میں کرتی ہے اس کی دلاویز شعری لکنت عام قارئین کے لئے بھی دونا اثر لئے ہوئے ہے بقول یگانہ چنگیزی:

بات ادھوری مگر اثر دونا
کیسی لکنت زبان میں آئی

اس کے علائم و رموز کی رُک رُک کر ترسیل پڑھنے والے کے لئے ایک جداگانہ تاثیر اور یافت کے عمل کی سرشاری رکھتی ہے اس کا افتاں و خیزاں اسلوب اور آہنگ، تاثیر خیزی اور سرور

انگیزی کے جو بسیط پہلو رکھتا ہے یہ ایک علاحدہ مقالے کا موضوع ہے صوتیات اور نغمگی سے رچی ہوئی طبیعت رکھنے والے اس کے مختلف آہنگوں اور ان کی آمیزش سے ترتیب دی گئی بحروں کے غنائی اتار چڑھاؤ سے جس طرح محظوظ ہوتے ہیں اس کا احساس اور اندازہ غنا اسلوب اذہان اور لحن آشنا قلوب ہی کر سکتے ہیں____ رباعی کو زندہ کرنے اور رکھنے کی ہر کوشش مستحسن ہے یہ ایک صنف نہیں مزاج اور ذہنی اسلوب کا نام ہے اس سے تعلق محض ہی باوقار شعری اعتبار کی علامت ہے چہ جائیکہ اس میں شاعری اور وہ بھی نعت کی شاعری کی جائے۔ بقول میرزا عبدالقادر بیدل:

سہل نبود در محیطِ دہر پاسِ اعتبار
آبروئے چوں گہر ہمراہِ سر داریم ما

بشیر رزمی کی 'رحمت سرِ رحمت' کی اوّلین خوبی اُن کی وہ مہارت فن ہے جس کے فکری اور فنّی پہلوؤں اور محاسن سے یہ کتاب عبارت ہے رباعی کا چونکہ مختصر اصناف سخن سے تعلق ہے اس میں شاعر کو چار مصروں اور محدود اوزان میں اپنی بات کی تکمیل کرنی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے موضوعات و مضامین کی پیشکش میں پہلا مرحلہ ایجاز یا فکر کے سمٹاؤ کا ہوتا ہے ایک لطیفۂ غیبی اور للّہٰ الہام کی طرح رباعی کا نزول ہوتا ہے شروع شروع میں نئے لکھنے والے کو قدم قدم پر کئی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے وہ اوزان کی ترتیب اور ادھیڑ بُن پر توجہ دے تو خیال کا کوئی گوشہ اظہار کی گرفت سے باہر نکل جاتا ہے اور اگر وہ اپنے خیال پر اپنے تخلیقی عمل کو مرتکز کرے تو بعض اوقات اسے اندازہ ہوتا ہے کہ بحر کا آنچل اس کے ہاتھ سے سرک رہا ہے۔ اگر شاعر اپنی مساعیِ سخن سے جُڑا رہے جلد اکتا اور گھبرا نہ جائے تو پھر پگھلے ہوئے لوہے کی طرح از خود اس کا شعری ذوق رباعی نگاری کی منزل کی طرف راست قدم ہو جاتا ہے پھر وہ رباعی آشنا نہیں 'رباعی مبتلا' ہو جاتا ہے اور وہ رباعی کے اندر چلتے پھرتے باتیں کر سکتا ہے۔ (میں رباعی کا ادنیٰ سا طالب علم ہوں مگر دیکھیے اس فقرے میں <u>چلتے پھرتے باتیں کرسکتا ہے</u>۔ مفعولن مفعولن مفعولن فع رباعی کا مصرع ہو گیا ہے)

صنفِ رباعی کا ایک لازمہ یہ بھی ہو گیا ہے کہ کسی رباعی گو کے فکر و فن پر لکھتے ہوئے اس صنف کے حوالے سے بعض تعارفی باتیں از خود ہو جاتی ہیں رباعی کے بارے میں لکھے ہوئے

تنقیدی مقالات کے علاوہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کسی رباعی گو کے فکروفن پر کوئی ایسا مضمون پڑھا ہو جس کے آغاز میں ایک دو صفحے، ایک دو پیرے یا چند سطریں رباعی کی صنف، بحور، اوزان اور اس صنف سے وابستہ صنفی و ہیئتی امور پر تمہیدی طور پر نہ لکھی گئی ہوں کسی کی رباعی کے نقد و تجزیہ سے پہلے یہ صنف اپنی انفرادیت کا از سر نو تعارف مانگتی ہے یہ اس صنف کی 'مونہہ دکھائی' کی طرح ہے یہ صنف ہر ناقد سے اپنی صنفی خوبیوں، فکری اور جوہر اور اپنے ہیئتی انفرادیت کے حوالے سے چند سطروں کا خراج تحسین طلب کرتی ہے ____

سو میں ان چند سطور کے حوالے سے قارئین سے معذرت خواہ ہوں جو رباعی کے حوالے میں بشیر رزمی کے فکروفن سے پہلے ہو گئیں لیکن یقین جانیئے کسی بھی رباعی نگار کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے اس صنف کے جداگانہ تخصص کی نشاندہی پر دو جملے نہ لکھنا اس کے اعتبار،، وقار اور پایہ کو نظر انداز کرنے کے مترادف لگتا ہے ___ یہ روایت اتنی عام اور اہم ہو گئی ہے کہ اگر اسے نباہا نہ جائے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی ضروری بات رہ گئی ہے اور آپ اس صنف کے بارے بے حرمتی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

___۳___

بشیر رزمی کی مہارت، قادرالکلامی اور عروض پر گرفت اس کتاب سے قبل اُن کی شائع ہونے والی کتاب 'کائنات غزل' سے ظاہر ہو چکی ہے اس بارے میں وہ قارئین اور اساتذہ فن سے خراجِ تحسین بھی حاصل کر چکے ہیں 'رحمت سرِ رحمت' کی تخلیق اور پیشکش میں ان کی سابقہ مہارت کام آئی رباعی نگاری ویسے بھی شاعری کے فن میں تکمیل کی طرف جانے والی منزل کے راہرو ہونے کی علامت ہے۔

بشیر رزمی نے نعت اور رباعی کو ہم آہنگ کرنے میں سب سے پہلے جس قرینے کا خیال رکھا ہے وہ اس صنف کا اوّلیں فکری لازمہ ہے ہمارے کچھ نعت نگار اپنے کلام میں کہیں کہیں عقیدت کے اظہار میں اتنا آگے نکل جاتے ہیں کہ اپنے عقیدے کو مجروح کر لیتے ہیں بشیر رزمی نے اپنی نعت کی بنیاد قرآن کریم' احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت طیبہ کے واقعات پر رکھی ہے آپؐ کی ذات والا تبار اور سیرت و کردار کا بڑا ماخذ قرآن کریم اور احادیث نبویؐ ہیں رزمی

صاحب نے ان سے نہ صرف مضامین اخذ کئے ہیں بلکہ کئی جگہوں پر ان کے حوالے اور سند کے شمول سے اپنی رباعیات کو مزیّن کیا ہے اور ان میں نعتیہ آداب کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے ان کی یہ رباعیات دیکھئے۔

اُمّت پہ ہیں بے شمار احسانِ رسولؐ
ہاتھوں میں رہے ہمیشہ دامانِ رسولؐ
کچھ سوچ سمجھ کے خرچ کر دنیا میں
مَاعَالَ مَنِ اقْتَصَد ہے فرمانِ رسولؐ

پہچانیے دل کھول کے عظمت اُنؐ کی
گردانیے دل کھول کے وسعت اُنؐ کی
ثابت وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک سے ہوا
محتاجِ تعارف نہیں رفعت اُنؐ کی

مکتب سے ملا اور نہ دفتر سے ملا
رستہ مجھے قرآن کے اندر سے ملا
یہ راز کہ اُمّت بھی ہے آلِ رسولؐ
اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر سے ملا

اللہ کے ہاتھوں میں سہی بست و کشاد
بیکار نہیں دہر میں تخلیقِ عباد
دیکھی ہے ''وَمَا رَمَیْتَ'' میں شانِ نبیؐ
ہر آنچہ کند بندہ، خدا نیز کناد

ہر چند اندھیرے نے لگائے پہرے
چھٹتے ہی گئے ہیں پھر بھی بادل گہرے
''مَا یَنْطِقُ'' آئینۂ سیرت ہی تو ہے
صادقؐ بھی، امینؐ بھی محمدؐ ٹھہرے

اپنوں کے لیے غم سے گذرنے والےؐ
غیروں کے لیے دعائیں کرنے والےؐ
پا کر لَاتَقْنَطُوْا سے رحمت خبری
مرتے ہیں حضوؐر آپؐ پہ مرنے والے

قرآن کریم نعت کا منبع ومصدر ہے اس ماخذ سے استفادہ کئے بغیر نعت ہو ہی نہیں سکتی شعوری یا غیر ارادی طور پر ہر نعت گو اپنی نعتوں کے مضامین قرآن مجید ہی سے حاصل کرتا ہے اس حقیقت کا اعتراف رزمی کو بھی ہے اور انہوں نے اپنی رباعیوں میں کئی جگہوں پر اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کیا کیا نہ ہوا اُنؐ پہ خدا کا فیضان
کیا کیا نہ کِیا اُنؐ پہ خدا نے احسان
اُنؐ آنکھوں پر میری آنکھیں قربان
دیکھا جنؐ آنکھوں نے سراپاؐ قرآن

احادیث میں بشیر رزمی نے جن واقعات کو رباعی کا موضوع بنایا ہے ان کے اظہار میں ایک محاکاتی شان نمایاں ہے انہوں نے رباعی کے محدود دامن میں واقعات کو اس ندرت کے ساتھ سمیٹا ہے کہ وہ واقعہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے ایک ماہر مصور کی طرح جو چند لکیروں سے پورے واقعے کی منظر کشی کر دیتا ہے رزمی نے اپنی رباعیات میں کئی جگہوں پر حدیث کو یوں نظم کہا ہے کہ حدیث کے اوسط درجے کے طالب علم کی توجہ بھی اس حدیث کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جس سے انہوں نے مضمون اخذ کیا ہے اس ضمن میں یہ رباعیات دیکھئے۔

ایسا نہ کمال اور کسی میں دیکھا
دیکھا تو رسولِ مدنی میں دیکھا
تاثیرِ لعابِ دہن اُنؐ کی دیکھی
اعجازِ نبیؐ چشمِ علیؓ میں دیکھا

غیروں کے لیے چارہ گری تھی اُنؐ میں
اپنوں کے لیے رنج بری تھی اُنؐ میں
اللہ و رسول کی رضا کی خاطر
ہر کام میں صاحب نظری تھی اُنؐ میں

سونے میں تقلیل، غذا میں تقلیل
الفاظ بہت کم، معنی میں تفصیل
تحمید و تمجید زباں پر اُنؐ کی
تسبیح کا ورد اور ذکرِ تہلیل

ہر طرح ملنسار انھیںؐ دیکھا ہے
اصحاب کا غم خوار انھیںؐ دیکھا ہے
اُنؐ سا نہ ہوا اور نہ ہوگا کوئی
اخلاق کا شہکار انھیںؐ دیکھا ہے

صہبائے رسومات کا نشّہ ٹوٹا
غزوات میں ہر زور عدو کا ٹوٹا
واللہ وہ ریشم سی ہتھیلی جس سے
پتھر جو کسی سے بھی نہ ٹوٹا، ٹوٹا

جب غار میں پوشیدہ تھے محبوبؐ اللہ
گویا ہوئے صدّیق ؓ سے توحیدؐ نگاہ
ڈالا ہے تمھیںؓ وہم و گماں میں کس نے
اللہ یقیناً ہے ہمارے ہمراہ

کھانے کے لیے پتے ملا کرتے تھے
اللہ سے رحمت کی دعا کرتے تھے
محبوسِ بلا شعبِ ابی طالب میں
جان اپنی محمدؐ پہ فدا کرتے تھے

آخر تُبَّع اوّل ہو کر پسپا
اسلام کا گرویدہ بصد شوق ہوا
تعمیر کیا آپؐ کی خاطر گھر بھی
اوصافِ محمدؐ میں قصیدہ بھی لکھا

صدیوں کے آتش کدے خاموش ہوئے
یزدان و اہرمن فراموش ہوئے
اَللّٰہُ اَحَد قومِ محمد ؐ نے کہا
ایران کے باشندے حق کوش ہوئے

سیرت رسول اکرمؐ سے ان واقعات کی تخریج اوران رباعیات کے مندرجات کی تعلیق کی ضرورت ہے۔ [یہ ایک مقالے کا موضوع ہے ۔مَیں نے اپنی یونیورسٹی (رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی ،فیصل آباد کیمپس) میں ایک ریسرچ سکالرکو (ایم فل اردو) کے مقالے کے لیے بشیر رزمی کا موضوع دیا ہے وہ اس پر تفصیل سے کام کریں گے] یہاں ایک رباعی کے حوالے کی

نشاندہی کی جا رہی ہے۔

تاریخ میں کیا کیا نہ حوالے نکلے
ایسے نہ کہیں چاہنے والے نکلے
لاٹھی کے سرے روشن اندھیرے میں ہوئے
اصحابِ محمدؐ بھی نرالے نکلے

سیدنا انس بن مالک۔رضی اللہ عنہ۔سے روایت ہے کہ:

سیدنا اُسید بن حُضیر اور سیدنا عباد بن بشر۔رضی اللہ عنہما۔حضور سیدنا رسول اللہ۔فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک بہت زیادہ تاریک رات میں۔پس وہ دونوں آپ کی بارگاہ سے نکلے تو ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی پس ان دونوں نے اس کی روشنی میں چلنا شروع کر دیا پس جب دونوں جدا ہوئے تو دوسرے کی بھی لاٹھی روشن ہوگئی۔

(فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین ، صاحب السنن سیدنا عبدالرحمٰن بن احمد بن شعیب نسائیؒ،مترجم:محمد کریم سلطانی،مکتبہ صبح نورص۳۱۶)

یہ رباعی اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔اس انداز کی تعلیقات طلب اور بھی کئی رباعیات ہے مثلاً

تلوار جونہی ٹوٹ کے بیکار ہوئی
نصرت کے لیے رحمتِ جبار ہوئی
سرکار کی بخشی ہوئی سوکھی لکڑی
عکاشہؓ کے ہاتھوں میں تلوار ہوئی

اک لیلا، سوا دو سیر جو کا آٹا
دعوت کا اہتمام جابرؓ نے کیا
مقبولِ دعا بن کے محمدؐ آئے
خندق والوں نے پیٹ بھر کر کھایا

بشیر رزمی کی رباعیات میں ایسے مقامات کی تعلیقات اور سندی حوالہ جات کی تخریج یقیناً ہماری تنقیداتِ نعت کو ثروت مند کرے گی۔

رزمی نے اپنی رباعیات کو عربی عبارات اور قرآنی آیات کے حوالوں سے مزّین کیا ہے اس سے نہ صرف ان کی نعت بابرکت ہوگئی ہے بلکہ اردو نعت میں ایک مستحسن روائت کی تجدید ہوئی ہے ہمارے کلاسیکی شعرا خصوصاً فارسی شاعر اپنی شاعری میں کہیں کہیں آیات قرآنی کے حوالے دیتے ہیں جن کے تلمیحاتی اور تلازماتی پہلوؤں سے اظہار مؤثر اور بلیغ ہو جاتا ہے۔ نئے نعت گو شاعروں کے فن میں قرآنی حوالے اور عربی عبارات کم کم جگہ پا رہے ہیں رزمی صاحب نے انہیں صحیح تلفظات کے ساتھ اور برمحل استعمال کر کے نہ صرف اپنی شاعری کو زیادہ بابرکت بنایا ہے بلکہ اپنے ہم نعت شاعروں کو بھی اس طرف متوجہ کیا ہے۔

عربی عبارات، قرآنی اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملوں کی نشان دہی سے بشیر رزمی نے اپنی رباعیانہ نعت کو ثروت مند کیا ہے۔ عربی عبارات کے ٹکڑوں کا برمحل استعمال ان کے مطالعہ اور مہارت فن کی علامات ہے۔ ان عبارات کا استعمال، استعمال محض نہیں شاعر نے اپنے موضوع اور مضمون سے ان عربی جملوں کو ماہرانہ طور پر ہم آہنگ کیا ہے یہ استعمال بے ساختہ اور فطری ہے یہ رباعیاں دیکھئے۔

اُمت پہ ہیں بے شمار احسانِ رسولؐ
ہاتھوں میں رہے ہمیشہ دامانِ رسولؐ
کچھ سوچ سمجھ کے خرچ کر دنیا میں
مَاعَالَ مَنِ الْقَصَد ہے فرمانِ رسولؐ

پہچانیے دل کھول کے عظمت اُنؐ کی
گردانیے دل کھول کے وسعت اُنؐ کی
ثابت وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک سے ہوا
محتاجِ تعارف نہیں رفعت اُنؐ کی

مکتب سے ملا اور نہ دفتر سے ملا
رستہ مجھے قرآن کے اندر سے ملا
یہ راز کہ اُمّت بھی ہے آلِ رسولؐ
اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ سے ملا

اللہ کے ہاتھوں میں سہی بست و کشاد
بیکار نہیں دہر میں تخلیقِ عباد
دیکھی ہے ''وَمَا رَمَیۡتَ'' میں شانِ نبیؐ
ہر آنچہ کند بندہ، خدا نیز کناد

تسخیر ہوئے شام و سحر اپنے لیے
نخچیر ہوئے شمس و قمر اپنے لیے
اللہ کے محبوبؐ کا صدقہ ہی تو ہے
تقدیر ہوئے نخل و ثمر اپنے لیے

اپنوں کے لیے غم سے گذرنے والےؐ
غیروں کے لیے دعائیں کرنے والےؐ
پا کر لَاتَقۡنَطُوۡا سے رحمت خبری
مرتے ہیں حضورؐ آپؐ پہ مرنے والے

کفّار سے دن رات ستم سہتے تھے
مستی میں ھُوَ اللّٰہُ اَحَد کہتے تھے
آزاد، غلامی میں رہی روحِ بلالؓ
گم عشقِ محمدؐ میں سدا رہتے تھے

اللہ نہ چاہے تو بھٹک جاتے ہیں راہ
بازار میں گر جاتی ہے غیرت کی کلاہ
دولت، شہرت اور حکومت کیا ہے
حَقّا! مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہ

کیا رات ہے کیا رات ہے سُبْحَانَ اللہ
انوار کی برسات ہے سُبْحَانَ اللہ
کیا خوب ہے ''مَازَاغَ بصر'' کی منزل
تقریبِ ملاقات ہے سُبْحَانَ اللہ

ہر چند اندھیرے نے لگائے پہرے
چھٹتے ہی گئے ہیں پھر بھی بادل گہرے
''مَا یَنْطِقُ'' آئینۂ سیرت ہی تو ہے
صادقؐ بھی، امینؐ بھی محمدؐ ٹھہرے

دریائے رنگ و نور میں بہتا ہے
ہر موج اُسے سرور سا رہتا ہے
اللہ کا شکریہ ادا کرنے کو
دل صلِّ علیٰ مُحَمّدٍ کہتا ہے

'رحمت سرِ رحمت' کی رباعیوں میں کئی فنّی محاسن قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتے ہیں ان محاسن میں خوش آہنگی قابل ذکر ہے انہوں نے اپنی رباعیوں میں کہیں کہیں حسن تکرار کے ذریعے ایک خوشگوار فضا پیدا کی ہے یہ رباعیاں دیکھئے۔

کہیے! شفقت حضوؐر کہیے، کہیے!
کہیے! رافت حضوؐر کہیے، کہیے،
محدود نہیں آپؐ کے احساں ہم پر
کہیے! رحمت حضوؐر کہیے، کہیے،

ہیبت ہوگی طاری چہرہ چہرہ
رقّت اُبھرے گی سے ''نفسی، نفسی''
محشر میں گونجے گی پھر ایک پکار
یارب! میری اُمّت! میری اُمّت!

رباعیوں میں کہیں کہیں انہوں نے مصرعوں کے آغاز کو بھی ہم قافیہ بنا کر ایک صوتی خوش آہنگی پیدا کی ہے۔اس ضمن میں یہ رباعیات دیکھئے۔

برکت ہے برکت ہے میلادِ رسولؐ
رافت ہے رافت ہے میلادِ رسولؐ
لازم ہے پڑھو انؐ پہ درود اور سلام
رحمت ہے رحمت ہے میلادِ رسولؐ

ملحوظ ہمیں ثواب سے رکھّا ہے
محظوظ ہمیں خطاب سے رکھّا ہے
رحمت کا کمال ہے محمدؐ کا وجود
محفوظ ہمیں عذاب سے رکھّا ہے

بشیر رزمی کہیں کہیں اندرونی قوافی میں رباعی کی صوتی فضا کو خوش آہنگ بناتے ہیں۔مثلاً

اسرار کی تفہیم کِیا کرتے ہیں
افکار کی تنظیم کِیا کرتے ہیں
سارا ہی زمانہ ہے اُنھیؐ کا شاگرد
وہؐ آج بھی تعلیم کِیا کرتے ہیں

راحت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے
رافت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے
ہر چند، بہ ہر قریہ رسول آئے مگر
رحمت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے

تسخیر ہوئے شام و سحر اپنے لیے
تنخیر ہوئے شمس و قمر اپنے لیے
اللہ کے محبوبؐ کا صدقہ ہی تو ہے
تقدیر ہوئے نخل و ثمر اپنے لیے

انہوں نے کہیں کہیں صوتی خوش آہنگی کے لئے رباعیات کے آغاز میں بھی قوافی برتے ہیں جو رباعیوں کی صوتی فضا میں خوش آہنگی پیدا کرتے ہیں ایسی کچھ رباعیاں دیکھئے۔

اسرار کی بارشیں ہوا کرتی ہیں
انوار کی بارشیں ہوا کرتی ہیں
آؤ کہ چلیں ہم بھی مدینہ کہ وہاں
کردار کی بارشیں ہوا کرتی ہیں

راحت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے
رافت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے
ہرچند، بہ ہر قریہ رسول آئے مگر
رحمت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے

اُنْظُرْ نَا شفقت والےؐ! اُنْظُرْ نَا
اُنْظُرْ نَا رافت والےؐ! اُنْظُرْ نَا
جیسے بھی ہیں، اُمّتِ بیضا میں ہیں
اُنْظُرْ نَا رحمت والےؐ! اُنْظُرْ نَا

اللہ جسے دیدۂ بینا بخشے
اللہ کے انوار کے، دیکھے جلوے
اللہ محمدؐ کا آئینہ ہے
اللہ کا آئینہ محمدؐ ٹھہرے

رزمی کی رباعی میں غیر مردّف مصرعے، یک لفظی ردیف، دو لفظی ردیفیں، سہ لفظی اور چار لفظی ردیفیں بھی مل جاتی ہیں ان کے بعض مصرعے دو حروف کے علاوہ ہمہ ردیف کا درجہ رکھتی ہیں مثلاً یہ رباعی دیکھئے۔

رافت کے لیے ذکرِ محمدؐ کیجے
رحمت کے لیے ذکرِ محمدؐ کیجے
اِس دور نے کچھ اور بڑھا دی ٹینشن
راحت کے لیے ذکرِ محمدؐ کیجے

یہاں پہلے رافت ، رحمت، راحت کے علاوہ پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے ہم ردیف ہیں۔

محاکات نگاری کی نشاندہی اگر چہ پہلے بھی ہو چکی ہے مگر یہ وصف ان کی رباعی کے فنی محاسن میں زیادہ نمایاں ہے الفاظ کے ذریعے منظر کو مرقع بنانا ان کا وصف ہے انہوں نے اپنی تمثال گری سے کاغذ پر سیرتِ طیبہ کے کئی اوراق مصوّر کر دیئے ہیں۔

کہیں کہیں انہوں نے خوبصورت تراکیب وضع کی ہیں اس حوالے سے ہمارے نعت نگاروں کو توجہ دینی کی ضرورت ہے ڈکشن میں جدّت اور تازگی کے لئے ضروری ہے کہ پرانے انداز تراکیب سازی کی روشنی میں نئی نئی تراکیب وضع کی جائیں اور انہیں شائستگی سے تخلیقی عمل کا حصہ بنایا جائے رزمی کی رباعیوں میں یہ تراکیب دیکھئے۔ یہ نہ صرف ان کے نعتیہ فن بلکہ اردو نعت میں خوشگوار اضافہ ہیں۔

اونچی ہے جہاں میں شانِ عظمتِ پیکر
اونچا ہے بہت مقامِ رفعتِ پیکر
جلتے ہیں جہاں، جہاں پہ جبریل کے پر
گذرے ہیں وہاں، وہاں سے وسعتِ پیکر

حمد باری تعالیٰ اور منقبت صحابہ، نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمنی مگر اہم موضوع ہیں اسی طرح الہات المومنین اور اہل بیت اظہار کا تذکار بھی نعتیہ مضامین کا حصہ ہے اس ذیل میں بشیر رزمی کی کچھ رباعیاں دیکھئے۔

میں عبد ترا اور تو معبود مرا
میں سجدہ گذار اور تو مسجود مرا
یک فکر ہوئے ایک عمل میں دونوں
مَیں تیرا مقصود تو مقصود مرا

اللہ کے مندوب ہیں محبوبِ خدا
ہر شخص کو مرغوب ہیں محبوبِ خدا
اللہ کے بندوں سے محبت ہے انھیںؐ
کیا خوب ہیں کیا خوب ہیں محبوبِ خدا

ایسا تو کسی دور میں یکسر نہ ہوا
جو ظلم ہوا انؓ پہ کسی پر نہ ہوا
تاریخِ شہادت میں یقیناً کوئی
ہم حوصلۂ سبطِ پیمبرؐ نہ ہوا

چھوٹوں سے سدا پیار نبھاتے تھے حضورؐ
گرتے ہوئے بچوں کو اُٹھاتے تھے حضورؐ
مقصود تھی اُمت کے لیے راہبری
حسنینؓ کو شانوں پہ بٹھاتے تھے حضورؐ

تقویٰ کا لباس ہے لباسِ ایماں
لگتا ہے اسی میں خوبصورت انساں
کیا خوب ہے فکرِ عائشہؓ صدّیقہ
لاریب، رسولؐ ہیں سراپا قرآں

ممکن ہی نہیں ایسا کہیں ہم ٹھہرے
امواجِ محبت سے جو باہم ٹھہرے
دنیا ہو کہ عقبیٰ، کوئی بھی عالم ہو
صدّیقؓ و عمرؓ آپؐ کے ہم دم ٹھہرے

سیرتی واقعات کو بشیر رزمی نے محاکاتی شان کے ساتھ رباعی بند کیا ہے رزمی کے بیان میں سلاست کے ساتھ ندرتِ اظہار بھی ہے چند الفاظ میں کس طرح وہ ایسی تصویریں پیش کر دیتے ہیں جن میں سیرت کے نمایاں واقعات چار مصرعوں میں سمٹ جاتے ہیں۔ یہ رباعیاں دیکھیے۔

تلوار جونہی ٹوٹ کے بیکار ہوئی
نصرت کے لیے رحمتِ جبار ہوئی
سرکار کی بخشی ہوئی سوکھی لکڑی
عکّاشہؓ کے ہاتھوں میں تلوار ہوئی

حلقے سے نکل کر پھسلی آنکھ جونہی
رخسارِ قتادہؓ پر آ کر ٹھہری
سرکار نے حلقے میں اٹھا کر رکھ دی
تابندہ ہوئی اور زیادہ چمکی

مقدور مدینے کا سفر ہو جائے
آسان ہمیں راہ گذر ہو جائے
دیدار تصوّر میں ہوا کرتا ہے
دیدار بظاہر بھی مگر ہو جائے

اک لیلا، سوا دو سیر جو کا آٹا
دعوت کا اہتمام جابرؓ نے کیا
مقبولِ دعا بن کے محمدؐ آئے
خندق والوں نے پیٹ بھر کر کھایا

تاریخ میں کیا کیا نہ حوالے نکلے
ایسے نہ کہیں چاہنے والے نکلے
لاٹھی کے سرے روشن اندھیرے میں ہوئے
اصحابِ محمدؐ بھی نرالے نکلے

دیکھا نہ گیا اُنؐ سا ادیبوں میں ادیب
پایا نہ گیا اُنؐ سا خطیبوں میں خطیب
اللہ نے ہم کلام ہونے کو کہا
آ جاؤ قریب اور قریب اور قریب

ملحوظ ہمیں ثواب سے رکھا ہے
محظوظ ہمیں خطاب سے رکھا ہے
رحمت کا کمال ہے محمدؐ کا وجود
محفوظ ہمیں عذاب سے رکھا ہے

ٹھہرا تو کہاں جا کے مرا دل ٹھہرا
دیکھی جونہی قوسین کی منزل ٹھہرا
اللہ غنی خالق و مخلوق کا قرب
آئینہ کے ، آئینہ مقابل ٹھہرا

پاکستان سے محبت کے حوالے سے یہ رباعیاں دیکھئے۔ رزمی نے دو رباعیوں میں پاکستان کے نظریے، قیام استحقام، اور روشن امکانات کی کیا خوبصورت نشاندہی کی ہے۔

اپنا تو یہی خیر سے ایمان ہے بس!
اسلام کا مسکن پاکستان ہے بس!
فیضانِ محمدؐ سے یہاں کا آئین
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہے بس!

آ کاش، تصرّف میں لانا ہے ہمیں
پرواز میں زور آزمانا ہے ہمیں
ہم صاحبِ معراج کے پیرو ٹھہرے
''غوری'' سے بھی آگے جانا ہے ہمیں

دعا بھی نعت کا ایک اہم حصہ ہے اس حوالے سے رزمی کی یہ رباعیاں دیکھئے۔

غفلت کے اسیروں پہ کرم ہو جائے
تقدیر پذیروں پہ کرم ہو جائے
بیٹھے ہیں حضوؐر آپؐ کے در پر ہم بھی
ہو جائے فقیروں پہ کرم ہو جائے

مقدور مدینے کا سفر ہو جائے
آسان ہمیں راہ گذر ہو جائے
دیدار تصوّر میں ہوا کرتا ہے
دیدار بظاہر بھی مگر ہو جائے

بشیر رزمی کی رباعیات کے فنی محاسن میں کم وبیش وہ تمام خصوصیات ملتی ہیں جن کا ذکر ہمارے شعری محاسن میں ملتا ہے۔ان کی تراکیب سازی میں رحمیانہ نظر،تو حید نگاہ، وسعت پیکر، رفعت پیکر، کیا خوبصورت تراکیب ہیں۔

کیا شانِ رسالت ہے رسولِؐ عربی
رحمت کی مسکراہٹیں زیرِ لبی
جو دشمنِ جاں زیر ہوئے بخش دیے
رحمت لقبی حقّا! رحمت لقبی

ہم نخلِ خزاں دیدہ، ثمر چاہتے ہیں
یعنی شبِ ہجراں کی سحر چاہتے ہیں
مٹتی ہی نہیں آپؐ کے دیدار کی پیاس
پھر ایک رحیمانہ نظر چاہتے ہیں

جب غار میں پوشیدہ تھے محبوبِؐ اللہ
گویا ہوئے صدّیقؓ سے توحیدؐ نگاہ
ڈالا ہے تمھیںؓ وہم و گماں میں کس نے
اللہ یقیناً ہے ہمارے ہمراہ

اونچی ہے جہاں میں شانِ عظمتؐ پیکر
اونچا ہے بہت مقامِ رفعتؐ پیکر
جلتے ہیں جہاں، جہاں پہ جبریل کے پر
گذرے ہیں وہاں، وہاں سے وسعتؐ پیکر

کہیں کہیں شاعر نے چاروں مصرعوں کو ہم قافیہ کر دیا ہے اس سے رباعی کے غنائی ماحول پُرتاثیر پر کیا ہے یہ رباعیاں دیکھئے۔

سرشار و دلاویز ہوائیں دیکھیں
ایسی نہ کہیں اور فضائیں دیکھیں
اللہ کی رحمت کی ادائیں دیکھیں
مقبول مدینے میں دُعائیں دیکھیں

آنکھوں میں مری روضۂ سرکارؐ بھی ہو
ہونٹوں پہ مرے نغمۂ سرکارؐ بھی ہو
چلنے کے لیے جادۂ سرکارؐ بھی ہو
انوار فشاں جلوۂ سرکارؐ بھی ہو

کیا کیا نہ ہوا اُنؐ پہ خدا کا فیضان
کیا کیا نہ کِیا اُنؐ پہ خدا نے احسان
اُنؐ آنکھوں پر میری آنکھیں قربان
دیکھا جِنؐ آنکھوں نے سراپاؐ قرآن

بہ حیثیت مجموعی بشیر رزمی کی رباعیات، اردو نعتیہ رباعیات کی مختصر تاریخ میں ایک خوشگوار، جاندار اور شاندار اضافہ ہے شاعروں کے دواوین میں دوسری رباعیوں کے ساتھ کہیں کہیں حمد و نعت کی رباعیاں ملتی ہیں مگر اردو کی کلاسیکی روایت میں نعتیہ رباعیوں کے مجموعوں کی تعداد کم ہے اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں (اگر اس کا آغاز قیام پاکستان سے کریں) رباعیات کے نعتیہ مجموعوں کی تعداد شائد انگلیوں پر گنی جا سکے اردو نعتیہ رباعیات کے مجموعوں میں بشیر رزمی کی 'رحمت سر رحمت' ایک منفرد اثاثے کا اضافہ ہے اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعے کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اس مضمون کا اختتام رحمت سرِ رحمت کے سالِ اشاعت کی کچھ تاریخوں پر کر رہا ہوں۔ دعا ہے کہ

☆بشیر رزمی کی نعتیہ رباعیات ☆ رحمت سر رحمت بارگاہ کبریا میں مقبول ہوں۔

۲۰۱۸ء ۲۰۱۸ء

☆نزہت رحمت سرِ رحمت سے معاصر نعت نگاروں کے اذہان وقلوب معطر ہوں اور بشیر رزمی کی یہ سرمدی ۲۰۱۸ء کوشش نعتیہ رباعی نگاری کے اسالیب میں رجحان ساز ثابت ہو۔

☆ مکتبِ رحمت سرِ رحمت کا فیضان عام ہو۔ (آمین)

۲۰۱۸ء

دعا

جو لکھی رزمی نے حضرتؐ کی ثنا مقبول ہو
ربّنا مقبول ثم ، ربّنا مقبول ہو

واہ تجدیدِ ترانہ کا ہمہ مسعود شغل
فنِ دو بیتی سے پیمانِ وفا مقبول ہو

سعی مشکور اُس کی ہو جو صرفِ دوبیتی ہوئی
جو ترانہ کے قرینے میں لکھا مقبول ہو

جو رباعی میں کہا اس نے بہ صد اخلاص وشوق
بار وَر جذبے ہوں وہ حبّ و ولا مقبول ہو

ربّ ارحم! صدقۂ احمدؐ طفیلِ اہلِ بیتؓ
نعت کے پیرائے میں جو کی دعا مقبول ہو

تجھ سے کیا مخفی ہے اے بینندۂ مافی الصدّور
جو نہ اب تک لکھ سکے وہ بھی شہا! مقبول ہو

جو نہ ڈھل پائی کسی شائستہ لے میں آج تک
اہلِ لکنت کی وہ سعی نارسا مقبول ہو

اشک بن کر چشمِ رحمت خواہ میں چمکی مگر
جو نہ لب تک آ سکی وہ التجا مقبول ہو

جو عطائے خاص گلزار رباعی کی ہے' یہ
نزہت رحمت سرِ رحمت ' خدا مقبول ہو
۲۰۱۸ء
مکتبِ رحمتِ سرِ رحمت بنے اسلوب عصر
۲۰۱۸ء
وردِ یا غفّار یا واسع' مرا مقبول ہو
۱۴۴۰ھ

ہے دعا احباب کی رحمتِ سرِ رحمت ریاض
بارگاہ کبریا میں حبّذا! مقبول ہو
۲۰۱۸ء

چند مزید تاریخیں

(۱)

رحمت سرِ رحمت

مقبول ہوں نعتیہ سب اس کے اشعار
تاریخ کو جس گھڑی ہوا دل تیار
ہاتف بولا تو لکھ اس کی تاریخ
سال ہجری یاواسع یاغفار

۱۴۴۰ء

(۲)

بشیر رزمی کے مصرعے کی روشنی میں

تیرا مصرع مہتابِ نعتِ پاک
نکلا تعبیر خوابِ نعتِ پاک
'تشویق محمد ہے مری راہنما'
وَا تجھ پر ہے بابِ نعت پاک

۲۰۱۸ء

(۳)

جس پل، رحمت سر رحمت کی
سوجھی تاریخ اشاعت کی
اور سوچ بچار کا دَر کھولا
تو ہاتف غیبی یہ بولا

سعدین قران ہے رزمی کا
یہ نعت کا اور رباعی کا
تا حشر رہے گا رخشندہ
رحمت سر رحمت تابندہ
۲۰۱۸ء

(۴) دعا
بارگاہ کبریا میں ہوں قبول
ہے دعا رحمت سر رحمت کے پھول
(۲۰۱۸)

❖......❖......❖......❖

محرابِ نعت: خورشید بیگ میلسوی

'محرابِ نعت' خورشید بیگ میلسوی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔خورشیدان نعت کاروں میں ہیں جو نعت لکھنے کے علاوہ اس صنف کے فروغ و تشہیر کے لئے بھی مقدور بھر کوششیں کرتے رہتے ہیں مختلف ثنا کاروں کے درمیان ایک مدحتی سفارت کار کے طور پران کی مساعی لائقِ تحسین ہے انہوں نے مختلف علاقوں کے نعت لکھنے والوں میں ایک رابطے کے طور پر جو کام کیا وہ ایک خداداد خیر سگالی (بلکہ نعت سگالی کا لفظ زیادہ موزوں ہے) کے روّیے کی آئینہ دار ہے۔

حفیظ تائب مرحوم کو جس کسی کا نعتیہ شعر اچھا لگتا اسے دوسروں تک پہنچاتے اکثر محافل میں اس کا ذکر کرتے اور اسے دہراتے نعت سگالی کا یہ روّیہ وِلا دوستوں میں ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے بارے میں کسی فرد کی کہی ہوئے بات، خصوصاً منفرد بات کو عام کیا جائے تا کہ انؐ کی سیرت و کردار سے وابستگی اور شیفتگی بڑھے اور نعت کے جذبے کی ترسیل اوراس کی سفارت کاری میں مہمیز ہو ثنا طینتی یہ جذبہ خورشید کی طبیعت کا بھی خاصہ ہے۔بقول علامہ اقبال:

؎ محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد
طواف شعلہ پروانہ با پروانہ می سازر

محبت کی تکمیل کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ محبت کرنے والوں کے درمیان سے حسد اور رقابت کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں جیسے بہت سے پروانے مل کر ایک شعلے کا طواف کرتے ہیں (آپس میں متصادم نہیں ہوتے بلکہ) ان کی محبت کا مرکز اور مرجع ایک ہوتا ہے۔اسی طرح سچے نعت کار بھی

دوسروں کے نعتیہ تذکار کی آگے ترسیل کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے ان کے رویوں میں بھی نعت سگالی اور نعت اندیشی اس طرح درآتی ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ نعت پاروں کی آگے ترسیل کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں مگر جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ رویے خداداد ہوتے ہیں بات خورشید کی اس خداداد صلاحیت سے چلی تھی کہ وہ نعت کے معاصر منظر نامے میں نعتیہ سفارت کاری کا یہ فریضہ بھی بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

'محرابِ نعت' خورشید کی نعت نگاری غزل کی صنف و ہئیت پر مشتمل ہے آج کی نعت (بلکہ حمد و منقبت بھی) کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہئیت میں تخلیق ہو رہا ہے خصوصاً قیامِ پاکستان کے بعد کی نعتیہ شاعری زیادہ غزل کے پیرائے میں تخلیق ہوئی یہ موضوع اردو ادب کی تحقیقی و تنقیدی تاریخ میں ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے کہ غزل کی صنف نے اردو کی دیگر بیسیوں شعری اصناف میں یہ محبوبیت، مرجعیت اور ہر دلعزیزیت کیسے حاصل کی؟ اس کے تہذیبی، معاشرتی، لسانی اور غنائی محرکات کیا ہیں؟ خصوصاً اپنے علائم و رموز اور اسلوبیاتی اوصاف کے سبب یہ صنف اور ہئیت طرز اظہار کا سب سے بڑا وسیلہ بن گئی اور گزشتہ صدی میں خصوصاً ترقی پسند تحریک کے زیر اثر نظم کو (غزل کے مقابلے میں) آگے لے جانے کے شعوری تحریک بھی خاطر خواہ نتائج نہ پیدا کر سکی۔ جب کہ عقیدت نگاری (حمد، نعت اور منقبت) کا قریب قریب سارا اظہار غزل کی ہئیت میں ہو رہا ہے؟ خورشید کی نعت نگاری کے مطالعے میں جو بات نمایاں طور پر قاری کو متاثر کرتی ہے وہ ان کی غزل دوستی ہے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت و شیفتگی کے اظہار اور ان کی سیرت و کردار کے تذکار کے لئے غزل ہی کا وسیلہ استعمال کیا وہ غزل کے علائم و رموز اور اس کی تخلیقی صلاحیت سے آشنا ہونے کے باعث اس میں کامیاب رہے۔

ان کی نعت گوئی کے مطالعہ کا آغاز ہم ان کی نعتیہ زمینوں سے کرتے ہیں مجھے معاصر نعت میں سب سے زیادہ جو چیز متاثر کرتی ہے وہ نعت نگار کی جدت اور ندرت ہے جس کا اولین سراغ اس کی شعری زمینوں ہی سے ملتا ہے اہلِ فن اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ شعر کے پیرایہ اظہار

کا بڑا تعلق اس زمین (بحر، ردیف اور قافیہ کے ہم آہنگی) سے ہوتا ہے جس میں وہ اپنے محسوسات، مشاہدات، تجربات، جذبات اور خیالات کا اظہار کرتا ہے یہ زمین جتنی نادر، تازہ اور جدّت آمیز ہوگی شاعر اس میں اتنی ہی موثر شاعری کرے گا خورشید بیگ کے درج ذیل مطلعے دیکھئے یہ اپنے اندر تازہ کاری کے کیا امکانات رکھتے ہیں۔

بصد تکریم اپنے شوق کی تجدید کرتا ہوں
دُرودِ پاک سے میں نعت کی تمہید کرتا ہوں

جب تلک تیراؐ حوالہ نہیں لکھا جاتا
رُوئے قرطاس پہ مطلع نہیں لکھا جاتا

آپؐ ہی کو اقتضائے شش جہت لکھا گیا
آپؐ ہی کو مُبتدائے معرفت لکھا گیا

ے کرم کی بھیک عطا ہو درِ سخاوت سے
تراؐ غلام ہے حاضر ترےؐ حضور، حضورؐ

ان تازہ زمینوں میں نعت نگاری کرتے ہوئے خورشید نے اپنے جذباتِ عقیدت کو جس طرح آمیز کیا ہے اس سے کئی تازہ شعر سامنے آئے ہیں یہ شعر نہ صرف خورشید کی نعت بلکہ معاصر اردو نعت میں اپنی تازہ کاری کے سبب قابل توجہ ہیں خصوصاً ان کے پیرایہ اظہار اور طرز ادا نے اس میں ندرت اور تاثیر کے عناصر کو نمایاں کیا ہے۔ درج ذیل اشعار دیکھئے

سر پر ہو تیریؐ چادرِ رحمت تنی ہوئی
جب حاضری ہو داورِ محشر کے سامنے

طالبِ دید ہیں مدت سے سوالی آنکھیں
جانے کب دیکھیں ترےؐ روضے کی جالی آنکھیں

لالہ و گُل کا پیرہن ترےؐ نام
حسن و رعنائیء چمن ترےؐ نام

دیارِ نور مجھے اے خدا میسر ہو
مجھے مدینے کی آب و ہوا میسر ہو

ہو کر تریؐ سُنت سے بہ ہر گام گریزاں، ہیں ششدر و حیراں
گرداب میں ہے اُمتِ عاصی کا سفینہ، اے شاہِ مدینہؐ

خورشید بیگ میلسوی کا مجموعہ نعت ہے معاصر نعت کے اسلوبیاتی پیرائے میں غزل کی صنف وہئیت کو جو انفرادیت حاصل ہے یہ مجموعہ بھی اس پیرایۂ اظہار میں ہے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر ایک موضوع ہے اور اس کے ساتھ کوئی ہئیت مخصوص نہیں یوں ساری صنفیں اور ہئتیں اسی مبارک موضوع کے اظہار کے لئے ہیں ہر صنف کے کچھ ہئیتی تقاضے اور اوصاف ہوتے ہین اس حوالے سے نعتیہ افکار و موضوعات کے اظہار میں شاعری کے تمام محاسن در آئے ہیں قصیدہ، مثنوی، رباعی ___ نعت جس صنف میں بھی تخلیق ہوئی اس صنف کے مخصوص اوصاف نعت میں بھی سمٹ آئے ،آج کا نعتیہ بیانیہ کم وبیش (پچانوے فی صد) نعت کی صنف پر مشتمل ہے لہٰذا اس صنف میں غزل کے محاسن از خود ایک تخلیقی شائستگی سے آ گئے ہیں خورشید غزل کی روائت سے آشنا شاعر ہیں لہٰذا ان کی نعتوں میں غزل کے علائم و رموز ایک قرینے (اور نعتیہ مضامین کے اظہار کے لئے مطلوب شائستگی) اور احترام سے آ گئے ہیں۔

نعت کے موضوع کو غزل کی ہئیت سے بہت فائدہ پہنچا واضح رہے کہ یہاں بات صرف نعت کی صنف کی ہو رہی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ غزل کی ہئیت مشرف بہ نعت ہو کر ایک اور کمال اور مہارت سے متصف ہوئی یوں حقیقت، تاثیر، واقعیت نگاری اور عقیدت نگاری کے کئی محاسن غزل کی روائت کا حصہ بنے اور ان کا شمول نعت کی صورت میں سامنے آیا بقول شاعر

؎ خوشا نصیب یہ ہجرت سخن کے یثرب سے
بنی ہے نعت جب آئی غزل مدینے میں

اسی خیال کو خورشید نے دیکھئے کس خوبصورت پیرائے میں ادا کیا ہے وہ کہتے ہیں

؎ صنعت نعت نے دی حسن ادا کی جدّت
اک نیا باب بلاغت کا' ادب میں اترا

اس شعر میں صنعت، نعت، حسن ادا، جدت، بلاغت اور ادب کے الفاظ کی تلازماتی وسعتوں پر غور کریں تو اس حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ غزل کی روایات میں جو ایک 'نیا باب' کھلا ہے وہ اپنے اندر کیسے کیسے امکانات رکھتا ہے اب اس شعر کے ساتھ خورشید کے ان شعروں کو بھی دیکھئے:

؎ مری نوائے شاعری کو معتبر بنا دیا
شعور نعت نے مجھے عظیم تر بنا دیا

؎ نعت لکھنے کو نئی طرز ہنر ہے درکار
روشنائی کی جگہ خون جگر ہے درکار

ان شعروں میں خورشید نے نعت کی صنف کے آداب، احترامات، اس موضوع کے اظہار کے لئے جدّت اور نادرہ کاری کی ضرورت کے ساتھ اس صنف کا شعور رکھنے والوں کو اس کے ثمرات، برکات اور اس اعتبار و وقار کی آ گاہی بخش دی ہے محرابِ نعت کا بین السطور مطالعہ کریں تو اس میں اس انداز کے کئی خیالات بالواسطہ یا بلا واسطہ نظر آئیں گے جس سے خورشید کی نعت کی

صنف سے عقیدت ووابستگی کے ساتھ شاعری کے فن، ہنراور دوسری مہارتوں کا سراغ بھی ملتا ہے خورشید کے تخلیقی شعور پر اس صنف کی اہمیت واضح ہے اور وہ عقیدت ومحبت کے پیرایہ ہائے اظہار کے لئے اس صنف کی اہمیت اور تاثیر سے بخوبی واقف ہیں۔

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے کہ غزل کے علائم ورموز جب نعتیہ بیانیے کا حصہ بنے تو انہوں نے شاعر اور شاعری دونوں کو شرف آشنا اور عظمت شناس کیا خورشید چونکہ غزل کی روایت سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا ان کے نعتیہ اظہار میں کم وبیش ان تمام فنّی محاسن اور اوصاف کی جھلک ملتی ہے جو غزل کی روائت سے خاص ہیں دوسرے معاصر نعت نگاروں کی طرح انہوں نے اپنی نعتوں میں ان اوصاف اور محاسن کا بھر پور فائدہ اٹھایا ہے بلکہ انہیں ایک نئی جہت عطا کی ہے ان کے درج ذیل نعتیہ شعر اپنی تخلیقی اٹھان میں غزل کے علائم ورموز ہی سے منسلک ہیں۔

ے جس کو اک بار حضوری کا شرف مل جائے
اس کو ہر بار یہی بارِدگر ہے درکار

ے مجھ پہ کھل جاتے ہیں اسرارِ جہان معنی
جب بھی لفظوں میں سراپا ترا تحریر کروں

ے دیتا نہیں ہے مجھ کو بھٹکنے ترا خیال
آداب آشنا مرا وجدان نعت ہے

ے ترا دھیان قصرِ گماں میں ہے، تری یاد حجرۂ جاں میں ہے
ترا ذکر وجہِ قرارِ دل تُو مکین دل کے مکاں میں ہے

؎اب آپؐ کی سیرت ہی بچا سکتی ہے مجھ کو
دُنیا سے پڑا ہے مرا پالا ، شہِ والاؐ

اظہار کے ان اسالیب کے عقب میں اردو غزل کی روایت کی جھلک بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔خورشید کی نعت میں منقبتی عناصر بھی جس قرینے سے اظہار پذیر ہوئے ہیں وہ قابل توجہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک، آپ کے اہل بیت اطہار، اصحاب مکرم کے حوالے سے یہ شعر دیکھئے:

حسن پیکر میں ڈھلا اور عرب میں اُترا
مہِ کامل بنو ہاشم کے نسب میں اُترا

خاندانِ بنو ہاشم کو چُنا ہے ربّ نے
آپؐ سے بڑھ کے کہاں عالی نسب ملتے ہیں

اُن کے قدموں پہ دل و جان نچھاور کر دوں
مجھ کو مل جائیں اگر تیرےؐ گھرانے والے

جاں دے کے تریؐ آلؓ نے یہ کر دیا ثابت
ہے سب سے گھرانہ ترا اعلیٰ شہِ والاؐ

وہ فقرِ بوذریؓ سے شناسا ہو کس طرح
خورشیدؔ احتیاج جسے مال و زر کی ہے

صداقتوں کا علم ہاتھ سے نہیں چھوٹا
یہی ہے وصفِ جلی آلِ بُوترابؓ کے بیچ

رشک کرتے ہیں ملائک جن کے اوجِ بخت پر
کس قدر عالی صفت ہے پنجتن کا سلسلہ

تیرےؐ اصحابؓ کی توصیف بیاں ہو کیسے
ہر صحابیؓ ہے ترآ آنکھ کا تارا مجھ کو

نعتیہ شاعری (بلکہ شاعری کی ہر قسم) کا ایک حوالہ تمثال کاری ہوتا ہے۔ شاعر جتنے بڑے کینوس اور وژن سے شعروں میں لفظی تصویریں بناتا ہے اتنا ہی اس کی شاعری دلپذیر اور کشش آور ہوجاتی ہے خورشید نے اپنی نعتوں میں امیجز اور محاکات سے ترسیل جذبات کا جو کام لیا ہے وہ نہ صرف پُرتاثیر ہے بلکہ بلیغ اور بامعنی بھی ہے خصوصاً حِس آمیزی کے ذریعے جہاں اس نے حسیات کے مختلف شکلوں کو ملا کر اپنی عقیدت نگاری کو مصوّر کیا ہے۔ وہ مقامات قابل قدر ہیں ایسی جگہوں پر خورشید سمعی اور بصری امیجز کی آمیزش سے لفظوں سے صورت گری کا کام لیتا ہے اور اپنے قاری کو اس فضا میں لے جاتا ہے جہاں شعر تخلیق ہو رہا ہوتا ہے قاری کی حس جتنی تیز ہوں گی وہ سعی تخلیق مکرّر سے محاکات سے اتنا ہی زیادہ لطف اندوز ہوگا۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے:

عالمِ خواب میں ترآ گنبدِ سبز دیکھ کر
ایسے لگا کہ جس طرح اِذنِ وصال مل گیا

دلوں کے بند دریچے اُجال دیتا ہے
ترآ کلام ہے اس درجہ پُر اثر آقاؐ

پُھول جھڑتے ہیں مرے نطق سے مہکار کے ساتھ
حظ اُٹھاتی ہے زباں نعتیہ اشعار کے ساتھ

فلک بھی دیکھتا رہتا ہے چشمِ حیرت سے
ہیں سجدہ ریز ملائک جہاں عقیدت سے

آپؐ کے سامنے سب ماند نظر آتے ہیں
حُسنِ یوسفؑ ، دمِ عیسیٰؑ ، یدِ بیضا مجھ کو

جب تصور میں ترا گنبدِ اخضر، باندھا
دیدۂ شوق نے فردوس کا منظر باندھا

دل میں جب اُتری محمدؐ مصطفیٰؐ کی روشنی
عرش تک پہنچی مرے حرف و صدا کی روشنی

بہ حیثیت مجموعی محراب مدحت معاصر نعت میں ایک خوشگوار اضافہ ہے غزل کی کلاسیکی شائستگی کے حامل اسلوب میں خورشید نے جس ندرت وجذت سے اپنے نعتیہ محسوسات کا اظہار کیا ہے نہ صرف ان کی متاعِ سخن بلکہ اردو نعت کے اثاثے میں ایک منفرد اضافہ ہے ان کی نعتیہ زمینوں اور پیرایہ تحریر میں ایک رجحان ساز کشش ہے ان کے نعتیہ آہنگ میں اندرونی قوافی دل پذیر تاثر پیدا کرتے ہیں ان کی زمینوں میں تازگی ہے الفاظ کی درو بست میں ایک ماہرانہ شان ہے مجھے امید

ہے نعت دوستوں میں ان کا نعتیہ مجموعہ عقیدت ومحبت سے پڑھا جائے گا خورشید کے حوالے سے ایک نعتیہ رباعی پر میں اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

خورشید کا طرز کیا کہیں ہے کیسا؟
ہے خاص نئے ثنا نگاروں جیسا!
عکس آج کی نعت کے ہیں روشن جس میں
'محرابِ نعت' آئینہ ہے ایسا

❖......❖......❖......❖

لالۂ صحرائی کی نعت گوئی

لالۂ صحرائی اس دور کے ایک اہم نعت گو شاعر ہیں۔ان کا شمار اُن نعت نگاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے نعت نگاری کے مبارک فن کو عبادت کے طور پر برتا۔ان کے متعدد نعتیہ مجموعوں کے مطالعے کے دوران جو احساس بڑی شدت کے ساتھ قاری کے ذہن و دل کو اپنی گرفت میں لیتا ہے، وہ نعت کے فن سے اُن کا وہ لگاؤ ہے جو مذہبی عبادات کا ساتھ قاری کے ذہن و دل کو اپنی گرفت میں لیتا ہے، وہ نعت کے فن سے اُن کا وہ لگاؤ ہے جو مذہبی عبادات کا جذب اور قرینہ رکھتا ہے۔اُن کے مقاصدِ نعت میں برکت جوئی، نجات طلبی اور خاتمہ بالخیر کی تمنا نمایاں ہے۔ان کی نعتوں میں متعدد باران مقاصد کی طرف اشارے ملتے ہیں۔خصوصاً پایانِ عمر میں صنفِ نعت کی طرف رجوع کو وہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم سمجھتے ہیں اور اسے اپنے حق میں نیک فال خیال کرتے ہیں۔مرزا غالبؔ کی معروف غزلیہ زمین......مآل اچھا ہے کہاس شعر میں کہتے ہیں:

موت آئی ہے تو آئی ہے لبوں پر مدحت
زندگی اچھی نہ تھی، اس کا مآل، اچھا ہے

لالۂ صحرائی عقیدت و محبت اور مہارت و اطاعت کے ساتھ ساتھ دینِ اسلام سے وابستگی کو ایک مسلسل جہاد اور باطل قوتوں کے ساتھ ہمہ وقت برسرِ پیکار رہنے کا مکلّف بھی بناتے ہیں۔اُن کے بقول:

اس کو نہیں ہے دینِ نبیؐ سے کوئی نسبت
باطل سے جو آمادۂ پیکار نہیں ہے

انہوں نے اپنی نعتوں میں دوسرے موضوعات کے علاوہ غزوات نگاری پر بھی توجہ دی

اور اس موضوع کے تخصّص سے اپنی نعت گوئی کو ایک انفرادیت عطا کی۔ اس حوالے سے غزواتِ رحمۃ للعالمین ؐ ان کا جداگانہ قسم کا مجموعۂ نظم ہے (جس پر انہیں صدارتی ایواڈ سے بھی نوازا گیا)۔ ان نظموں میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ حضور اکرمؐ کے تمام چھوٹے بڑے غزوات کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا جائے۔ اس مجموعے میں لالۂ صحرائی نے بائیس (۲۲) غزوات کا احوال منظوم کیا ہے۔ ان نظموں میں انہوں نے جہاد و غزوات کی حکمت کے ساتھ ساتھ جہاد کی مقصدیت پر بھی روشنی ڈالی ہے اور آغازِ اسلام میں اس کی ضرورت واہمیّت اور نتائج واثرات کی بھی نشان دہی کی ہے۔ اردو نعت گو شاعروں میں اس انفرادیت پر بلاشبہ لالۂ صحرائی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اسلامی تاریخ اور سیرت النبیؐ کے اس پہلو کو تخصّص کے ساتھ منظوم کیا ہے۔ انہیں خود بھی اس کا احساس ہے، وہ کہتے ہیں:

شکر ہے اک اور نعمت مل گئی
آؤ اہلِ حق! مبارک باد دو
خوبیِ قسمت پہ قرباں جاؤں میں
نعت گو تھا، اب ہوا غزوات گو

لالۂ صحرائی کی غزوات پر لکھی گئی نظموں میں ان کے لب و لہجے کی وہی عناصر لَو دے رہے ہیں جو اُن کی نعتوں کا خاصہ ہیں یعنی:

عاشقی، سادگی اور خلوص
میری نعتوں کی بنیاد

انہوں نے رزم و جہاد کے واقعات کے بیان میں بھی اپنی نعت گوئی کے اخلاص آمیز سادہ آہنگ کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ سادگی کے ساتھ روانی اور تاثیر نے ان رزمیہ غزوات ناموں کو اردو کی نعتیہ شاعری میں جس رنگِ خاص کا حامل بنا دیا ہے، اس کی مثال معاصر نعت نگاروں میں نظر نہیں آتی۔

لالۂ صحرائی نے غزوات کے حوالے سے نہ صرف اسلام میں جنگ و جہاد کی اہمیت اور نزاکتوں کو قلم بند کیا ہے بلکہ دنیا بھر کی تہذیبوں، مذہبوں اور معاشرتوں کے مقابلے میں اسلام کے تصورِ ''جنگ'' کی جزئیات کو جس سادگی کے ساتھ شعر کے پیرائے میں بیان کیا ہے، آج کے

معاشرے میں ان تصورات اور روایات کے اعادے کی نہ صرف ضرورت ہے بلکہ اسے اقوامِ عالم تک پہنچانے کی مسلسل کوشش بھی آج کے مسلمان جنگی تجزیہ نگاروں کا فرض ہے۔

لالۂ صحرائی اسلامی تصورِ جنگ کو نمایاں کرتے ہوئے کہتے ہیں:

عدو کی کرنا نہ اِملاک نذرِ آتش تم
نہ پھینکنا کسی دشمن کو آگ میں اصلاً

ہوں چشمے پانی کے جو سر زمینِ دشمن پر
مضرتوں سے مجاہد کریں نہ آلودہ

دباؤ کتنا ہی حالات کا ہو تم پہ شدید
جو دشمنوں سے کیا ہو، کر وہ عہد ، وفا

نہ بھول کر بھی ہو بے حرمتی خواتین کی
ضرر رسانی نہیں اُن کی ذرّہ بھر میں روا

تمہارے ہاتھ سے بال ان میں مت کبھی آئے
خیال رکھنا، ہمیشہ ان آبگینوں کا

تواضع اس کی کرو دل کشا مروّت سے
جو ہاتھ آئے کوئی جنگی قیدی دشمن کا

درود سرورِ عالمؐ پہ جس کی رحمت نے
طریقِ جنگ کو تقدیس کا شرف بخشا

مختلف عنوانوں کے تحت لکھی گئی غزواتی نظموں کا مطالعہ جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے۔ لالۂ صحرائی نے تسمیۂ غزوات، ضیائے بدر، خوابِ منتشر، تذلیل شر، بادِ اجل وغیرہ مختلف عنوانوں سے شاعری کی۔ انہوں نے غزوات کے احوال و واقعات کے بیان میں سیرت کی مستند کتابوں، تاریخِ اسالی، سیر و مغازی اور احادیث رسولؐ کی غیر متنازع روایات کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ہمارے کئی شاعر خصوصاً جنہوں نے جنگ نامے اور میلاد نامے لکھے ہیں جنگی واقعات کے بیان میں مستند روایات کے ساتھ غیر معیاری واقعات بھی قلم بند کر جاتے ہیں۔ لالۂ صحرائی کے ہاں احتیاط اور تحقیق کے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ وہ کتاب کے دیباچے ''نفیرِ قلم'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> ''اپنی اس کاوش کے دوران میں نے غزوات کے انہی واقعات کو اخذ کیا ہے جن کے بارے میں سیرت کی اکثر مستند کتابوں میں اتفاق پایا جاتا ہے۔'' (ص:۲۴)

افکار و موضوعات کے پایۂ تحقیق کے ساتھ لالۂ صحرائی کی شاعری کا فنّی مقام بھی قابلِ ذکر ہے۔ سادگی، روانی، جوش و جذبہ، جذئیات نگاری کے ساتھ ان نظموں میں محاکات نگاری اور امیجری کے بڑے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔ ساکن، متحرک اور ڈرامائی تمثالوں نے نظموں کے فنی اعتبار میں اضافہ کیا ہے۔ شعر کی زمین میں کھلے قافیے (کا، کھلا، عظمیٰ، اسوہ) نے روانی اور بہاؤ سے اس نظم نامے میں تاثیر کا جو اضافہ کیا ہے، وہ اختتام تک قاری کو اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔ شاعر تو اس تخلیقی سفر میں شاملِ غزوات ہے ہی، قاری بھی اپنے آپ کو شاملِ وارداتِ خیال کرتا ہے۔

چودھواں زخم، شمیم رخ، دومژدے اور دستِ دل کشا۔ ان غزوات میں کئی نظم پارے ایسے ہیں جو لالۂ صحرائی کے واقعات کے زیرِ بیان سے محبت و وابستگی کے ساتھ ساتھ اُن کے تخلیقی شاعر ہونے کے شاہد بھی ہیں۔ لالۂ صحرائی کے جملہ نعتیہ اثاثے میں غزوات سے متعلق ان کی کاوش کا منفرد تخصص ہے جس سے وہ نہ صرف اپنے معاصر نعت نگاروں بلکہ اردو نعتیہ شاعری کی تاریخ میں بہت عزت و احترام کے ساتھ یاد کیے جائیں گے۔

نعتیہ شاعری کی تاریخ کا آغاز حضورِ اکرمؐ کے عہدِ مبارک میں لسانی جہاد سے ہوا تھا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ اس قافلے کے سرخیل ہیں جنہیں خود دربارِ نبویؐ سے کفارِ مکہ کی ہجو کے جواب میں اس لسانی جہاد پر مامور کیا گیا تھا۔ یوں ہر زمانے کا نعت گو حضرت حسانؓ کی شعری روایات، نعتیہ مضامین اور سیرتی موضوعات کے تذکار سے کسی نہ کسی طور وابستہ ہے اور اپنی اس وابستگی پر فخر ومباہات کا اظہار کرتا ہے۔ لالۂ صحرائی نے بھی غزوات نگاری کے اس سلسلے کو اسی روایت سے منسلک کیا ہے جو حضرت حسانؓ سے شروع ہوئی تھی۔ وہ کہتے ہیں:

کہا یہ حضرت حسانؓ سے پیمبرؐ نے
جو اُن کے شعرِ مُرصّع سُنے پئے غزوہ
گُندھی ہے لفظوں میں اُن کے جہاد کی کاوش
عدو کے واسطے تیر و تفنگ ہیں یکجا
ملے اے کاش، مجھے بھی نبیؐ کی خوشنودی
ہوں میں بھی حضرتِ حسانؓ کے قبیلے کا

لالۂ صحرائی کی نعتیہ شاعری کا بڑا حصّہ غزل کی صنف میں ہے لیکن انہوں نے دوسری اصناف کو بھی اپنی نعتیہ واردات کے اظہار کے لیے برتا ہے۔ دوسری اصناف میں نظم، سانیٹ، ہائیکو، مثنوی، قطعہ، رباعی اور نظم آزاد وغیرہ کی اصناف شامل ہیں۔ نعت کے لیے مختلف اور متنوع اصنافِ سخن کا استعمال جہاں ایک طرف ان کے فنّی دائرے کی وسعت کا عکاس ہے وہاں ان کے وفورِ جذبات کا مظہر بھی ہے۔ لالۂ صحرائی نے پایانِ عمر میں نعت گوئی اختیار کی مگر جب وہ ادھر متوجہ ہوئے تو تادمِ مرگ اُن کے اس موضوع کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی رہی۔ انہوں نے اپنے شعرِ نعت کے اولین مجموعے لالہ زارِ نعت کے آغاز میں ''کلمۂ شکر'' کے عنوان کے تحت اپنی وابستگیِ نعت کا اظہار کیا ہے وہ کہتے ہیں:

> ''آج سے قریباً چاہ ماہ قبل میرے دل و دماغ پر یک لخت نعت کا ترشح شروع ہو گیا اور وہ بھی اس تواتر کے ساتھ کہ ہفتے دس دن کے اندر ہی مَیں نے آٹھ دس نعتیں کہنے کی توفیق پالی......نعت گوئی کے

ابتدائی ترشح نے جلد ہی بارش کی صورت اختیار کر لی، حتیٰ کہ میں نے بعض
اوقات شب و روز میں دو تین تین نعتیں کہنے کی توفیق پالی۔ اس طرح
میرے جذبۂ دروں نے کم بیش چار پانچ ماہ کے اندر مجھ سے ایک صد نعتیں
کہلوالیں......''۔

لالۂ صحرائی نے بعض اساتذہ کی معروف اور مستعمل غزلیہ زمینوں کو بھی اپنے نعتیہ محسوسات وخیالات کے لیے برتا ہے، ان میں مرزا غالبؔ، آتشؔ لکھنوی اور علامہ اقبالؔ کے علاوہ کلاسیکی اور معاصر شاعروں کی زمینیں بھی ہیں۔ غالبؔ کی معروف زمینیں:

حسنِ مہ گرچہ بہ ہنگامِ کمال اچھا ہے

میں لالۂ صحرائی نے تین کہی ہیں۔ ہم طرح زمینوں میں کہی جانے والی ایک نعت کا مطلع دیکھیے:

آ گیا رُوئے نبیؐ پر جو جلال، اچھا ہے
گھُل گیا ہے جو ستاروں میں گُلال ، اچھا ہے

اساتذہ کی چند اور معروف زمینوں میں لالۂ صحرائی کی نعتوں کے مطالعے دیکھیے:

دل میرا سینے سے باہر اب جو اُچھلا جائے ہے
کیا کوئی قاصد مدینے سے ، مرے گھر آئے ہے؟

مدینے جانے کا شوق زیادہ رکھتے ہیں
ریاضِ خُلد کا گویا ارادہ رکھتے ہیں

جو سچّی بات ہے سب سے، فقط وہ ہے کتابِ اللہ
بھروسے کے جو لائق ہے، وہ بس تقویٰ کا ہے کلمہ

جو ہم مدینے کی ہیں دل سے گفتگو کرتے
تو اس میں دوڑتے خوں کو ہیں مشکبُو کرتے

یا رب مری آنکھوں کو اُس نعت کا گریہ دے
عشاق کی محفل کو اشکوں سے جو چمکا دے

آقاؐ کا جو اسوہ ہے وہی نورِ مبیں ہے
اوہام کی ظلمت میں وہی صبحِ یقیں ہے

اُن کے اسوے کا جو اک عکس بشر ہو جائے
گر خزف ہو تو وہ تابندہ گہر ہو جائے

انہی کو مصطفیٰ کہیے، انہی کو مجتبیٰ کہیے
جب آئے یاد اُن کے ساتھ ہی صلِ علیٰ کہیے

اساتذہ اور معاصر شاعروں کی غزلیہ زمینیوں میں نعت لکھتے ہوئے لالہ ؔصحرائی نے نہ صرف ان زمینوں کے اندر نعتیہ امکانات کا سرغ لاگانے کی کوشش کی ہے بلکہ انہوں مشرف بہ نعت کر کے کئی ایسے خوبصورت نعتیہ اشعار بھی کہے ہیں جن سے ان زمینوں کے اندر فکری تازہ کاری کے کئی نئے در وا ہوئے ہیں۔ لالہ ؔصحرائی کے نعت کے مطالعے سے اخذ ہونے والی نمایاں نکات درج ذیل ہیں:

ا۔ نعت رسول اکرمؐ کی تخلیق ان کے لیے اللہ کی ثنا کی طرح ہے۔ وہ اسے اللہ کی حمد و تسبیح ہی کی توسیع خیال کرتے ہیں۔ بقول اُن کے ''نعت اللہ کی ثنا ہو جیسے''، یعنی تخلیقِ نعت عبادت کی طرح ایک مقدس فریضہ ہے۔ اس فرض کی ادائیگی بھی اپنے تمام احترامات و آداب کے ساتھ ہونی چاہیے جس طرح عبادت میں ریا کبھی پسندیدہ خیال نہیں کی جاتی، اسی طرح تخلیق نعت کے سارے مرحلے بھی کامل اخلاص و تقدس کے ساتھ ادا ہونے چاہئیں۔

۲۔ نعت گوئی اُن کے لیے محض زبانی اظہارِ محبت کا اعلان نہیں بلکہ یہ مبارک ان اس ذاتِ ستودہ صفات کے لائی ہوئی شریعت، احکامات، پیغام اور ضابطۂ حیات سے وابستہ قوانین وارشادات پرعمل کا توثیق نامہ ہے۔ یعنی یہ محبت، حُب، اطاعت اور سرشت ہے۔ نعت کی صنف اپنے خالق (شاعر) سے اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ وہ حضورِ اکرمؐ سے اپنی عقیدت ومحبت کے اظہار کے ساتھ ساتھ ان کے شریعت کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھے اور ان سے حتی الامکان عہدہ برآ ہونے کے لیے کوشاں رہے۔ ان کا یہ شعر دیکھئے:

رکھوں میں سیرتِ آقاؐ کا آئینہ، اپنے آگے
اور اپنے کردار کا اس میں چہرہ مہرہ دیکھوں

۳۔ لالۂ صحرائی کے لیے نعت گوئی جز وقتی، ہمہ وقتی مصروفیت ہے۔ وہ اسے زندگی بھر کا وظیفہ سمجھتے ہیں۔ قدرت نے انہیں جو زندگی کی نعمت دی ہے، وہ اسے نعت گوئی میں بسر کرنے کے ارادے کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس کے لیے مستعد ہیں۔ اس قرض کو فرض کی طرح ادا کرنے کے آرزومند ہیں۔ ان درج ذیل شعروں میں اسی شوق اور عزم کا اظہار ملتا ہے۔

زندگی کا ہے وظیفہ اب، یہی
نعت کی آمد کا رستہ دیکھنا

ضعف کے مارے ہوئی زندگی دشوار مری
جی رہا ہوں مَیں فقط نعت و ثنا کے دم سے

میں لکھتا ہوں بس آخرت ہی کی خاطر
قلم کو ہے میرے اسی حد میں رہنا

مغفرت چاہتا ہے، بندہ عاصی، مولا!
نعت گوئی کے عوض، تیری ثنا کے بدلے

یعنی لالۂ صحرائی کے لیے نعت گوئی زندگی کا وظیفہ ہے، جینے کا مقصد آخرت کی فلاح اور مغفرت کا ذریعہ ہے نیز ان کی زندگی میں شادابی بھی اسی کے سبب ہے۔ بقول ان کے:

زیست تھی، پھول سے، پھل سے خالی
نعت سے پھولی پھلی یہ ڈالی

میں جی رہا ہوں، پیمبرؐ ہی کی ثنا کے لیے
مروں گا جب، تو مروں گا میں یوں بقا کے لیے

نصیب ہو، اُسے یا رب، زمیں مدینے کی
جو خشک ہو کے گرے، میری عمر کا پتّا

گرا ہوں پیشِ مواجہ میں اشک کی صورت
حضورؐ سے مرا یہ حال، جالیو! کہنا

کرتی ہے مدینے سے جو پرواز کوئی روح
پھیلاتے ہیں پھر قدسی بھی افلاک پہ بانہیں

لالۂ صحرائی کی لفظیات میں ماحول کے اثرات کا بے تکلفانہ پن ظاہر ہے۔ پنجابی زبان میں اور مقامی زبان کے لب و لہجے میں عام بولے جانے والے الفاظ ان کی نعت میں آ کر اُوپرے اور اجنبی محسوس نہیں ہوتے۔ ایسے الفاظ کے استعمال میں ان کے ہاں تکلف اور تصنع نہیں، سادگی اور فطری پن نمایاں ہے۔ جیسے اُن کے ذہن میں کوئی لفظ آیا، ویسے ہی وہ نعتیہ واردات کے اظہار کا ذریعہ بن گیا۔ اُن کے ہاں ایسے الفاظ میں سے کچھ کے بے ساختہ استعمال کی مثالیں دیکھیے:

جو صِدق و صفا سے ہے پُر میرا سینہ
تو کم علمی کا مجھ کو دیجیے نہ مہنا

پیش مواجہ جمگھٹا عشاق کا ہوا
میں بھی ہوں اس میں رحمتِ رحمان سے رَلا

رَلا تھا مٹی میں پر کاروانِ طیبہ میں
خدا کی رحمت بے پایاں سے رَلا ہوں میں

پھلے محشر میں، مرا نخل تمنا، یارب!
نعت کا بُور، شفاعت کا ثمر ہو جائے

یہاں مہنا (بمعنی طعنہ) رَلا (ملنا) کے علاوہ بُور کے لفظ کے استعمال میں بے ساختگی دیکھیے۔ یہ لفظ اگرچہ اردو میں بھی مستعمل ہے مگر یہاں اس کے استعمال میں کتنی بے ساختگی ہے اور یہ اپنے معنوی سیاق وسباق میں کتنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی نشان دہی کی گئی ہے کہ لالۂ صحرائی کی نعت میں ایک بے تکلفانہ سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ ایسے الفاظ کا استعمال اسی بے تکلفی کا اظہار ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ لالۂ صحرائی نے موضوعات کے تنوع کے ساتھ ساتھ اپنے زبان و بیان سے بھی نعت کو دل آویز بنا دیا ہے۔

اظہارِ واقعہ

ہُنر مجھ کو آتا نہیں شاعری کا
زبان اور اِنشا کا ماہر نہیں ہوں
ملی مجھ کو توفیقِ نعت مدحِ پیمبرؐ
فقط نعت گو ہوں، میں شاعر نہیں ہوں

(لالہ زارِ نعت)

❖......❖......❖......❖

خلدِ طیبہ: انجم تابانی

انجم تابانی کی نعت کا نمایاں وصف اُن کے اسلوبِ بیان کی سادگی ہے نعت کی روائت میں ہمیں بہت سے اسالیب ملتے ہیں کچھ اسلوب مفاہیم اور مضامین کے حوالے سے ہیں اور کچھ عرض و اظہار کے حوالے سے ۔بعض نعت نگار موضوعات میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٔ اُن کے فرمودات، پیغامات اور تعلیمات کا زیادہ بیان کرتے ہیں اور بعض اُنؐ سے محبت اور عقیدت کے اظہار پر توجہ دیتے ہیں اظہار میں بھی بعض کے ہاں عالمانہ شکوہ ہے بعض کے ہاں سرمستی و وارفتگی ہے کچھ شاعروں کے لب ولہجہ میں موسیقی و نغمگی کے عناصر نمایاں ہیں کچھ کے ہاں خطیبانہ انداز نمایاں ہے بعض شاعروں کا ملا جلا اسلوب ہے وقت کے ساتھ یا موضوع کے مناسبت سے ان کا طرزِ اظہار بدلتا رہتا ہے۔

انجم کی نعت میں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے سادگی نمایاں ہے یہ سادگی ہمہ پہلو ہے اوران کی نعتیہ زمینیوں میں،قوافی اور ردیف کے استعمال میں،موضوعات و مضامین کی تلاش میں اور ادائیگی بیان میں جا بجا دکھائی دیتی ہے اس کی وجہ اُن کی ذاتِ رسالتمابؐ سے محبت وعقیدت ہے وہ اس بارے میں جیسے محسوس کرتے ہیں اسی طرح اپنے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے نعت کے وہی موضوعات ہیں جنہیں کم وبیش تمام شاعروں نے برتا ہے مگر انجم کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے کہیں بھی اپنے اظہار کو بوجھل نہیں ہونے دیا اسی سبب ان کے کلام میں کہیں فکری ثقالت اور اظہار میں کہیں ابہام نہیں ہے۔اس سادگی وسلاست کے سبب ان کے نعتیں پر پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے سادگی ہی کے سبب ان کے ہاں جذباتی وارفتگی کا بیان زیادہ کھل کر ہوا

ہے ان کی حمد کے درج ذیل اشعار دیکھئے۔

ہر اک ذرّے کے لب پہ ہے ثنا تیری
کہ ہے درکار سب کو ہی رضا تیری
ذرّے ذرّے میں ہیں ملتے ترے آثار مجھے
جو بھی دیکھا ہے، ملا تیرا طلب گار مجھے

انجم تابانی نے کہیں کہیں قرآنی آیات کے ٹکڑوں کا برمحل استعمال کیا ہے ایسی تلمیحات نعت کے مضامین کو وقیع اور بلیغ بناتی ہیں اسی طرح انہوں نے احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نعتیہ مضامین کشید کئے ہیں ان کے مضامین میں آپؐ سے محبت' آپ کے فرمودات اور فیضان کا تذکار، معجزات، مدینہ شریف، عقیدہ ختم نبوت اور شفاعت طلبی کے مضامین جس سلیقے سے استعمال ہوتے ہیں وہ نا صرف قاری کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ نعت کی صنف کی روز افزوں مقبولیت کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

انجم تابانی کی نعت میں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نمایاں ہے اس امر کی (جو نعت کا لازمہ ہے) نشاندہی اس لئے کی جا رہی ہے کہ عام طور پر عوام کی سطح پر آ کے سادہ نعت نگاری میں کبھی کبھار کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جس میں آنحضورؐ کی ذات، شخصیت، کردار، فرمودات اور پیغامات و فیضان کے حوالے سے لکھتے ہوئے کہیں استخفاف کا پہلو نکل آتا ہے عوام الناس میں مقبول ہونے والی نعتوں کا بغور جائزہ لیں تو ایسے احتمال اور اشتباہ کے حامل کئی مضامین مل جاتے ہیں انجم تابانی نے نعت کے تقدس اور اس صنف کے فنّی لوازمات اور تقاضوں کا خیال رکھا ہے وہ اپنی نعت کو احترام کی فضا میں رکھتے ہیں مضمون یا موضوع کوئی ہو اُن کی کوشش ہوتی ہے کہ نعت کے مضامین اور اظہار میں ادب اور احترام کو ملحوظ رکھا جائے عقیدہ کی طرح عقیدت کے اظہار میں بھی وہ آداب کے قرینوں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

مولینا سید ابوالحسن ندوی نے نعت کی صنف میں صداقت اور اخلاص کی تعریف کرتے ہوتے لکھا ہے کہ:

> ''ادب کا ایک اہم عنصر جس کو اکثر ناقدین فن نے نظر انداز کیا ہے اور جو ادب میں حقیقی روح اور طاقت پیدا کرتا ہے اور اس کو بقائے دوام بخشتا ہے، صداقت اور خلوص ہے اور اس عنصر کی جیسی نمود ''دعاومناجات'' میں پائی جاتی ہے، ادب کی کسی اور صنف میں نہیں پائی جاسکتی ہے۔ پھر جب صاحبِ دعا، صاحبِ درد بھی ہو اور اس کو اپنے دردِ دل کے اظہار پر اعلیٰ درجہ کی قدرت بھی ہو تو پھر اس کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ ادب کا معجزہ بن جاتے ہیں اور وہ الفاظ نہیں ہوتے بلکہ دل کے ٹکڑے اور آنکھ کے آنسو ہوتے ہیں اور وہ صدیوں تک ہزاروں انسانوں کو تڑپاتے رہتے ہیں، پھر جب ان مطالب کو ادا کرنے والی زبان وہ ہو جو وحی کی گزرگاہ اور فصاحت و بلاغت کی بادشاہ ہو، تو پھر ان کی تاثیر و اعجاز کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔''

انجم تابانی کے مضامین نعت میں صداقت اور اظہار میں خلوص کے عنصر نے ان کی نعت گوئی میں دلچسپی اور جذب کی کیفیت پیدا کر دی ہے ان کی نعتوں میں مضامین تو وہی ہیں جو گزشتہ کئی صدیوں سے نعت میں استعمال ہو رہے ہیں انجم تابانی کا کمال ان کے اظہار کی سادہ روی اور سلاست ہے انہوں نے اس کا خاص خیال رکھا ہے کہ اردو خواں طبقے کے ہر سطح کے قاری کے مزاج اور ذہنی استعداد کو ملحوظ رکھا جائے اسی سبب ان کی نعتوں میں، ردیف وقوافی کے استعمال اور الفاظ و تراکیب کی دروبست میں سادہ کاری کے عناصر نمایاں ہیں اسی سادگی کے سبب ان کی نعتوں کا آہنگ دلکش اور زیادہ مترنم ہے ان کی نعتوں میں موجود غنائیت اسی آہنگ کی عطا ہے نعت خوانوں کے لئے خاصی طور پر انجم تابانی کی نعتیں میں ایک کشش ہے یوں ان کا استعمال مجلسی انداز نعت

کے لئے بھی بہت موزوں ہے۔

انجم تابانی کی نعتوں کے مضامین و موضوعات میں قرآنی واحادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبارتیں اور حوالے نمایاں میں انہوں نے اپنے اشعار میں ان ماخذات سے فکری عناصر کشید کئے ہیں کہیں قرآنی الفاظ اور کہیں ایسے مختصر حصّے آتے ہیں کہ قاری کا ذہن ان آیات قرآنی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یہ ان کے قرآنی مطالعے اور معلومات کے سبب ہے قرآن سے رجوع نہ صرف نعت کو مزّین کرتا ہے بلکہ نعت کے فکری پہلو کو بھی اعتبار بخشا ہے اسی طرح احادیث کی نشاندہی ہے نعت اصل میں آپ ؐ کی سیرت و کردار اور فضائل ومحاسن بھی کا بیان ہے لہٰذا نعت میں احادیث کے حوالے لفظاً یا معناً نعت کے مضامین و موضوعات کو وقار عطا کرنے میں انجم کی نعتوں میں قرآنی عبارتوں اور حوالوں کے کچھ نمونے دیکھئے:

قرآنی عبارتیں/حوالے:

''سَو فَیُعْطِیْکَ فَتَرْضٰی'' کی یہی تفسیر ہے
آپ ؐ کا جنت میں جانا عاشقانِ مصطفٰیؐ

ترا ''والشّمس'' چہرہ ہے تری ''والّیل'' ہیں زلفیں
تجھے یکتا کیا رب نے شہاؐ ثانی کہاں تیرا

کوئی عمل مقبول نہیں ہے
آقاؐ کی سنت سے بڑھ کر

کیا بشر کی حیثیت خیر البشر کے سامنے
اور بصر کی شان ''مَا زَاغَ الْبصر'' کے سامنے

قرآن نے فرمایا یہ ''اُمّتِ وّسطیٰ'' ہے
چھوڑی ہے جو دنیا میں اُمت مرے آقاؐ نے

ہیں آپس میں رحیم و مہرباں وہؓ
''اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارُ'' سارے

بتلا رہی ہے آیہ ''اَنَا بَشَرُ ، مِثْلُکُمْ''
ایسے بشر ہیں آپؐ جو ہیں بے نظیر بھی

اسی طرح انجم تابانی کی نعتوں میں احادیث کی نشان دہی کس طور ہوئی ہے اس کی کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں

اُحد تھا جھوم اُٹھا چوم کر نعلین پا تیرے
اِسے ہے یاد ''قُوْلُوْا لَااِلٰہ'' کا وہ بیاں تیرا

اگر ہوتا میں کنکر ہاتھ پر کلمہ ترے پڑھتا
مَیں ہو کر بے زباں بھی کاش ہوتا ترجماں ترا

کہا ہے ''رَبِّ ھَبْ لِیُ اُمَّتِی'' رو رو کے غاروں میں
اُٹھے لے کر معافی آپؐ اُمت کی خطاؤں کی

جسے چاہیں ''لواء الحمدؐ'' میں لے لیں
اُنہیں رب نے دیا اِذْنِ شفاعت ہے

''مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ'' ہے بشارت رسولؐ کی
روشن نوید دیتے ہیں عاشق کو مصطفےٰؐ

درود وسلام کے عناصر ہر زبان کی نعت کا حصہ ہیں سورہ 'احزاب' میں درج فرمان الٰہی کی تکمیلیعنی یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْماً (56) سورہ احزاب کی بجا آوری میں امتِ مسلمہ نے درود وسلام کو اپنے مستقل وظائف میں شامل کیا ہُوا ہے نعت نگار اپنے شعروں میں درود وسلام کا اعادہ کرتے ہیں نعت میں درود کی روائت آغازِ نعت ہی سے عربی و فارسی نعت گو شاعروں نے اپنی نعتوں میں درود وسلام کے جو نذرانے پیش کئے ہیں وہ ہمارے نعتیہ ادب کا اہم سرمایہ ہیں اردو شاعروں نے بھی مختلف انداز میں اپنی نعتوں میں درود وسلام کا اظہار کیا ہے کہیں ردیف کے طور پر اور کہیں نعتیہ اشعار کے آغاز اور درمیان میں ____ انجم تابانی کی نعتوں میں بھی یہ روایت لودیتی ہے درج ذیل اشعار دیکھئے۔

درود وسلام:

ہو سدا وردِ زباں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
اِس نے تم کو ہے بچانا عاشقانِ مصطفےٰؐ

مسلماں پہ مرے اللہ کی رحمت ہے
درودِ مصطفےٰؐ کی دی جو نعمت ہے

درودِ پاک کی سجی ہیں محفلیں قدم قدم
تلاش میں ہیں عاصیوں کے رحمتیں قدم قدم

آپؐ پر میں درود پڑھ پڑھ کر
زندگی باوقار کرتا ہوں

کتنا ارفع ہے مقامِ مصطفیٰؐ صَلِّ علیٰ
آپ پڑھتا ہے خدا، صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

زباں پر ورد جو صَلِّ علیٰ کا ہے
کرم سارا یہ محبوبِ خداؐ کا ہے

دوسرے مضامین نعت میں چند موضوعات کی نشاندہی اور ان کے حوالے سے ملے جلے اشعار کی مثالیں دیکھئے۔

○اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

بلاغت سے جو پُر ہے اور سلاست سے مزّین ہے
قلم کی سب کی سب شائستگی عشقِ نبیؐ سے ہے

مری ہر سانس وقفِ نعتِ احمدؐ ہے
ہے ہر دم آنکھ رہتی با وضو میری

آ گئے ہیں بن کے رحمت، رحمۃ للّعالمینؐ
لے کے وہ اذنِ شفاعتِ رحمۃ للّعالمینؐ

جس نے رسولِ پاکؐ سے دنیا میں کی وفا
اُس کو خدائے پاک نے جنت ہے کی عطا

وہؐ ہیں محبوبِ خدا سیّدِ مکی مدنیؐ
اور ہیں بحرِ عطا سیّد مکی مدنیؐ

ہے محمدؐ کے صدقے میں دنیا بنی
آپؐ کے دم سے ہے رونقِ زندگی

جنت کی دی نوید ڈرایا ہے آگ سے
تب ہی لقب ہے اُنؐ کا ''بشیر نذیر'' بھی

O روضہ رسول اور تذکار مدینہ

اِس کائنات میں ہے فقط روضۂ رسولؐ
دن رات جس پہ رحمتِ حق کا نزول ہے

خواہش ہے مرے دل کی جا کے نہ میں پھر لوٹوں
خوش طالع ہیں رہتے جو انسان مدینے میں

رحمت کے سبھی دریا طیبہ سے نکلتے ہیں
جاری ہمہ رہتا ہے فیضان مدینے میں

مجھ کو طیبہ کی حاضری ہو نصیب
یہ دعا بار بار کرتا ہوں

حسرت ہے مری بنتا مہمان مدینے کا
جبریلؑ امیں سا ہے، دربان مدینے کا

کہیں طیبہ بنا دیکھے نہ مر جاؤں
دلِ بے تاب کو یہ بے قراری ہے

○اہل بیت اور صحابہ کرام کا ذکر

سبز گنبد دیکھنے کی جستجو
زندگی بھر کی ہے آقاؐ آرزو

نہ آلِ محمدؐ سے رکھنا کدورت
دلوں کی کدورت خدا جانتا ہے

سرکارؐ ترے بگڑے سب کام سنواریں گے
تُو آلِ محمدؐ کی اِس دل میں وفا رکھنا

ہیں آپس میں رحیم و مہرباں وہؓ
''اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارْ'' سارے

ویسے تو بہت ہوں گے اخلاص کے یاں پیکر
دُنیا میں صحابہؓ سا ایثار نہیں دیکھا

O متناسبات ومتعلقات رسالت مآب

قدم جس 'جا' لگے میرے نبیؐ کے
وہاں اک نور ہے اک روشنی ہے

اب سوزنِ مدینہ سے سینا مرا کفن
حیرت سے دیکھتے ہیں منکر نکیر بھی

فنّی طور ہر سادگی بیان کے علاوہ انجم تابانی کی نعتوں میں جو قوافی اور بحور استعمال ہوئے ہیں وہ ان کی فن نعت سے رغبت اور محبت کی عکاسی کرتی ہیں انہوں نے اپنی کئی نعتوں میں جو بحور استعمال کی گئی ہیں وہ کتاب میں پڑھنے سے بڑھ کر لحن و ترنم سے سننے میں زیادہ موئثر نظر آئی ہیں یہ مثالیں دیکھئے:

قوافی/بحور

درودِ پاک کی سجی ہیں محفلیں قدم قدم
تلاش میں ہیں عاصیوں کے رحمتیں قدم قدم

دھرتی تری گلاب اے شہرِ جمال و نور
ذرّے ہیں آفتاب اے شہرِ جمال و نور

درودوں کو لب پہ سجاتے سجاتے
کٹی زیست نعتیں سناتے سناتے

ردیفیں:

واسطہ شانِ کریمی کا ، غلاموں کو نہ اب
رکھے قدموں سے جدا، سیّدِ مکی مدنیؐ

دل میں حسرت ہے کہ ناموسِ رسالت پہ یہ جان
کروں سو بار فدا، سیّدِ مکی مدنیؐ

آپؐ کا ہو کے جیوں، آپؐ کی قدموں میں مروں
ہے یہی دل کی صدا، سیّدِ مکی مدنیؐ

ہر چیز بن چکی تھی، آدمؑ کو جب بنایا
میرے نبیؐ ہیں انجم ارض و سما سے پہلے

دنیا کی فضا اور ہے ، طیبہ کی فضا اور
لپٹی جو درودوں میں ہو، ہوتی ہے دعا اور

کب بلاتے ہیں مدینے مری سرکارؐ مجھے
دن میں یاد آتی ہے اُس شہر کی سو بار مجھے

آ گئے مصطفےٰؐ ، کھل اُٹھے گلستان مرحبا مرحبا
نُور سے ہو گیا سارا روشن جہاں مرحبا مرحبا

سادگیِ بیان کی خصوصیت (جس کی پہلے بھی نشاندہی کی گئی ہے) کے حوالے سے ان کے بیسوؤں اشعار خلد طیبہ میں موجود ہیں مثلاً

سادگیِ بیان:

درودوں کو لب پہ سجاتے سجاتے
کٹی زیست نعتیں سناتے سناتے

ہے عشقِ محمدؐ کا بھی اک سلیقہ
سلیقہ یہ آتا ہے بس آتے آتے

ہے محمدؐ کے صدقے میں دنیا بنی
آپؐ کے دم سے ہے رونقِ زندگی

کہیں طیبہ بنا دیکھے نہ مر جاؤں
دلِ بے تاب کو یہ بے قراری ہے

جو سو جائے لے کر نبیؐ کا تصوّر
مُقدّر اُسی شخص کا جاگتا ہے

''مدینہ مدینہ'' وظیفہ ہے میرا
سدا دل مدینے میں رہتا ہے میرا

خَلق میں بے مثل صورت آپؐ کی
دو جہانوں پر ہے رحمت آپؐ کی

اب ہے بجھنے کو چراغِ زندگی
اب تو ہو جائے زیارت آپؐ کی

انجم تابانی کی یہ فکری وفنی خصوصیات ان کی صنف نعت سے محبت کی گواہ میں انہوں نے نعت کی صنف کے حوالے سے اپنی محبت وعقیدت اوراس صنف کے شرف کا بھی اظہار کیا ہے درج ذیل شعر دیکھئے

وہ مجھ سے نعت لکھواتا ہے یوں انجم
خدا سے جس طرح ہو گفتگو میری

قرطاس پہ مدحت کی اک قوسِ قزح اُتری
انجم کے قلم پر کیا، اشعار کی آمد ہے

قلم کے بخت ہوتے ہیں بلندی پر
جب اُنؐ کی شان میں اشعار ہوتے ہیں

قلم کا کام ہے لکھنا، سدا وہ لکھتا رہتا ہے
ثنائے مصطفےٰؐ لیکن جو کرتا ہے مبارک ہے

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ انجم تابانی کو توفیقات مزید سے نوازے (آمین)

مَیں ان تاثرات کو ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں:

خُلدِ طیبہ کی روشن نعتیں
تابندہ تاروں کا درپن نعتیں
صفحہ صفحہ جگمگ جگمگ کرتیں
انجم تابانی کی کندن نعتیں

❖......❖......❖......❖

مطافِ حرف: مقصود علی شاہ

اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں معیار اور مقدار دونوں حوالوں سے روز بروز اضافہ ہو رہا ہے نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں جہاں اردو کا چلن عام ہے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں نادرہ کاری کے نمونے سامنے آ رہے ہیں بلکہ اُردو کے مراکز سے دُور اُردو سے محبت کرنے والوں نے جو بستیاں آباد کی ہیں اُن میں بھی نعت کی صنف مقبول ہو رہی ہے۔ بقول میرزا عبدالقادر بیدل

ے به هر نظاره حسنش شوخی رنگ دگر دارد
تصوّر چوں تواں کردن جمالِ بے مثالی را

نعت اور صاحبِ نعت کے کردار و سیرت کے جمال کی گونا گوں پرتیں نعت نگاروں کے محسوسات و مشاہدات کا حصہ بن رہی ہیں جیسے جیسے شاعر 'جمال بے مثالی' کی دنیا میں داخل ہوتے ہیں لب و لہجہ کی بوقلمونی اور زبان و بیان کے نئے نئے قرینوں کی تلاش اس سیّد الاصناف سخن جسے نعت کہتے ہیں کی نیرنگیوں سے شاعر کو متعارف کراتی ہے آپ اس صنف کے موضوعات و مضامین پر جتنا غور کرتے ہیں آپ اُس صنف کی بیکرانی اور زیادہ آشنا ہوتے جاتے ہیں۔

نعت کا موجودہ بیانیہ قریب قریب سارے کا سارا بغیر کسی خارجی تحریک کے چونکہ غزل کی صنف سے وابستہ ہو رہا ہے (بلکہ ہو چکا ہے) لہٰذا غزل کے علائم و رموز، اس کے معنوی میلانات اور طرز ہائے ادا غیر محسوس طور پر آج کی نعت میں پوری تابانی کے ساتھ جھلک رہے ہیں۔

اردو شاعری میں غزل کی صنف اور ہیئت جن تخلیقی محرکات اور فنّی سہولیات و روایات کے باعث آج کی سب سے زیادہ مستعمل، پسندیدہ اور مقبول عام صنف قرار پائی ہے اس کا سراغ ایک طویل تحقیقی و تجرباتی مطالعے کا متقاضی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کے تخلیقی منظر نامے میں سب سے زیادہ اظہار اسی ہیئت اور صنف میں ہو رہا ہے آج حمد، منقبت، سلام اور نعت کے جذبات و خیالات کا اظہار نظم، رباعی، مثنوی اور دوسری کلاسیکی اصناف سخن کے مقابلے میں اگر کسی صنف میں نمایاں ہُوا ہے تو وہ صنف غزل کی ہے۔

مقصود علی شاہ کی نعت پر اپنے تاثرات قلم بند کرتے ہوئے یہ تمہید از خود اس لئے زبان پر آ گئی کہ اور مقصود نے بھی آج کے دوسرے شاعروں کی طرح اپنے نعتیہ خیالات و جذبات کا اظہار غزل ہی کی صنف میں کیا ہے غزل کی ہیئت تخلیق کار سے جو مسلسل توجہ مانگتی ہے اس کا تعلق ردیف و قافیہ اور آہنگ و اوزان کے شمول سے برتی جانے والی شعری زمینوں سے ہے یہ زمینیں جتنی نادر الوقوع، ندرت خیز اور جدّت آمیز ہوں گی ان میں اظہار کے تنوع کے اتنے ہی امکانات زیادہ ہوں گے مقصود کے درج ذیل مطلعے دیکھئے:

لفظ، خاموش ہے اور دیدۂ حیرت چپ ہے
مرے محبوب مرا صیغۂ مدحت چُپ ہے

اُبھر رہی ہے پسِ حرف روشنی کی نوید
کہ تیری نعت ہے سرکارؐ زندگی کی نوید

حبس کے شہر میں اِک تازہ ہَوا کا جھونکا
بخدا نعت ہے بس اُن کی عطا کا جھونکا

چوم آئی ہے ثنا جھوم کے بابِ توفیق
کس سے ممکن ہے کرے کوئی حسابِ توفیق

گرفتِ حیرت و بہجت میں ہے وصال گھڑی
کہ میری زیست نے دیکھی ہے اِک کمال گھڑی

شبِ دیجور کو دے خوابِ کرم کا جلوہ
آنکھ کے طاق میں رکھ نقشِ قدم کا جلوہ

آپ کی رحمتِ بے پایاں کے اظہار کے رنگ
رنگ تو جیسے ہوئے گردِ رہِ یار کے رنگ

آپ کی آمدِ رحمت کے سبب ہیں قائم
حضرتِ آدم و حوا کے نسب ہیں قائم

مقصودعلی کی نعت نگاری کا نمایاں پہلواُن کی ایسی ہی نعتیہ زمینیں ہیں انہوں نے اپنے نعتیہ مضامین کے اظہار کے لئے نئی زمینیں تخلیق کی ہیں اہل نظر اس راز سے بخوبی واقف ہیں کہ اظہار میں خوبی اور ندرت کا سارا سحر ان زمینوں ہی کی عطا ہوتا ہے آپ کسی ایسے انداز، طرز، سانچے یا زمین میں کوئی نئی بات کر ہی نہیں سکتے جو سالہا سال سے استعمال ہو رہی ہو اور جسے اب تک سینکڑوں شاعروں نے برتا ہو جدّت و ندرت کی تلاش میں جب ہم مقصود کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان کے اس تخلیقی وصف کا احساس ہوتا ہے نعتیہ کلام میں ندرت کا بڑا

انحصار جس وصف اور اسلوب پر ہے مقصود اس سے بخوبی واقف ہیں ان کی انفرادیت کی تشکیل میں ان دوسرے عوامل کے ساتھ جن کا تعلق ان کی افتادِ طبع، طرز فکر و احساس اور مشاہدہ و مطالعہ سے ہے بڑا سبب ان کی جدت کوشی پر ہے۔ کچھ اور مثالیں دیکھئے:

شافعِ روزِ جزا، والیٔ جنت تُو ہے
مالکِ ہر دو سَرا، قاسمِ نعمت تُو ہے

اذن ہو جائے تو تدبیر سے پہلے لکھ لوں
نعت کے نور کو تنویر سے پہلے لکھ لوں

وہ میری نعت میں ہے، میری کائنات میں ہے
حیاتِ محوِ سفر اُس کے التفات میں ہے

ہاتھ میں تھامے ہوئے اُن کی عطا کا دامن
رشکِ ایجاب ہُوا حرفِ دُعا کا دامن

مقصود کی نعتیہ شاعری میں تراکیب کا استعمال بھی جدّت لئے ہوئے ہے انہوں نے اپنے نعتیہ خیالات کی ترجمانی میں کئی نئی تراکیب بھی وضع کی ہیں چند مثالیں دیکھئے:

صیغۂ مدحت، خامۂ عجز، حیطۂ فہم، رنگینیٔ ترحیب، صوتِ خیر، چراغِ مدحت، عکسِ مضافاتِ حرم، رفعت میم، ظلِ انصاف، ثروتِ شوق، نثار شان و شرف، گمانِ تمثل، بحرِ بے اطراف، حیطۂ فکر، کاسۂ تعلق، خیراتِ ثنا، قاسمِ حرف، قاسمِ اذن، سپردِ حرف، ربیعِ نور، ساعتِ نور، جادۂ بے سمت، چہرۂ کارگہہ حسن، صورتِ حیرتِ پیہم، حاصل صیقلن، غریب حرف، نسبت خیرالوریٰ، کمالات حمیدہ، شانہ نور، گرفت شوق سفر، مال عرصہ، ہجراں، جواد گنبد خضریٰ، رشکِ

ایجاب، سوارعرصہ وحشت، درایجاب وکرم، بابِ توفیق، غارادراک، دعائے شکستہ حرف، رائق و نازک، شہود خالق مطلق، وجود خلق دو عالم____ بعض جگہ انہوں نے اضافت کے بغیر الفاظ کے زوج بنائے ہیں انہوں نے اپنی خوبصورت ترکیب سازی سے بڑے خوبصورت شعر تخلیق کئے ہیں درج ذیل مثالیں دیکھئے:

خامۂ عجز سے ہوتی نہیں مدحت تیری
شوق بیتاب ہے ، جبریل کا پَر چاہتا ہے

حیطۂ فہم سے آگے کا سفر ہے معراج
اور معراج سے آگے کی حقیقت چُپ ہے

کاسۂ نطق میں خیراتِ ثنا مِل جائے
قاسمِ حرف مجھے حرفِ عطا مِل جائے

نکہت و رنگ کو ہے نسبتِ گُل کی حاجت
یعنی معراج تھی حیرت، پسِ حیرت تُو ہے

ترے اوصاف و کمالاتِ حمیدہ، واللہ
حمد کے رنگ میں لکھی گئی مدحت تُو ہے

انہوں نے اپنی نعتوں میں بعض نسبتاً کم مستعمل الفاظ کو بھی قرینے سے برتا ہے ان کا یہ مصرع دیکھئے

ے کیا تری زلف کو تفجیر سے پہلے لکھ لوں

اس میں تفجیر کا لفظ کتنی خوبصورتی سے استعمال ہُوا ہے اسی طرح اُن کے بعض شعروں میں تلازموں نے معنی آفرینی اور مفہوم کی گہرائی میں اضافہ کیا ہے مثلاً اُن کے یہ شعر دیکھئے:

جو اذن یاب ہوئے ہیں انہیں مبارک ہو
ہم ایسے خواب گروں کے سلام حاضر ہیں

کاش رہ جاؤں مدینے کا مقامی ہو کر
کاش تقدیر میں ایسی کوئی ہجرت آئے

ایک ہی لے میں ہیں سب لالہ وگُل مدح سرا
نعت تو جیسے ہوئی پورے چمن کی خواہش

حدیثِ قولی ہو، فعلی ہو یا کہ تقریری
زمانہ ان سے ہی لیتا ہے آگہی کی نوید

نثار شان و شرف پر ترے کہ جن کے سبب
غلام جسم نے پائی تھی خواجگی کی نوید

اِک دُعائے شکستہ حرف کو بھی
اُس کی بخشش نے محتشم رکھا

خود خطاؤں نے آنکھ جھپکا دی
اُس نے پیہم مگر کرم رکھا

یہ الگ بات کہ حیرت کرے، حسرت نہ کرے
دیدۂ شوق کہاں جائے جو مدحت نہ کرے

اُن کی مدحت نے دیا مجھ کو اجالا ایسا
بس مقدر سے عطا ہوتا ہے رستہ ایسا

دل کی حالت تو ہے ایسے کہ بتائے نہ بنے
سامنے آنکھوں کے ہے کعبے کا کعبہ ایسا

لب کا پیرایہ تو بے حد ہے ثقیل و جامد
مَیں ترا اسم کہیں بوسے کے اندر باندھوں

ترے جمال کے پہرے میں کائناتِ خیال
مَیں نعت کہنا تو چاہوں، کہوں تو کیسے کہوں

تمہارا اسم ہے آقا یا کوئی اسمِ طلسم
لبوں سے چوم نہ پاؤں، قلم سے لکھ نہ سکوں

آپ کا ذکر ہو اور صبح کی کرنیں جاگیں
آپ کی نعت ہو اور شام کا منظر مہکے

سیّدہ آپ کی تطہیر کی رحمت کے سبب
میری بیٹی کو ملے شرم و حیا کا دامن

مقصود کی نعت نگاری کی بنیاد جس جذبہ اور اپچ پر ہے وہ تازگی سے عبارت ہے یہ تازگی اس کے محسوسات وخیالات سے لے کر اس کے لب ولہجہ اور اسلوب واظہار تک پھیلی ہوئی ہے جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے انہوں نے نعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی تازہ زمینیں برتی ہیں غزل کی صنف اپنے برتنے والے سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ ردیف وقافیہ کے سلسلے میں محتاط اور متوجہ رہیں غزل کی طرح نعت میں بھی قافیہ کلیدی کردار ادا کرتا ہے اور مضامین وموضوعات اور مشاہدات جذبات کی تمام پرتوں اور سطحوں کا انعکاس اسی کے ذریعے ہوتا ہے مختلف سمتوں سے آئے ہوئے مفاہیم، افکار اور ان کے تلازمے قافیے کے عدسے ہی سے مرتکز ہو کر نہ صرف اپنی تکمیل کرتے ہیں بلکہ شعر کے پورے معنوی منظر نامہ کو منضبط اور مربوط (Sizeable) کرتے ہیں لہٰذا فکری سلسلے کو قافیہ تک بخیر وخوبی پہنچانا شاعر کی ذمہ داری ہے بخیر وخوبی سے میری مراد ہے کہ اس بیانیے میں قافیہ رکاوٹ کی بجائے مہمیز ثابت ہو اس کا استعمال برمحل، صحیح اور Introjective ہو یعنی خیالات کو مجتمع کرنے کا سبب ہو نہ کہ اس کا منتشر کرنے کا، یہی وجہ ہے کہ ایک ماہر اور باکمال شاعر قافیہ کے استعمال میں صرف تشویق نہیں تشویش اور فکر مندی میں مبتلا رہتا ہے وہ قافیے تک خیال کو اس نزاکت اور مہارت کے ساتھ لاتا ہے کہ قافیہ اس کے معنوی سلسلے پر توثیقی مہر کا سا کام کرتا ہے۔

ردیف کی اہمیت نعت میں قافیے کی طرح بلکہ بعض شکلوں میں اس سے بھی اہم ہے ردیف جتنی بڑی ہوگی تین لفظی، چار لفظی، یا پانچ لفظی ____ وہ نعت کی کیفیت اور مضمون میں اتنی

زیادہ کیفیت آفرینی کا سبب ہوگئی بعض شاعروں کے ہاں ردیف ہر شعر میں نعت کی معنوی فضا سے ہم آہنگ نہیں ہوتی آج کل میڈیا پر دیکھی یا سنی جانے والی کئی معروف نعتوں میں یہ بے توجہی کھٹکتی ہے جو خیال کی تفہیم اور تاثیر میں حارج ہوتی ہے ردیف مطلع اور دو دو تین شعروں تک تو نعت کی فضا سے ہم آہنگ ہوتی ہے پھر کئی شعروں میں وہ غیر متعلقہ حصہ شعر لگتی ہے اور 'بروزن بیت' ہر شعر میں ساتھ ساتھ چلتی ضرور ہے مگر اس کے خیال میں اضافہ نہیں کرتی۔

ان کی خوبصورت ردیفوں اور قافیوں سے اظہار پذیر ہونے والے چند خوبصورت اور مؤثر شعر دیکھئے:

خامہ و نطق پہ ہے کیسی عنایت تیری
مجھ سے بے ساختہ، ہو جاتی ہے مدحت تیری

رفعتِ میم سے اِک دال کی رعنائی تک
چار حرفوں کی ہے مقصودِ سخن کی خواہش

رُخ کو رکھا بہ روئے کعبہ، مگر
دل کو سُوئے مدینہ خَم رکھا

جو اذن ہو تو حضوری کے شہر جا پہنچے
مَیں آنکھ میں لئے پھرتا ہوں ایک خواب، حضور

شعر ہوتا تو کسی روپ میں ڈھل ہی جاتا
نعت تو نعت ہے رہتی ہے خیالوں سے پرے

روشنی ساتھ لئے جاتا ہوں سُوئے محشر
ساتھ رکھتا ہوں مَیں نعتوں کا حوالہ ایسا

زندگی قریۂ بے نام میں کھو ہی جاتی
آپ نے نام دیا، آپ نے تھاما آقا

شایانِ شان کچھ نہیں نعتوں کے درمیاں
اِک بے بسی سی ہے مرے حرفوں کے درمیاں

مقصود کی نعتوں کی مجموعی فضا ردائف وقوافی کے استعمال کی عمدہ مثالیں پیش کرتی ہے مگر کہیں کہیں انہیں اس بارے میں زیادہ محتاط بلکہ احوط ہونے کی ضرورت ہے مجھے امید ہے ان کا دوسرا مجموعہ ان کی نعت گوئی کے رجحان ساز منظر نامے کی صورت میں سامنے آئے گا۔

بقول شاعرِ نقاش نقشِ ثانی، بہتر کشد زا، دل

مجھے یقین ہے کہ آئندہ وہ اپنی تنہائیوں کا زیادہ حصہ نعت کو دیں گے، توقع ہے کہ ان کے ماہرانہ اسلوب اور تخلیقی وابستگی سے اردو نعت کو ایک باکمال شاعر نصب ہوگا میں اُن کے لئے دعا گو ہوں اور اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

صد شکر ثناؤں میں ہوئے ہیں صرف اب
الفاظ ہوئے سبھی کُشادہ ظرف اب
احباب کی انجمن میں لے کر آئے
مقصود علی شاہ مطافِ حرف اب

ان کے نعتیہ مجموعہ 'مطافِ حرف' کی اشاعت پر کچھ تاریخیں بھی درج ذیل ہیں۔

❖......❖......❖......❖

محرابِ نعت: خورشید بیگ میلسوی

'محرابِ نعت' خورشید بیگ میلسوی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔خورشید ان نعت کاروں میں ہیں جو نعت لکھنے کے علاوہ اس صنف کے فروغ و تشہیر کے لئے بھی مقدور بھر کوششیں کرتے رہتے ہیں مختلف ثنا کاروں کے درمیان ایک مدحتی سفارت کار کے طور پر ان کی مساعی لائقِ تحسین ہے انہوں نے مختلف علاقوں کے نعت لکھنے والوں میں ایک رابطے کے طور پر جو کام کیا وہ ایک خداداد خیر سگالی (بلکہ نعت سگالی کا لفظ زیادہ موزوں ہے) کے روّیے کی آئینہ دار ہے۔

حفیظ تائب مرحوم کو جس کسی کا نعتیہ شعر اچھا لگتا اسے دوسروں تک پہنچاتے اکثر محافل میں اس کا ذکر کرتے اور اسے دہراتے نعت سگالی کا یہ روّیہ وِلا دوستوں میں ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے بارے میں کسی فرد کی کہی ہوئے بات، خصوصاً منفرد بات کو عام کیا جائے تاکہ انؐ کی سیرت و کردار سے وابستگی اور شیفتگی بڑھے اور نعت کے جذبے کی ترسیل اور اس کی سفارت کاری میں مہمیز ہو ثنا طینتی یہ جذبہ خورشید کی طبیعت کا بھی خاصہ ہے۔بقول علامہ اقبال:

ے محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد
طواف شعلہ پروانہ با پروانہ می سازد

محبت کی تکمیل کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ محبت کرنے والوں کے درمیان سے حسد اور رقابت کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں جیسے بہت سے پروانے مل کر ایک شعلے کا طواف کرتے ہیں (آپس میں متصادم نہیں ہوتے بلکہ) ان کی محبت کا مرکز اور مرجع ایک ہوتا ہے۔اسی طرح سچے نعت کار بھی

دوسروں کے نعتیہ تذکار کی آگے ترسیل کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے ان کے رویوں میں بھی نعت سگالی اورنعت اندیشی اس طرح در آتی ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ نعت پاروں کی آگے ترسیل کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں مگر جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ رویے خداداد ہوتے ہیں بات خورشید کی اس خداداد صلاحیت سے چلی تھی کہ وہ نعت کے معاصر منظر نامے میں نعتیہ سفارت کاری کا یہ فریضہ بھی بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

'محراب نعت' خورشید کی نعت نگاری غزل کی صنف و ہئیت پر مشتمل ہے آج کی نعت (بلکہ حمد ومنقبت بھی) کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہئیت میں تخلیق ہو رہا ہے خصوصاً قیام پاکستان کے بعد کی نعتیہ شاعری زیادہ غزل کے پیرائے میں تخلیق ہوئی یہ موضوع اردو ادب کی تحقیقی وتنقیدی تاریخ میں ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے کہ غزل کی صنف نے اردو کی دیگر بیسوؤں شعری اصناف میں یہ محبوبیت، مرجعیت اور ہر دلعزیزیت کیسے حاصل کی؟ اس کے تہذیبی، معاشرتی، لسانی اور غنائی محرکات کیا ہیں؟ خصوصاً اپنے علائم ورموز اور اسلوبیاتی اوصاف کے سبب یہ صنف اور ہئیت طرز اظہار کا سب سے بڑا وسیلہ بن گئی اور گزشتہ صدی میں خصوصاً ترقی پسند تحریک کے زیر اثر نظم کو (غزل کے مقابلے میں) آگے لے جانے کے شعوری تحریک بھی خاطر خواہ نتائج نہ پیدا کر سکی۔ جب کہ عقیدت نگاری (حمد، نعت اور منقبت) کا قریب قریب سارا اظہار غزل کی ہئیت میں ہو رہا ہے؟ خورشید کی نعت نگاری کے مطالعے میں جو بات نمایاں طور پر قاری کو متاثر کرتی ہے وہ ان کی غزل دوستی ہے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت وشیفتگی کے اظہار اور ان کی سیرت وکردار کے تذکار کے لئے غزل ہی کا وسیلہ استعمال کیا وہ غزل کے علائم ورموز اور اس کی تخلیقی صلاحیت سے آشنا ہونے کے باعث اس میں کامیاب رہے۔

ان کی نعت گوئی کے مطالعہ کا آغاز ہم ان کی نعتیہ زمینوں سے کرتے ہیں مجھے معاصر نعت میں سب سے زیادہ جو چیز متاثر کرتی ہے وہ نعت نگار کی جدت اور ندرت ہے جس کا اولین سراغ اس کی شعری زمینوں ہی سے ملتا ہے اہل فن اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ شعر کے پیرایہ اظہار

کا بڑا تعلق اس زمین (بحر، ردیف اور قافیہ کے ہم آہنگی) سے ہوتا ہے جس میں وہ اپنے محسوسات، مشاہدات، تجربات، جذبات اور خیالات کا اظہار کرتا ہے یہ زمین جتنی نادر، تازہ اور جدّت آمیز ہو گی شاعر اس میں اتنی ہی موثر شاعری کرے گا خورشید بیگ کے درج ذیل مطلعے دیکھئے یہ اپنے اندر تازہ کاری کے کیا امکانات رکھتے ہیں۔

بصد تکریم اپنے شوق کی تجدید کرتا ہوں
دُرودِ پاک سے میں نعت کی تمہید کرتا ہوں

جب تلک تیراؐ حوالہ نہیں لکھا جاتا
رُوئے قرطاس پہ مطلع نہیں لکھا جاتا

آپؐ ہی کو اقتضائے شش جہت لکھا گیا
آپؐ ہی کو مُبتدائے معرفت لکھا گیا

ہ کرم کی بھیک عطا ہو درِ سخاوت سے
تراؐ غلام ہے حاضر ترےؐ حضور، حضورؐ

ان تازہ زمینوں میں نعت نگاری کرتے ہوئے خورشید نے اپنے جذبات عقیدت کو جس طرح آمیز کیا ہے اس سے کئی تازہ شعر سامنے آئے ہیں یہ شعر نہ صرف خورشید کی نعت بلکہ معاصر اردو نعت میں اپنی تازہ کاری کے سبب قابل توجہ ہیں خصوصاً ان کے پیرایہ اظہار اور طرز ادا نے اس میں ندرت اور تاثیر کے عناصر کو نمایاں کیا ہے۔ درج ذیل اشعار دیکھئے:

سر پر ہو تیریؐ چادرِ رحمت تنی ہوئی
جب حاضری ہو داورِ محشر کے سامنے

طالبِ دید ہیں مدت سے سوالی آنکھیں
جانے کب دیکھیں ترےؐ روضے کی جالی آنکھیں

لالہ و گُل کا پیرہن ترےؐ نام
حسن و رعنائیء چمن ترےؐ نام

دیارِ نور مجھے اے خدا میسر ہو
مجھے مدینے کی آب و ہوا میسر ہو

ہو کر تریؐ سُنت سے بہ ہر گام گریزاں، ہیں ششدر و حیراں
گرداب میں ہے اُمتِ عاصی کا سفینہ، اے شاہِ مدینہؐ

خورشید بیگ میلسوی کا مجموعہ نعت ہے معاصر نعت کے اسلوبیاتی پیرائے میں غزل کی صنف وہیئت کو جو انفرادیت حاصل ہے یہ مجموعہ بھی اس پیرایۂ اظہار میں ہے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر ایک موضوع ہے اور اس کے ساتھ کوئی ہیئت مخصوص نہیں یوں ساری صنفیں اور ہئیتیں اسی مبارک موضوع کے اظہار کے لئے ہیں ہر صنف کے کچھ ہئیتی تقاضے اور اوصاف ہوتے ہین اس حوالے سے نعتیہ افکار و موضوعات کے اظہار میں شاعری کے تمام محاسن در آئے ہیں قصیدہ، مثنوی، رباعی ـــــ نعت جس صنف میں بھی تخلیق ہوئی اس صنف کے مخصوص اوصاف نعت میں بھی سمٹ آئے، آج کا نعتیہ بیانیہ کم وبیش (پچانوے فی صد) نعت کی صنف پر مشتمل ہے لہٰذا اس صنف میں غزل کے محاسن از خود ایک تخلیقی شائستگی سے آ گئے ہیں خورشید غزل کی روائت سے آشنا شاعر ہیں لہٰذا ان کی نعتوں میں غزل کے علائم و رموز ایک قرینے (اور نعتیہ مضامین کے

اظہار کے لئے مطلوب شائستگی)اور احترام سے آ گئے ہیں۔

نعت کے موضوع کو غزل کی ہیئت سے بہت فائدہ پہنچا واضح رہے کہ یہاں بات صرف نعت کی صنف کی ہو رہی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ غزل کی ہیئت مشرف بہ نعت ہو کر ایک اور کمال اور مہارت سے متصف ہوئی یوں حقیقت، تاثیر، واقعیت نگاری اور عقیدت نگاری کے کئی محاسن غزل کی روائت کا حصہ بنے اور ان کا شمول نعت کی صورت میں سامنے آیا بقول شاعر

؎ خوشا نصیب یہ ہجرت سخن کے یثرب سے
بنی ہے نعت جب آئی غزل مدینے میں

اسی خیال کو خورشید نے دیکھئے کس خوبصورت پیرائے میں ادا کیا ہے وہ کہتے ہیں

؎ صنعت نعت نے دی حسن ادا کی جدّت
اک نیا باب بلاغت کا' ادب میں اترا

اس شعر میں صنعت، نعت، حسن ادا، جدت، بلاغت اور ادب کے الفاظ کی تلازماتی وسعتوں پر غور کریں تو اس حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ غزل کی روایات میں جو ایک 'نیا باب' کھلا ہے وہ اپنے اندر کیسے کیسے امکانات رکھتا ہے اب اس شعر کے ساتھ خورشید کے ان شعروں کو بھی دیکھئے:

؎ مری نوائے شاعری کو معتبر بنا دیا
شعور نعت نے مجھے عظیم تر بنا دیا

؎ نعت لکھنے کو نئی طرز ہنر ہے درکار
روشنائی کی جگہ خون جگر ہے درکار

ان شعروں میں خورشید نے نعت کی صنف کے آداب، احترامات، اس موضوع کے اظہار کے لئے جدّت اور نادرہ کاری کی ضرورت کے ساتھ اس صنف کا شعور رکھنے والوں کو اس کے

ثمرات، برکات اوراس اعتبار ووقار کی آ گا ہی بخش دی ہے محرابِ نعت کا بین السطور مطالعہ کریں تو اس میں اس انداز کے کئی خیالات بالواسطہ یا بلا واسطہ نظر آئیں گے جس سے خورشید کی نعت کی صنف سے عقیدت ووابستگی کے ساتھ شاعری کے فن، ہنر اور دوسری مہارتوں کا سراغ بھی ملتا ہے خورشید کے تخلیقی شعور پر اس صنف کی اہمیت واضح ہے اور وہ عقیدت ومحبت کے پیرایہ ہائے اظہار کے لئے اس صنف کی اہمیت اور تاثیر سے بخوبی واقف ہیں۔

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے کہ غزل کے علائم ورموز جب نعتیہ بیانیے کا حصہ بنے تو انہوں نے شاعر اور شاعری دونوں کو شرف آشنا اور عظمت شناس کیا خورشید چونکہ غزل کی روایت سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا ان کے نعتیہ اظہار میں کم وبیش ان تمام فنّی محاسن اور اوصاف کی جھلک ملتی ہے جو غزل کی روائت سے خاص ہیں دوسرے معاصر نعت نگاروں کی طرح انہوں نے اپنی نعتوں میں ان اوصاف اور محاسن کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے بلکہ انہیں ایک نئی جہت عطا کی ہے ان کے درج ذیل نعتیہ شعر اپنی تخلیقی اٹھان میں غزل کے علائم ورموز ہی سے منسلک ہیں۔

؎ جس کو اک بار حضوری کا شرف مل جائے
اس کو ہر بار یہی بارِدِگر ہے درکار

؎ مجھ پہ کھل جاتے ہیں اسرارِ جہانِ معنی
جب بھی لفظوں میں سراپا ترا تحریر کروں

؎ دیتا نہیں ہے مجھ کو بھٹکنے ترا خیال
آداب آشنا مرا وجدان نعت ہے

ترا دھیان قصرِ گماں میں ہے، تری یاد حجرۂ جاں میں ہے
ترا ذکر وجہِ قرارِ دل تو مکین دل کے مکاں میں ہے

اب آپ کی سیرت ہی بچا سکتی ہے مجھ کو
دُنیا سے پڑا ہے مرا پالا ، شہِ والا

اظہار کے ان اسالیب کے عقب میں اردو غزل کی روایت کی جھلک بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ خورشید کی نعت میں منقبتی عناصر بھی جس قرینے سے اظہار پذیر ہوئے ہیں وہ قابل توجہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک، آپ کے اہل بیت اطہار، اصحاب مکرم کے حوالے سے یہ شعر دیکھئے:

حسن پیکر میں ڈھلا اور عرب میں اُترا
مہِ کامل بنو ہاشم کے نسب میں اُترا

خاندانِ بنو ہاشم کو چُنا ہے ربّ نے
آپ سے بڑھ کے کہاں عالی نسب ملتے ہیں

اُن کے قدموں پہ دل و جان نچھاور کر دوں
مجھ کو مل جائیں اگر تیرے گھرانے والے

جاں دے کے تری آل نے یہ کر دیا ثابت
ہے سب سے گھرانہ ترا اعلیٰ شہِ والا

وہ فقرِ بوذریؓ سے شناسا ہو کس طرح
خورشیدؔ احتیاج جسے مال و زر کی ہے

صداقتوں کا علم ہاتھ سے نہیں چھوٹا
یہی ہے وصفِ جلی آلِ بُوترابؓ کے بیچ

رشک کرتے ہیں ملائک جن کے اوجِ بخت پر
کس قدر عالی صفت ہے پنجتن کا سلسلہ

تیرےؐ اصحابؓ کی توصیف بیاں ہو کیسے
ہر صحابیؓ ہے ترأ آنکھ کا تارا مجھ کو

نعتیہ شاعری (بلکہ شاعری کی ہر قسم) کا ایک حوالہ تمثال کاری ہوتا ہے۔شاعر جتنے بڑے کینوس اور وژن سے شعروں میں لفظی تصویریں بناتا ہے اتنا ہی اس کی شاعری دلپذیر اور کشش آور ہو جاتی ہے خورشید نے اپنی نعتوں میں امیجز اور محاکات سے ترسیل جذبات کا جو کام لیا ہے وہ نہ صرف پُر تاثیر ہے بلکہ بلیغ اور بامعنی بھی ہے خصوصاً حِس آمیزی کے ذریعے جہاں اس نے حسیات کے مختلف شکلوں کو ملا کر اپنی عقیدت نگاری کو مصوّر کیا ہے۔وہ مقامات قابل قدر ہیں ایسی جگہوں پر خورشید سمعی اور بصری امیجز کی آمیزش سے لفظوں سے صورت گری کا کام لیتا ہے اور اپنے قاری کو اس فضا میں لے جاتا ہے جہاں شعر تخلیق ہو رہا ہوتا ہے قاری کی حس جتنی تیز ہوں گی وہ سعی تخلیق مکرّر سے محاکات سے اتنا ہی زیادہ لطف اندوز ہوگا۔مثلاً یہ شعر دیکھئے:

عالمِ خواب میں ترأ گنبدِ سبز دیکھ کر
ایسے لگا کہ جس طرح اِذنِ وصال مل گیا

دلوں کے بند دریچے اُجال دیتا ہے
ترا کلام ہے اس درجہ پُر اثر آقاؐ

پُھول جھڑتے ہیں مرے نطق سے مہکار کے ساتھ
حظ اُٹھاتی ہے زباں نعتیہ اشعار کے ساتھ

فلک بھی دیکھتا رہتا ہے چشمِ حیرت سے
ہیں سجدہ ریز ملائک جہاں عقیدت سے

آپؐ کے سامنے سب ماند نظر آتے ہیں
حُسنِ یوسّف ، دمِ عیسیٰؑ ، یدِ بیضا مجھ کو

جب تصور میں تراؐ گنبدِ اخضر، باندھا
دیدۂ شوق نے فردوس کا منظر باندھا

دل میں جب اُتری محمدؐ مصطفیٰؐ کی روشنی
عرش تک پہنچی مرے حرف و صدا کی روشنی

بہ حیثیت مجموعی محراب مدحت معاصر نعت میں ایک خوشگوار اضافہ ہے غزل کی کلاسیکی
شائستگی کے حامل اسلوب میں خورشید نے جس ندرت و جذت سے اپنے نعتیہ محسوسات کا اظہار کیا

ہے نہ صرف ان کی متاعِ سخن بلکہ اردو نعت کے اثاثے میں ایک منفرد اضافہ ہے ان کی نعتیہ زمینوں اور پیرایہ تحریر میں ایک رجحان ساز کشش ہے ان کے نعتیہ آہنگ میں اندرونی قوافی دل پذیر تاثر پیدا کرتے ہیں ان کی زمینوں میں تازگی ہے الفاظ کی دروبست میں ایک ماہرانہ شان ہے مجھے امید ہے نعت دوستوں میں ان کا نعتیہ مجموعہ عقیدت ومحبت سے پڑھا جائے گا خورشید کے حوالے سے ایک نعتیہ رباعی پر میں اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

خورشید کا طرز کیا کہیں ہے کیسا؟
ہے خاص نئے ثنا نگاروں جیسا!
عکس آج کی نعت کے ہیں روشن جس میں
'محرابِ نعت' آئینہ ہے ایسا

❖......❖......❖......❖

مینارۂ رنگ و نور: نصیر احمؔر

کی نعت گوئی کے سفر کا ایک اہم اور تازہ پڑاؤ

ارضِ پاک کے دوسرے شہروں کی طرح ساہیوال کے شاعروں نے بھی نعت کے معاصر منظر نامے میں حضورِ اکرمؐ سے عقیدت و محبت کے لازوال نمونے پیش کیے ہیں نصیر احمر اسی طیّب کارواں کے فرد ہیں جنہوں نے اپنی تخلیقی کارکردگی کا نمایاں حصہ صنفِ نعت میں صرف کیا ہے۔ ''مینارۂ رنگ و نور'' اُن کا نعتیہ مجموعہ ہے اس سے پہلے ان کی تصانیف میں ______ ''جاگ رہی ہے چاندنی'' (غزل و نظم) ''سفر پل صراط کا'' (حمد و نعت) ''سجدۂ شوق'' (حمد و نعت) ''تیرے نشاں شام وسحر'' (حمدیہ کلام) ''حرفِ سکوں'' (نعت و منقبت) شائع ہو چکے ہیں۔

ان کا سلسلۂ تلمّذ معروف نعت گو حضرتِ بہزادؔ لکھنوی اور مشہور شاعر شبنمؔ رومانی سے ملا ہوا ہے وہ تصوف کے ایک اہم سلسلۂ نسبت سے بھی منسلک ہیں قبلہ پیر سید چراغ النبی شاہؒ صاحب گیلانی نقشبندی، جماعتی سے ان کا انسلاک فخر و مباہات کا باعث ہے خصوصاً نقشبندیہ میلانِ تصوّف کے اثرات ان کے ثنائیہ کلام میں بہ آسانی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔

''مینارۂ رنگ و نور'' (آغازِ کتاب کی ایک دو حمدوں کے علاوہ) تمام تر نعتیہ کلام پر مشتمل ہے یہ نعتیہ کلام بھی ایک دو نظموں کے علاوہ غزل کی ہئیت میں ہے۔ معاصر نعت گوئی کا ایک انتہائی اہم حصہ غزل کی صنف ہی میں اظہار پذیر ہوا ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں اولاً غزل کی مقبولیت کہ کم و بیش تمام شاعر اسی صنف سے آغازِ شاعری کرتے ہیں دوم غزل کا خاص مزاج جس کی روایت ہمارے ہاں نظم کی نسبت زیادہ گہری جڑیں رکھتی ہے۔ غزل کے مخصوص علائم

ورموز اسالیب انداز نعت کی صنف میں آ کر بہتر اظہار گر ثابت ہوئے غزل کی ریزہ کاری قافیہ و ردیف کا اہتمام اس کی مخصوص بحروں اور زمینوں نے جدید نعت کو جس تسلسل اور قوت کے ساتھ متاثر کیا یہ ایک جداگانہ تنقیدی و تحقیقی مقالے کا موضوع ہے۔ سرِدست یہ نشاں دہی ضروری ہے کہ ''مینارۂ رنگ ونور'' کے شاعر نے بھی حضورِ اکرمؐ سے اپنی عقیدت ووابستگی اور فرویت وجاں سپاری کے لیے غزل ہی کو اختیار کیا۔ نصیرؔ احمر کی نعت کے فن کے مطالعے میں پہلی توجہ اُن کی نعتوں کی زمینوں اور بحروں کی طرف جاتی ہے۔ نصیرؔ احمر کے ہاں ان کے استعمال میں ایک فکری بے تکلفی ہے اُن کا اندازِ بیاں سہل وسادہ ہے۔ انہوں نے حضور اکرمؐ سے اپنی محبت کے اظہار میں جس تخلیقی جوہر کو پیش نظر رکھا وہ ان کی یہی سادگی ہے اس سادگی کے سبب ان کی نعتیہ زمینوں میں غنا اور آہنگ کے دلآویز کیفیات بھی پیدا ہوئیں۔ اُن کا نعتیہ کلام نعت خوانی کے لیے نہ صرف ممدومعاون بلکہ تاثیر کے عناصر بھی رکھتا ہے۔

خصوصاً اُن کی یہ نعتیں:

عمر جنتی بھی ہے، اسی دُھن میں گزاری جائے
آپؐ کے ذکر سے ہر رات سنواری جائے

نصیرؔ آلِ احمدؐ پہ قربان ہو جا
ہے جن کی قرابت درخشاں درخشاں

لب ولہجہ اور نعت خوانی کے اعتبار سے متاثر کرتی ہیں۔ نعت گوئی کا منصب اور مقام ویسے بھی فطری بے ساختگی کا خواستگار ہوتا ہے شاعر جس عظیم ہستی کی بات کر رہا ہوتا ہے اور جس ہستی سے مخاطب ہوتا ہے وہاں زورِ سخن اور تکلّف وتصنع کی بجائے عاجزی اور انکساری کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے نصیرؔ احمر کی نعتوں میں بھی یہ وصف نمایاں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، اُن سے شفاعت طلبی کی درخواست اُن کی فیضان کا تذکرہ، آپؐ کی ذاتِ ستودہ صفات اور آپؐ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا بیان نصیرؔ احمر کی نعتوں کے موضوعات ہیں۔ نعت گوئی اُن کا ایک ایسا شرف ہے جسے وہ اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں:

نعت گوئی مری پہچان بنا دے یا رب!
سرِ محشر یہ مری کار گزاری جائے

مِلے گا نعت گوئی کا بھی انعام
سرِ محشر پکارا جب نبیؐ نے

نعتِ نبویؐ کے دوسرے موضوعات میں اُن کی اوّل و آخر توجہ اور محبت حضورؐ اور ان کے متناسبات سے ہے جس میں مدینہ سرِفہرست ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کہا ہے۔ ''آں خنک شہرے کہ آنجا دلبر است'' نصیر احمؔر کہتے ہیں۔

مدینہ دیکھ لوں یا رب! مری تمنا ہے
یہی ہے پہلی، یہی آخری تمنا ہے

نعت پھر ہونے لگی تصویرِ گنبد دیکھ کر
کر لے احمؔر اب تُو دل کا بُوستاں آراستہ

اس شہرِ پُر بہار کے جلوے ہیں ہر طرف
آنکھوں کو مُوند لُوں تو وہ دل میں دکھائی دے

مدینہ منورہؐ اور روضہ مبارک کی تصویر سے اُن کی طبیعت کو نعت گوئی کی تحریک ملتی ہے اس لپک نے اُن کی تنہائیوں کو مدینہ رُو کر رکھا ہے۔ اُن کے خواب و خیال میں مدینہ ایک بابرکت مہمیز اور طیّب تحرّک کا کام کرتا ہے سرکارؐ مدینہ سے ان کی نسبت کو جلا بخشتا ہے اور اُن کی طبیعت کو نعت گوئی کی طرف راغب رکھتا ہے۔ اس لپک، مہمیز اور تحرّک سے انہوں نے اپنی نعتوں میں کئی دلآویز نمونے تخلیق کیے ہیں وہ فیضانِ محمدیؐ سے نہ صرف آپ متاثر ہیں بلکہ وطنِ عزیز میں بھی اس کی خیر پاشی سے ماحول میں بہتری کے خواستگار ہیں اُن کی دعا ہے کہ

غارت گری کا ہر سُو، ہے آج دور دورہ
ظلمت کا اس وطن سے ہر نقش تُو مٹا دے

انہوں نے نعتوں کی کئی خوبصورت زمینیں بھی تخلیق کی ہیں درج ذیل مطلع دیکھیے ۔

جب ہُوا مَیں اُنؐ کے در پر شادماں پہلے پہل
میرے اندر کھِل اُٹھے صد گلستاں، پہلے پہل

آپؐ کی خاطر ہُوا سارا جہاں، آراستہ
یہ زمیں آراستہ، یہ آسماں، آراستہ

نصیرؔ احمر کے مزاج کی نادرہ کاری اُن کی زمینوں میں نمایاں ہے شادماں، گلستاں کے قافیے کے ساتھ' پہلے پہل' اور آراستہ' کی ردیف تازہ نعت گوئی کے کئی امکانات کے دِروا کرتی ہے۔ یہ شعر دیکھئے

خوشبو اُتر رہی ہے مرے جسم و جاں میں
کیا لطف آ رہا ہے سحر کی اذاں میں

جھُک رہے ہیں درخت بہرِ سلام
وجد میں سبزہ زار، دیکھتا ہوں

مدینہ شریف سے اُن کی محبت مسجدِ نبویؐ کی ازاں اور مدینہ منورہ میں صبح و شام کے مناظر وہ نعتیں جو انہوں نے ماحولِ مدینہ اور اپنی حاضری کے حوالے سے لکھی ہیں سچے تجربات اور واردات کے تاثرات لیے ہوئے ہیں ایسی نعتوں میں آورد کی بجائے ''آمد'' اور ''شنیدہ'' کی بجائے ''دیدہ'' کی کیفیات قاری کو بہت متاثر کرتی ہے ان کے یہ شعر دیکھئے:

نعتیں پڑھیں حضورؐ کے روضے کے سامنے
پیش نظر سلام کئے، جو بھی تھے لکھّے

اؔحمر ہر اک تھا موئے بدن وجد آفریں
جب نعت پڑھ رہا تھا مواجہ کے سامنے

یہ مدحِ خاص ہم کو ودیعت ہوئی نصیؔر
آئے ہیں جب سے لوٹ کے اُس آستاں سے ہم

اک نظر دید کی خیرات عطا ہو آقاؐ
مطمئن ہو کے وطن کو یہ بھکاری جائے

مدینہ دیکھ لوں یارب! مری تمنا ہے
یہی ہے پہلی، یہی آخری تمنا ہے

چُومے شاہوں نے اُنؐ کے
نقشِ پا' سبحان اللہ

ان اشعار میں مدینے کی حاضری کے ساتھ نصیر اؔحمر کی دلی کیفیات کا بیان بہت متاثر کن ہے۔ روضہ مبارک کے سامنے اور ماحولِ مواجہ میں نعت پڑھنے میں جو بہجت اور سرشاری ہے اس نے شاعر کو جس طرح اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اس سے نعت پڑھنے والا بھی متاثر ہوتا ہے وہ تصورات میں اپنے آپ کو شاعر کا ہم جذبہ اور احساس پاتا ہے اور شاعر کے اظہار کی دلآویزی اور شیفتگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

''مینارۂ رنگ ونور'' میں کچھ نعتیں داخلی جذبات اور کیفیات سے بھرپور ہیں اُن کی درج ذیل مطلع کی ایک نعت ایسے ہی اسلوب کی حامل ہے یہ ایک خاص کیفیت کا مسلسل بیان ہے یوں محسوس ہوتا ہے نصیر اؔحمر نے سادگی سے جیسے ایک ہی سانس میں زیرِ لب سرگوشی کے انداز میں یہ نعت مکمل کی ہے۔

سر بسر جرم و خطا ہوں آقاؐ
دست بَستہ میں کھڑا ہوں آقاؐ

اس نعت میں شاعر نے جس شیفتگی اور محویت کا اظہار کیا ہے وہ متاثر کن ہے نصیر احمؔر نے مولانا جامیؒ سے منسوب نعت نسیما جانب بطحا گزر کن کی خوبصورت تضمین بھی کی ہے۔ اُن کی ایک نظم ''گزارش'' کے نام سے ہے جو بہت متاثر کرتی ہے۔

معاصر نعتیہ منظر میں جیسا کہ پہلے نشاندہی کی جا چکی ہے۔ زیادہ تر نعت غزل کی ہیئت میں ہوئی ہے لہٰذا آج کی نعت کا ایک بڑا حصہ غزل آمیز ڈکشن کے اجتماعی دھارے میں اظہار پذیر ہوا ہے کبھی کبھار نظم میں نعت نظر آتی ہے تو ایک جداگانہ لطف دے جاتی ہے ''گزارش'' آزاد نظم کی ہیئت میں ہے سطر بہ سطر سرشاری میں گندھی ہوئی یہ نظم ایک کامیاب تاثیر کا حامل اختتام رکھتی ہے۔

بہ حیثیت مجموعی ''مینارۂ رنگ ونور'' نصیر احمؔر کی نعت گوئی کے سفر کا ایک اہم اور تازہ پڑاؤ ہے۔ اُمید ہے مستقبل میں وہ اپنے اس مبارک سفر کو جاری رکھیں گے اور اپنی تخلیقی تنہائیوں کا بڑا حصہ نعت گوئی کے مبارک فن میں صرف کریں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعت کے باب میں ان کی مزید توفیقات سے نوازے آمین۔

آخر میں نصیر احمؔر کے لیے ایک رباعی:

وقت آج سرور کا مبارک ہو وے
ہنگامِ حضورؐ کا مبارک ہو وے
احباب کی سمت سے نصیر احمؔر کو
''مینار یہ نور کا مبارک ہو وے''

❖......❖......❖......❖

طیبہ لے چلو! اخلاق گیلانی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے جھلکتی ہوئی کتاب 'طیبہ لے چلو' ڈاکٹر اخلاق گیلانی کا نعتیہ مجموعہ ہے نعت کی صنف کا فکری دائرہ ہزاروں موضوعات کو محیط ہے مختلف شاعروں نے اپنے مزاج، میلان اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کی مناسبت اور اعتبار سے اپنی نعتوں میں ان موضوعات کو برتا ہے ذات سے کائنات تک پھیلے ہوئے مضامین وافکار نعت کا حصہ بنے اور بن رہے ہیں ان مضامین وموضوعات کو نعت آشنا کرنے اور رکھنے میں اس صنف کا بنیادی تقاضا انہیں مائل بہ نسبت رکھنا ہے یہی ہی وہ قرینہ ہے جو دنیا بھر کے مضامین کو نعت کے مضامین بناتا ہے یہ نسبت جتنی واضح، موثر اور قوی ہوگی مضمون اتنا ہی نعت افزا اور نعت آور ہوگا اور نعت کے مرکزی موضوع کے قریب ہوگا۔

نعت کا مرکزی موضوع اور بنیادی خیال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی ذاتِ والا تبار سے شیفتگی اور والہانہ پن کا اظہار ہے نعت کے فکری دائرے میں بار پانے والے دوسرے تمام ذاتی، معاشرتی، سیاسی، نفسیاتی، عمرانی، تہذیبی، ۔۔۔۔، خیالات، جذبات، مشاہدات اور محسوسات اسی مرکزی موضوع سے آمیز ہوکر، بالواسطہ یا بلاواسطہ منسلک ہوکر اظہار پذیر ہوتے ہیں نعت کا موضوعاتی دائرہ جس قدر بھی وسیع ہوجائے اس کا تعلق اپنے مرکز سے ضرور رہنا چاہیے اگر کوئی موضوع یا مضمون اس مرکز سے کٹ جائے یا اس تخاطب اس محور سے ہٹ جائے تو نعت کا وہ شعر اپنی صنف کے حوالے سے زیادہ موثر نہیں رہے گا۔

اخلاق گیلانی کی نعت کی دو نمایاں خوبیاں ان کے اظہار کا نعت کے مرکزی موضوع سے جڑے رہنا اور اسلوب کی سادگی ہے ان خوبیوں کا اندازہ کتاب کے نام 'طیبہ لے چلو' ہی سے

ظاہر ہے یہ نام ان کے ایک نعت کی ردیف سے ماخوذ ہے جس کا مطلع ہے۔

بے تاب و بے قرار ہے دل طیبہ لے چلو
دلدادۂ بہار ہے دل طیبہ لے چلو

ردیف کی تکرار نہ صرف مضمون کے تاثر کو قائم کرتے ہیں ایک فضا تیار کرتی ہے بلکہ اس فضا کو موثر بھی بناتی ہے اس نام کے اثرات اور اس آرزو کی تکرار ُطیبہ لے چلو' کی نعتوں میں بین السطور شدّت کے ساتھ جھلکتی نظر آتی ہے اخلاق گیلانی کے سینکڑوں اشعر اسی تمنا کی توسیعات سے عبارت ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر سے محبت شہر مدینہ سے عقیدت، اس شہرِ خنک آثار کے ماحول، فضاؤں میں زندگی بسر کرنے کی آرزو کا بھر پور اظہار ان کی شاعری میں ملتا ہے۔ اس بے پایان عقیدت کا اظہار ان کی نعتوں کی ردیفوں سے بھی ہوتا ہے انہوں نے اپنی کئی نعتوں کی ردیفوں میں اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال کیا ہے ردیف میں ایسے اسما کے آنے سے اشعار کے مضامین ہیں نہ صرف آپ ؐ کی ذاتِ مبارک سے وابستگی کا اظہار مستحکم ہوتا ہے بلکہ ان اسمائے مبارک کے مختلف مناسبات، متعلقات اور تلازمات سے بھی مضامین آفرینی کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔

اخلاق گیلانی کی کچھ نعتوں کے مطلعے دیکھئے۔

نبیؐ کے گھر پہ کبھی ہم بھی جائیں گے اک دن
تو حالِ دل بھی وہاں پر سنائیں گے اک دن

محمدؐ کا وہ روضہ ہم بھی دیکھیں گے
وہاں پر کر کے سجدہ ہم بھی دیکھیں گے

بے تاب و بے قرار ہے دل، طیبہ لے چلو!
دلدادۂ بہار ہے دل، طیبہ لے چلو!

عرش کا استعارہ لگتا ہے
ایک روشن ستارہ لگتا ہے

میں نور والی ندی میں نہا کے آیا ہوں
میں اپنے روح و بدن جگمگا کے آیا ہوں

عرشِ اعظم سے ہوئی بارانِ رحمت جلوہ گر
تھی جلو میں سب صحابہؓ کے رسالت جلوہ گر

یہ زمین و آسماں بے کنار و بے کراں
آپؐ کا سارا جہاں، بے کنار و بے کراں

حق نما، حق ادا، آگہی کی ہوا
خوب ہے خوب، پیغمبری کی ہوا

آدم کی پیشانی میں تھا، نورِ ازل
اور نبیؐ کی ذات سراپا، نورِ نازل

اخلاق گیلانی کی نعتوں کا غالب حصہ سادگی اظہار سے عبارت ہے یہ سادگی آہنگ و مجور،قوافی وردیف اور لہجہ ولفظ ہر حوالے سے ظاہر ہوتی ہے ان کی اکثر نعتوں کا آہنگ مختصر بحروں سے تشکیل پاتا ہے۔چھوٹی چھوٹی بحریں ایسی بحریں جو عموماً مناجات اور دعائیہ نظموں کی ہوتی ہیں ایسی نعتوں میں اظہار کا لب و لہجہ بھی سادہ ہے تراکیب بہت کم ہیں بات کرنے کا انداز واضح،سلیس اور لجاجت آمیز ہے علامہ اقبال کے مصرع

؎ صحبت مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں

ہم علامہ اقبال کے مصداق آدمی کسی بھی عہدے،منصب یا عمر کے کسی حصے میں ہو کسی عظیم المرتبت نسبت کی حامل شخصیت کی موجودگی میں اپنے آپ کو بچہّ ہی محسوس کرتا ہے تخلیق نعت کی ساعت تو ویسے بھی اہلِ جذب کے لیے ایک گراں مایہ حضوری کی ساعت ہوتی ہے جہاں منصب و مرتبہ،زور و زر۔۔۔کوئی دنیاوی حوالہ کام نہیں آتا ہے بس عجز نژاد سادگی اور اخلاص سرشت روّیے ہی کام آتے ہیں گیلانی کے ہاں نعتیہ اظہار میں یہ سادگی فراوانی کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے ان کی یہ نعتیں دیکھیے جو آہنگ اور اسلوب دونوں حوالوں سے سادگی کی مظہر ہیں۔

کسی معصوم بچےّ کی طرح شاؔہ
مدینے کے حسیں کُہسار دیکھو

عرش کا استعارہ لگتا ہے
ایک روشن ستارہ لگتا ہے

جالی نور کی چلمن
اور وہؐ جلوہ افگن

پھر سے وہ دور پرانا مانگوں
آج بھی انؐ کا زمانہ مانگوں

ان سادہ اسلوب آہنگوں میں بعض ایسے عروضی آہنگ بھی ہیں جو ہماری نعتیہ شاعری میں کم کم استعمال ہوئے ہیں گیلانی نے ان آہنگوں کو خوبصورتی اور نفاست سے برتا ہے اور ان چھوٹی منفرد زمینوں میں بھی عمدہ نعتیہ اشعار نکالے ہیں مثلاً یہ شعر دیکھئے۔

جو صبح مدینہ کو کرتی ہے بیدار
اذانِ مؤذّن ہے چڑیوں کی چہکار

مجھ کو سنبھالو شاہِ اُممؐ
دکھ سے نکالو شاہِ اُممؐ

مجھ کو اپنی رِدا دیجیے
اس طرح سے جزا دیجیے

ذکرِ حضوؐر ہے
ہر سمت نور ہے

سجدوں میں قربت درکار ہے
ہر لمحہ رحمت درکار ہے

جب بھی آئی یادِ رسولؐ
کِھلنے لگے افکار میں پھول

جو آمنہ کا لعل ہے
وہؐ کتنا باکمال ہے

ہماری نعتیہ شاعری میں جو اسلوب مستعمل ہیں ان میں ایک اسلوب خاص طور پر نعت خوانی سے تعلق رکھتا ہے یہ اسلوب بلیغ مضامین کی حامل نعت گوئی سے مختلف ہے اور علمی انداز نعت سے تعلق رکھتا ہے ایسی نعتیں عام میلاد یہ محافل میں کم کم پڑھی اور سنی جاتی ہے مثلاً علامہ اقبال کی 'ذوق و شوق' کی بجائے ظہوری قصوری کی نعت ۔ مسجد نبویؐ کے مینار نظر آئے وغیرہ۔عوام الناس کے لیے عام فہم ہوتی ہے۔ چاہے عظیم ادبی عناصر شعری کے حوالے سے چاہے وہ بلند معیار کی حامل نہ ہوں۔

مقبولیت کے لحاظ سے جو نعتیں زیادہ پسند کی جاتی ہیں وہ سادہ ہوتی ہیں اور ان کی تاثیر۔۔۔از دل خیز و بر دل ریزد والی ہوتی ہے ایسی نعتیں کسی معاشرے میں نعت کی فضا سازی میں بڑی مدد معاون ہوتی ہیں ہر شاعر کا اپنا مزاج، اسلوب اور میلان ہے۔گیلانی صاحب کے اسلوب کا بڑا حصہ بھی اسی پُر تاثیر سادگی سے عبارت ہے۔

رکھا ہے چاک پہ اور پھر کھنکتی مٹی سے
عجیب طرح کے نقش و نگار اُبھارے ہیں

حاصل یہاں ہمیں بھی ہو رحمت درود سے
ہر سمت ہی جہاں میں ہے برکت درود سے

سامنے ہے حرم، اور کیا چاہیے
انؐ کا ہی ہے کرم، اور کیا چاہیے

مرحبا! طیبہ سے آئی تازگی
ہم نے بھی دل میں بسائی تازگی

کوئی بھی چاہے زمانہ ہوتا
آپؐ کا در ہی ٹھکانہ ہوتا

گونجیں گی چار سمت فضاؤں میں ایک دن
نعتیں مری پیمبرِ مشہور کی صدا

گونجتی ہے صدا اذانوں کی
اور ان میں مگر بلالؓ نہیں

ان کی بہت سی نعتوں کو ردیفیں اسمائے رسول مقبولؐ کی حامل ہیں یہ نعتیں دیکھئے:

لطف و کرم کی ہو نظر یا مُجتبیٰؐ یا مُصطفےٰؐ
بول اُٹھے ہیں ہر سو بشر یا مُجتبیٰؐ یا مُصطفےٰؐ

مجھ کو سنبھالو شاہِ اُممؐ
دکھ سے نکالو شاہِ اُممؐ

جو ہر سمت بکھرا ہے نورِ نبیؐ
ہمیں جاں سے پیارا ہے نورِ نبیؐ

کرم ہے خدا کا عطائے محمدؐ
کریں رات دن ہم ثنائے محمدؐ

عطا ہو ہمیں بھی وفائے رسولؐ
کہ ہم بڑھ کے چھو لیں عصائے رسولؐ

نبیؐ کا نام اب سجا لیا ہے
مدینہ دل کو بنا لیا ہے

جب بھی آئی یادِ رسولؐ
کِھلنے لگے افکار میں پھول

بہ حیثیت مجموعی آج کے نعتیہ منظر نامے میں اخلاق گیلانی نے جن رنگوں سے اپنی نعتوں کو مزین کیا ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفور سے پیدا ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نعتوں کو قبول عام عطا فرمائے۔

❖......❖......❖......❖

توصیفِ پیمبر: علی رضا

بہت سال پہلے نعت کا ایک شعر کہا تھا:

موسم حبِّ نبیؐ میں پھلیں غنچے میرے
ذکر سُن سُن کے ترا نسل جواں ہو میری

نئی نسل کا صنفِ نعت کی طرف والہانہ جھکاؤ دیکھتے ہیں تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ علی رضا تازہ لب و لہجہ کا وہ نعت گو شاعر ہے جسے آغازِ سخن ہی سے نعت کا وہ زمانہ ملا جس کی تشکیل میں جناب عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، حافظ لدھیانوی، حافظ مظہر، صوفی فقیر افضل اور دوسرے مشاہیرِ نعت نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ یہ کارکردگی محض شعری نہیں فنّی طور پر پختہ اور تخلیقی کارکردگی تھی صنفِ نعت کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے نعت میں اپنے شائستہ اور پُر وقار لب و لہجہ سے اِس صنف کو جسے ''موضوع محض'' کہا جاتا تھا فنّی رفعتوں سے آشنا کیا اور وطنِ عزیز میں نعت کے لئے ایک بابرکت، خوشگوار اور سازگار فضا تیار کی۔

رضا کی نعت اسی نعتیہ عہدِ تجمّل آثار کی پروردہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ان کی ارادت و محبت کی کئی مظاہر گزشتہ سالوں میں سامنے آئے۔ انہوں نے تخلیقِ نعت کے ساتھ نعت کی جمع آوری کا مقدّس فریضہ بھی سرانجام دیا اور منتخبات نعت میں ایک معیاری انتخاب نعت کا اضافہ بھی کیا یہ انتخاب نعتِ جہاں اردو کے اہم نعت گو شاعروں کی تخلیقات کا ترجمان ہے وہاں علی رضا کے ذوقِ نعت کا ثبوت بھی! اب ان کا نعتیہ مجموعہ شائع ہو رہا ہے ان کی نعت جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے تازہ لب و لہجہ کی نعت ہے ان کی شعری زمینوں سے ان کے محاکات تک میں یہ تازہ کاری نمایاں ہے انہوں نے ذاتِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کے

ساتھ ان کے فرمودات اور فیضان کو بھی اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے آپؐ کے متناسبات اور متعلقات کے تذکار کو شیفتگی اور شائستگی کے ساتھ اپنی نعت کا حصہ بنایا ہے ایسے عوامل نعت کی فضا سازی ہی نہیں کرتے اس کی تاثیر میں بھی اضافہ کرتے ہیں درج ذیل اشعار دیکھئے۔

کچھ اس لئے بھی مدینے کی رہ گزر میں ہوں
کہ مجھ کو لذتِ کیفِ دوام چاہیے ہے

؎ اس گھڑی دید کے لائق تھا مرا جذبِ دروں
منہمک جب میں وہاں نعت کے اشعار میں تھا

؎ میری بجھتی ہوئی نگاہوں کو
روشنی بخشتا ہے نام اُنؐ کا

؎ ہو مرے حال پر کرم آقاؐ
بے بسی حد سے اب گُزر گئی ہے

؎ میری سوچوں میں نور پھیل گیا
دل میں اک یاد کیا اُتر گئی ہے

؎ جنھوں نے دنیا کی تیرگی میں محبتوں کے دیے جلائے
وہ مہر و اخلاص کا نشاں ہیں درود اُنؐ پر سلام اُنؐ پر

؎ حبس جاں میں اُترنے لگتا ہے
آپؐ کے شہر کی ہوا کے بغیر

؎ مغفرت کا مری وسیلہ حضورؐ
کاش میری یہ چشمِ تر ہو جائے

؎ مدحت کا ہنر مجھ کو آقاؐ نے عطا کر کے
رستہ مری بخشش کا کیا خوب نکالا ہے

؎ میں خاک بہ سر عرش کے زینے سے کہیں دور
مدت ہوئی بیٹھا ہوں مدینے سے کہیں دور

؎ ثنا نبیؐ کی ہے حرف و بیان سے باہر
فضائل اُنؐ کے ہیں حدِ گمان سے باہر

جمالِ احمد مرسلؐ سے مستنیر ہیں جو
جہان اور بھی ہیں اِس جہان سے باہر

؎ میں یہ بات کہتا ہوں برملا نہیں چاہیے
مجھے کچھ بجُز درِ مصطفیٰ نہیں چاہیے

؎ جہاں ذکرِ صلِ علیٰ سے دل نہ مچل سکیں
مرے قلب و روح کو وہ فضا نہیں چاہیے

؎ شوقِ بے حد کو آگہی بخشی
قلبِ مضطر کو دل کشی بخشی

ـ بابِ مدحت میں آپؐ نے کیسی
کیفیت مجھ کو دائمی بخشی

ـ اپنی توصیف کے لئے آقاؐ!
ہم کو تابِ سخنوری بخشی

ـ جب سے وہ شہر دل و جاں میں بسایا ہوا ہے
سبز گنبد مری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے

ـ نبیؐ کی توصیف نے سخن کو سجا دیا
کرم خدا کا ہے جس نے اِذنِ ثنا دیا ہے

ـ مرے خیالوں کا زاویہ ہی بدل گیا ہے
کسی نے باطن سے ایسا پردہ ہٹا دیا ہے

ـ میں کہ دنیا کا ستایا تھکا ہارا آقاؐ
آ گیا آپؐ کی چوکھٹ پہ دوبارا آقاؐ

ـ سنا ہے جس نے بھی، اُس نے اِسے سراہا ہے
مرے سخن میں عجب آپؐ نے اثر رکھا

ـ مجھ کو شعور نعت عطا کر دیا گیا
شکر خدا کہ وقف ثنا کر دیا گیا

ے دربار مصطفیٰؐ میں پہنچنے کی دیر تھی
ہر ایک غم سے مجھ کو رہا کر دیا گیا

ے اُس دن سے میری کوئی دعا رد نہیں ہوئی
جس روز سے زبان پہ جاری ہوا درود

ان اشعار کے فکری و جذباتی تلازمات قاری کو بھی اس فضا میں لے جاتے ہیں جو ان نعتوں کی تخلیق کا محرک بنی یوں قاری اپنے آپ کو اس ماحول کے حصّے کا ناظر اور مکین سمجھتا ہے اور اس سے جذب و گداز حاصل کرتا ہے اس کی آنکھیں ایسے اشعار کی امکانی معنوی وسعتوں کا سوچ کر بھیگ جاتی ہیں نعت کے مضامین و موضوعات میں ایسی فکری فضا سازی نئی نعت کا خاصہ ہے رضا نے اپنی کئی نعتوں میں جذب وندرت کے ایسے کرشمے دکھائے ہیں۔

صنفِ نعت سے علی رضا کی وابستگی نے اپنی شاعری میں کئی خوبصورتیاں پیدا کی ہیں قافیہ وردیف کا موزوں استعمال، نئی زمینیں کچھ ایسی زمینیں جن میں غزل سے منسوب ریزہ کاری، غزل مسلسل میں ڈھل کر ایک ہی کیفیت کو موثر طور پر ابھارتی ہے ان کی کئی نعتوں میں شیفتگی اور سرمستی کے اظہار کا تسلسل نمایاں ہے شوق کا ایسا بیان ہے جو ایک مرکزی موضوع میں علی رضا کی محبت وعقیدت کو جوڑے رکھتا ہے۔ایسی نعتوں کے شعروں کے درمیان ایک جذباتی انسلاک ہے جو قاری کے دل کو بھی حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے گرمائے رکھتا ہے۔

تخلیقی نعت نگاروں کی طرح علی رضا کی نعت کا بڑا اثاثہ بھی حضور اکرمؐ کی ذاتِ گرامی اور سیرت مبارکہ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار ہے،ظواہر پرست نعت نگاروں کے برعکس نعت سے اُن کی وابستگی رسمی اور نمائشی نہیں (دلوں کی نیتوں کی خبر اللہ تعالےٰ جانتا ہے مگر فی زمانہ بہت سی نعتیہ محافل کا احوال سن کر دکھ ہوتا ہے جہاں نعت نگاری،نعت نمائی اور نعت فروشی نظر آتی ہے)علی رضا کی نعت نام ونمود،شہرت طلبی اور کسی خاص مذہبی یا مسلکی وابستگی کے لئے نہیں ہے نعت نگاری ان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خالص اور سچّی محبت کا اظہار ہے اظہار کے عام رویّوں اور بیانیوں سے مختلف یہ اظہار ان سے جن آداب کا تقاضا کرتا ہے وہ اس کے لئے نہ صرف کوشاں

ہے بلکہ وہ اللہ تعالےٰ سے دعا گو بھی ہے کہ اُسے مدح نبیؐ کے شایان شایاں لب ولہجہ مل جائے۔ وہ ایک جگہ کہتا ہے:

خدائے لوح و قلم! مدحت نبی کے لئے
سخن کے باب میں کچھ اہتمام چاہیے ہے

علی رضا کی نعتوں میں بعض مصرعے بڑے موثر دعائیہ انداز کے ملتے ہیں جن سے اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت وارادت کا گہرا لگاؤ ملتا ہے یہ مصرعے دیکھئے۔

دل مدینے کی رہگزر ہو جائے
؎ ہمہ وقت ذکرِ نبی میں آنکھیں یہ نم رہیں
؎ اے شہر نبی! میرا ٹھکانہ یہیں بن جائے
؎ ہو مرے حال پر کرم آقا!
؎ کوئی اچھا عمل عطا ہو جائے
؎ مجھ سے عاصی کا بھرم رکھیئے خدارا آقاؐ
؎ اُن کی چوکھٹ پہ زندگی گزرے
؎ روز محشر مرا بھرم رہ جائے
؎ ہو عطا ________ نعت کا ہنر' آقاؐ

علی رضا نے اپنی نعت میں جو شعری زمینیں استعمال کی ہیں ان میں اظہار کی تازہ کاری کے امکانات ہیں۔ باہنر نعت گو جانتے ہیں کہ نعتیہ مضامین کے بیان میں جہاں کہیں حدّت کی لو نمایاں ہے اس کا بڑا سبب آہنگ اور زمینیں کی تازگی ہوتی ہے۔

علی رضا نے بھی آج کل تازہ لب ولہجہ کے حامل شاعروں کی طرح بعض خوبصورت زمینوں میں نعتیں کہی ہیں یہ مطلعے دیکھئے

میں خاک بہ سر' عرش کے زینے سے کہیں دور
مدت ہوئی بیٹھا ہوں مدینے سے کہیں دور

؎ ثنا نبیؐ کی ہے حرف و بیان سے باہر
فضائل اُنؐ کے ہیں حدِ گمان سے باہر

؎ نور کا ایسا سلسلہ اٹھا
سارا عالم ہی جگمگا اٹھا

؎ معمورۂ مداحیِ سرکار سے گُزرا
کچھ ایسے لگا عالمِ انوار سے گُزرا

؎ جمالِ گنبدِ خضرا نظر کے سامنے ہے
مرے حضور کا روضہ نظر کے سامنے ہے

؎ کوئی منصب نہ مال و زر مرے پاس
ہے اگر کچھ تو چشمِ تر مرے پاس

اچھی شاعری کا ایک وصف محاکات آفرینی بھی ہوتا ہے شاعر کی تمثالیں جتنی موثر ہوں گی اس کے شعر اتنے ہی پُر تاثیر ہوں گے۔

علی رضا کی نعتوں میں جہاں کہیں امیجر نے جادو جگایا ہے وہاں اس کی اظہار میں فنکاری کا جوہر نمایاں ہوا ہے ایک حوالے سے دیکھا جائے تو نعت میں فنی پختگی اور مہارت اسلوب کی ندرت اور تازگی کی مرہونِ منت ہے موضوع کی یکسانیت کو اظہار کی بوقلموتی اور نو بہ نو پیرایہ اظہار ہی سے معاصر شعری میلانات سے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے ___ علی رضا کے یہ شعر دیکھئے جن میں ساکن اور متحرک محاکات نے بیان کو اور خوبصورت بنا دیا ہے۔

جب مدینے کو رختِ جاں باندھا
خود قدم لینے راستہ اٹھا

؎پھر اس کے بعد تو جیسے میں آسمان پہ تھا
جب اپنے سر کو مدینے کی خاک پر رکھا

؎دل کے ظلمت کدے میں روشن ہے
آپ کا اسم جا بجا آقاؐ

؎روشنی کا وجود کچھ بھی نہیں
گنبدِ سبز کی ضیاء کے بغیر

توصیف پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صوفی حافظ محمد افضل فقیر نے بجا فرمایا کہ

؎نے فکر کی جولانی ' نے عرضِ ہنر مندی
توصیفِ پیمبر ہے ' توفیقِ خداوندی

علی رضا خوش قسمت ہیں کہ انہیں نعت کا ذوق اور اذنِ حاصل ہوا ہے اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی توفیقات میں اور اضافہ فرمائے اور وہ اپنے اس شعر کے مصداق ہو جائیں

میری پہچان اگر ہے تو ثنائے سرورؐ
میں نے دنیا میں یہی نام کمایا ہوا ہے

اللہ ان کے ذوق نعت اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ فرمائے اور وہ اردو کو ایسے کئی نعتیہ مجموعے عطا کرے میں دعاؤں کے ساتھ اس مجموعے کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ایک رباعی پر ان تاثرات کا اختتام کرتا ہوں۔

جو سعی کی اس نے ہو ثنا کی مقبول
ہر نعت ہو یوں علی رضا کی مقبول
سرکار کے دربار میں ' خلقت میں ہو
توصیف ___ پیمبر خدا کی مقبول

❖......❖......❖......❖

ذکرِ خیرالانامؐ: سیّد عبداللہ شاہ مظہرؔ

مظہر صاحب ادب کے ان خاموش کارکنوں میں سے ہیں جو گزشتہ کئی عشروں میں شہرت و ناموری کی خواہش کے بغیر شاعری کر رہے ہیں۔''بے انتساب'' اور ''بے صدا آوازیں'' جیسے غزلیہ مجموعوں کے بعد اب 'ذکرِ خیرالانامؐ' کے نام سے ان کا نعتیہ مجموعہ شائع ہو رہا ہے پروفیسر ڈاکٹر اورارشاد شاکر اعوان کے حلقہ ارادت میں مظہر کی شاعرانہ صلاحیتوں کو جلا ملی۔ سیرت کمیٹی بقہ کے تاریخ ساز سالانہ اجتماعات اور سیرت کانفرنسوں کی محوری شخصیت ہونے کے سبب ان کا رابطہ ملک کی معروف معاصر مذہبی شخصیات سے ہے۔سادات سے خاندانی نسبت اُن کے شعری سفر میں قدم قدم فیضان رساں رہی ان کی ذات میں جن بابرکت خوبصورت قرینوں نے موثر کردار ادا کیا ہے ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا اتبار سے محبت (جو سفرِ نعت کا ضروری رخت ہے) سب سے نمایاں رہی ہے۔

ان کی نعتیں سادہ اور رواں اسلوب کا حامل ہیں''از دل خیز، بردل ریزد'' کے مصداق ان کا نعتیہ آہنگ دل آویز اور پُر تاثیر ہے شاعری کا یہ عہد جو گزشتہ تین چار دہائیوں سے رواں ہے بلاشبہ اردو میں نعت کا عہد یا نعت کا زمانہ ہے سال بہ سال بیسوؤں نعتیہ مجموعے شائع ہو رہے ہیں اس چراغاں میں 'ذکرِ خیرالانامؐ' کا چراغ لے کر مظہر شاہ صاحب بھی شامل ہو رہے ہیں امّی لقبؐ کی اس محبت کا جو انہیں اپنے ہر امتی سے ہے کا قرض ہر اہل ہنر امتی کے سر ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ فنکارانہ مساعی کا بہتر سے بہتر استعمال پوری شائستگی اور خوش شیفتگی سے صنف نعت میں استعمال ہو مظہر صاحب کا ذوق نعت دیدنی اور حضور ختمی مرتبت سے ان کی شیفتگی لائق ستائش ہے نعت نہ زورِ فن کی نمائش کا نام ہے نہ جدّت اظہار کے کام لانام ہے۔ عجز و

اخلاص اس کے لوازمات ہیں جو قدرت نے مظہر کو وافر عطا کئے ہیں ان کی نعت گوئی اسی تناظر میں مطالعہ کی جائے تو بین السطّور اثر پذیری کی کئی جہات واضح ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نعت کے باب میں ان کی مساعی قبول فرمائے اور انہیں مزید توفیقات سے نوازے۔ (آمین) اس رباعی پر اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں:

'ذکرِ خیرالانعام' لے کر آیا
مدّاح و ناعتِ پیمبرؐ آیا
مقبول ہو سعی اِس ستائش گر کی
سرکارؐ! سلام کو ہے مظہرؔ آیا

❖......❖......❖......❖

دست طلب : سیّد خواجہ قطب الدین فریدی

قطب صاحب کا نیا مجموعۂ کلام زیرِ ترتیب ہے جو حمد و نعت اور مناقب پر مشتمل ہے اس میں کچھ تراجم اور قطعہ وسہرا بھی شامل ہے مولینا جامی کے نام سے منسوب نعت ؎ نسیما جانبِ بطحا گزرکن ___ معروف فارسی شاعر مولینا عبدالرحمٰن جامی کی نہیں ہے یہ سبک بندی کے کس شاعر کی ہے؟ اس کا تعین نہیں ہو سکا 'فرہنگ سخن وران فارسی' ___ میں جامی نام کے کئی شاعر ہیں مولینا جامی کے کلیات کامل مطبوعہ ایران میں کئی ایسی نعتیں ہیں جو برصغیر پاک و ہند میں مولینا جامی کے نام سے معروف نہیں اور اکثر محافل میں پڑھی جاتی ہیں مثلاً

نسیما جانب بطحا گزرکن
؎ بلبل زتو آموختہ شریں دہنی را
؎ پریشانم پریشانم زعصیاں یا رسول اللہ

اور وہ نعت جس کا مقطع ہے

؎ منم جامیؔ بندۂ کم ترینت
؎ تو جبریل بسیار دارے غلامے

یہ نعتیں معروف شاعر مولینا جامی (شواہدالنبدۃ والے) کی نہیں ہیں ___ قطب صاحب کی عقیدت نگاری (Devotional Poetry) پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ چند باتیں ہو گئیں ___ یہ تحقیق کے مسائل یہاں چھیڑنے شاید مناسب نہیں تھے لیکن ایک جملہ مقرضہ کے طور پر اس لئے آ گئے کہ قطب صاحب نے مولینا صاحب سے منسوبِ نعت (جس کی میں اوپر نشاندہی

کر چکا ہوں اور جواب تک کی گفتگو کا سبب ہے) کا سرائیکی زبان میں بڑا دلپذیر ترجمہ کیا ہے مثال کے طور پر یہ شعر دیکھئے:

صبا توں اج مدینے دا سفر کر
میڈے غم دی محمدؐ کوں خبر کر

ایہہ سِکدی جان منڈی نال لئی ونج
نبیؐ دے پاک روضے دی نذر کر

اور

جیویں حاصل شرف جامی کوں ہے پھر
اوہیں ایہہ قطب تے مولا نظر کر

قطب صاحب نے ؎ زمن بری بہ مدینہ صبا' سلام علیک
کا ترجمہ بھی خوب کیا ہے ؎ شہہ مدینہ سے کہنا صبا سلام علیک

ان کے ترجمے لفظی نہیں معنوی ترجمانی کے ذیل میں آتے ہیں۔ ترجموں کی کئی قسمیں ہیں لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ، منظوم ترجمہ، شعر سے شعر میں ترجمہ اور اب مشینی ترجمہ بھی جو حال ہی میں اردو سے متعارف ہُوا ہے۔ انہوں نے ترجمے میں اپنے جذبات و احساسات کو بھی آمیز کیا ہے اور لفظی ترجمانی کی بجائے ترجمہ کی جانے والی شاعری کے مضمون کو پیش نظر رکھا ہے یوں بھی شاعری کا ترجمہ نثر کی نسبت مشکل ہوتا ہے۔ شاعری کی ترجمانی میں پہلا مقصد قطب صاحب کے نزدیک اپنی زبان میں ان محسوسات و خیالات اور مشاہدات و تجربات کی باز آفرینی ہے جن سے شاعر گزرا ہے قطب صاحب کے ترجمہ میں ان کی سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و شیفتگی کا شامل ہونا فطری بات ہے قطب صاحب نے دونوں شعر پاروں کا ترجمہ کھلے ڈھلے انداز میں کیا ہے اور محسوسات کی ترجمانی میں اپنے جذبات کی آنچ بھی شامل کر دی ہے۔

قطب کی نعتیہ شاعری کی نمایاں خصوصیت اُس کی سادگی ہے انہوں نے حبّ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار میں سادگی کو ملحوظ رکھا ہے مضامین و موضوعات سے اظہار بیان تک

میں قاری کو کہیں تعقیدِ لفظی یا معنوی سے واسطہ نہیں پڑتا قطب کی نعتوں میں سلاست اور سادگی نے جو تاثیر پیدا کی ہے وہ لائق تحسین ہے یہ شعر دیکھئے۔

تو ایک اپنے کرم سے ہی بخش دے مجھ کو
کہ ہو چکا ہے مرا نامہ عمل کالا

؎ تری جناب میں دستِ طلب کیا ہے دراز
کہ دَر سے تُو نے سوالی کبھی نہیں ٹالا

؎ طے کیا کرتا ہوں یوں شہر مدینہ کا سفر
کارواں کے ساتھ گردِ کارواں ہوتا ہوں میں

؎ سب تاجدار تاجِ شہی کو اتار کر
پیشِ حضورؐ اپنی جبینوں کو خم کریں

؎ جس ذات کے صدقے ہیں کرم کی بھی امیدیں
مخدومۂ کونین ہے وہ سیّدہ زہراؓ

؎ ہے اک حسن جہاں پر خط کشیدہ
جمالِ مصطفٰے میرا عقیدہ:

اردو شاعری میں نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف کی مقبولیت کا بڑا سبب اس محبت کا شائستہ اظہار ہے جو ہر امتّی آپؐ سے رکھتا ہے نعت نگار اس صنف کے آداب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب اپنے جذبات و محسوسات کا اظہار کرتا ہے تو اس سے شاعری میں تاثیر کے ساتھ دلآویزی از خود پیدا ہو جاتی ہے یہ محبت جتنی سچی ہو گی اظہار اتنا دلآویز اور پُر تاثیر ہو گا اردو

نعت کے معاصر منظر نامے میں دوسرے شاعروں کے ساتھ قطب کی سعیٔ جمیلہ بھی شامل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار کے کئی مضامین ان کی نعتوں میں نمایاں ہیں۔ مدینہ شریف سے محبت، وہاں حاضر کی تمنا اور زندگی بسر کرنے کی آرزو، آپؐ کی پیغام، فیضان اور آپؐ کی ذات اور سیرت کے مختلف پہلو قطب کی نعتوں میں بیان ہوئے ہیں۔

نعت کی صنف ذات وسیرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سے متعلق ہے اس مدح کا باعث آپؐ کا اسوۂ حسنہ ہے جو انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ ہے نعت کے اس مرکزی موضوع میں آپؐ کے فرمودات، آپؐ کا پیغام، آپؐ کی احادیث، آپؐ کا کردار، سیرت طیبہ کے ساتھ، امتّیوں کے لئے آپؐ کی فکرمندی، اصلاح کے لئے کی جانے والے سعیٔ مبارکہ ___ سب کچھ آجاتا ہے نعت نگاری ایک حوالے سے آپؐ کی مساعیٔ جمیلہ، دین اسلام کے لئے آپ کی خدمات (اپنے امتیوں کے لئے آپ کی مخلصانہ تگ ودو ہے جسے قرآن 'حریصٌ علیکم' سے یاد کرتا ہے) کے حضور خراج عقیدت پیش کرنے کی کوشش ہے ___ نعت نگاری کی انتہا بھی ایک کوشش ہی ہے کہ نعت کا صحیح حق کون ادا کرسکتا ہے؟ قطب صاحب نے نعت کے ذیل میں جو مخلصانہ کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور انہیں مزید توفیقات سے نوازیں (آمین) ایک رباعی پر اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

اشعار ترے نبیؐ کی الفت کے امین
افکار ترے شہرِ مدینہ کے مکین
مبروک! تری سعی، ترا دستِ طلب
وا حضرت سیّد خواجہ قطب الدین

❖......❖......❖......❖

مجلسی اندازِ نعت اور شبیر حسین ساجد کی نعت گوئی

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی قسمیں ہیں یہ قسمیں مضامین وموضوعات اور اسالیبِ بیاں کے حوالے سے ہیں مثلاً موضوعات نعت میں ایک موضوع آپ کی دنیا میں تشریف آوری کے حوالے سے ہے اس موضوع پر لکھی گئی نعتوں کو میلادیہ نعتیں کہا جاتا ہے۔ان کی ردیفوں میں عام طور پر......(آمد آمد ہے......رحمت للعالمین پیدا ہوئے ...... جہاں میں تشریف لا رہے ہیں) ایسی ہوتی ہیں جن سے آپ ؐ کے ظہورِ قدسی کے مضامین ہوتے ہیں جیسا کہ اہلِ سخن جانتے ہیں ہر فن پارے کا موضوع اور مواد اپنا ہیئتی ڈھانچہ ساتھ لاتا ہے میلادیہ نعتوں میں اس خوشی کا تذکار ہوتا ہے جو آپ کے فیضان مبارک سے زمانے کو حاصل ہوئی۔

اسی طرح آپ کے معجزات، غزوات، تعلیمات، شوقِ حج وزیارت، مدینہ شریف سے دُوری، مدینہ میں حاضری کی تمنا، مدینے میں آمد، مدینے میں قیام کی بہجت، وہاں کے آثار و زیارات کا ذکر، پھر وہاں سے وداع ہونے کی کیفیات کا بیان____ اور اس انداز کے سینکڑوں موضوعات ومضامین ایسے ہیں جنہیں ہمارے نعت نگاروں نے اپنے اپنے انداز سے قلمبند کیا ہے یہ سلسلہ تذکار آپ کی ولادت مبارک (بلکہ اس سے بھی پہلے دیگر مذہبی کتابوں میں 'رسولِ موعود' کے مبشرات کی صورت میں ملتا ہے) سے آج تک کی مذہبی، نعتیہ شاعری اور عقیدت نگاری میں ہے۔

نعت کے حالیہ سفر کے تناظر میں اگر اردو کی گزشتہ شاعری کا سرسری جائزہ اقسام نعت کے حوالے سے لیا جائے تو اصلاحی انداز نعت، سیرتی انداز نعت، تاریخی انداز نعت، سماع کے

حوالے سے لکھی گئی نعتیں وغیرہ، کئی اقسام کی نعتیں تخلیق ہوئی ہیں نعت کی ایک طرز ایسی بھی ہے جس کا لب ولہجہ مجلسی ہوتا ہے جو عموماً نعت خوانوں کے لئے لکھی جاتے ہیں جن میں الفاظ کا استعمال ان کے آہنگ، لے، ترنم اور موسیقی کی بنیاد پر ہوتا ہے ایسی نعتوں میں نغمگی سے لبریز لفظ ملتے ہیں، زبانوں پر چڑھ جانے والی آسان بحریں اور شعری زمینیں، سادہ مگر عقیدت سے بھرے ہوئے مضامین جو عام فارسی اور سامع کی سمجھ میں آجائے اور زبان پر فوراً چڑھ جائیں۔ یہ انداز علمی انداز لغت سے مختلف ہوتا ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ عبدالعزیز خالد اردو ہی نہیں عربی فارسی اور دوسری زبانوں کے نعت گوشاعروں میں ایک مخترع نعت نگار ہیں سب سے مختلف اور منفرد ڈکشن کے حامل ____ جن کی شاعری اعلیٰ علمی حوالوں سے مزیّن ہوتی ہے اپنے منفرد اسلوب کے لحاظ سے جن کا کوئی ثانی نہیں اور جن کی یک کتابی طویل نعتیہ نظمیں فارقلیط، منحمنا، عبدہ، طاب طاب، حاط حاط اور حمطایا وغیرہ اردو ہی نہیں پوری تاریخِ نعت کا اعلیٰ سرمایہ ہیں ان نعتوں کا تذکار تحقیق وتنقید نعت اور اہلِ علم میں ہوتا ہے نعت کا ذوق رکھنے والے عام قارئین اور سامع بلاغت اور مضمون آفرینی کی اس سطح پر نہیں پہنچ سکتے جو ان نعتوں کے تخلیقی پس منظر میں نمایاں ہے ____ دوسری طرف ہمارے معاشرے میں اعظم چشتی، ظہوری قصوری اور صائم چشتی جیسے بیسوؤں نعت گوشاعر ایسے ہیں جن کی نعتیں لاکھوں لوگوں کو نہ صرف ازبر ہیں بلکہ وہ ان کے معمولات کے تذکار کا حصہ ہیں۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ سارے انداز نعت کے نمایاں اور ضروری انداز ہیں اسالیب کے اسی تنوّع میں نعت کا حسن ہے لکھنے والوں کی سینکڑوں قسمیں ہیں جس طرح مختلف لوگ مختلف طرح محسوس کرتے ہیں اسی طرح ان کے بیان کے پیرائے بھی مختلف ہے۔ ایک شاعر کے اندر وقت اور موقع ومناسبت کے لحاظ سے بیسوؤں پیرایہ ہائے بیاں کارفرما ہوتے ہیں ؎ 'یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ' کہنے والے علامہ اقبال ؎ ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا ___ کے لب ولہجہ میں بھی بات کرتے ہیں فی نفسہ کوئی اسلوب نعت کے لئے خاص نہیں ہے۔ ہر نعت نگار

موقع ومحل اوراپنے مزاج کے اعتبار سے اپنا ایک اسلوب رکھتا ہے۔

معذرت خواہ ہوں کہ شبیر حسین ساجد کی نعت پر گفتگو سے پہلے تمہید ذرا طویل ہوگئی ہے دراصل ان کی نعت کا جواپنا ایک خاص انداز ہےاوراس کا تعلق مجلسی انداز نعت کے اس رخ سے تعلق رکھتا ہے جومجالس سماع میں پسندیدہ ومرغوب ہوتا ہے۔

مَیں نے اپنے مقالہ 'اردو میں نعت گوئی' (برائے پی ایچ ڈی) کے آخر میں ایک مختصر ضمیمے کے عنوان 'فلمی وغیر فلمی نعتیہ ریکارڈ اور فلمی طرزوں پرلکھی گئی نعتوں کا جائزہ' میں اس انداز کی نشاندہی کی ہیں۔

ایسا اندازِ نعت عوام الناس میں زیادہ مقبول ہوتا ہے معروف ومقبول طرزوں پر جونعتیں لکھی جاتی ہیں ان کے آہنگ ،طرزیں اور دھنیں ریڈیو، ٹیلی ویژن پر پیش کی جانے والی غزلوں اور فلمی گانوں سے بھی اخذ کی جاتی ہیں ____ اس انداز کا چلن قریب قریب ایک صدی پرانا ہے ۔پرانے لوک گیت ،ٹھمریاں، بھجنوں کے بول اور فلمی گانوں کی طرز پرلکھا ہوا یہ نعتیہ کلام آج سے قریباً آٹھ دہائیاں قبل ذرائع ابلاغ عامہ کی پسند کے بہت قریب تھا کسی فلم کا جو گیت معروف ہوتا مارکیٹ میں فوراً اسی دھن میں ''نعت بطرز گیت''قسم کے کتابچے آجاتے اس سے نعت خوان نعت کی دھن بنانے کی ریاضت سے بچ جاتے انہیں بنی بنائی دھن مل جاتی اس آہنگ پرآسانی کے ساتھ نعتیہ مضامین وموضوعات آمیز کردیئے جاتے اور یوں دو چار مجلسوں میں پڑھنے کے بعد فلمی گانے کی طرح وہ نعت بھی دور دور تک عوام میں پھیلی جاتی اس کی ایک مثال میں نے اسی اوپر دیئے گئے ضمیمے میں کندن لال سہگل کے معروف فلمی گانے

غم دیئے مستقل

کتنا نازک ہے دل

یہ نہ جانا ____ ہائے ہائے یہ ظالم زمانہ

(فلم شاہجہان)

کی طرز پر لکھی ہوئی اس نعت کا حوالہ دیا تھا

یا حبیب خدا
یا نبی مصطفےٰ
للّٰہ آنا ــــــ میری بگڑی ہوئی کو بنانا

واضح ہو کہ ایسا اندازِ نعت اتنا معروف تھا کہ گزشتہ صدی کی تیس یا چالیس کی دہائی میں گرامون ریکارڈنگ کمپنی کی طرف سے ایسی بطرز فلاں فلمی پر لکھی ہوئی تازہ نعتوں کے اشتہار علمی و ادبی رسائل میں شائع ہوتے تھے۔ گزشتہ صدی کی چالیس کی دہائی میں شائع ہونے والے معروف اخبار روزنامہ 'انقلاب' لاہور کی اشاعتوں میں ایسی اشتہار دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہ انداز نعت کسی نہ کسی صورت میں آج بھی جاری ہے اس انداز میں نعت لکھنے والے ــــ نعت پڑھنے والے اور ایسی نعتوں سے لطف اندوز والوں کی تعداد سینکڑوں ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہے ایسی نعتوں کے انداز اور مضامین و موضوعات پر شرعی اور فقہی حوالے سے ہمیشہ بات ہوتی رہی ہے۔ سنجیدہ اہلِ نظر اس طرح کے فلمی لب و لہجہ کو نعت کے موضوع کے آداب و احترام کے منافی سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نعت فلمی طرز کی کسی مقبول دھن کے درجہ پر آئے گی تو غیر شعوری طور پر اس میں فلمی گانوں سے وابستہ تاثرات بھی شامل ہو جائیں گے اور یوں نعت کی فضا میں کئی غیر سنجیدہ تلازمات در آئیں گے ــــ یہ خدشات اپنی جگہ صحیح ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ''نعت بطرز......'' کی قسم نے نعت کی صنف کو معروف کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔

ایسے انداز نعت سے وابستہ شاعروں میں سے بعض نے ایک درمیانی راستہ بھی نکالا اور وہ یہ تھا کہ قوالیوں اور سماعی مجالس کے لئے بعض عوامی دھنوں میں نعتیں لکھیں ــــ یا یوں کہئے کہ قوالی کرنے والوں نے اپنی آسانی کے لئے بعض نعت نگاروں کے کلام کو فلمی یا قوالی کی طرز پر گا کر مقبولیت حاصل کر لی۔ ریکارڈوں کی جگہ مجالس سماع میں ایسے اندازِ نعت کو نسبتاً آسانی سے قبول کر لیا گیا۔

شبیر احمد ساجد کی نعتیہ شاعری اپنے جملہ اوصاف کے ساتھ اس لحاظ سے بھی نمایاں ہے کہ ان نعتوں کا انداز بیاں گلوکاری، قوالی یا یوں کہئے مجلسی اسلوب نعت کے قریب ہیں۔ساجد کی نعت کا نمایاں وصف اس کے پیرایہ اظہار کی سادگی ہے یہ سادگی یک رخی نہیں ہمہ پہلو ہے جو اُن کے الفاظ، تراکیب، ردیف و قافیہ اور بحور و اوزان تک میں پھیلی ہوئی ہے جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے عوام کے ذوقِ نعت میں جو عناصر کارفرما ہوتے ہیں ان سب کا تعلق سادگی سے ہوتا ہے 'از دل خیزد'، 'بر دل ریزد' کے مصداق دل سے بات نکلے اور دل میں بیٹھ جائے ایسا اندازِ نعت عوام الناس کا پسندیدہ ہے اور عوامی حلقوں میں بہت موثر____ اس سادگی کے نمونے ان کی شعری زمینوں میں دیکھئے چند مطلعے درج ذیل ہیں۔

جب مدینے کی بات ہوتی ہے
رقص میں کائنات ہوتی ہے

اے سیّدِ لولاک تری ذات کے صدقے
سچ بات تو یوں ہے تری ہر بات کے صدقے

کرم کی اک نظر سرکار عالی یا رسول اللہ
کھڑے ہیں آپ کے در پر سوالی یا رسول اللہ

سرور کونین کی کیا بات ہے
کیا خوب کیا حسین مدینے کی بات ہے

ان نعتوں میں ردیف کی سادگی و سلاست ساجد کی نعتوں میں تاثیر کا باعث بنی ہے جب ایسی نعتیں لحن سے مجالس میں پڑھی جاتی ہیں تو محفل بھی شاعر کے ساتھ ہم آواز ہو جاتی ہے ذات

کے صدقے ___ کیا بات ہے مدینے کی اور خصوصاً سرکار عالی یا رسول اللہ میں 'یا رسول اللہ' کے الفاظ ہر سامع کی زبان پر آ جاتے ہیں یوں محفل کے ماحول میں ایک اجتماعی آہنگ پیدا ہو جاتا ہے جو تمام سامعین کو ہم آواز و ہم لحن کر دیتا ہے 'محفل کا رنگ پر آنا' کا محاورہ ایسی ہی کیفیات کی ترجمانی کرتا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے مجلسی انداز نعت میں ایسی کیفیات پیدا کرنا از حد ضروری ہے ورنہ یوں لگتا ہے کہ جیسے سٹیج پر اکیلا شاعر یا نعت خواں، نعت پڑھ رہا ہے مگر مجلسی انداز نعت میں سامعین کا نعت خواں سے ہم آہنگ ایک طرفہ تاثر ابھارتا ہے۔

بحروں، زمینوں کی سادگی اور روانی کے ساتھ ساجد کے اسلوبِ نعت کا دوسرا وصف جو دراصل پہلے وصف ہی کی توسیع ہے اُن کی نعتوں کا سادہ لب ولہجہ ہے۔ معاصر نعت میں قرآنی آیات، احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے اسمائے گرامی کا عام استعمال ملتا ہے۔ ساجد کے ہاں عربی تراکیب الفاظ، اسمائے مبارکہ اور قرآنی حوالہ جات کے براہ راست استعارے کی بجائے ان کے مفاہیم اور ان سے متعلقہ تلازمات نے ان کی نعت کی فضا کو عمومی اندازِ نعت کے قریب رکھا ہے اُن کی نعت گوئی کا مقصد بھی یہی ہے کہ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی عقیدت ان کے سامعین کے دلوں تک بھی ویسے ہی پہنچے جیسے وہ محسوس کر رہے ہیں یوں ساجد کی نعت گوئی جذبات کی ترسیل اور عشق رسولؐ کی روشنی کو دوسروں تک پہنچانے کی مبارک سعی ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے:

یوں سارے نبی صاحب اعجاز ہیں لیکن
اے سرور دیں تیرے کمالات کے صدقے

ملتی نہیں حضور کے اخلاق کی مثال
دیتے ہیں دشمنوں کو دعا، سن کے گالیاں

غلاموں کی خبر رکھتے ہیں آقا
وہ آقا ہی نہیں، جو بے خبر ہو

جبریل چھو سکا نہ تری گرد راہ کو
ادراک و عقل دنگ ہیں تیری اڑان پر

نہ تم سے کوئی اوّل تھا نہ تم سے کوئی آخر ہے
مسلّم ہے تمہاری بے مثالی یا رسول اللہ

ساجد کی سادگی بیان سے شائقین نعت کے لئے کئی ایسے سیرتی خصائص عام فہم ہو گئے ہیں جنہیں ہمارے بعض نعت نگاروں نے بڑے شکوہ اور بلیغ انداز میں پیش کیا ہے یہ صنف نعت کی برکت ہے کہ اسے ہر اسلوب اور انداز بیان کے شاعر دستیاب ہیں اور تمام محبان رسولؐ اپنے اپنے ذہن اور ذہنی استعداد، مہارت و تجربہ کے مطابق نعت گوئی کر رہے ہیں۔

ساجد کی نعت میں اہل بیت، صحابہ کرام اور اولیائے عظام کا تذکار بھی ملتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت وعقیدت کا ذکر کرتے ہوئے وہ اس ماحول اور ان شخصیات مبارکہ کا بھی ذکر کرتے ہیں جن میں آپ نے تبلیغ اسلام کے سفر کا آغاز کیا اور جن کی رفاقت میں اپنی عمر مبارک گزاری اور جو دین اسلام کی سر بلندی اور عظمت کے لئے ساری عمر کوشاں رہے درج ذیل اشعار دیکھئے جن میں ساجد نے صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیائے کرام کے تذکار کے ساتھ نعتیہ جذبات وخیالات کو آمیز کیا ہے۔

صدقہ حسنؓ حسینؓ کا خیرات دیجئے
در پر کھڑے ہیں آپ کو منگتے پکار کے

کرم ہو مجھ پہ حضرتؐ صدقہ مقبولانِ داور کا
ابوبکرؓ و عمرؓ کا حضرتِ عثماںؓ کا حیدرؓ کا

میرے عیبوں پہ پردہ ڈال دیجے یا رسول اللہ
حسیں کملی کا صدقہ واسطہ زینبؓ کی چادر کا

دنیائے ہست و بود میں تو نور کا شجر
زہراؓ ، علیؑ ،حسینؑ وحسنؑ تیری ڈالیاں

صدقہ حسن حسین کا خیرات ڈال دے
بھر دے مراد سے مرے ہاتھوں کی تھالیاں

گنجِ شکر کے عرس میں آتے ہیں جب حضورؐ
کھلتا ہے در بہشت کا بجتی ہیں تالیاں

شہنشاہ مدینہ ہو عطا حسنینؓ کا صدقہ
کہ مدت سے مری جھولی ہے خالی یا رسولؐ اللہ

ان اشعار میں ایک حوالے سے منقبت صحابہ واہل بیت اور مدح اولیا بھی ساجد کے نعت گوئی کا حصہ بن گئی ہے۔

ساجد کی نعت میں محاکات کا انداز بھی قابل ذکر ہے انہوں نے اپنی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کے اظہار میں تمثال گری سے بھی کام لیا ہے اور لفظوں کے

ذریعے نعتیہ خیالات ومحسوسات کی تصویریں پیش کی ہیں یہ چند مثالیں دیکھئے: ان اشعار کو دیکھئے جنہیں پڑھتے ہیں ہمارے ذہن میں وہ مناظر پھر جاتے ہیں جن کا ذکر ان اشعار میں گیا گیا ہے۔

دونوں جہاں کی نعتیں ہیں اس کے ہاتھ میں
ہیں جس کے ہاتھ میں ترے روضے کی جالیاں

کرم کی اک نظر سرکارِ عالی یا رسولؐ اللہ
کھڑے ہیں آپؐ کے در پر سوالی یا رسولؐ اللہ

ساجد نے ہندی اصناف سخن اور موسیقی کے بعض آہنگوں میں بھی نعت کہی ہے مجالس نعت اور محافل میلاد میں ایسا پیرایہ نعت بھی بہت معروف اور پسندیدہ رہا ہے ان کے مجموعہ نعت میں درج ذیل مصرعوں سے شروع ہونے والی نعتوں میں یہ انداز نعت نمایاں

کالی کملیا والے سارے عالم سے نرالے
دو جگ کے سلطان

جاؤں میں تیرے قربان
کملی والے پیا___ تیرے در کا گدا ہوں میں

تاجدارِ حرم، ہو نگاہِ کرم
کب سے در پر پڑا ہوں میں

لاگی جو توسے نجریا مدینے والے
اپنی راہی نہ کھبریا یا مدینے والے

من کی بگیا میں آئی بہار
پیا مورے آج آئے رے

کر کے ناچوں میں سولہ سنگھار
پیا مورے آج آئے رے

واضح ہو کہ ساجد کے گیتوں کا آہنگ ایسے کلام میں عروض کی بجائے لے اور دھن کے مطابق ہے انہوں نے ایک معروف گیت...... میں نے پوچھا چاند سے کہ دیکھا ہے کہیں' میرے یار سا حسیں

میں نے پوچھا چاند سے کہ دیکھا ہے کہیں' میرے یار سا حسیں
چاند نے کہا چاندنی کی قسم، نہیں......نہیں......نہیں

ساجد نے مکھڑے میں یوں تبدیلی کر کے اس کو نعت کا رنگ دیا ہے:

میں نے پوچھا حُسن سے کہ دیکھا ہے کہیں، سرکار سا حسیں
حُسن نے کہا دلبری کی قسم ، نہیں......نہیں......نہیں

ایسے کلام کا وزن لے اور دُھن کے مطابق ہے۔ ہندی آمیز ایسی دھنوں کے علاوہ ساجد کی نعت میں بعض ایسے خیالات بھی در آئے ہیں جو اہل شریعت کے نزدیک محل نظر میں مگر کہیں کہیں جن کا بعض صوفیانہ اور عارفانہ شخصیات کے فرمودات، مکاتیب، افکار اور اشعار میں عکس ملتا ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے:

یہ بھید وہ سمجھا ہے کہ جو اہل نظر ہے
باطن میں وہی آپ ہے ظاہر میں بشر ہے

میں خود حجاب ہوں انہیں کس منہ سے میں کہوں
جلوہ دکھاؤ میم کا گھونگھٹ اتار کے

احمد کے احد میں کا سمجھوں
یہ کون ہے میم کی چلمل میں

ہماری گزشتہ صدی کے آغاز کی نعتیہ روایات میں ہمیں ایسے افکار کہیں کہیں ملتے ہیں 'ہمہ اوست' اور 'وحدت الشہو دٗ سے تعلق رکھنے والے بعض اولیائے کرام سے ایسے ارشادات موسوم ہیں لیکن نعت کے ادب واحترام کے تقاضے کے تحت ایسے خیالات جس میں عقیدہ کے مجروح ہونے کا احتمال ہواُن سے اجتناب ضروری ہے۔نعت کے سنجیدہ قارئین نے ایسے طرز اظہا کے بارے میں ہمیشہ اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔

بہ حیثیت مجموعی ساجد کی نعت گوئی آج کی مجالس نعت میں پڑھی جانے والی پسندیدہ اور معروف طرزوں میں کی جانے والی شاعری ہے بطور نعت گوشاعر ساجد نے اپنی نعتوں کو جوشعری آہنگ دیا ہے نعت خواں ان کا صوتی رشتہ معروف فلمی گانوں سے بھی جوڑ سکتے ہیں اور عوام کو خوش کرنے کے لئے اس کلام کو اسی لہجہ ولحن میں بھی بڑھ سکتے ہیں ___ مگر کتاب کی اشاعت کے وقت اس کلام کی پیشکش چونکہ عروضی آہنگ کے مطابق ہوئی ہے اس لئے قارئین کا اسے بطرز فلمی کے لحن میں پڑھنا ضروری نہیں ___ ساجد نے سادہ لحن وآہنگ میں آج کی مجلسی انداز نعت میں اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے مجھے یقین ہے کہ ان کی کتاب کی پذیرائی کی بھی اس طرح ہوگی جس طرح مجالس میں ان کی نعتوں کو نعت خوانوں کے لب ولہجہ میں سنا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شبیر احمد ساجد کی نعت کے ضمن میں کی جانے والی مساعی کو مشکور فرمائے ان کی بشری کمزوریوں سے درگزر کرتے ہوئے انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے(آمین)۔آخر میں دو رعبایاں ایک اس کتاب کی مرتبہ عزیزی میمونہ ثاقب کے لئے اور ایک شبیر حسین ساجد مرحوم کے لئے:

تکریم کرے جہاں تری خواہش کی
مقبول ایزدی ہو جو کاوش کی
ساجد کے فکر و فن کے بارے میں
میمونہ ثاقب نے جو کوشش کی

شائستہ طرزوں سے جینے کی بات
بہجت زا' دل خواہ' قرینے کی بات
شبیر حسین ساجد آتا ہے یاد
جب ہوتی ہے دوست! مدینے کی بات

❖……❖……❖……❖

معجزہ معجزات سے پہلے: اعجاز فیروز اعجاز

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت اور تاریخ کئی صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ ہر زبان اور ہر دَور کے نعت نگاروں کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ نعت کی صنف میں اپنی تخلیقی جوہر کا بہتر سے بہتر استعمال کریں۔ عربی، فارسی اور اردو نعت نگاروں کی روائت میں ندرت اور جدّت کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ موضوع اور مضامین کے اظہار میں مختلف شاعروں کے اسالیب اور انداز بیاں میں طرح طرح کی کوششیں کارفرما رہی ہیں۔ ایسی کوششوں میں ایک کوشش آپؐ کے اسمائے مبارکہ کو منظوم کرنے اور انہیں نعت میں استعمال کرنے کی ہے اس کوشش کو اظہار عام طور پر یوں ہُوا ہے۔

ا۔ آپؐ کے اسماء کو مسلسل کسی نظم، غزل کی ہیئت، رباعی یا کسی دوسری صنف میں منظوم کر دیا گیا ہے اس میں نعت نگار اپنی طرف سے کوئی لفظ شامل نہیں کرتا۔ سوائے و، 'ال' (الف لام) اور 'یا' وغیرہ کے جو مصرع کی ساخت کو برقرار رکھنے کے لیے ہوتا ہے (یعنی ضروریات شعری کے لئے) ورنہ آپؐ کے اسمائے مبارک کی جمع آوری ہی نعت کے اس اسلوب اور قرینہ کو پورا کر دیتی ہے۔

مثلاً:

مزّمل و مدّثر و یٰسین و تہامی
امّی و رحیم، احمد و محمود و محمّد

وغیرہ ـــــ اس طرح آپؐ کے اسمائے گرامی کم و بیش تمام منظوم ہو سکتے ہیں۔

۲۔ آپ کی اسمائے مبارک کو منظوم کرنے کی دوسری کوشش یہ ہوئی ہے کہ آپؐ کے کسی نام کو ردیف بنا کر اس پر نعتیہ اشعار (قطعہ یا غزل کی صورت میں) لکھ دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ ایک قسم یہ ہے کہ آپ کے کسی اسم مبارک کو ردیف رکھ کر اس کی تشریحات کو منظوم کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً آپؐ کا ایک اسم مبارک ختم رسل ہے تو اس کو ردیف بنا کر نعت لکھ دی جاتی ہے تو ہر شعر میں آپ کا یہ اسم گرامی بھی آ جاتا ہے اور دوسرے مصرعوں میں اس اسم مبارک کے تلازمے اور دوسری معنوی پرتیں آ جاتی ہیں۔
شافع محشر کے نام کا ایک مطلع دیکھئے:
جیسے

چشم کرم، رحمت لقب اے شافع محشر
تکتے ہیں تری سمت سب اے شافع محشر

یوں ہر شعر کے آخر میں شافع محشر آئے گا اور اس نام کی برکت اور معنویت کی تکرار ہوتی رہے گی۔

۴۔ ایسی نعتوں کا ایک انداز یہ ہے کہ آپؐ کے اسم مبارک کی تشریح کر دی جاتی ہے۔ قطعہ یا غزل کی صورت میں ____ شعر وار اسی اسم صفت کی مختلف معنوی پرتوں کو نعت کا موضوع بنا دیا جاتا ہے یا یوں سمجھے کہ رحیم، کریم، روف، یٰسین وغیرہ کسی ایک اسم کو عنوان بنا کر چھ سات شعروں کی نظم لکھ دی جاتی ہے۔

۵۔ پانچویں صورت یہ ہے مختلف مضامین و موضوعات کی حامل نعتوں پر آپؐ کے اسمائے مبارک میں سے کسی ایک کو عنوان کے طور پر اوپر درج کر دیا جاتا ہے۔ اس نام کے مفہوم و مطلب کا پوری نعت کے مضمون و موضوع سے ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں یعنی رحیم کے عنوان والی نعت پر شاہدؐ بھی درج کر دیا جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں

پڑتا اگر چہ معنوی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسمائے مبارکہ کے تلازمات میں ایک معنوی ربط بالواسطہ یا بلا واسطہ، بظاہر یا بین السطّور موجود ہوتا ہے۔مگر پوری نعت کے عنوان کے طور پر کسی اسم مبارک کی موجودگی کا زیادہ تعلق برکت وفضیلت کے خدمات ہی کی ترجمانی کرتا ہے۔

اردو نعت میں آپؐ کے اسمائے گرامی کو مذکورہ بالا اسالیب و انداز ہی میں استعمال کیا گیا ہے ____ گزشتہ ایک دو دہائیوں میں کئی ایسی کتابیں شائع ہوئی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور حضور اکرمؐ کے اسمائے مبارکہ کو حمد و نعت کا موضوع بنایا گیا۔مثلاً

O اسماء النبیؐ (ع س مسلم) لاہور

O اسماء النبیؐ (صدفِ ضمائر میں) (ع س مسلم) لاہور

O اللہ (نسیم خاں سیما) ماہوزا، فیصل آباد، ۲۰۱۸

معجزہ ___ معجزات سے پہلے ____ اعجاز فیروز اعجاز کا نعتیہ مجموعہ ایسی کتابوں میں ایک تازہ اضافہ ہے۔

اعجاز کی نعتیہ کلام کا یہ مجموعہ ایک حمد، آٹھ دعائیہ، حمد یہ اردو رباعیات و فارسی قطعات اور ۹۹ نعتوں پر مشتمل ہے ___ یہ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں اور کم و بیش چھ چھ سات سات نعتیہ اشعار پر مشتمل ہیں ___ ان نعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اسمائے گرامی کو عنوانِ نعت بنایا گیا ہے وہ یہ ہیں

مَحمُود	صلی اللہ علیہ وسلم	لکھنے تھے معجزات، قلم بولنے لگا
حَامِد	صلی اللہ علیہ وسلم	یہ زندگی ہے ذرا احتیاط سے گزریں
شَاھِد	صلی اللہ علیہ وسلم	ہر سمت احتشامِ محمدؐ کی بازگشت
ھَادٍ	صلی اللہ علیہ وسلم	عظمت کے سلسلے ہیں، محبت کے سلسلے
یٰس	صلی اللہ علیہ وسلم	بندگی کی سر بلندی آپؐ کی سطوت سے ہے

کَلِیم	ﷺ	چمک سے بڑھ کے، کسی آفتاب سے بڑھ کر
حَرِیص	ﷺ	میم ، ح ،میم ، دال، لکھتا ہُوں
طَاہِر	ﷺ	بنا رحمتوں کا شجر اُن ؐ کا روضہ
مُتّقی	ﷺ	سبقتِ کامل کہوں یا رحمتِ کامل کہوں
حَقّ	ﷺ	ذکرِ نبیؐ ہے دِل میں تلاوت لبوں پہ ہے
مَکّی	ﷺ	درُود کا ہے وظیفہ زبان پر ہر دم

اسی انداز میں ننانوے نام میں جن کی نشاندہی اس کتاب کی فہرست میں کی گئی ہے

چند اسماء کی فہرست کو درج کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ قرآن مجید، احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ملّت اسلامیہ کی علمی و مذہبی روایات، کتب اور صوفیانہ ملفوظات و آثار سے ملنے والے اسمائے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ننانونے سے کہیں زیادہ ہیں۔اس حوالے سے فیصل آباد کی معروف شخصیت صوفی برکت صاحب کی مرتب کردہ کتاب 'اسمائے نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم' جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اس میں آپؐ کے اسماء کی تعداد اٹھارہ سو سے زیادہ ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز میں نفیس میٹ کاغذ پر چار رنگوں میں چھپی ہے اس کی خطاطی معروف خطاط یوسف سدیدیؒ کی ہے ہر اسم کو ایک طغرا کی طرح عنوان بنا کر نیچے اس سے منسوب احادیث و کتب آثار کا حوالہ دیا گیا ہے۔عربی، فارسی اور اردو میں اس انداز کی متعدد چھوٹی بڑی کتابیں ہیں جن میں آپؐ کے اسمائے گرامی کو معمولات کے وظائف کے لئے بھی مرتب کیا گیا ہے۔

اردو نعت میں آپؐ کے اسماء کا موضوع خوبصورت اور دلپذیر موضوع ہے آپؐ کے اسماء دراصل خود چھوٹی چھوٹی بلیغ مفاہیم کی حامل نعتیں ہیں ایک ایک نام کی تشریحات وتوضیحات پر مفسّرین نے مضامین ومقالہ جات لکھے ہیں جن میں اس اسم کے لغوی مفہوم سے لے کر اس سے وابستہ تلازمات، کیفیات، مشاہدات اور اس اسم کے ذکر واذکار کے اثرات تک تفصیل سے ذکر ملتا ہے۔صوفیائے کرام کے ملفوظات میں ان سے وابستہ کئی ایسی تحریریں ہیں جن میں ان اسمائے

مقبول کی مشاہداتی کیفیات بھی بیان کی گئی ہے۔ان اسمائے کے وِرد، گردان، تسبیح اوران کے نتائج واثرات کو ہمارے نعت نگاروں نے اپنی نعتوں کا موضوع بھی بنایا ہے، پیشتر کے کہ میں 'معجزہ معجزات سے پہلے' پر اظہار خیال کروں میں اپنی ایک نعت مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں____[مَیں اس مداخلت کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن اسم رسول اکرمؐ کے خیال سے پیدا ہونے والے تلازمات کے وہ فیض و برکات (جو نعتیہ اظہار کا حصہ بن جائیں) کی نشاندہی یہاں شاید اتنی غیر متعلقہ بھی نہیں]۔یہ نعت دیکھئے:

مراقب ہو کے جب صلِّ علیٰ کا ورد کرتا ہوں حد امکان تک اسمِ محمدؐ پھیل جاتا ہے
سراپا روشنی میں ڈوب جاتا ہے ہر اک جانب فضا میں یوں جمالِ نورِ احمدؐ پھیل جاتا ہے!

وجود اپنا ہواؤں میں، فضاؤں میں، خلاؤں میں، مجھے یوں چاروں جانب پھیلتا محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے دائرہ در دائرہ ہر سو کوئی نقطہ خود اپنی ذات کے مرکز سے بے حد پھیل جاتا ہے

طراوت، حسن، زرخیزی، سبھی الفاظ اس اک نسبتِ نورانیت سے معتبر محسوس ہوتے ہیں
زمانے بھر کی شادابی نظر کو ڈھانپ لیتی ہے، مرے احساس پر یوں سبز گنبد پھیل جاتا ہے

''نفخت فیہِ من روحی'' کی خوشبو کا سمندر گھیر لیتا ہے، بُن ہر مُو پکار اٹھتا ہے ''یا اللہ''
مہکتا ہے ازل کی صبح کا مستور نافہ، جسم کے زندان کا نور مقید پھیل جاتا ہے

تجلی کے ذخائر ہیں، سکینت کے جزائر ہیں، عجب نوری مناظر ہیں، بڑے روشن دوائر ہیں
یہ کس ہستی کے ناظر ہیں؟ یہ کس محفل میں حاضر ہیں؟ جہاں اعصاب تک میں نورِ احمدؐ پھیل جاتا ہے

گنہ مٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، رگ و پے میں سکینت کے سکوں پرور اجالے تیر جاتے ہیں
تصور میں ترے نعلینِ پا کو چومتا ہوں جب، مرے ہر سانس میں اک نور سرمد پھیل جاتا ہے

وہ کیسا سائباں ہے؟ جس کی رحمت بار چھاؤں کی اماں میں رفتہ و امروز و آئندہ کی نسلیں ہیں؟
خیال آتا ہے جب محشر کی گرمی کا، دل و جاں پر گھٹا بن کر شفاعت کا وہ برگد پھیل جاتا ہے

سمٹ جاتا ہے دنیا کا ہر اک منظر، رسولِ پاکؐ کے اسم گرامی کے تجلی بار حرفوں میں
زمیں کی وسعتوں اور آسماں کی بے کراں پہنائیوں میں ہر طرف میمِ مشدّد پھیل جاتا ہے

وہ کیسا در ہے؟ جس پر مانگنے والا بحمداللہ جہاں سے بے نیاز اور صاحب توقیر ہوتا ہے
صدا دینے سے بڑھ جاتی ہے عزت مانگنے والے کی، سائل کی انا کا قامت و قد پھیل جاتا ہے

خدائی تیرتی ہے نورِ احمدؐ کی سیاہی میں، سیاہی وہ جو روشن ہے کروڑوں سورجوں سے بھی
ہمہ موجود و امکاں کو وہ نورانی سیاہی ڈھانپ لیتی ہے کچھ ایسے نورِ احمدؐ پھیل جاتا ہے

وہ جس پل چشم بند و گوش بند و لب بہ بند اعلان ہوتا ہے تہہ جاں کی کسی اقلیمِ حیرت سے
بن ہر مُو مشاہد ہو رہا ہوتا ہے اس پل سرّ حق کی ذات کا حسنِ مجرد پھیل جاتا ہے

فضا کو ڈھانپ لیتی ہے کسی نادیدہ پراسرار جنت کی خوشی، حرفوں کے نافے یوں مہکتے ہیں
لبوں پر یا محمدؐ جس گھڑی آتا ہے اس لمحے درود پاک کا نور و ماحول پھیل جاتا ہے

قریب اپنے کوئی نورانیت بہتی ہوئی محسوس ہوتی ہے تہجد کے سکینت خیز لمحوں میں
شفاعت آشنا ماحول دل کو گھیر لیتا ہے محیط روح تک احسان ایزد پھیل جاتا ہے

غلاف کعبہ کی خوشبو اترتی ہے خیالوں میں' ملائم ہونے لگتے ہیں اندھیرے ثورِ باطن کے
مجھے دیوار کعبہ اپنے رخ پر جھکتی لگتی ہے' مرے ہونٹوں پہ لمسِ سنگِ اسود پھیل جاتا ہے

اعجاز کی نعتیہ شاعری کے مضامین وموضوعات کم وبیش وہی معروف موضوعات ہے جو ہر دور کی نعتیہ شاعری کا فکری اثاثہ ہیں انہوں نے چونکہ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے اسمائے گرامی سے موسوم کیا ہے اس لئے شعوری یا لاشعوری بلکہ ارادی یا غیر ارادی طور پر آپؐ کے اسماء کی معنویت، ان کا معنوی سیاق وسباق، ان سے وابستہ تلازمات ومتناسبات کی جھلک ان کی نعتوں میں آ گئی ہے۔

آپ کی سیرت و کردار کا تذکار، شہر مدینہ سے والہانہ محبت کا اظہار، اس شہر کے متناسبات، مدینہ کی حاضری کی شدید آرزو، قرآن کریم کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا ذکر، آپؐ کی رحمت وشفاعت طلبی کی تمنا، آپؐ کی ختم رسالت، آپؐ کی شریعت مطہرہ کا فیضان، آپؐ کی عظمت، نسبت کی گفتگو، درود سلام کی کیفیات۔ صنفِ نعت کے آداب، اس صنف کے حوالے سے اپنی پہچان، زندگی نعت کے فن سے وابستہ کرنے کی خواہش، آپؐ کی شان رسالت، انسانیت کے لئے آپؐ کی خدمات ورہنمائی کا فیضان وبرکت، آپؐ کی مبارک آمد سے دنیا میں ظاہر ہونے والا انقلاب، آپؐ کی بندگی آثار روّیے۔ یہ ____ اور اس انداز کے دیگر سینکڑوں مضامین، اعجاز کی نعتیہ شاعری میں قرینے سے بیان ہوئے ہیں ان کے درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

اعجازِ مصطفیٰؐ سے زمانے کو یُوں لگا
اللہ نے جہان کو دارُالاماں دِیا

شفیع المذنبیں، خیرالوریٰ، خیرالبشر ہیں وہؐ
گواہی کے اِسی اعجاز کا اقرار ہو جائے

جو ندامت سے جھُکا، وُہ معتبر ہو کر اُٹھا
دِل سے جو رویا، مقدّر کا سکندر ہو گیا

چشمِ گریہ میں ندامت کے سِوا کچھ بھی نہیں
خود شفاعت ہیں نبیؐ اور مسیحا ہیں نبیؐ

میرے اللہ عطا حُسنِ رقم کر دے مجھے
ایسے اشعار کہوں جیسے ستارا ہیں نبیؐ

جو ندامت سے اشکبار ہُوا
اُس کو حاصل نبیؐ کی قربت ہے

کیا جمالِ والیٔ طیبہ کی اب تعریف ہو
رحمتیں ہیں، عظمتیں ہیں، برکتیں ہیں مرحبا

مُراد اُن کی اطاعت سے منزلیں پائے
نمازِ حق سے کوئی بڑھ کے انتخاب کہاں

اللہ مجھ حقیر کو یُوں پارسا بنا
ہر سانس وِردِ اسمِ محمدؐ کرے سَدا

تیریؐ رحمت ہے سب رحمتوں سے الگ
تیریؐ اُمّت ہے سب اُمّتوں سے جُدا

گُناہ پر جِسے سچّا ملال ہو جائے
وہ خوش نصیب بشر با کمال ہو جائے

مکمّل کروں زِندگی نعت کہہ کر
یہ تحفہ بصد احترام اُنؐ کو بھیجوں

سب کے دِل میں محبت اُنؐ کی
یہ محبت ہے عنایت اُنؐ کی

جِس سے منشُورِ کائنات ملا
آپؐ کا آخری وُہ خُطبہ ہے

شاہِ کونین کی محبت میں
نعت شامل ہے میری عادت میں

سیرتِ مصطفےٰ پہ چل کر ہی
رحمتِ ربؑ ثواب دیتی ہے

سانس چلتی ہے مِرے سینے میں
شہرِ طیبہ کی ہوائیں لے کر

فنّی محاسن کے حوالے سے بھی اعجاز کی کتاب نعت لائق تحسین ہے انہوں نے ذات رسالت مآب سے اظہار عقیدت کے لئے کئی تازہ زمینوں کو استعمال کیا ہے واضح رہے کہ بلیغ اور پُر تاثیر اظہار زمینوں کی تازہ کاری ہی سے ممکن ہے اعجاز نے اپنی نعتیہ زمینوں میں ردیف کا بھی خوبصورت استعمال کیا ہے اور اس مناسبت سے کئی خوبصورت شعر نکالے ہیں جدّت وندرت لئے ہوئے ہیں۔ اوزان بحور میں بھی دو تین جگہوں پر اعجاز نے نادرہ کاری کے نمونے پیش کئے ہیں بہ حیثیت مجموعی اعجاز کے نعتیہ کلام پر تازگی اور روائی کا احساس ہوتا ہے ان کی نعتوں کے یہ مطلع دیکھئے:

؎ خوشبو کے نام خدا پھیلی
آپؐ آئے تو شفا پھیلی

؎ امت پر احسان نبیؐ کا
افضل ہے قرآن نبیؐ کا

ے عظمت کا مینار نبیؐ
امت کا غمخوار نبیؐ

ے شان محمدؐ ، شانِ رسالت
نعت نے بخشا ذوقِ عقیدت

ے حکمت و عرفاں کے موتی
رحمتِ یزداں کے موتی

یہ کیسی رواں دواں، موثر اور سلیس لب ولہجہ کی حامل نعتیں ہیں۔

معجزہ، معجزات سے پہلے قریب قریب ساری غزل کی ہیئت اور صنف ہے۔ چند نعتیں بندوار نظموں کی طرح ہیں جیسے تھامی، فتاح، کے عنوانات کے تحت لکھی جانے والی نعتیں ____ لیکن ان کے اندر کا شعری نظام اور مصرعوں کی ساخت بھی غزل جیسی ہے اعجاز نے ان نعتوں میں ٹیپ والے مصرعوں کی تکرار سے خوش آہنگی پیدا کی ہے۔ اسمائے حضور سید کونین اور رحمتِ عالم کے شمول سے مَیں نے اس کتاب کی اشاعت کی ہجری اور عیسوی تاریخیں یوں نکالی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سیّد کونین
معجزہ معجزات سے پہلے
اعجاز فیروز احمد
۱۴۴۵ھ

رحمتِ عالم
معجزہ معجزات سے پہلے
<u>اعجاز فیروز اعجاز</u>
۲۰۱۹ء

اعجاز فیروز کے لئے ایک رباعی پر مَیں نے اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں:

احساس و روح کو جگاتی نعتیں
کیا خوب ہیں سرمدی یہ نوری نعتیں
اعجاز! تمہیں بہت مبارک ہوں یہ
اسمائے حضرتؐ پر لکھی نعتیں

❖......❖......❖......❖

سدرہ سے آگے: غلام فرید نقشبندی (مریدِ اقبال)

غلام فرید کی نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معاصر نعتیہ منظر نامے میں منفرد حیثیت رکھتی ہے یہ حیثیت نعت کے موضوعات اور مضامین کے حوالے سے ہے اس کا تعلق طریقت اور صوفیائے کرام کے سلاسل میں پڑھی جانے والی نعتوں سے ہے اسلامی تصوف میں صوفیائے کرام کے کئی سلاسل میں بعض سلسلوں میں سماع اور عارفانہ طرزِ نعت کی بڑی اہمیت ہے۔ جے سپنسر ٹرمنگھم (J.Spencer Triningham) نے اپنی معروف کتاب اسلام میں صوفیہ کے سلاسل (Sufi Orders In Islam) میں ایسے بیسوؤں سلسلوں کا ذکر کیا ہے جنوبی ایشاء میں تصوف کے چار بڑے سلسلے ہیں جن میں نقشبندی سلسلہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ، قادری سلسلہ عبدالقادر جیلانیؒ، چشتی سلسلہ خواجہ مودود چشتیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ اور سہروردیؒ سلسلہ شہاب الدین سہروردیؒ سے منسوب ہے ان میں بعض سلاسل برّصغیر پاک و ہند میں زیادہ مصروف ہیں مثلاً قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ سلسلہ وغیرہ۔ کئی ایسے ہیں جو مشرق وسطیٰ، ترکی، مراکش اور دوسرے ممالک میں اپنا خاص تعارف رکھتے ہیں مثلاً مولویہ اور شاذلیہ وغیرہ ____ پھر ان سلاسل کی کئی ضمنی اور ذیلی قسمیں بھی ہوتی گئیں اور بعض میں دوسری نسبتیں بھی شامل ہوتی گئیں کوئی سلسلہ اپنے کسی مقدّم (شیخ سلسلہ) کے سبب کسی علاقے میں زیادہ معروف ہوا تو اس کے نام کی نسبت بھی سلسلے کی مرکزی شناخت میں شامل ہوگئی جیسے قادریہ چشتیہ، قادریہ صابریہ اور چشتیہ نقشبندیہ وغیرہ ___ یوں سلاسل کی شاخ در شاخ نسبتیں ہزاروں تک پہنچ جاتی ہیں۔

ان سلاسل میں سے کچھ سلسلے اپنی نعت نگاری کے حوالے سے اظہار اور محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جداگانہ رنگ اور آہنگ لئے ہوئے ہیں خصوصاً صوفی شاعروں کے ہاں

آپؐ کی ولادتِ مبارکہ، آپؐ کا ظہور، اللہ تعالیٰ سے آپؐ کا تعلق، نسبت اور آپؐ کے فیض و برکات کے اظہار کی انفرادیت اور نوعیت عام نعت نگاروں سے بہت مختلف ہے ہماری نعت گوئی کے مضامین میں عام طور پر دوریٔ مدینہ، سفرِ مدینہ، آپ کے شمائل، غزوات فیضان اور فرمودات کا زیادہ ذکر ہے مگر عارفانہ نعت گوئی میں آپؐ کے باطنی فیوض و برکات آپ کی ذات اور صفات کے صوفیانہ تصور کا تذکار زیادہ ملتا ہے فرید صاحب کے ان اشعار سے مَیں آگے چل کر شائد اپنی بات کی وضاحت کرسکوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات، اس ذات کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور نوعیت اور آپؐ کی شان ورفعت کی ایک صورت وہ ہے جو ہمیں سیرت کی کتابوں میں ملتی ہے اس ذات گرامی کا ایک دوسرا رخ وہ ہے جسے صوفیائے کرام اپنے مشاہدات میں محسوس کرتے ہیں وہ کائنات کے نظام میں روح محمدی کے فیوض و برکات کا مشاہدہ مختلف انداز سے کرتے ہیں نیز اپنے ملفوظات، کتابوں اور شاعری میں اس کا اظہار بھی عام شاعروں کی نسبت زیادہ گہرائی میں جا کر جدگانہ طرز سے کرتے ہیں۔

غلام فرید کے یہ شعر دیکھئے:

ادا ہوتی ہیں سب رسمیں جہاں بانی کعبہ کی
تری شانِ ثوابت کے وہاں اظہار ملتے ہیں

اس پیار و محبت کی اب تک نہ سمجھ آئی
محبوبؐ و محبّ ہر اک الفت کا ہے شیدائی

بزم آرائِ ہستی میں ہے واضح اعتدال
جس طرف دیکھا ہیں محبوبؐ و محبّ ہی ہم خیال

لب پہ درودِ پاک کی گردان جس طرح!
پھر آج اُنؐ کی دید کا امکان جس طرح!

محبت میں محبّ نے دے دیے تجھ کو جہاں سارے
تجھی کو وقف کر ڈالے مکان و لا مکاں سارے

فرید کی نعت میں شریعت وطریقت کے بعض نازک پہلوؤں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے تناظر میں دیکھا گیا ہے ان کے نعتیہ مجموعے 'سدرہ سے آگے' کا نام ہی حیرت آثار مضامین نعت کی نشاندہی کرتا ہے ان کی نعتوں کے مضامین میں سرفہرست یہی موضوع ہے جو مطالعہ سے زیادہ مشاہدہ کی عطا سے تعلق رکھتا ہے مَیں یہاں 'قال' اور 'حال' کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا لیکن اس مجموعہ نعت کا خالق تصوّف کے ان مسائل سے آشنا ضرور ہے اہل علم جانتے ہیں کہ ان مسئلوں کا اظہار زبان کے مروجہ سانچوں میں ممکن ہی نہیں بھگت کبیر نے اپنے کسی دوہے میں اس کیفیت کو گونگے کے گڑ کھا اس کا مزہ بیان کرنے کی (ناکام یا لکنت آمیز ترجمانی کی) کوشش سے تعبیر کیا ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ومعرفت سے باخبر ہو جاتا ہے پھر اس کی خبر نہیں ملتی۔ بقول شاعر

؎ آں را کہ خبر شد خبرش باز نہ آئد

جس کو ذاتِ حقیقی کی خبر (معرفت) ہو جاتی ہے پھر اس کی اپنی خبر نہیں ملتی

فرید نے نعت گوئی کے جاری وساری اور مستعمل مضامین وموضوعات کی بجائے صاحب نعت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور مقام ومرتبہ کو ہی اپنی نعت گوئی کا محور بنایا ہے۔ انہوں نے نعت میں کئی خوبصورت شعر نکالے ہیں یہ شعر ملاحظہ ہوں:

کچھ نہ تھا ہستی میں جب تُو نے اسے بخشا وجود
کھول دی بندے پہ تُو نے دونوں عالم کی کشود
آدمؑ سے مسیحاؑ تک تخلیق اُسی کی تھی
اِس نام کو اُن سب پہ سلطان کیا اُس نے

کس کی نگاہِ ناز سے مخمور ہے جہاں
مستی میں محوِ رقص ہیں لاہوت و لامکاں

ہستی کے زیر و بم سبھی تیری طبع کے پیچ و خم!
شام و سحر کی کروٹیں تیری ادائیں دم بدم!

فرید کی کتاب میں بعض ایسے نعت پارے بھی ہیں جو سماع کے لحاظ سے متاثر کن ہیں ان نعت پاروں میں مصرعوں کی ترتیب وتکرار کا آہنگ زیادہ تاثیر لئے ہوئے ہیں اگر ان اشعار کو لحن کاری سے آمیز کیا جائے تو سامعین پر اس کے خوشگوار اور دیرپا اثرات مرتب ہوں گے ان کی یہ نعتیں ملاحظہ ہو۔

رسالت تو ہے شکلِ اظہارِ وحدت، مگر بندگی ایک اسرارِ وحدت
جو میری ادا ہے وہ اس کی ادا ہے، ادائے خدا ہے ادائے محمدؐ

جلوۂ نور کی تاب سہہ نہ سکے! حسن جتنے تھے سب رُوبرو جب ہوئے
بے نیازی کی یہ رمز بھی کھل گئی!! چہرۂ الضّحیٰ اُس کو مرغوب ہے

تختِ رف رف کو پھر یہ سعادت ملی! اُس کی منزل بھی بس لامکاں تک ہی تھی
عرض کی اُس نے بھی اے شہہؐ دوسرا! میری پرواز کا اختتام آ گیا

حسن بولا، ہے اُلفت کا یہ مرحلہ! ایک محبوب ہو گا محبّ دوسرا
ماسوا دو کسی کو اجازت نہیں! ساقیٔ بزم کا ہے پیام آ گیا

اتنا مولا کو ہے پیار محبوبؐ سے! جلوے مولا کے محبوبؐ کے معجزے!
دونوں ہی رُوپ مولا کے اپنے ہیں یہ! آشکارا بھی ہے آشکارا نہیں

پوری خلقت تو ہے حسن اُس کا مگر!حسن یہ تھا فریدؔ اُس کے پیشِ نظر!
ماسوا حسنِ محبوبؐ زوّار نے!حسن شیشے میں کوئی اُتارا نہیں

بہ حیثیت مجموعی فرید صاحب نے نعت میں کئی منفرد اور دلآویز شعر نکالے ہیں یہ شعران کی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری عقیدت و محبت کی تر جمانی کرتے ہیں۔ان کا اندازِ محبت مختلف بھی ہے اور منفرد بھی ____ اسی سبب اُن کے اشعار میں عشق رسالت مآب کا بیان بھی مختلف انداز میں ہوا ہے واضح ہو کہ محبت،نعت کا مشترک موضوع ہے اور عربی،فارسی،اردو اور دوسری زبانوں کے شاعروں نے اپنی نعتوں میں آپؐ کے ذات کے ساتھ محبت کا اظہار کیا آپ کے شہر اور دوسرے متناسبات کو بھی اپنی نعتوں کا حصہ بنایا ہے مگر فرید صاحب کے یہ شعر دیکھئے جو ان کے مختلف رنگ محبت کے تر جمان ہیں۔

ادا ہوتی ہیں سب رسمیں جہاں بانیٔ کعبہ کی
تری شانِ ثوابت کے وہاں اظہار ملتے ہیں

لب پہ درودِ پاک کی گردان جس طرح!
پھر آج اُنؐ کی دید کا امکان جس طرح!

آدمؑ سے مسیحاؑ تک تخلیق اُسی کی تھی
اِس نام کو اُن سب پہ سلطان کیا اُس نے

شہر کی گلیوں میں تیرے پیارے قدموں کے نشاں!
عشق کی نظروں میں بچ کے لفظِ قرآں ہو گئے

نہیں بھیجا درود اُس نے گئے ادوار میں پہلے!
نہ کھائیں اُس نے قسمیں بھی کسی کے پیار میں پہلے

تُوؐ بھی ہے بے نظیر وہ تجھؐ سے بھی بے نظیر ہے
اُس کا ہے پیار حسن جُو ، تیرا ہے پیار عشق جُو

اپنے گناہوں کی شرمساری کے ساتھ وہ امت مسلماں کی زبوں حالی اور حظا شعاری کا بھی دردمندی سے اظہار کرتے ہیں یہ شعر دیکھئے

جرم وعصیاں میں گھری ہے نسلِ آدم آج کل!
بالمقابل جرم و عصیاں تیری رحمت بے کنار

جسؐ کی خاطر تُو نے اِس ہستی کو بخشا ہے وجود
اُسؐ کی خاطر روزِ محشر ہو نہ اُمّت شرمسار

فرید کی نعت گوئی کے فنّی پہلوؤں میں دو باتیں نمایاں ہیں ایک یہ کہ انہوں نے ردیف کا کم کم استعمال کیا ہے ان کی اکثر نعتیں غیر مرّدف ہیں انہوں نے قافیے پر ہی اپنے احساسات کا اختتام کیا ہے ان کے یہ عقیدت پارے دیکھئے:

اوّل و آخر ہے تُو ہی اے مرے پروردگار!
تُو مرا مالک تجھی پر ہے یہ میری جاں نثار

کچھ نہ تھا ہستی میں جب تُو نے اسے بخشا وجود
کھول دی بندے پہ تُو نے دونوں عالم کی کشود

خداوندا! ترے اِس راز کی اتنی سمجھ آئی
نہاں ہے عقلِ انساں سے، یہ تیری بزم آرائی

یہ ترا چھپنا بھی ہے اک تیرے ہونے کی دلیل!
سامنے آئے نہ آئے تذکرہ ہے برسبیل

اس پیار، محبت کی اب تک نہ سمجھ آئی
محبوبؐ و محبّ ہر اک الفت کا ہے شیدائی

اس عشق کا سبب ہے ہستی کا یہ فسانہ
جلوہ گری کی خاطر ڈھونڈا ہے اک بہانہ

دوسرا پہلو اُن کے اظہار کی وارفتگی سے متعلق ہے وہ بعض شعری وفنّی التزامات میں تصّرف کر جاتے ہیں ان کے ہاں کہیں کہیں فکر کا دھارا فن کے تقاضوں کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھتا بعض الفاظ کے تلفّظ کے بارے میں وہ معمولات کی پروا نہیں کرتے ان کی کئی نعتوں میں فرید کا لفظ فری کے تلفظ میں آیا ہے ایسی جگہوں پر دال شعری تقاضوں کے برعکس محذوف ہو جاتا ہے۔ایک منفرد اور نسبتاً کم مستعمل آہنگ کی مثال دیکھیے:

غمزدوں کی آس آپؐ ہیں
سب کا انعکاس آپؐ ہیں
ہر کسی کے غم میں یا رسولؐ
ہر گھڑی اُداس آپؐ ہیں

ایک اور خوش آہنگ بحر ملاحظہ ہو:

تیرے آنے سے اتنا کرم ہو گیا
سرخرو سارا عرب و عجم ہو گیا

لاالٰہ سے فضا گونج اٹھتی سبھی
سب جہاں جیسے مثلِ حرم ہو گیا

مل گئی بھولے بھٹکے کو راہِ نجات!
آدمیّت سبھی دیدۂ ور ہو گئی

فرید صاحب نے اپنے نعتیہ مضامین میں صوفیائے کرام کے اس تصور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا نقشہ پیش کیا ہے جو صوفیائے کرام، اہل جذب و باطن اور صاحبان مشاہدہ کا محبوب موضوع ہے مگر آج کے عام نعت نگاری جسے زیادہ گہرائی میں جا کر نہیں دیکھتے۔ فرید صاحب نے متعدد علمی و ادبی مسائل پر بہت سے مسودے تیار کر رکھے ہیں ان کی فہرست کتب پر ایک نظر ڈالیے:

☆مُریدِ اقبال (مطبوعہ۔ مئی ۲۰۱۶ء)

1 قائدؒ تجھے سلام 2 گلستانِ فرید 3 بوستانِ فرید 4 سدرہ سے آگے (نعتیہ)
5 وقت کی آواز 6 بے سوز نالے 7 نوائے اقبالؒ بنام اُمّتِ مسلمہ 8 رہبر زخمۂ مضرابِ قوم 9 آرزوئے حرم 10 فغانِ نیم شب 11 جمخانوں کے طواف 12 خار وگل 13 مراحلِ سوز وعشق (غزلیات) 14 لا ریبَ فیہِ (منظوم ترجمہ قرآنِ کریم ۔ جاری ہے۔۔) 15 عکسِ بالِ جبریل (اپنے الفاظ میں) 16 پھر اپنے کاشانے میں آ (نوجوانانِ ملّت کے نام) 17 عکسِ ضربِ کلیم (اپنے الفاظ میں) 18 عکسِ ارمغانِ حجاز (اپنے الفاظ میں) 19 سیلِ اشک (غزلیات) 20 لا دین سیاست کے پیچ وخم 21 وارفتۂ مغرب 22 کل کے نقیب (نونہالانِ ملّت کے نام) 23 ڈرامائی مسلمانی 24 شمعِ حق خون سے جلتی ہے (سانحۂ کربلا) 25 ملّت کا چراغ خون سے جلتا ہے 26 رموزِ عشق (غزلیات) 27 عکسِ زبورِ عجم (اپنے الفاظ میں۔اُردو) 28 پاکستان اب بچّے نہیں 29 غبارِ راہ 30 مضرابِ بے توقیر 31 ماورائے ضبط 32 نورٌ علیٰ نور 33 رُودادِ الم (غزلیات) 34 انگلی کے پیچھے سورج 35 تازیانہ

36 مشتِ گل کے کرتوت 37 فغانِ خستہ دل 38 حال کا مسلمان (قطعات) 39 وفا کے پیکر 40 تُو کیسا مسلمان ہے؟ 41 عکسِ جاوید نامہ (اپنے الفاظ میں۔اُردو) 42 فکرِ گروی

☆ علاوہ ازیں انہوں نے کچھ نثری مضامین اور مکتوبات بھی لکھے ہیں جو ان کے اقبال دوستی اور کلامِ اقبال سے محبت کے ترجمان ہیں۔غلام فرید کے بارے میں معروف دانشور اور نقاد فتح محمد ملک نے لکھا ہے:

''جناب غلام فریدؔ نقشبندی علامہ اقبال کے تصورات کو حقیقت میں ڈھالنے میں عبادت کے جوش و خروش کے ساتھ منہمک ہیں۔ہمارے اِس عہد میں اِس کارِ عظیم کی اہمیت اور معنویت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج کے پاکستان اور آج کی دنیائے اسلام میں اقبال کے خلاف ردِّ عمل زوروں پر ہے۔ اِن اقبال مخالف سیاسی اقدامات اور علمی موشگافیوں کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اقبال کے انقلابی افکار اُمّت کے حکمران طبقات کے مفادات کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔سیاست کی طرف آئیں تو ہمیں دُنیائے اسلام میں خلافت کے نام پر شہنشاہیت کا تسلّط نظر آتا ہے۔امامت کی طرف آئیں تو داعش کی سی قوتیں اسلام کے نام پر جبر و اکراہ اور قتل و غارت کے غیر اسلامی نظام کے قیام میں کوشاں نظر آتی ہیں۔علامہ اقبال کی تفہیم و تفسیرِ اسلام کی رُو سے اسلام کا سیاسی نظام موروثی شہنشاہیت یا عوام دشمن آمریت ہرگز نہیں۔ اُن کی نگاہ میں اسلام کا نظامِ سیاست ''جمہوریت'' ہے۔وہ مغربی دُنیا کی سرمایہ دارانہ جمہوریت کی بجائے اسلام کی رُوحانی جمہوریت کے مبلغ ہیں۔ وہ دُنیائے انسانیت کو سرمایہ داری اور جاگیرداری کے چُنگل سے نجات دلا کر اسلام کے رُوحانی تصورات سے پھوٹنے والی عوامی جمہوریت کے داعی ہیں۔دُنیائے اسلام میں جہاں جہاں بھی حکمران طبقات اِس حقیقی جمہوریت سے خائف ہیں وہ اقبال سے بھی خائف

ہیں۔ اقبال نے کہا تھا کہ ع: 'من نوائے شاعرِ فرداستم'۔ بے شک وہ ہمارے زمانے کے اور آنے والے زمانوں کے شاعر ہیں وہ اپنے انقلابی تصورات کے ساتھ زندہ ہیں اور استحصال اور استبداد کی قوتوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان سمیت دُنیائے اسلام کے مختلف خطوں میں اِس زندہ شاعر کے تصورات سے خوف میں مبتلا حکمران طبقات اقبال کے خلاف ردِّ عمل کو شدید سے شدید تر بنانے میں کوشاں ہیں۔ ایسے میں جناب غلام فرید نقشبندی (مریدِ اقبال) کی تخلیقی اور تنظیمی مساعی کی اہمیت بے پناہ ہے۔ انہوں نے اقبال کے فارسی کلام کے عکس بھی لکھے ہیں اور اقبال کے فیضان میں جذب ہو کر تخلیقی کارنامے بھی سرانجام دیے ہیں۔ اپنے اِن کمالات کے ساتھ ساتھ انہوں نے واہ میں مریدِ اقبال فاؤنڈیشن بھی قائم کر دی ہے تا کہ پاکستان کی نئی نسلوں کے دلوں میں اقبال کے افکار و تصورات گھر کر سکیں۔''

(ملک صاحب کا یہ اظہاریہ غلام فرید کی کتاب مریدِ اقبال کے پسِ ورق سے لیا گیا ہے)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نعتیہ شاعری کے حوالے سے فرید صاحب کو توفیقات فرید سے نوازے اوران کے آنے والے نعتیہ مجموعے ان کے محسوسات و مشاہدات کی اور زیادہ ترجمانی کر سکیں۔ (آمین)

مَیں اس رباعی پر اپنے تاثرات کا اختتام کرتا ہوں

محسوس کیا ہے ماسوا سے آگے
دیکھا ہے نور زا فضا سے آگے
معلوم حقیقتوں سے آگے جا کر
لکھّا مجموعہ 'سدرہ سے آگے'

❖......❖......❖......❖

خیالِ طیبہ: سید محمد ضیا محیؒ الدین گیلانی

نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہ مبارک صنف ہے جس میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے۔ بڑے شہروں اور معروف ادبی مراکز کے ساتھ ساتھ وطنِ عزیز کے چھوٹے بڑے دوسرے شہروں میں بھی نعت گوئی روز افزوں ہے، 'خیالِ طیبہ' سید محمد ضیا محیؒ الدین گیلانی کا تازہ مجموعہ نعت ہے۔ ضیاؔ کی نعت کا غالب اظہار غزل کی ہیئت میں ہوا ہے۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہُوا کہ اُردو شاعری کے وہ محاسن جو اس صنف سے وابستہ ہیں ضیاؔ کے نعتیہ موضوعات اور محسوسات کے اظہار میں در آئے یوں ضیا گیلانی کی نعت میں ایجاز اور تاثیر کے عناصر نمایاں ہوئے۔

نعتیہ مجموعوں کی روایت کے مطابق، 'خیالِ طیبہ' کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ اس مجموعے کے آغاز ہیں دو حمد یہ منظومات میں پہلی حمد ایک غیر غزلیہ انداز کی بندوار حمد ہے۔ جس میں ''اے خدا اے خدا اے خدا'' ٹیپ کا مصرع بار بار آیا ہے۔ مختصر بحر کی یہ حمد مناجات کا انداز لئے ہوئے ہے۔ جس کا غنائی تاثر کتاب کے آغاز ہی میں قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ پندرہ بندوں کی یہ طویل حمد اُن داخلی اور خارجی موضوعات واسالیب سے عبارت ہے جو حمد کی روایت کا خاصہ ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کی صفات، اسمائے حسنہ کا اظہار، نجات طلبی، برکت جوئی اپنی ذات اور اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی پر چشمِ رحمت کی درخواست۔ صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہارؓ کے تذکار نے حمد کے تاثر کو نہ صرف اُبھارا ہے بلکہ اس میں دردمندی بھی پیدا کر دی ہے۔ چپکے چپکے عرض داشت پیش کرنے اور مدّعا طلبی کے لئے بیان کا یہ مخصوص اسلوب سادگی، سلاست اور سوز کی کیفیات لئے ہوئے ہے۔

غزل کے انداز میں پانچ اشعار کی دوسری حمد بھی مختصر بحر اور مناجاتی آہنگ میں ہے۔

اس میں تین شعروں میں نعتیہ رنگ اور حوالوں نے حمد میں جاذبیت پیدا کردی ہے''لاج رکھنا'' کی ردیف نے اس مختصر حمد کے مضامین اور موضوعات کو ایک مخصوص کیفیت عطا کی ہے۔نواؤں، گداؤں اور صداؤں کی قوافی کے ساتھ' کی لاج رکھنا' کی ردیف نے اس حمد کو دُعا مناجات اور عرض داشت کا قرینہ دے دیا ہے۔بحر کے اختصار سے محسوسات کا زیرِلب اظہار نہ صرف یہ کہ قاری کو متاثر کرتا ہے بلکہ قاری خود بھی ان کیفیات میں شامل ہوجاتا ہے۔

'خیالِ طیبہ' کی نعتوں کے مضامین و موضوعات ہماری فارسی ،اُردو اور پاکستان کی دوسری زبانوں کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے محبت اور اُن کی سیرت پاک کے مختلف گوشوں کے اظہار سے عبارت ہیں۔یہ وہ خیالات ہیں جو آغازِ نعت ہی سے اس مبارک صنف کی معنوی بنیاد رہے ہیں۔ان مضامین کی تازگی ہر دَور میں نئی رہی ہے۔نعت کا مرکزی اور محوری موضوع ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تذکارِ مبارک ہے۔قول مولینا الطاف حسین حالؔی:

نیا ہے لیجئے جب نام اُن کا
بڑی وسعت ہے میری داستاں میں

سو ہر عہد اور ہر زباں کے شاعروں نے اپنے نعت پاروں میں بڑی محبت، دلآویزی، عقیدت اور والہانہ پن سے اس مبارک تذکار کو جاری رکھا ہے۔

'خیالِ طیبہ' میں شامل نعتوں میں اس تذکار کے بیان کا نمایاں وصف سادگی وسلاست ہے۔سید محمد ضیأ محی الدین گیلانی کی نعتیں سہل وسادہ انداز کی ہیں اور ______ 'از دل خیزد، بر دل ریزد' والی کیفیات سے عبارت ہیں۔انہوں نے اپنی نعتوں میں جولب ولہجہ اختیار کیا ہے۔وہ شاعر اور قاری کے درمیان یگانگت اور محبتوں کا پُل بناتا ہے۔عام اور اوسط درجے کا قاری بھی ان نعتوں کی غنائی آہنگ سے متاثر ہوتا ہے اور صاحبانِ علم بھی اپنی ذہنی کیفیات کے مطابق ان سے محظوظ ہوتے ہیں۔درج ذیل اشعار دیکھئے جن میں جذبوں کی دونوں سطحیں موجود ہیں۔ان کی سادگی پہلی سماعت میں قاری کو فوری طور پر متاثر کرتی ہے جب کہ کچھ سوچ بچار کے بعد ان میں معنویت کی کچھ اور سطحیں بھی سامنے آتی ہیں۔جولب ولہجہ کی سادگی کے ساتھ ان اشعار کی بلاغت کو بھی نمایاں کرتی ہیں

دل مسلسل جو روشنی میں ہے
ایسے لگتا ہے اس گلی میں ہے

؎لا ہے سدا آ کے اپنوں کی صورت
ہر اپنا پرایا نبیؐ کے نگر میں

؎میرے گھر میں ہے میلاد اُن کا
رحمتوں نے مرا گھر چُنا ہے

؎دم بدم ان پہ بھیجوں درود
سب کہو مِل کے 'صلِّ علیٰ'

؎سب کے ہیں محبوب
سب کے ہیں دلدار

ضیأ گیلانی کی نعتوں کا ایک اور وصف اُن کی زمینوں کی تازہ کاری ہے۔ اگرچہ اُن کی کچھ نعتیں عام، سادہ اور معاصر اُردو نعت میں ملنے والی زمینوں میں ہیں۔ مگر خیالِ طیبہ میں کئی جگھوں پر زمینوں کے نئے پَن نے اُن کی نعت گوئی کے امکانات کو اُبھارا ہے۔ اُنھوں نے اُن نعتوں میں ایک ایسی تخلیقی فضا تیار کی ہے جو قابلِ ستائش ہے۔ اہلِ فن جانتے ہیں کہ غزل کی طرح نعت میں بھی ندرت اور تازگی اُس لب ولہجہ کی ندرت اور تازگی سے پیدا ہوتی ہے جو نعت کی زمین سے جُڑا ہُوا ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی مستعمل اور کثرت سے اختیار کی گئی زمین میں نعت کہیں گے تو اس میں تازہ کاری کے امکانات کم سے کم نظر آئیں گے کیونکہ سابقہ شاعروں کے زیرِ استعمال آنے سے اُس میں ندرت اور نئے پن کی گنجائش معدوم سے معدوم تر ہو گئی ہو گی۔ لیکن اگر آپ

نے اپنے نعتیہ افکار کے اظہار کے لئے کسی نئی زمین کی تخلیق کی ہے تو اُس میں امکانات کی فراوانی آپ کے سامنے مضامین وموضوعات کی رنگا رنگی اور تنوع کی کئی نئی صورتیں لے آئے گی۔ اگر چہ کسی کتاب کے دیباچے میں اس موضوع کی تفصیل میں جانا کچھ مناسب نہیں (یہ موضوع ایک جداگانہ علمی وتحقیقی مقالے کا متقاضی ہے) پھر بھی میں اس بات کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ نعت کی ایک معروف زمین ہے:

میں یہاں ہوں، مرا دِل مدینے میں ہے

اس زمین میں نعت میں ''مدینے میں ہے'' کی ردیف کے ساتھ دِل، ساحل، کامل وغیرہ کے قوافی مختلف شاعروں کے ہاں استعمال ہوتے رہنے کے ساتھ اس میں تازہ کاری اور مضمون آفرینی کے امکانات وقت کے ساتھ ساتھ کم سے کم ہوتے جا رہے ہیں اور جب بہت سارے شاعر اس زمین میں نعت کہیں گے تو مضامین وموضوعات کی تکرار کا ہونا فطری بات ہے۔ اگر چہ ایک بڑا تخلیق کار پُرانی اور مستعمل زمینوں میں بھی اپنی جدّتِ طبع سے دلآویزی پیدا کر سکتا ہے مگر وہ بھی کم کم اور بہت آورد نما محنت وریاضت کے ساتھ ______ جب کہ تازہ زمینوں میں تازہ مضامین از خود چلے آتے ہیں اور زمین کی تازگی ہی ندرت آور ہوتی ہے۔

گیلانی نے بھی اس زمین میں بھی تازہ آوری کی کامیاب کوشش کی ہے۔ جو اُن کی مہارتِ فن کی عکاس ہے ______ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ گیلانی کی اکثر نعتیں نئی اور نسبتاً تازہ زمینوں میں ہیں۔ ایسی نعتوں میں سے چند کے مطلعے ملاحظہ فرمایئے:

سب سے نرالی خاکِ مدینہ
سب سے عالی خاکِ مدینہ

اُن کے کرم سے اُن کی عطا سے ہے روشنی
ذرّوں میں بھی حبیبِ خدا سے ہے روشنی

ایک مدت سے ہے یہ طلب یا نبیؐ
تیرے دَر پر میں پہنچوں گا کب یا نبیؐ؟

قرطاس کو ہے نعت کے عنوان کی نسبت
سچ پوچھو تو بخشش کے ہے سامان کی نسبت

مانگ لو قلب کی روشنی مانگ لو
اُن کی چوکھٹ کی بس حاضری مانگ لو

مرے نصیب کو اوجِ کمال کی نسبت
مجھے نصیب ہے اُس بے مثال کی نسبت

اس انداز کی کئی اور نعتیں 'خیالِ طیبہ' کا وہ منفرد اثاثہ ہیں جن سے ضیاؔ گیلانی کی نعت کے باب میں دلچسپی، ذوق اور محنت کا سراغ ملتا ہے۔ انہوں نے ان زمینوں میں خوبصورت نعتیہ شعر تخلیق کئے ہیں۔

آہنگ کے لحاظ سے بھی خیالِ طیبہ کا مطالعہ دلچسپ نتائج سامنے لاتا ہے۔ ان کی چند نعتیں بہت مختصر بحر میں ہیں۔ انہوں نے اِن میں بھی ایک مہارت کا ثبوت دیا ہے ان بحروں والی نعتوں میں بعض نعتیں غیر مردّف ہیں اور بض میں یک لفظی اور دو لفظی ردیفیں ہیں۔ اگر خیالِ طیبہ کا عروضی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو مختصر زمینوں والی نعتوں کی کئی فنی نزاکتیں قاری کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتیں۔ ان نعتوں میں الفاظ کا استعمال۔ لب ولہجہ کی نغمگی، بحروں کا آہنگ اور غنا ئیت لائقِ تحسین ہے۔ ان بحروں کو نعت کے لئے کم شاعروں نے استعمال کیا ہے۔

بحیثیت مجموعی سید محمد ضیاؔ الدین گیلانی کا نعتیہ مجموعہ 'خیالِ طیبہ' معاصر اُردو نعت میں ایک خوشگوار اضافہ ہے نعت گوئی ضیا گیلانی کے لئے وہ با اعتبار اور باوقار ہنر ہے، جس کی سرمدی فضاؤں میں وہ مصروفِ نعت گوئی ہیں۔ اُن کا شعر ہے

دِل مسلسل جو روشنی میں ہے
ایسا لگتا ہے اُس گلی میں ہے

بحمداللہ اُن کے وجدان کو نعت گوئی کے نورانی ثمرات حاصل ہیں۔ انہیں دوسرے مدحت نگاروں کی طرح اپنی نعت گوئی پر فخر ہے۔ اُن کے بقول:

صد فخر کہ شامل ہوں میں مدح نگاروں میں

وہ معاصر نعت کاران کی صف میں اپنی شمولیت پر فخر کرتے ہیں اور نعت سے اُن کی یہی نسبت اُن کے فن کا سب سے بڑا اشرف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اُنہیں نعت کے باب میں مزید توفیقات سے نوازے۔ آمین! آخر میں گیلانی صاحب اور اُن کے مجموعے کے حوالے سے دو رباعیاں:

حُب زاد ، ثنا نما ، جمالِ طیبہ
کیا نعت سرشت ہے جلالِ طیبہ
مبروک ، تجھے ضیأ محیّ الدیں ہو
یہ نعت کا ارمغاں 'خیالِ طیبہ'

اللہ ، تُجھے عطا ، کرے اُلفت اور
دے نعت ، میں وہ تجھے صلاحیت اور
اِس ذوق، کی حُب بھری، دلآویزی سے
مضبوط ، ہو دین سے، تری نسبت اور

❖......❖......❖......❖

قمرحجازی کی نعتیہ شاعری

قمرحجازی اردو اور پنجابی کے معروف شاعر ہیں انہوں نے اپنی کئی دہائیاں شعروادب کی وابستگی میں گزاریں اوکاڑہ اورنواح کی ادبی تاریخ،شخصیات،میلانات اور وہاں شائع ہونے والی کتابوں کے ناظر اور شاہد ہیں انہوں نے پنجابی کی کئی صنفوں میں بھی قابلِ ذکر طبع آزمائی کی انہوں نے منفرد اسلوب میں کئی قصے،مختصر کتابچے اور یک کتابی پمفلٹ بھی تحریر کئے ان کے مزاج کی شگفتگی ان کی شاعری میں بھی جھلکتی ہے ۔سی حرفی ۱۹۹۳ء، داستان ہیر رانجھا ۲۰۰۰، گھڑولی ۲۰۰۴،قصّہ درد بھچال ۲۰۰۵، کبت ۲۰۰۷،تانگھاں یاردیاں (ماہیے)۲۰۰۸،مہکتے ماہیے (اردو) ہائیکو باہورنگ چوبرگے ۲۰۱۶، باراں ماہ قمر ۲۰۱۶ء،قمر دے چھند ۲۰۱۶، حال دلے دا (غیرمنقوط غزلیں)۲۰۱۷،قمر دی جگنی ۲۰۱۷،محبت نظم ،مثنوی نظر نامہ، وصیت نامہ منظوم ۲۰۱۸۔ان کی قادر الکلامی اور ہمہ جہت صنفی محبت کے ترجمان کتابچے ہیں اِس فہرست کو یہاں دہرانے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ انہوں نے ہمارے عام شاعروں کی طرح غزل،نعت اور نظم کے علاوہ مختلف اُردو پنجابی اصنافِ سخن میں بھی کامیاب طبع آزمائی کی ہے اور بعض ایسی کلاسیکی،شعری اصناف (جن کا چلن آجکل کم ہوگیا ہے) کی طرف بھی توجہ دی ہے مثلاً سی حرفی،گھڑولی،جگنی، چھند، ماہیے، چوبرگے اور باراں ماہ وغیرہ۔

شگفتگی کے ساتھ قمرحجازی کی شاعری کا دوسرا نمایاں پہلو ان کی نظموں کا اخلاقی پہلو ہے جس کے ڈانڈے مذہب کے ساتھ ملے ہوئے ہیں ان کی مثنوی نظر نامہ کا موضوعاتی تاروپود قرآن کریم کی آیات اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ہی سے لیا گیا ہے

۔اسلامی پاکٹ بک، ماہ طیبہ، ہمارے نبیؐ،شان صحابہ، دین تے تصوف، مطالعہ سیرت تے قومی شاعری قمر حجازی کی دوسری تصانیف ہیں جن کے ڈانڈے، مذہب، سیرت اور نعت سے ملتے ہیں۔مہکتے ماہیئے قمر حجازی کا مختصر سا کتابچہ (مطبوعہ جون 2016) ماہیوں پر مشتمل ہے اس کتابچے سے کچھ نعت آثار ماہیئے دیکھئے۔

کتنی اچھی نعتیں ہیں
سیپارے کی آیت میں
سب تیری ہی باتیں ہیں

O

ہاتھوں میں گلدستے ہیں
جاتے ہیں جو جنت کو
تیرے گھر کے رستے ہیں

O

رحمت کا افسانہ ہے
ماہی پاک محمدؐ تو
عظمت کا پیمانہ ہے

O

منظر عالی شان آئے
تیرا درشن کر کے ہی
میری جان میں جان آئے

O

میرے ہتھ ماہیؐ دی مالا اے
میرا ماہی کملی والا ہے
میں اوہدی گھڑولی بھرنی آں
پئی ماہی ماہی کرنی آں

قمر حجازی کی تازہ تصنیف ان کا نعتیہ مجموعہ ہے جیسا کہ باذوق حضرات جانتے ہیں کہ گزشتہ قریباً نصف صدی سے اردو اور پاکستان کی دوسری زبانوں میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان بڑھا ہے اِس دوران میں سینکڑوں نعتیہ مجموعے شائع ہوئے اور مسلسل ہو رہے ہیں۔ اردو شاعری کے کسی دور اور دبستان میں تخلیق واشاعتِ نعت کی رفتار ایسی نظر نہیں آتی جیسے اِس زمانے میں ہے مقام مسرت ہے کہ قمر حجازی کا نعتیہ مجموعہ بھی آج کے نعتیہ منظر نامے کا حصہ بن رہا ہے۔

قمر حجازی کی نعت کا نمایاں وصف اُن کا سادہ اور عام فہم اسلوب ہے نعت کے کئی انداز ہیں علمی نعت، صوفیانہ اور معرفت اسلوب نعت_ علمی انداز کی نعت، سیرتی مضامین و موضوعات کا تحقیقی انداز رکھتی ہے اس میں قرآن مجید اور احادیث رسول اکرمؐ کے مستند حوالوں سے استفادہ کیا جاتا ہے نعت گو کا رجحان عوام النّاس کی دلچسپی کے عناصر سے زیادہ واقعات کے بیان میں صحیح حوالوں کی فراہمی پر ہوتا ہے ایسا نعت نگار قرآن کریم کی آیات سے اپنی نعت کی تزئین کرتا ہے اور سیرتی اور معجزاتی واقعات میں محتاط ہونے کے ساتھ زیادہ بلیغ زبان استعمال کرتا ہے یعنی زبان و بیان میں علمی انداز ملحوظ رکھتا ہے۔ قمر حجازی نے اپنی نعت کی فضا کو عام لب ولہجہ کے قریب رکھا ہے ان کی نعتوں کے یہ مطلعے دیکھئے۔

؎ خالق دا شہکار نبیؐ اے
رب سوہنے دا یار نبیؐ اے

ے جنت جیہے حالات مدینے
وگڑی بن دی بات مدینے

ے سجناں دا دلدار محمدؐ
من موہنا، من ٹھار محمدؐ

ے جند ہووے خوش حال مدینے
جاواں ایسے سال مدینے

اِن نعتوں کی دلاویزی کا سبب اُن کا وہ لب ولہجہ ہے جو ہماری شاعری خصوصاً پنجابی شاعری کا سب سے رواں، مانوس، عام فہم اور پُر تاثیر لب ولہجہ ہے۔ فعلن ____ جس کا مرکزی رکن ہے اس کی تکرار چار، چھ، آٹھ بار سے پنجابی شاعری کا نمایاں حصہ تخلیق ہوا ہے۔ کہنے، سننے، یاد رکھنے اور دہرانے میں اس آہنگ کا اپنا ایک مقام ہے جو نہ صرف رواں دواں غنائی اسلوب کا حامل ہے بلکہ تاثیر افزا بھی ہے یہ آہنگ اتنا سادہ اور موثر ہے کہ تراکیب کا تکلف بھی برداشت نہیں کرتا اس میں ترکیب بھی فکِ اضافت کے ساتھ بھلی لگتی ہے یعنی دریائے دل کو بجائے دل دریا اور کاغذِ دل کی بجائے دل کاغذ وغیرہ۔

قمر حجازی نے ایسی نعتوں میں قوافی کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے نبیؐ اے، مدینے، محمدؐ دے، شہکار، یار، سردار وغیرہ حالات، بات، برسات اور دلدار، منٹھار، زردار کے قوافی کے ساتھ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف سیرتی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے بلکہ احادیث نبوی کے مفاہیم اور شمائل نبویؐ کی نشاندہی بھی کی ہے یوں نعت کے مرکزی موضوع وصف، تعریف اور مدح کے بیان میں آپؐ کی ذاتِ طیبہ، اسمائے حسنہ، اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کا اظہار بھی اختصار سے کیا ہے مثلاً درج ذیل اشعار دیکھئے۔

ـ جبرائیل اے عاجز ہویا
جاندا سدرہ پار نبیؐ اے

ـ اصحابِ صفّہ توں پچھو
بولے جو کلمات نبی اے

ـ اقصیٰ آپ گواہی دیوے
نبیاں دا سردار محمدؐ

ان اشعار میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معروف واقعات و مقامات کی نشاندہی ہے جن سے امتِ مسلمہ بخوبی واقف ہے'از دل خیزد بردل ریزد' کے مصداق ان سادہ نعتوں کا اثر قاری اور سامع پر بھی فوری ہو جاتا ہے اور وہ قمر حجازی کی سادگی سے حظ اٹھاتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں سینکڑوں شاعروں نے نعتیں لکھیں، غزل، مثلث، مربع اور مسدس کی ہیت میں ___ قمر حجازی نے بھی تین تین مصرعوں کے ساتھ چوتھے مصرع میں صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیپ کے مصرعے کی طرح باندھا ہے یہ بند دیکھئے۔

ـ ناز کریندا اس تے آدمؑ
رکھدا اوہو شان معظم
صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم

پنجابی زبان کی صنف جگنی ایک منفرد صنف ہے جو اکثر دیہاتوں میں گا کر پڑھی جاتی ہے اس کا خاص وصف حالات حاضرہ کا بیان ہے جگنی ایک کردار ہے جو مختلف شہروں میں وقوع پذیر ہونے والے احوال اور معاشرتی تبدیلیوں کا بیان کرتی ہے اس کا ایک نمایاں موضوع سیاسی

جبر کی فضا میں امید کی جوت جگانا بھی ہے بقول قمر حجازی

''کیہ جگنی، جگنو دی تانیت اے جیہڑی جگنو نال رل کے ہنیرے دا
سینہ چیر کے چمک دی علامت بن کے اکھاں دے ساہمنے آوندی اے جیہڑی
سانوں ظلم، جبر، دہشت گردی تے مایوسی دے ماحول وچ امید دا استعارہ بن کے
ایہہ پیغام دیندی اے، آخر اک دن ظلم دی دیوی دم توڑ دیندی اے تے روشنی
دے آگو چارے پاسے ہریالی، خوشی تے ترقی دے جھنڈے گڈ دیندے نیں''

مرحجازی صفحہ نمبر۲، قمر دی جگنی، اپریل ۲۰۱۷، اوکاڑا

اسی طرح پنجابی کی دوسری شعری صنفیں جن میں غزل وغیرہ شامل ہیں، سیاسی شعور کی بھر پور نمائندگی کرتی ہیں۔

پنجابی شاعری میں سیاسی شعور کی بات عصرِ حاضر کی عطا نہیں پنجابی شاعری کے آغاز ہی سے روحانی جذبات و افکار کے ساتھ ساتھ عشرہ بہ عشرہ اور صدی بہ صدی سماجی و معاشرتی واقعات کے ساتھ سیاسی میلانات اور رجحانات بھی ہماری شاعری کا حصہ بنتے گئے ہیں۔قمر حجازی نے اپنی دوسروں کتابوں کی طرح جہاں عصری شعور کا اظہار کیا ہے وہاں اپنی ذات اور کردار کے بنیادی ماخذ یعنی اسلامی تلمیحات کو بھی ملحوظ رکھا ہے ان کی دوسری کتابوں کی برح ان کی اردو اور پنجابیہ شاعری میں ایمانیات کی ایک زیریں لہر ساتھ ساتھ چلتی ہے اس کا بھرپور اظہار زیرِ نظر نعتیہ مجموعے میں ہوا ہیں۔اُن کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت کے ساتھ ساتھ اُن کے سیرت و کردار کے دوسرے متعلقات کا بیان بھی ایک شائستہ قرینے سے ہوا ہے۔ مدینہ شریف کا ذکر، وہاں حاضری کی تمنا، وہاں سے دور ہونے کا احساس، آپ کے اصحاب اور اہلِ بیت سے محبت نعت کے لوازمات میں شامل ہیں۔قمر حجازی سے اپنی نعتوں میں ان مضامین و موضوعات کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔

مَیں قمر حاجزی کی اس نعتیہ کتاب پر انہیں مبارکباد دیتا ہوں اللہ نعت کے باب میں ان کی سعی جمیلہ کو مشکور فرمائیں۔(آمین)مَیں اپنے تاثرات کا اختتام اِس رباعی پر کرتا ہوں۔

مبروک! ثنا میں سرفرازی تیری
اشعار میں کیف و دلگدازی تیری
شاہِ طیّبہؐ کی نسبت سے پُر کیف
ہے نعت کی لے، قمر حجازی تیری

❖......❖......❖......❖

مدحتِ آقا کے پھول: اعظم سہیل ہارون

'مدحتِ آقا کے پھول' اعظم سہیل ہارون کا تازہ نعتیہ مجموعہ ہے اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں جو شاعر اپنی اپنی عقیدت کے رنگ بھر رہے ہیں ان میں اعظم بھی پورے اعتماد سے شامل ہیں۔ کاروانِ نعت میں ان کی شمولیت خوش آئند ہے۔'مدحت آقا کے پھول' نامی کتاب سے پہلے بھی اُن کے نعتیہ مجموعے چھپ چکے ہیں ان کی نعت اپنی اساس میں اُس سادگی اور سلاست سے تعلق رکھتی ہے جس کا اظہار ہر دَور میں عام رہا ہے دراصل نعت کا مرکزی، معروف اور قبول عام کی سند رکھنے والا یہی لب ولہجہ ہے جس نے نعت کی روایت کو نہ صرف معروف کیا بلکہ اسے ایک قابل قبول حیثیت بھی دی نعت کا یہ روّیہ اپنے فکری وفنّی اظہار میں عامۃ الناس کی عقیدت ومحبت کی ترجمانی کرتا ہے۔نعت کی منزلِ اوّلین یہی عقیدت ومحبت اور شیفتگی ہے جو ہم اپنے نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھتے ہیں اس جذبہ کے سراغ اور تلاش میں ہمیں بہت دور نہیں جانا پڑتا بقول حفیظ جالندھری:

محمد کی محبت دینِ حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

اعظم سہیل ہارون کی نعت گوئی کا نمایاں وصف بھی سادگی نژاد پیرائے میں اسی محبت کا اظہار ہے ان کا لب ولہجہ سلیس اور پُر تاثیر ہے ان کے یہ شعر دیکھئے ان میں سادگی کی کم وبیش وہ تمام شکلیں مل جائیں گی جن سے سادہ نگاری عبارت ہے یعنی لفظوں کی سادگی' لب ولہجہ کی سادگی، بحروں کی سادگی ___ اور سب سے بڑھ کر بہ حیثیت مجموعی اظہار کی سادگی جو ہر چھوٹے بڑے کو

متاثر کرتی ہے۔

ہے قرآن میں رب نے ہم کو بتایا
نبیؐ کی اطاعت ہے رب کی اطاعت

راستہ جو ہے کامیابی کا
آپؐ کے نقشِ پا سے ملتا ہے

اس جہاں میں سکون ہر دل کا
ذکرِ خیر الوریٰؐ سے ملتا ہے

جب کرم ہو جائے گا سرکارؐ کا
پھر مدینے حاضری ہو جائے گی

گر ملے مٹی جو طیبہ کی سہیلؔ
مجھ کو حاصل سروری ہو جائے گی

لَو لگائی جو آپؐ کے دَر سے
ٹل گئیں پھر بلائیں سب سر سے

طلب ہر گھڑی ہے نبیؐ کی عطا کی
کرو بات آقاؐ کے جود و سخا کی

وہ انوار کی کہکشاں ہیں محمدؐ
امیں ہیں محمدؐ، اماں ہیں محمدؐ

دُور دل سے مرے تیرگی ہو گئی
''ذکر اُن کا کِیا' روشنی ہو گئی''

آپؐ جیسی رہبری ممکن نہیں
آپؐ کے بن زندگی ممکن نہیں

آؤ آؤ چلو ' سب مدینے چلیں
دَر کھُلا ہے نبیؐ کا عطا کے لیے

واضح رہے کہ سادہ نگاری اظہار کا ایک مقبول وصف ہے خصوصاً عقیدت نگاری میں اس اسلوب اظہار کی بہت ضرورت ہے شاعر جو کہنا چاہتا ہے وہ کسی تصنع اور بناوٹ کے بغیر سامع یا قاری کے ذہن تک پہنچ جاتا ہے بعض اوقات ہم لوگ اپنی فطرت کے برعکس اظہار کو زیادہ بلیغ بنانے کے لئے مشکل الفاظ وتراکیب کا سہارا لیتے ہیں تو اکثر اظہارِ ولا کی ہماری کوشش الفاظ کی دَروبست ہی میں دم توڑ دیتی ہے اسلوب جیسا بھی ہو آدمی کے مطالعے، مشاہدے اور مشق و مہارت کے بعد بنتا ہے لکھنے والے کو اپنے فطری اسلوب ہی میں اپنے قاری سے کلام کرنا چاہیئے اعظم کی نعت گوئی بعینہٖ اُن کے فطری اسلوب میں اظہار پذیر ہوئی ہے انہوں نے قرآن کریم کی بعض آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث کے مضامین کو اپنی نعت کا حصہ بنایا ہے اسی طرح سیرت و کردار کے پہلوؤں کو انتہائی سادگی سے بیان کیا ہے ایسی سادگی جو سہل ممتنع کے قریب ہے اور جس سے کی گئی شاعری کے مصرعوں میں ضرب المثل بننے کی گنجائش اور کیفیت موجود

ہے ان کی نعتوں کے یہ اشعار دیکھئے

پہچان لیں گے حشر میں مجھ کو رسولِ پاکؐ
جنت ٹھکانہ ہو گا مرا نعت کے طفیل

اپنی آنکھوں کے چمن میں رات دن
گنبدِ خضریٰ بسانا چاہیے

لحد میں فرشتے جو پوچھیں گے مجھ سے
کہوں گا مرے پاس نعتِ نبیؐ ہے

نعت لکھتا رہا میں نبیؐ کی سدا
زندگی میری اعظم سنورتی رہی

یہ استاد نے مجھ کو تعلیم دی ہے
فقط نعت آقاؐ کی اعظم لِکھا کر

گنبدِ خضریٰ کی خوشبو کا پتہ
مجھ کو طیبہ کی فضا سے مِل گیا

آپؐ پر یا نبیؐ درود و سلام
آئی آواز ایک پتھر سے

اعظم سہیل کی نعت میں منقبت اہل بیت اور مدح صحابہ کے عناصر بھی موجود ہیں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و شیفتگی کے ساتھ اہلِ بیت اطہار، صحابہ کرام اور نعت گو شاعروں خصوصاً حضرت حسانؓ اور اعلیٰ حضرت امام رضا کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ان کے یہ اشعار دیکھئے:

جو ہم نعتیہ شاعری کر رہے ہیں
تو حسّانؓ کی پیروی کر رہے ہیں

حضرت فاروقؓ سے مہکا ہوا
ساری دنیا میں عدالت کا چمن

حضرت صدیقؓ کی جب بات کی
ہو گیا زندہ صداقت کا چمن

حضرتِ عثمانؓ کی چاہت کے سبب
کھِلنے لگتا ہے سخاوت کا چمن

ترا سر اُٹھے گا' مِلے گی بلندی
نبیؐ کے تُو پیاروں سے اُلفت کِیا کر

مِلا ہے سکوں میرے دل کو یقیناً
غمِ ابنِ حیدرؓ میں آنسو بہا کر

نبیؐ کے دیں کو بچا لیا ہے
حسینؑ! تیرا یہ حوصلہ ہے

رب کا کرم ہُوا ہے، کروں ذکرِ پنجتن
کِھلتی ہے ان کے نام سے دل کی جو ہر کلی

بسا لی جو سینے میں حیدرؓ کی خوشبو
لگا جیسے پا لی ہے رہبر کی خوشبو

مہکنے لگی خاکِ کربل بھی تب سے
مِلی اِس کو جب خوانِ اصغرؑ کی خوشبو

دُعا ہے کہ اعظم مری ماں بہن کو
مِلے فاطمہؓ بی کی چادر کی خوشبو

ہے ابو بکرؓ و عمرؓ کی قربتیں صد مرحبا
جن کے مرقد ہیں حبیبِ کبریاؐ کے آس پاس

اِس جہاں میں جب ظہورِ حق نما ہونے لگا
نور کی برسات تھی بس آمنہؓ کے آس پاس

سر کٹاؤں گا دینِ احمدؐ پر
حوصلہ مِل گیا بہتر(۷۲) سے

نُور سے اُن کو رب نے بنایا سہیلؔ
بزمِ کونین کی ابتداء کے لیے

اعظم سہیل نے نعت نگاروں کے ذکر سے بھی اپنی نعت کو چمکایا ہے عہد رسالت مآب کے شاعر حضرت حسان بن ثابت سے گزشتہ صدی کے اہم نعت نگار احمد رضا خاں تک کا ذکر عقیدت سے کیا ہے نعت کے موضوع کو با قاعدہ ایک شعری صنف کا درجہ دینے والے نعت نگاروں سے اعظم کا اظہار عقیدت سرسری نہیں محبت آمیز ہے ان کے یہ شعر دیکھئے:

ہر وقت لکھ رہا ہوں میں آقاؐ کی نعتِ پاک
دل میں ہے جاں گزین جو احمد رضاؒ کا نُور

گر چاہتا ہے نعت کے اشعار میں نکھار
احمد رضاؒ کی پڑھ کے ذرا شاعری کو دیکھ
فیضان بٹ رہا ہے عطائے رسولؐ سے
اجمیر میں تُو روضۂ ہندالولیؒ کو دیکھ

نعت لکھنے کا ہر ہنر اعظم
مجھ کو احمد رضاؒ سے ملتا ہے

پڑھو اعلیٰ حضرتؒ کے اشعار دل سے
اگر ہے تمہیں شاعری کی ضرورت

بہ حیثیت مجموعی 'مدحت آقا کے پھول' اعظم سہیل کی نعت نگاروں میں ایک خوشگوار اضافہ ہے انہوں نے اپنی سادہ نگاری میں بھی خوبصورت اور پُر تاثیر نعتیہ شعر نکالے ہیں ان کے درج ذیل شعر دیکھئے جوان کی سابقہ نعت گوئی میں اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لفظوں میں ڈھالتا ہی رہوں نعت میں سدا
لکھتا رہوں میں نعت تری' یہ کمال دیں

چاروں طرف فضاؤں میں اِک کیفِ سرمدی
میلادِ پاک کے ہے مہینے میں دوستو

اُڑتا ہے وہ جو گنبدِ خضریٰ کے آس پاس
مجھ کو وہ پیارا پیارا کبوتر عزیز ہے

اِس جہاں میں بھی شجاعت کا ہنر
مجھ کو تو شیرِ خدا سے مِل گیا

طیبہ کی اِس بہانے سے آؤں گلی کو دیکھ
لکھتا ہوں اُنؐ کی نعت میں' خوش قسمتی کو دیکھ

''موت آئے روضۂ خیرالوریٰ کے آس پاس''
اس لیے رہتا ہوں شہرِ مصطفیٰ کے آس پاس

اُنؐ کی الفت کا دِیا دل میں جلا رکھا ہے
اِس طرح خلد میں گھر اپنا بنا رکھا ہے

رنج وغم میں ہوں گھِرا ، شاہِ ہدیٰؐ امداد کُن
مصطفیٰؐ، خیرالوریٰؐ، صلِ علیٰ امداد کُن

جالیوں کے سامنے آنکھوں میں آنسو آ گئے
اور ہے پھیلا دیا دستِ دُعا امداد کُن

دھڑکن پکارتی ہے کہ سامانِ نعت ہے
مہکا ہُوا جو دل میں گلستانِ نعت ہے

نعت کی صنف سے اعظم کی وابستگی لائق تحسین ہے اللہ ان کے اس ارمغان عقیدت و محبت کو قبول فرمائے ۔'مدحتِ آقا کے پھول' محمد اعظم سہیل کے نعتیہ اثاثے میں ایک ثروت مند اضافہ ہے انہوں نے حبّ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جذبے کو اپنی سادہ بیانی سے عوام وخواص سب کے لیے قابل قبول بنا دیا ہے شعری زمینوں کی سادگی سے خیالات وافکار کے اظہار تک میں ان کی سلاست پسندی اور سادہ کاری نے بڑے خوبصورت شعر تخلیق کئے ۔

مَیں اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

سرکارؐ کی نعت کے' ارادت کے پھول
یہ پھول ہیں اصل میں عقیدت کے پھول
دیکھ اعظم کس عجز کس محبت کے ساتھ
لایا ہے 'آقا کی مدحت کے پھول!

❖......❖......❖......❖

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہوگئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلوان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جاسکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کردیا ہے۔

صبیح رحمانی

نعتیہ

دیباچے

۳

ریاضِ مجید

نعتیہ دیباچے

ریاض مجید

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہوگئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلو ان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی

زیرِ طبع



28-06-2020

نعتیہ دیباچے



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نعتیہ دیباچے

(۳)

ریاض مجید

نعت اکادمی

سلسلہ اشاعت: 98
تاریخ اشاعت: 30 جون 2020
قیمت: =/300 روپے

اشاعت/حقوق: ریاض مجید
کمپوزنگ: مبشرہ فریاد
تزئین: علی حسن زیدی
سرورق: علی
بائنڈنگ: احسان الحق سیالوی 0302-6600656
مطبع: زیدی لیزر پرنٹنگ، فیصل آباد 0300-6619124
اہتمام: نعت اکادمی
پوسٹ بکس نمبر 25 فیصل آباد

☆

انتساب

محترم حافظ لُدھیانوی ؒ کے نام

ترتیب

❖......❖......❖......❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تین کتابیں ــــــ ایک دیباچہ

گزشتہ سالوں میں نعتیہ کتابوں پر لکھنے والے دیباچوں کو تین کتابوں ''نعتیہ دیباچے (۱)''، ''نعتیہ دیباچے (۲)'' اور ''نعتیہ دیباچے (۳)'' ــــ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ہر کتاب کے شروع میں ان نعتیہ مجموعوں کی فہرست دے دی گئی ہے جن کے لئے یہ دیباچے لکھے گئے ہیں۔ ان مجموعوں میں دو تین ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو ابھی زیرِ طبع ہو یا جو موجودہ اُن مجموعوں میں دیباچے کی جگہ نہ پا سکے ہوں اور اب اُن کی حیثیت ان کتابوں کے بارے میں مضامین کی ہوگئی ہو۔ ان تینوں مجموعوں میں شائع ہونے والے 60 کے قریب دیباچوں میں ان کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں۔

ان سب مجموعوں کا بیک وقت کتابی صورت میں مطالعہ آج کی نعت کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔ مَیں نے کوشش کی ہے کہ مجموعوں کے مکمل مطالعے کے بعد اُن کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں اگرچہ ان دیباچوں سے کِسی حوالے سے بھی آج کے نعتیہ بیانیہ کی مکمل ترجمانی کا مظہر نہیں سمجھا جا سکتا تاہم ان دیباچوں سے نعت کے ضمن میں گزشتہ تین چار دہائیوں سے ہونے والی پیش رفت کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اگر آج کی نعت کا بہت اختصار سے دو جملوں میں خلاصہ بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نعت کا مرکزی اور بڑا دھارا 'معمول' کی نعت نگاری پر مشتمل ہے البتہ جو غزل کے پُختہ کار، جدّت نیار اور ندرت طبع نعت نگار ہیں اُن کی نعت فکری اور فنّی طور پر تازہ کاری کی عکّاس ہے____

آج کے شعر و ادب کی مجموعی صورتِ حال بھی ایسی ہے۔ اصناف کی ناول، افسانہ، غزل، نظم اور دوسری نعتِ رسول ﷺ کی صنف کا بڑا حصّہ بھی ایک تاریخ ساز پیش رفت کے باوجود تشکیلی مرحلے میں ہے۔

اِس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آج کی نعت قریب قریب 97، 98 فیصد غزل کی صنف میں پھر رہی ہے۔ لہٰذا اُس کی تخلیق و تنقید کا سارا نظام غزل ہی کے حوالے سے تشکیل پا رہا ہے جو شاعر غزل کے علائم و رموز اس کے فنّی محاسن اور اس کی تخلیقی مہارت سے جس قدر آگاہ ہے اس کی نعت اتنی ہی مختلف، منفرد اور بلیغ معنویت کی حامل ہے اور عقیدت محض کے اظہار کی بجائے اعلیٰ ادبی و شعری قدروں کی امین ہے اور ظاہر ہے عوام، اور 'معمول' کے مقابلے میں ایسے 'خواص' اور منفرد کم ہیں۔

ریاض مجید

پیش گفتار

منظوم دیباچہ معراج سفر: حافظ لُدھیانوی

نعتیہ مطالعات کے دیباچے کو آخری شکل دے رہا ہوں ابھی ابھی میں نے حافظ لُدھیانوی کے منظوم سفر نامہ حجاز کو معراج سفر جلدی جلدی ایک نظر دیکھا ہے یہ قبلہ حافظ لدھیانوی کے اس سفر کی روداد ہے جو انہوں نے گزشتہ صدی کے آخری سالوں میں کیا اس سفر نامے کی اشاعت مئی ۱۹۹۰ء میں ہوئی۔ اس سفر نامے کا انتساب مسافرانِ حرم کے نام ہے اس مَیں محترم حفیظ تائب صاحب اور میں حافظ لدھیانوی کے ہمسفر تھے۔ انہیں اس سہ رکنی قافلہ نعت گویاں کی قیادت اور رہنمائی حاصل تھی جس کی خواہش مَیں نے کئی سال پہلے اپنی ایک نعت کے شعر میں یوں کی تھی:

ے نعت خوانوں کے جلو میں رہِ طیبہ طے ہو
حافظ و تائب و افضل کی رفاقت مل جائے

جناب صوفی محمد افضل فقیر اُن دنوں حج کی تیاری کر رہے تھے سو ہم ان کی رفاقت سے محروم رہے۔ (وہ ہماری واپسی کے بعد حج پر تشریف لے گئے) حافظ اور تائب کے ٹکٹ لاہور سے تھے مَیں فیصل آباد سے براستہ کار لاہور ائیر پورٹ پر اِس بے سروسامانی میں پہنچا کہ

میرے پاس نہ شناختی کارڈ تھا نہ ویزا نہ ٹکٹ نہ پاسپورٹ ___ میری یہ سارے سفری دستاویزات سعودی عرب کے سفارت خانے (اسلام آباد) میں ویزا کے لئے گئے تھے جو مجھے ایک دن بعد ملنے تھے اُن دنوں لاہور سے ہفتہ میں جدہ کے لئے دو پروازیں جاتی تھیں حافظ صاحب اور تائب صاحب کے کاغذات مکمل تھے میری خواہش تھی کہ وہ اپنی فلائٹ دو تین دن بعد والی فلائٹ میں کر لیں اُن دنوں آج کل کی طرح موبائل فون کی سہولت مہیا نہ تھی رات تائب صاحب سے فون پر بالآخر یہی طے پایا کہ مَیں اپنے کاغذات کا انتظار کر کے اگلی فلائٹ میں سعودی پہنچوں اور وہاں اس قافلے میں شامل ہو جاؤں۔

عزیزی معظم بن ظہور اس دن حسنِ اتفاق سے اسلام آباد موجود تھے انہوں نے مجھے فون پر کہا کہ ویزا عام طور پر ڈیلوری سے ایک دو دن پہلے لگ جاتا ہے میں آپ کے پاسپورٹ کے حصول کی کوشش کرتا ہوں اب ایک عجیب حیرت اور اللہ کی رحمت کے سلسلے کا ظہور ہوتا ہے یہ سارا واقعہ بتانا بھی مشکل ہے جب کہ اِس کا لکھنا اِس سے زیادہ مشکل ہے۔ جانے کیسے سفارت خانے کے اوقات کار ختم ہونے کے بعد معظم نے وہ سارے کاغذات حاصل کر لیے۔

اُنہوں نے لاہور آنے والی کسی فلائٹ کے کسی اجنبی مسافر کو دیئے کہ وہ اس فلائٹ سے لاہور لے جائیں اُن دنوں کسی باضابطہ ٹریول ایجنٹ کے علاوہ پاسپورٹ اور ویزا کے دستاویزات لے جانے کی پابندی تھی مجھے معظم نے کہا تھا کہ میں لاہور ائیر پورٹ پہنچ جاؤں اگر اسے اس دوران (اِسلام آباد سے لاہور) واحد آنے والی فلائٹ میں سیٹ مل گئی تو وہ یہ کاغذات مجھے خود لاہور پہنچا دے گا ورنہ کسی بھی مسافر سے درخواست کرے گا ___ مَیں لاہور کے ائیر پورٹ کے لئے فیصل آباد سے مغرب کی نماز پڑھ کر روانہ ہُوا اسلام آباد سے لاہور آنے والی فلائٹ اور لاہور سے سعودی روانہ ہونے والی فلائٹ میں بمشکل نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا مَیں جب لاہور ہوائی اڈے پر پہنچا تو ہوائی اڈے کے بیرونی بیریئر پر معمول کے مطابق میری گاڑی کو روک کر مجھ سے آگے جانے کا سبب پوچھا گیا ''آپ مسافر ہیں یا کسی کو چھوڑنے آئے ہیں یا کسی کو لینے'' ___ کچھ ایسے

ہی لفظ تھے 'اپنا پاسپورٹ دکھائیں'۔

''وہ تو نہیں'' ____ ''شناختی کارڈ'' ____ ''وہ بھی نہیں'' _____ ''صرف ٹکٹ والے آگے جا سکتے ہیں ___ ٹکٹ؟'' ''وہ بھی نہیں'' ___ ''تو آپ کہاں جا رہے ہیں''؟ ''عمرہ کا ارادہ ہے''؟ اور'' آپ کے پاس کوئی کاغذ نہیں''؟ ''وہ اسلام آباد آنے والی فلائٹ میں آ رہے ہیں''؟

ان سوال و جواب میں پیچھے کئی گاڑیاں لگ گئیں۔ بیریئر پر کھڑا دوسرا اہل کار ٹریفک کا تعطّل دیکھ کر ادھر لپکا اور اپنے ساتھی سے پوچھا ''کیا ماجرا ہے؟ گاڑی آگے کیوں نہیں جاتی''؟ ''سر یہ کہتے ہیں عمرہ پہ جانا ہے مگر ان کے پاس کوئی ڈاکومنٹ نہیں'' ____، دوسرے اہل کار نے گاڑی کے شیشے سے اندر جھانکا مجھے دیکھا اور پوچھا ''کہاں جانا ہے؟ میں نے وہی جواب دیا کہ بھائی صاحب عمرہ کا ارادہ ہے اور کاغذات اسلام آباد کی فلائٹ سے آ رہے ہیں''؟

''وہ فلائٹ تو آ چکی ہے'' ____ اُس نے کہا۔ پھر پتہ نہیں اُس کے جی میں کیا آیا وہ بولا ''یار انہیں جانے دو'' ____ ''بھائی ہمارے لئے بھی وہاں دعا کرنا'' ____ پیچھے سے آواز آئی اور مَیں نے ڈرائیور سے کہا وہ مجھے ڈراپ لین میں اتار کر پارکنگ میں چلا جائے میں نے گھر سے نکلتے ہوئے ایک مارکر اور ایک سفید کاغذ لے لیا تھا مَیں نے ایک ستون پر کاغذ رکھ کر ریاض مجید لکھا اور اس ریلینگ کے پاس کھڑا ہو گیا جہاں سے مسافر باہر نکل چکے تھے بلکہ بہت سے نکل چکے تھے فلائٹ بیس پچیس منٹ پہلے آ چکی تھی میرے سامنے آٹھ دس مسافر تھے جو ایک ایک کر کے نکل رہے تھے میری نظریں ایک صاحب سے ملیں انہوں نے میرے ہاتھ کا کاغذ پڑھ لیا تھا میرے اندر نے گواہی دی کہ یہی وہ صاحب ہوں گے جو میرے کاغذات لا رہے ہیں۔

اُن کے ایک ہاتھ میں بیگ تھا اور دوسرے میں ایک لفافہ ____ انہوں نے مجھے دیکھا اور کہا ریاض صاحب یہ لیجئے اپنے کاغذ _____ مَیں نے اپنے مزاج اور صورت حال کے سبب

سراپا ممنونیت کے جذبے سے مغلوب ہوتے ہوئے اُن کے لئے تعریفی جملوں اور دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا ہی تھا کہ انہوں نے بتایا کہ سعودی عرب کی فلائیٹ کی بورڈنگ شروع ہو چکی ہے 'میں نے اُس کی اناؤنسمنٹ سنی ہے' اب آپ آگے کے کام کریں اور دعاؤں میں یاد رکھیں ___ مجھے انہوں نے عجلت میں بتایا کہ میں روئی پلانٹ میں کام کرتا ہوں اُن دنوں ہمارے سینئر دوست اور معروف شاعر شہزاد احمد صاحب بھی روئی پلانٹ سے وابستہ تھے مَیں نے ان سے اپنی دوستی کا حوالہ دیا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے لاہور میں جہاں جانا ہو میری گاڑی باہر کھڑی ہے انہوں نے کہا اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے لینے کے لئے گاڑی آئی ہوئی ہے ___ 'بس آپ جلدی کیجئے' ___ مَیں اُن کے لئے سراپا شکر گزاری کے جذبات میں ڈوبا وہاں سے بیرون ملک جانے والی پروازوں کے ایریا کی طرف بڑھا مَیں نے اپنے ڈرائیور کو خدا حافظ کیا بنک بوتھ پر مَیں نے عجلت میں کرنسی بدلی جب میں ایک ہاتھ میں یہ سب سفری دستاویزات اور کرنسی تھامے بریفنگ ہال میں داخل ہوا تو میری سراسیمگی دیکھنے والی تھی سامنے حفیظ صاحب اور تائب صاحب نظر آئے۔ حیرت اور خوشی کے تاثرات اُن کے چہرے پر نمایاں تھے۔ انہیں تازہ صورتِ حال کی خبر نہ تھی۔ رات ہونے والی گفتگو کے مطابق مجھے دو دن بعد کی فلائیٹ میں جدّہ پہنچنا تھا ___

وہ بورڈنگ کارڈ لے چکے تھے میں نے اُن کا سیٹ نمبر لیا اور بورڈنگ کاؤنٹر کی طرف لپکا جہاز کے درمیان کی چار سیٹوں میں سے تائب صاحب کے ساتھ کی سیٹ خالی تھی مجھے وہ سیٹ مل گئی ___ چوتھی سیٹ پہ ایک سکول ٹیچر تھے غالباً پشاور کے کسی نواحی علاقے کے ___ وہ روانگی کے آخری مرحلے پر ہم سے ذرا آگے تھے ان کے پاس NOC نہیں تھا اور متعلقہ اہل کار انہیں روک رہا تھا حافظ لدھیانوی صاحب نے انہیں کہا کہ '' بھائی انہیں روکیں نہ اگر خدا نے اپنے گھر بلایا ہے تو آپ کیوں روک رہے ہیں محبت کریں اور انہیں جانے دیں ___ تائب صاحب اور مَیں نے بھی کچھ ایسے ملتجیانہ جملے کہے اُس نے مہربانی کی اور یوں وہ ہمارے ساتھ (شریک سفر

بلکہ شریکِ نشست بھی) ہو گئے۔

میں اپنے تاثرات اور واقعات کی بہت سی جزئیات چھوڑ رہا ہوں کچھ دیر بعد دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا چار رُکنی فضائی مختصر نعتیہ مشاعرہ ہو رہا تھا جس میں حافظ لدھیانوی، صدرِنشست، حفیظ تائب مہمان خصوصی، مَیں سٹیج سیکریٹری اور اسی ترتیب سے میرے بائیں بیٹھے ہوئے واحد سامع وہ سکول ٹیچر تھے، شاعروں سے تین تین چار چار شعروں کی درخواست کی گئی تھی اور مَیں اپنی نعت کا شعر پڑھ رہا تھا

اُس آشنا کو مرا میرِ قافلہ کرنا ؎
جو تیرے شہر میں آیا گیا زیادہ ہو

سو ـــــ یہ دلپذیر، نعت افروز اور مکمل حمد ونعت کی فضا میں ڈوبا ہُوا سفر ہم نے آغاز سے واپسی تک قدم قدم اور لمحہ لمحہ ساتھ کیا۔

واپسی پر طے ہُوا تھا کہ سب اس سفرِ نعت آثار کے بارے میں کچھ لکھیں تائب صاحب نے پنجابی میں ایک طویل نعت لکھی حافظ صاحب نے 'معراج سفر' کے نام سے ایک منظوم سفر نامہ لکھا جسے مسافرانِ حرم کے نام معنون کیا اس کا دیباچہ احمد ندیم قاسمی صاحب نے لکھا ان کے دیباچے اور حافظ صاحب کے متن میں کئی جگہ شرکائے سفر کا ذکر آیا۔

میں نے 'سفرِ نعت آثار' کے نام سے ایک منظوم طویل نعت شروع کی تھی جس کا صرف حمد یہ حصہ ان دنوں مکمل ہُوا تھا ـــــ حافظ صاحب نے کہا کہ اسے دیباچے کی صورت میں 'معراج سفر' میں شامل کر دیتے ہیں اس مجوزہ نظم کے آخر میں تین احباب نامے بھی تھے حافظ صاحب اور حفیظ صاحب کے بارے میں میرے حُب نامے اسی دیباچے کے ساتھ شامل کتاب کر دیئے گئے اس دیباچہ کا عنوان 'منظوم سفر نامے کا دیباچہ ہے منظوم' حافظ لدھیانوی صاحب کا

رکھّا ہُوا ہے۔

اب 'مطالعات نعت' کے حوالے سے میرے نعتیہ دیباچے شائع ہو رہے ہیں تو قریباً بیس سال پہلے کے اس مطبوعہ منظوم دیباچے کو بھی اِن مطالعات میں شامل کر لیا ہے [حُب ناموں میں ہمارے غائبانہ شریکِ سفر صوفی حافظ محمد افضل فقیر صاحب کے بارے میں لکھے ہوئے اشعار اور مدینہ منورہ میں ملنے والے ہمارے کرم فرما پیر نصیر الدین صاحب گولڑوی کے بارے میں کچھ شعر بھی اس عقیدت نامے کا حصّہ ہیں_____ وہ نعت آثار سفر پر لکھی گئی طویل یک کتابی نظم میں ان شاء اللہ شامل ہو جائیں گے۔ سرِ دست 'معراجِ سفر' والے اشعار اور دو حُب نامے اِسی ترتیب سے ہیں جس طرح 'معراجِ سفر' میں حافظ صاحب نے شامل کیے تھے۔ عظیم نعت نگار احباب اور معاصر نعتیہ شخصیات وغیرہ کے حوالے سے میرا منظوم ہدیہ عقیدت جو قصیدوں، نظموں، رباعیوں اور قطعات کی صورت میں لکھا ہے 'خراجِ عقیدت' کے نام سے جداگانہ طور پر مرتب کیا جا رہا ہے]

معراجِ سفر (منظوم سفرنامہ حجاز) ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

دیارِ پاک کی جانب سفر معراج تھی اپنی
وہ منزل آسماں نکلی، وہ رستہ کہکشاں نکلا

(یہ کتاب مئی ۱۹۹۰ بیت الادب، فیصل آباد سے شائع ہوئی)

اس کے انتساب کی عبارت یوں ہے/ انتساب مسافرانِ حرم کے نام

عرض مصنف کے آخر میں حافظ لدھیانوی صاحب نے لکھا:

''برادرم محترم ڈاکٹر ریاض مجید اس سفرِ سعادت میں میرے رفیق سفر تھے انہوں نے منظوم سفرنامہ حجاز پر ایک سو اشعار کا دیباچہ منظوم تحریر کر کے اس کتاب کے حسن و آرائش میں اضافہ کیا ہے اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے غلامانہ وابستگی کا دلکش پیرائے میں اظہار کیا میری

اس کاوش کو حمد یہ و نعتیہ شاعری کو خوبصورت انداز میں خراج تحسین پیش کیا مَیں اس کرم فرمائی پر اُن کا بے حد ممنون ہوں کسی منظوم نصف کا منظوم دیباچہ مری نظر سے نہیں گزرا اس اوّلیت کا شرف بھی ڈاکٹر ریاض مجید کا مقدر ہے۔

برادرم ڈاکٹر ریاض مجید نے رفقیان سفر راقم الحروف اور ممتاز نعت گو جناب حفیظ تائب کے بارے میں محبت آمیز اشعار میں اپنے تاثرات بیان کیے جو احباب کے ساتھ ان کے اخلاصِ باطن اور قلبی تعلق کا دلنشیں اظہار ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

دعا گو حفیظ لدھیانوی (ص ۹)

'منظوم سفر نامہ حجاز' ____ ایک تاثر میں جناب احمد ندیم قاسمی نے لکھا:

''جذبات و احساسات کی اس شدّت کا اظہار سفر نامے کے آغاز میں دیکھا جا سکتا ہے جب انہیں حضرت حفیظ تائب اور حضرت ریاض مجید کے سے رفیقانِ سفر میسر آئے جن کی نعت گوئی سرمایۂ اردو ہے اس رفاقت کی کیفیات کا ذکر وہ بڑی سرشاری سے کرتے ہیں سفر کے آخر تک وہ اپنے ان قریبی دوستوں اور عزیزوں کی محبت کا بھی اعتراف کرتے چلے جاتے ہیں جو جدّہ سے مدینہ منورہ اور وہاں سے مکہ مکرمہ کے سفر کے دوران ان کی مدد و مدارات کرتے رہے'' (ص ۱۲)

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ، ۷ر اپریل ۱۹۹۰

❖......❖......❖......❖

منظوم سفرنامے کا دیباچہ ہے منظوم

الف اَلحمد اللہ تیری ذات — خالقِ ممکنات و موجودات
ذات تیری بزرگ و برتر ہے — اے ہمہ خوبی و کمال و صفات!
لوحِ جاں سے نواحِ امکاں تک — تیرے انوار اور تجلیّات
صفِ دل سے کفِ زمانہ تک — تیرے آثار اور تری آیات
تیرا میثاق نامہ اَزلی — سرِ ہرِ خُلیہ مُہرِ ترقیمات
اور بے وضع کوزہ گر سارے — احسن الخالقین تیری ذات
ارحم الرّاحمین ، رحم ، کرم! — صدقۂ نُورِ سیّدِ سادات
اے خوشا لب پہ کِس کا ذکر آیا — کہ جُھکی رُوح بہرِ تعظیمات
دھڑکنیں دف کی لَے پہ گاتی ہیں — طَلَعَ البَدرُ کے حسیں نغمات
کِس کی آمد ہے خانۂ دِل میں — وجب الشُکر کی ہیں یہ ساعات
ہوا ماحول نعت آمادہ — اُبلے پڑے ہیں شُکر کے جذبات
صفتِ شمس جگمگاتا ہے — نوکِ خامہ پہ نورِ توصیفات
آپؐ کی نسبت گرامی سے — یثربِ فن ہُوا مدینہ صفات
اے خوشا ایسے شاعرانِ کرام — جن کے ہیں حمد ونعت موضوعات
لالہ و گُل بنا کے لفظوں کو — کاغذوں پہ کھلاتے ہیں باغات
وقف ایسے ثنا گروں کے لیے — دہر و عقبیٰ کے سارے انعامات

کیا سفر نامہ لکھّا حافظؔ نے ۔۔۔ وِردِ جاں جس کے ’نعتیہ قطعات‘
کیں قلمبند کس روانی سے ۔۔۔ سرِ کاغذ تمام کیفیات
سفرِ دلنشیں کی تصویریں ۔۔۔ حضرِ کیف زا کی تمثیلات
حاصلِ ذوق کی مرصّع کشی ۔۔۔ منزلِ شوق کے مرقّع جات
زہے اذکارِ نُورِ طیبہ کا ۔۔۔ اے خوشا شہرِ شہؐ کی تفصیلات
جن میں رہتے تھے سرورؐ عالم ۔۔۔ ان مقامات کی ہیں تشریحات
ایسے تحریر کو کیا تصویر ۔۔۔ چشمِ قاری چلے قلم کے سات
کیا اُتارے ہیں جذبے کاغذ پر ۔۔۔ کر دیئے ہیں مصوّر احساسات
آگئے یاد ، کر گئے دِل شاد ۔۔۔ سوز کے پل ، گداز لمحات
آنکھ میں اشک بن کے تیر گئے ۔۔۔ سفرِ عمرہ کے حسیں دن رات
ہمہ اوراقِ روشنی وہ دِن ۔۔۔ ساری وہ راتیں نُور کے صفحات
اے خوشا وہ نظر فروز حرم ۔۔۔ دلکشا جس کا ذکرِ توسیعات
عرش منظر فضا مواجہ کی ۔۔۔ وہ دُرود و سلام کی اصوات
روح غرقاب نُور ، دِلِ سرشار ۔۔۔ اللہ اللہ وہ بحرِ احسانات
دلِ زائر کو گھیرے رکھتا تھا ۔۔۔ ہالۂ صد ہزار اَنوارات
گنے کس نے ، گنا سکے گا کون؟ ۔۔۔ زائرانِ حرم کے اکرامات
شانِ خیرِ کثیر کا صدقہ ۔۔۔ بٹے دِن رات جنتِ خیرات
سہل تھا کِس قدر دنوں کا گزر ۔۔۔ تھے زمامِ زماں پہ اپنے ہات
طیبہ کی خاکِ نُور چھُوتے ہی ۔۔۔ اور سے اور ہو گئے حالات
ارضِ طیبہ تھی کہکشاں بکنار ۔۔۔ زر بداماں تھے خاک کے ذرّات

حسنِ شہرِ نبیؐ کی تصویریں — زندہ، تابندہ نُور کی آیات
اوج و معراجِ زندگی کہیے — راہِ طیبہ میں جو کٹے لمحات
جلوہ ہائے مدینہ کا مذکور — خواب ہائے ازل کی تعبیرات
کس قدر خوش نصیب لگتے تھے — نعت گو روضۂ رسولؐ کے سات
دست بستہ غلام حاضر تھے — سرِ دربارِ شاہؐ قدس صفات
واردات آنکھ کو بھگوتی ہوئی — داغ دھوتی ہوئیں وہ کیفیات
کرم و لُطفِ شاہؐ کیا کہنا — محترم لگ رہی تھی اپنی ذات
پیشِ آئنہ کون تھے ، دُنیا — عکسِ آئینہ میں تھی کس کی ذات
لکنت انداز استعارے تمام — عجز اظہار ساری تشبیہات
آنکھ میں ،قلب میں، زباں پر تھا — السّلام ، الصّلوٰۃ ، اَلتحیّات
حاصلِ عمر تھے وہ پَل جو کٹے — اہلِ درد و وِلا و نعت کے سات
برکاتِ قلم کا تحفہ ہے — طرزِ حافظ کے رنگِ محسوسات
ثمراتِ حرم کی صورت میں — زندہ تا حشر یہ رہیں ابیات

حافظ لدھیانوی

رہبرِ راہ حافِظ خوش گو — شاعرِ خوش کلام و خوش گفتار
ہر پل آمادۂ ثواب و صواب — ہر گھڑی ذکر و فِکر پر تیّار
صبح و شام آیہ و وصایا مست — رات دن حمد و نعت میں سرشار
شاعرِ حمدِ ربّ و نعتِ رسُولؐ — ورقِ رُوح جس کا خُلد آثار
ایک اِک جذبہ اس کا طیبہ سرشت — اور مدینہ نژاد سب افکار

ہے زبان و بیان شائستہ — اور تہذیب یافتہ اظہار
حاصلِ صحبتِ بزرگاں ہے — جس کے اشغال کا حسیں معیار
کر کے خُوں رنگ و 'خامۂ مژگاں' — لکھّے وصفِ رسُولؐ سے سرشار
حفظِ قرآں کے نُور و برکت سے — اس کا سینہ خزینۂ اَنوار
آنکھ میں 'منزلِ سعادت' ہے — رُو بہ طیبہ ہے فکر کا رہوار
لفظِ ہر حمد آسماں پیما — حرفِ ہر نعت کہکشاں بکنار
اس کی موجودگی کی برکت سے — فیصل آباد نعت کا گلزار
مانگ اس کے لئے دُعائے خاص — اس پہ فرمائے رحمتیں غفّار
کرمِ 'ذُوالجلالِ والاِ کرام' — رات دن اس کے ہومیین و یسار
حمد و نعت کے وسیلے سے — روز افزوں ہو اس کا عزّ و وقار
آیۂ فَـا ذکُـروُنِـی اَذ کُرُ کُـم — رکھّے گرد اس کے رحمتوں کا حصّار
دہر و عقبیٰ کے سب منازل میں — سایہ گستر ہو رحمتِ ستّار
وحشتِ حشر میں ریاض اس کی — نگراں ہو شفاعتِ سرکارؐ

حفیظ تائب

سرِ بابِ حفیظ تائبؔ لکھ — سیّدِ طائفہ بہ نعتِ جدید
پیکرِ مہر و بندۂ اخلاص — فن میں یکتا ، ثناگروں میں وحید
آسمانِ ادب پہ تابندہ — جس کی ایک ایک نعت کا خورشید
جس کی ہر نعت اُس کے قاری کو — بخشتی ہے مسرتِ تمجید
مو بہ مو فرقِ وصل و فصل کریں — جس کی آنکھیں رسالت و توحید
[اس کے فکر اور فن کے جذبوں کا — ہے رواں قافلہ بہشت کی سیدھ]

نعت کے ایک ایک مصرعے کی — جبرئیلِ امیں کریں تائید
جس کی صحبت دلیلِ خوش بختی — جس کی قربت دِل و نگاہ کی عید
رکھّے آداب دین کے ملحوظ — فن کرے جس کی شرع کی تائید
دین کے مختلف حوالوں سے — باطل افکار کی کرے تردید
جس کے اُسلوب کے مقلّد ہیں — نعت میں سب سُخنورانِ جدید
ہاں وہی چُن لیا گیا جس کو — بہرِ نعتِ رسُولِ ربِّ وحید
مانگ حق سے دُعائے خاص اس کو — ملے توفیق نعت و عمر مزید
اس کی قربت میں ہم کو کاش اے کاش — پھر مِلے اذنِ حاضری کی نوید
رُوبہ طیبہ ہوں مِل کے پھر اِک بار — تیری رحمت سے شاہ کیا ہے بعید

ریاض مجید

برگِ سدرہ: خلیق قریشی

خلیق قریشی کی نعت گوئی کو دو واضح حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ ان کی سفر حجاز سے قبل کے نعتیہ جذبات وافکار پر اور دوسرا سفرِ حجاز کے دوران اور بعد کے احوالِ وتاثرات پر مشتمل ہے ان دونوں حصوں کی نعت کے موضوعات اوران کی پیشکش میں نمایاں فرق ہے۔ان کی سفر حجاز سے قبل کی زیادہ تر نعتیں عقیدت کے ایک ایسے اظہار سے عبارت ہیں جس کے معنوی پس منظر کی فضا روائت دوستی، رسم، مطالعہ اور شنیدہ، دیدہ کا اعتبار اور درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ یہ عملِ تخلیق کا وہ مرحلہ ہے جب خارج داخل سے ہم آہنگ ہونے کی معراج حاصل کر لیتا ہےاور روایتی شاعری سچی تخلیق کے جذبے سے سرشار ہو جاتی ہے۔حقیقی نعت گوئی کی یہی خوبی خلیق قریشی کے دوسرے دورِنعت کا نمایاں وصف ہے۔

خلیق قریشی نت جو نعتیں پہلے دور میں لکھیں ان کے موضوعات نعت کے معروف موضوعات ہیں ان میں حضورؐ کی مدح، شفاعت طلبی، زیارتِ روضۂ رسول کی تمنا کا اظہار م سلام و صلوٰۃ اور فریاد کے نمونے ملتے ہیں (اگر نعت کی تعریف بعض ناقدینِ نعت کی خیال کے مطابق ''مدحِ رسولؐ سے ذکرِ اسلام تک'' پھیلا لی جائے تو ماہِ صیام، عید، عید قربان، جنگِ بدر، حجاج کا خیر مقدم اور خلیق کی کئی دوسری نظموں کو بھی نعتیہ شاعری کے ذیلی موضوعات میں شامل کیا جا سکتا ہے) اس حصے کی نعتوں میں نعتیہ مضامین و موضوعات کے اظہاع کے لئے جو زمینیں الفاظ و تراکیب، ڈکشن اور لب ولہجہ استعمال کیا ہے وہ اردو نعت گوئی کے عمومی نمونوں میں دیکھا جا سکتا

ہے مثلاً یہ نعتیں دیکھئے (مطلع درج ہیں)

آج وہ دن ہے کہ فخرِ انبیاءؐ پیدا ہوئے
خواجۂ دو کون و شاہؐ دوسرا پیدا ہوئے

قرارِ دل رسول اللہ سکونِ جاں رسولؐ اللہ
ترا ذکرِ حسیں ہر درد کا درماں رسولؐ اللہ

آنکھوں میں اتر کر دل میں بسے انوار مدینہ کیا کہنے
نظروں میں لہکتا ہے ہر دم گلزارِ مدینہ کیا کہنے

شرق مزّین، غرب منّظم، دست فلک میں نُور کا پرچم
روشن روشن، عالم عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

اے ماہِ عربؐ، میرِ عجمؐ، خواجۂ لولاکؐ
ہو گا کوئی تجھ سا، نہ ہُوا ہے تہۂ افلاک

بلند ارفع ہے بے انتہا مقامِ رسولؐ
لبوں کو چومتے ہیں لوگ لے کے نام رسول

مندرجہ بالانعتوں کی زمینوں (پیدا ہوئے، رسول اللہ، مدینہ، کیا کہنے، صلی اللہ علیہ وسلم، رسولؐ) کی ردیفوں کے ساتھ انبیاء، جہاں، انوار، عالم اور نام کے قوافی اور فخر انبیاء۔ شاہِ دوسراؐ، انوارِ مدینہ، گلزارِ مدینہ، ماہِ عربؐ، میرِ عجم، خواجۂ لولاکؐ ___ کے الفاظ وتراکیب عمومی نعت

کا وہ معروف سرمایہ ہیں جو اردو نعت کے ہر دور کے شعراء میں مقبول و مروج رہا ہے مطلعوں کے علاوہ ان پوری نعتوں کے مطالعہ سے ایسے الفاظ و تراکیب کی فہرست میں اور اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر خلیق کے پہلے دور کی نعتوں کا بنظرِ غائر تجزیہ کیا جائے تو اس قسم کی مثالیں بہ کثرت مل جائیں گی۔

خلیق کی نعت نگاری کا یہ دور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے ان کے دوسرے دور کی نعت گوئی کے مقابلے میں ایک رسمی دور نظر آتا ہے۔ جس میں محبت و انجذاب کی بجھائے قادرالکلامی اور مشق کی جلوہ کاری نمایاں نظر آتی ہے۔

خلیق کی نعت نگاری کا دوسرا دور ان کے سفر حجاز سے شروع ہوتا ہے ان کی زندگی کا سب سے مقدس سفر نہ صرف ان کی نعت گوئی کے لئے ایک خوشگوار اور حیرت انگیز واقعہ ثابت ہوا۔ بلکہ سفر سے اردو نعت بھی گراں قدر اور دل آویز تجربوں کے بیان سے ثروت مند ہوئی خصوصاً ان نعتوں میں وطنِ عزیز کے حوالے سے جس محبت و مسرت اور دردمندی سے لبریز محسوسات کا اظہار ہوا ہے یہ منفرد اظہار خلیق قریشی کی نعت نگاری ہی کا رنگِ خاص نہیں اردو نعت کی تاریخ میں بھی ایک نئے امکان کی نشاندہی کرتا ہے ذہنی اڑان اور روحانی ترفع کے اس عالم میں لکھی جانے والی نعتوں کی فضا میں ایک جداگانہ لب ولہجہ واضح طور پر نظر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے اب ''رسم'' نے ''تخلیق'' کی جگہ لے لی ہے اور ''خارجی واقعات'' نے ''ذاتی واقعات'' کی_____ پہلے وہ دوسروں کو سفرِ حجاز پر روانہ کرتے ہوئے الوداعی اور پھر واپسی پر زائرانِ حرم کے لیے خیر مقدمی نظمیں لکھتے تھے جن سے اُن کی حُبِّ رسولؐ اور محبتِ مدینہ کا اظہار تو ضرور ہوتا تھا مگر جن کی تخلیق کو خلیق قریشی جیسی انجمن آراء شخصیت کے سماجی تعلقات اور صحافیانہ ضروریات کا نتیجہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے مگر اب جب وہ خود اس سفر کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے تھے جس کی آرزو ہر سچے مسلمان کی زندگی کی ترجیحات میں سرِفہرست ہے تو ان کے جذبات و احساسات کا رنگ ہی اور نظر آتا ہے خلیق قریشی کا یہ سفر ان کی زندگی کے ایک اہم خواب کی تعبیر ہے خلیق نے ذہنی و روحانی مسرتوں کے حصول کے ساتھ جس طرح اپنی نعت میں اس سفر کے مختلف تجربات کو سمویا ہے وہ انہی

کا حصہ ہے وہ ان کیفیات وواردات سے گزرتے ہوئے انہیں ایک والہانہ جذب وکیف سے تحریر کرتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے ان کی تمام تر طباحانہ صلاحیتوں کا اظہار اسی سفر کو قلمبند کرنے کی ایک طویل شاعرانہ مشق تھا۔

سفرِ مدینہ کے حوالے سے خلیق کی نعتوں کا ایک نمایاں پہلو اُن کی مجلسی شخصیت اور ان کے ملّی رخ کردار کا آئینہ دار ہے انہوں نے نعت کے اس مرحلۂ تخلیق پر بھی اپنے احباب اور وطن کو یاد رکھا۔ یہ بلا شبہ ان کی نعت نگاری کا ایسا منفرد پہلو ہے جس کی مثال اردو نعت میں کم کم ملے گی۔

اس دور کی نعتوں میں اُس منزلِ شوق جس کو نعت گو شاعر شہرِ خیر، قریۂ خوبی، خنک شہر، دیارِ آرزو، قریۂ رقت نواز اور شہرِ دل آرا ایسے سینکڑوں مبارک اور معتبر حوالوں سے یاد کرتے ہیں کے سفر کی روداد کے اہم سنگ ہائے میل نظر آتے ہیں اگر ہم ان نعتوں کا ترتیب وار مطالعہ کریں تو ان پر ہمیں ایک ایسے منظوم سفر نامہ کا گمان گزرتا ہے جس میں آغازِ سفر سے پہلے کی شوق آور کیفیات، ابتدائے سفر کی سرمستی، سفر کے دوران میں آنے والے مقامات اور منزلِ سفر کی جذباتی تصویر کشی اور حسرت انگیز واپسی تک کے ہر لمحہ سفر کا بیان ہے۔ آئیے اس معراج سفر کے لمحہ بہ لمحہ اور گام بہ گام احوال نامے کی کچھ تصویریں دیکھیں۔

ساتھیوں کو مدینہ روانہ کرتے ہوئے وہ خود بھی تصور میں مدینہ پہنچتے ہیں۔

خوش بخت مسافر ہے مدینے کا سفر ہے
جو ذرّہ ہے اس راہ کا تابندہ گوہر ہے

سب فاصلے مٹ جاتے ہیں اس در پہ پہنچ کر
اس در پہ پہنچ جانا ہی معراج بشر ہے

وہ تجھ کو بلائیں گے، بلائیں گے یقیناً
ہوں اُن کا غلام اور دعاؤں میں اثر ہے

آدابِ حضوری کا ہے یہ رنگ خلیق آج
پھیلائے ہوئے ہاتھ ہیں اور دیدۂ تر ہے

اپنے سینے میں بھی ایک ہوک اٹھتی ہے اور خواہش شدت شوق کا روپ دھارتی ہے کہ کاش____

اس رحمتِ تمامؐ کا دامن ہو اور ہم
ربّ کریم! طیبہ کا گلشن ہو اور ہم

سرکار دوجہاںؐ کی حضوری ہمیں ملے
سر خم ہو اور جھکی ہوئی گردن ہو اور ہم

چشم و لب و نگاہ و قدم کانپ جائیں
وہ دَر ہو اور سینوں کی دھڑکن اور ہم

اور پھر سفرِ حج کی اطلاع ملنے پر یہ جذبات دیکھئے

اے دلِ پُرشوق! مژدہ اُن کا پیغام آ گیا
منتظر جس کا تھا مدت سے وہ ہنگام آ گیا

آئی ہے بطحا کی جانب سے شمیمِ جانفزا
پہلے جھونکے سے دلِ مضطر کو آرام آ گیا

آ گیا اذنِ حضوری اے خلیقِ خوش نصیب
لے درِ آقاؐ سے تیرا خاص انعام آ گیا

نعتِ رسولِ پاکؐ زباں پر مری رہے
جب تک رہے الٰہی! یونہی زندگی رہے

طیبہ کی بام و کوچہ و در کا رہے طواف
بطحا کی وادیوں میں نظر گھومتی رہے

روضے کی جالیوں کے ہوں بوسے مجھے نصیب
سیری کے ساتھ ایک حسیں تشنگی رہے

دربارِ یثربی میں حضوری ہو رات دن
داتا کی بخششیں ہوں، یہ جھولی کھلی رہے

اس رحمتِ تمامؐ کا دامن ہو اور ہم
مولا گناہگاروں کی قسمت بنی رہے

روستوں کے روضہ رسولؐ پر سلام پہنچانے کی خبر ملتی ہے تو یوں گویا ہوتے ہیں۔

للہِ الحمد کہ آئے ہیں مدینے سے سلا
شاہ طیبہؐ کے غلاموں کے لئے نام بہ نام
ایک اک حرف کو آنکھوں سے لگایا، اچھا
ایک اک لفظ سے سو بار ہوئی رحمتِ رام
اک اک نقطے پہ صدقے مہ و سال و ایّام
ایک اک جملے پہ صد بار صلوۃ اور درود
ایک اک فقرے پہ صد بار درود اور سلام
یہ عنایت، کہ مری عرض وہاں پہنچی ہے
یہ سعادت، کہ حضوری میں لیا ہے مرا نام

سفر شروع ہوتا ہے

وطن پاک سے جاتے ہیں جو بطحا کی طرف
ہیں رواں خلد سے وہ خلد معلّے کی طرف

تشنہ لب، تشنہ نظر، تشنہ دہاں، تشنہ نصیب
کس طرح بڑھتے ہیں الطاف کے دریا کی طرف

لب پہ تکبیر و درود اور سلام و تمجید
کبھی آقا کے لئے اور کبھی مولا کی طرف

سرورِ دیںؐ! رہے ہر دم تری چشمِ الطاف
سبز پرچم کی طرف، ماہ و ستارہ کی طرف

راستے کی پہلی منزل عدن_____

تجھ سے ہمیں ہے ایک حسیں نسبتِ عزیز
اس نسبتِ عزیز سے تو ہم کو پیارا ہے
ہاں تیرا نام، نام عرب میں شریک ہے
ہاں تو عرب کی خلدِ بریں کا کنارہ ہے

مدینے کا سفر اور اس منزلِ ذوق وشوق کی طرف جاتے ہوئے جذبات کا والہانہ پن دیکھیئے:

اے صلّی علیٰ کون سی یہ راہگزر ہے
ہر کُنج کے آغوش میں تنویرِ سحر ہے

رہوارِ تخیل سے بھی جاں رہتی ہے آگے
اے جذبۂ پُرشوق، مدینے کا سفر ہے

ہر غم سے نجات آ کے ملی ہے مرے دل کو
لاریب کہ یہ رحمت کونینؐ کا در ہے

اس شہرِ دل آرا کے در و بام پہ قربان
یہ شہر کہ اللہ کے محبوب کا گھر ہے

اور ـــــــ

پھر قافلہ شوق سوئے طیبہ رواں ہے
ہر سمت ضیا بیز مدینے کا سماں ہے
میں دیکھ رہا ہوں وہی کوچے وہی گلیاں
اس شہرِ دل آویز کا ہر گوشہ عیاں ہے

دیارِنور پہنچنے پرخوشی اور بے تابی کا احساس ملاحظہ ہو۔

اے خوشا! صلّی علیٰ' شہرِ مدینہ آیا
خاتمِ ارض و سما کا وہ نگینہ آیا

دل بیتاب سنبھلنے کا اب آیا ہے مقام
دیکھ! کھول آنکھ' ادھر دیکھ' مدینہ آیا

مرے آقاؐ' مرے مولاؐ مرے ہادیؐ تجھ سے
عبد و معبود کا دنیا کو قرینہ آیا

جو ترے در پہ جھکے ہیں وہ سرفراز ہوئے
جو فدا تجھ پہ ہوئے ہیں انہیں جینا آیا

اور ـــــــ

خوشبوئے مدینہ ہے نسیم سحری میں
منزل کے قریب آ گئے ہم بے خبری میں

یہ اس کی عنائت ہے، نوازش ہے، کرم ہے
اسباب مہیا ہیں جو بے بال و پری میں

کب خود شکن و خویش فراموش بنو گے
تم گم ہو ابھی خود گری و خود نگری میں

اس دَر پہ خلیق کے میں یہ سوچ رہا ہوں
کیوں عمر گنواتا ہے جہاں دربدری میں

خاک طیبہ کا طلب گار خلیق آیا ہے
لے کے کیا طالع بیدار خلیق آیا ہے
انہیں ذروں نے خوشا چومے تھے مولا کے قدم
لینے ذروں سے وہ انوار خلیق آیا ہے
آپ کے دَر سے کوئی جا نہیں سکتا محروم
لاج رکھ لیجئے گہنگار خلیق آیا ہے

روضے والے ترا الطاف اگر ہو جائے
اک نگہ، اک نگۂ خاص ادھر ہو جائے
یا نبی ہے ترے روضہ پہ سرافگندہ خلیق
تیری رحمت سے بلند اب مرا سر ہو جائے

مدینہ، شہرِ رسول کے بارے میں خلیق صاحب کے محسوسات دیکھئے:

اللہ دے حسنِ در و دیوارِ مدینہ
دلکش ہیں دل آویز ہیں انوارِ مدینہ
ہے اس کی عنائت سے خلیق اذنِ حضوری
اب دل میں بسا لے در و دیوار مدینہ

اب نعت کے پردے میں وطن کا درد اور ملّی کسک ملاحظہ فرمائیں:

وطنِ پاک پہ شاہاً ترا الطاف رہے
وطنِ پاک پہ آقاً رہیں تیرے اکرام
یہ وطن طنطنائے قوم و وقارِ ملّت
یہ وطن دبدبۂ دین ونشانِ اسلام
یہ وطن عرصہ الحاد میں حق کا مرکز
یہ وطن معرضِ ادبار میں دیں کا پیغام
اس کے ہر گوشے میں مولا وہی سورج ابھریں
جن کی کرنوں سے درخشندہ محمدؐ کا ہو نام

اور اس شہرِ خیر سے رخصت اور الوداع کا جانکاہ منظر ملاحظہ ہو۔

الوداع اے ماہ طیبہؑ مہر بطحا الوداع
الوداع اے رحمت و نورِ سراپا الوداع
الفراق اے سر زمینِ دینِ قیمؑ الفراق
رخصت اے سر چشمہ رشد و ہدایا الوداع
جا رہا ہے نعمتوں سے بھر کے دامن کو خلیق
الوداع آقائے دیںؑ مولائے دنیا الوداع

قارئین کرام مثالوں کی اس کثرت پر معاف فرمائیں ''لذیذ بود حکایت دراز تر گستم'' ـــــ دراصل خلیق قریشی کی نعت گوئی کا یہ حصہ جو کیفیاتِ مدینہ سے متعلق ہے اتنا پُر کیف اور پُر تاثیر ہے کہ اس کی وضاحت کے لئے ان مثالوں کا حوالہ ضروری تھا۔

اس حصے کی نعتوں کی فضا ہی اور ہے لب ولہجہ کی بے ساختگی، خیالات کی روانی اور بہاؤ سیدھی سادی مگر پرتاثیر زبان، جیسے پانی اپنے راستے خود بناتا ہے ایسے ہی سفر و قیام مدینہ کے جذبات و کیفیات بے ساختہ جس سانچے میں ڈھلیں ان کا فطری پن برقرار رہا ہے۔ کہیں تصنّع اور تکلّف کا شائبہ نہیں یہاں وضع تراکیب اور اظہارِ مدح رسولؐ کے لیے اشیاء واماکن کے خارجی حوالوں کے برعکس ذاتی احوال اور واردات کا فطری بیان ہے۔ دل کی باتیں۔ جذبے کی ترجمانی میں بے ساختگی اور فطری پن کے سبب ان نعتوں کا جذبہ وتاثر پہلے کی نعتوں سے کہیں زیادہ ہے یہ نعتیں شوق کی سرشاری میں بھیگی ہوئی ہیں انہیں پڑھنے اور سننے والے ان کیفیات میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں تو کہنے والا کن کن واردات واحوال سے گزرا ہوگا خلیق کی یہ نعتیں جن میں اظہارِ کیفیات کے لئے سفرِ مدینہ کو بنیادی حوالہ بنایا گیا ہے واقعی ان کی شاعری کی معراج ہیں۔

یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا مدینہ کا لفظ ہی خلیق قریشی کے جذبہ نعت گوئی اور حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مہمیز کا کام کرتا ہے سفر مدینہ سے متعلق ان کے تمام اشعار اسی حقیقت کے ترجمان ہیں کہ اس دیارِ اقدس کا خیال اور ذکر ہی اہل جذب وولا کے لئے مقناطیسی اثر ہے۔ مدینہ منورہ کی زیارت اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے خوش بخت احباب کے لئے لکھی گئی منظومات میں اس شیفتگی اور پر کیف اظہار نظر آتا ہے جو خلیق صاحب نے ''اے خنک شہرے کہ آنجا دلبرؐ است'' کے لئے رکھتے ہیں زائرانِ کرام کو رخصت کرتے ہوئے، اُس دیار خیر وخوبی سے ملنے والے خطوط کے لئے، روضہ رسول اکرمؐ پر پیش کئے جانے والے سلام و پیام کے تذکار اور دعاؤں کے لئے، حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہوکر گھروں کو واپس لوٹنے والے خوش بخت احباب کے لئے انہوں نے جس سے مشرف ہوکر گھروں کو واپس لوٹنے والے خوش بخت

احباب کے لئے انہوں نے جس سرشاری سے اپنی وارداتِ قلبی کو منظوم کیا ہے وہ ان کی مدینہ منورہ سے وابستگی اور محبت کا بلیغ حوالہ ہے۔ مدینہ منورہ کے مقامات احوال اور ہر جذبہ و نسبت جو مدینہ کے سفر اور قیام سے متعلق ہے خلیق قریشی کی نعت گوئی میں والہانہ پن اور سرمستی کا مظہر بن گئی ہے۔

روضۂ رسول اکرمؐ کے تاثرات خلیق قریشی کی نعت نگاری کا نقطۂ نگاری کا نقطۂ عروج ہیں یہاں انہوں نے فنّی کمال دکھانے کی بجائے سادگی اور جذب و مستی سے عبارت ایک ایسا لب ولہجہ اختیار کیا ہے جو پُرسوز، دلدوز اور رقت انگیز ہے ایسی نعتوں میں جو دربارِ رسالت مابؐ پر حاضری کے پس منظر میں لکھی گئی ہیں حاضری کی سعادت حاصل ہونے کے احساس خوش بختی کے ساتھ ساتھ اُس بارگاہِ عالی میں اپنے جذبات کے اظہار اور اس ذات والا تبارؐ کے حضور مدح وسلام کے لئے شایانِ شان الفاظِ عقیدت کی نایابی، اپنی کوتاہیوں اور عصیاں پر ندامت، حضورِ اکرمؐ سے برکت جوئی اور شفاعت طلبی ایسے نازک احساسات و جذبات کو بڑے پُر کیف اور موثر انداز میں سمویا ہے لمحاتِ حضوری کے حوالے سے لکھی جانے والی نعتیں کم و بیش ایسے تمام محسوسات اور تجربات کی نشاندہی کرتی ہیں جن سے ہر زائرِ حرم گزرتا ہے خلیق قریشی کی یہ نعتیں دیکھئے (صرف مطلعے درج ہیں)

ماتھے پہ پسینہ ہے ندامت ہے نظر میں
اِس طرح خلیق آیا ہے اللہ کے گھر میں

خاکِ طیبہ کا طلبگار خلیق آیا ہے
لے کے کیا طالعِ بیدار خلیق آیا ہے

اشک بہتے ہوئے رخسار تک آ پہنچے ہیں
عرض لے کر تری سرکار تک آ پہنچے ہیں

ان نعتوں کا لب ولہجہ اور انداز ہی جدا ہے سلاست وسادگی ، تسلسل و روانی ، شیفتگی و سرمستی ، عرضِ حال میں فطری پن اور سچائی ، ذاتِ رسالت مابؐ کے حضور سراپا ندامت اور ہمہ تن معصیت ہونے کا احساس ، برکت طلبی اور حصول شفاعت کے لئے سرتاپا ملتجی اور مجسم سوال بننے کا جذبہ ــــــ یہی خلیق قریشی کی حقیقی نعت گوئی کے دور کے پر اثر اور تابناک عناصر ہیں جن سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں وہ سکتا ۔ ان نعتوں کا قاری رقّت و شیفتگی کے تجربے سے گزرتا ہے تو شاعر کیفیات وواردات کے کس عالم سے نہ گزرا ہوگا ۔

اشک بہتے ہوئے رخسار تک آ پہنچے ہیں
عرض لے کر تری سرکار تک آ پہنچے ہیں

مطلع والی نعت کے بارے میں ظہیر قریشی (خلیق کے بڑے صاحب زادے) رقم طراز ہیں :

'' سرکاری طور پر ایک وفد برطانیہ بھیجا گیا ۔ جس کا مقصد کشمیر کے مسئلہ کی اہمیت کو واضح کرنا تھا والد صاحب مرحوم بھی اس وفد میں شامل تھے ۔ برطانیہ کا سرد ترین موسم ، ایک عاشقِ رسولؐ ، سچے پاکستانی کا اپنا انداز کہ قومی لباس قومی تشخص کو اجاگر کرنے کے لئے بطور خاص پہنے رکھتے ، ٹانگوں میں تکلیف ہوگئی ، اتنی بڑھی کہ نماز پڑھنا بھی دشوار ہوگیا ، ڈاکٹروں نے برطانیہ میں ٹھہر کر علاج کرانے کا مشورہ دیا ۔ لیکن حُبّ رسولؐ کہاں رکنے کی اجازت دیتی ہے ۔ جانتے تھے کہ جہاں مجھے جانا ہے وہاں پر درد کی دوا ہے ۔ اسی تکلیف کی حالت میں عمرہ کرنے کے لئے سر زمینِ حجاز جا پہنچے ۔ بے تاب نگاہوں کو آنسوؤں کی تنی ہوئی شادر میں روضۂ رسولؐ کی زیارت نصیب ہوئی تو پلکوں کے بند توڑ کے اشک بہہ نکلے ۔ اسی جذب و مستی کیف وسرور ، عشق اور وصل کی کیفیت میں نوافل ادا کرنے لگے ۔ سجود وقیام میں دشواری پیش آ رہی تھی ۔ روضۂ رسولؐ کے سامنے جبینِ نیاز خم کرنے کی سعادت حاصل کی روضۂ رسولؐ کی جالی کے سامنے بیٹھنے کی کوشش کی تو گر پڑے کہ ٹانگوں میں درد شدید تھا ۔ یوں تو شاعر نے یہ بھی کیا خوب کہہ کہ

اے ضعف! مدد کر درِ احمدؐ پہ گرا دے
دربان کہے ''اٹھ'' کہوں ''اٹھا نہیں جاتا''

لیکن اِدھر معاملہ یہ بھی تھا کہ کچھ ماننا تھا، کچھ مانگنا تھا، عشقِ رسولؐ میں گریہ وزاری کرتے رہے۔ دعا کی ''اے مالکِ کون ومکاں درِ محبوب پر پڑا ہوں تکلیف میں ڈرتا ہوں کہ بیٹھتے ہوئے پاؤں کہیں کسی ایسے رخ پر نہ آ جائیں۔ جہاں بے ادبی کا گماں ہو۔ اے ناداروں کو نوازے والے، حاجت مندوں کی حاجات رفع کرنے والے مجھے صرف اتنا نواز کہ میں تیرے حبیبؐ کے دَر پر بھکاری بن کر بیٹھ سکوں'' ______ دینے والے کی رحمتوں کا شمار نہیں اور مانگنے والے کے جذبوں کو کسی پل قرار نہیں کہ آن کی آن میں تکلیف رفع ہوگئی والدِ مرحوم نے دوزانو بیٹھ کر ایک خاص کیفیت میں نعت لکھنا شروع کی جس کے ایک ایک حرف سے عاصی اور گنہگار کی بخشش کے لئے دہائی ہے آنسوؤں میں گندھے ہوئے جذبے جو صفحہ قرطاس پر آ کر انمول موتی بنے ہیں گوہر ہائے گراں مایہ، اظہار معاصی و ندامت، طلبِ بخشش، سوال ____ کیا کچھ نہیں اس میں ______ ''(زیر ترتیب: خلیق نمبر روزنامہ عوام فیصل آباد جنوری ۹۲ء)

اس خاص پس منظر کے ساتھ درِ حبیبؐ پر کہی ہوئی یہ نعت پیشِ قارئین ہے

اشک بہتے ہوئے رخسار تک آ پہنچے ہیں
عرض لے کر تری سرکار تک آ پہنچے ہیں
رحمؐ اے رحمتِ کونینؐ دہائی تیری
دستِ تعزیر گہنگار تک آ پہنچے ہیں
ہم گنہگار ہیں پونجی بھی یہی ہے اپنی
ہم بہرحال خریدار تک آ پہنچے ہیں
اُس نے بخشش کی مدینے میں لگائی ہے سبیل
اور پیاسے بھی درِ یارؐ تک آ پہنچے ہیں

اب کڑی دھوپ کا ڈر ہے نہ کٹھن منزل کا
ہم ترےؐ سایۂ دیوار تک آ پہنچے ہیں
سبز گنبد کے مکیںؐ، رحمتِ خالق کے امیںؐ
تیرےؐ شیدا، ترےؐ دربار تک آ پہنچے ہیں

وہ تریؐ شانِ کریمی، یہ مرا عجزِ بیاں
چند جملے لبِ اظہار تک آ پہنچے ہیں
ماہِ طیبہؐ کے لئے نقدِ دل و جاں لے کر
ارضِ یثرب، ترے بازار تک آ پہنچے ہیں
دل میں ہرغم سے چھپا کر جو رکھے تھے آنسو
آج وہ چشمِ گہر بار تک آ پہنچے ہیں
مژدہ اے اشکِ رواں، قلبِ تپاں، دردِ نہاں
ہم مسیحائے خوش آثار تک آ پہنچے ہیں
للہ الحمد! کہ تاریکیٔ شب ختم ہوئی
اے خوشا! مطلعِ انوار تک آ پہنچے ہیں

اس خاص پس نظر میں درِحبیبؐ پر کہی گئی یہ نعت ایک نا قابل بیان تاثیر اور کیف کی حامل ہے تخلیقِ نعت کے باب میں تاثیر وکیف کی ایسی ترسیل ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ثنائے خواجہ کا یہ انداز عطائے خواجہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

❖......❖......❖......❖

عَبدُہ وَرَسولُہٗ: حکیم شریف احسن

جناب شریف احسنؔ ہمارے ان اکابرین ادب سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی ذہنی تشکیل اعلیٰ اور عمدہ ادبی ذوق پر استوار ہوئی۔ شعر گوئی، جسے فنِ شریف سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، ہر دور میں اعلیٰ ادبی صفات رکھنے والی شخصیات کے تخلیقی معمولات سے وابستہ رہی ہے۔ بعض ایسی شخصیات، جن کی وجہ سے شہرت شعر گوئی نہیں، گاہ گاہے یہ شغل اختیار کرتی نظر آتی ہیں۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ابوالکلام آزاد، نیاز فتحپوری سے لے کر عبدالحلیم شرر اور ڈپٹی نذیر احمد تک بیسیوں نام ایسے گنوائے جا سکتے ہیں جنہوں نے زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں شعر کہے۔

حکیم شریف احسنؔ کی شعر گوئی بھی ایک ایسے ہی عمدہ ذوق اور اعلیٰ افتادِ طبع کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو شاعری کا اتنا وسیع مطالعہ کیا ہے کہ اچھی شاعری کے عناصر ان کے مزاج میں رچ بس گئے ہیں۔ رومی، سعدی، حافظ اور غالب و اقبال کے خصوصی مطالعہ کی جھلک ان کی روزمرہ زندگی اور گفتگو میں ایک رچی بسی کیفیت کی مظہر ہے۔ ان بڑے شاعروں کے کلام سے پیدا ہونے والا ذوق، جواب بڑی تیزی سے کم ہوتا جا رہا ہے، شریف احسنؔ کے مزاج کا خاصہ ہے۔ ان کی مصروفیات سے کسی کو اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ شاعر ہو سکتے ہیں۔ مگر شاعری ان کی ذہنی تشکیل میں ایک اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی مضمون نگاری مجلس اقبال (فیصل آباد) کی نشستوں میں نکھر کر سامنے آئی۔ اقبالیات کے رموز و مسائل ان کے ذوقِ مطالعہ کی اولین ترجیحات میں ہمیشہ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی طرف سے تحقیق، تخریج، حواشی اور ایک باب کے اضافہ کے ساتھ ''اسلام کا نظام، حقوق و فرائض'' کے نام سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ)

کی فارسی کتاب حقیقت الاسلام کا ترجمہ بھی کیا۔ گاہ گاہے ان کی علمی اور ادبی تحریریں فاران (کراچی) چراغ راہ (کراچی) مشیر (کراچی) جہان نو (کراچی) ترجمان القرآن (لاہور) ''سیارہ'' (لاہور) اور نشور (راولپنڈی) میں چھپتی رہی ہیں اور ان دنوں سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک کتاب ترتیب دے رہے ہیں۔

ان کی شعر سراسر نعت گوئی ہے۔ انہوں نے نعت کے علاوہ کبھی کسی اور موضوع پر قلم نہیں اٹھایا۔ شعر وشاعری کے حوالے سے ان کا تمام تر تخلیقی اثاثہ نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔

ان کی نعت گوئی کا نمایاں وصف اُس حبِّ اطاعت نژاد کا اظہار ہے جو اس نعت گوئی کی بنیاد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر سے شیفتگی کا پیمانہ ہر دور کی نعت گوئی میں اجاگر ہے۔ مگر میں جس پہلو کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں وہ حبِّ اطاعت نژاد یا محبت اطاعت سرشت ہے۔ آج کی نعت میں آپؐ کی ذاتِ ستودہ صفات سے محبت وعقیدت کا اظہار تو عام ہے مگر حکیم صاحب نے اپنے کردار کی طرح اپنی شاعری میں بھی اسے ایک بنیادی اور ضروری لازمہ کی حیثیت سے دیکھا ہے کہ نعت سے وابستگی کے بدیہی نتائج واثرات ہر نعت گو اور ثنا دوست سے اسی اطاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ اردو شاعری کا وہ خاص دور جو گذشتہ صدی کے آخر ربع سے برپا ہے، نعت کا دور ہے۔ اسے حفیظ تائب نے ''بہار نعت'' سے تعبیر کیا ہے۔

اس دور میں جہاں اردو نعت کی مقدار اور معیار میں اضافہ ہوا وہاں نعت کے مضامین و مسائل سے وابستہ مباحث بھی عام ہوئے۔ اس میں سب سے بڑا مسئلہ یہ بھی سامنے آیا کہ غزل کی شاعری کے برعکس نعت کی شاعری سرسری انداز مین یعنی موضوع سے ہٹ کر (Detach) ہو کر نہیں کی جا سکتی۔ یہ صفت بطورِ خاص لکھنے والے سے ایک ایسی ہمہ وقتی وابستگی اور شیفتگی کا مطالبہ کرتی ہے جو تقلید، پیروی اور اطاعت سے کم کسی درجہ پر مطمئن نہیں ہوتی۔ سورۂ شعراء میں قرآن کریم نے استثنائی صورت حال میں شعر کہنے والوں سے جن باتوں کا مطالبہ کیا ہے، ان سے پہلو

تہی کر کے نعت گوئی عقیدت محض کا اظہا ہوگی۔

حقیقی اور تخلیقی نعت گوئی کے لئے ضروری ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے عقیدت ومحبت اوت حبّ وولا کا اظہار آپؐ کا پیغام، سیرت اور منصبِ نبوت کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی طرف پیش قدمی کا ذریعہ بنے۔ معاصر نعت کے حوالے سے حقیقی وتخلیقی نعت گوئی کا ایک ایسا باب سامنے آیا ہے جوانہی خصائص سے عبارت ہے۔ جن کی طرف پہلے نشاندہی کی گئی ہے۔ یعنی حبّ ودلا کے ساتھ حضورؐ کے منصب، پیغام، نبوت کے اعلیٰ مقاصد اور تقلید و اطاعت کے تبلیغ آثار مضامین کا بیان۔ حقیقی نعت گوئی ہر نعت گو سے اس وابستگی کا تقاضا کرتی ہے کہ بقول حکیم صاحب:

محبت بے اطاعت کرنے والے
خود اپنی بات کو جھٹلا گئے ہیں

اگر نعت کاران (جن میں نعت گو، نعت کے مرتبین، محققین اور ناقدین شامل ہیں) اپنے عمل سے اس محبتِ رسول کی شہادت نہیں دیتے تو عقیدتِ محض کا اظہار زیادہ برکت خیز اور رحمت افزا نہیں ہوسکتا۔

جیسا کہ نعت کے ارتقائی مطالعہ سے ظاہر ہے عربی، اردو، فارسی، سندھی، پشتو، بلوچی، پنجابی اور دوسری تہذیبوں میں جاری زبانوں میں لکھی جانے والی نعتوں کا ایک بڑا مرکزی دھارا آپؐ کی مدح اور محبت کے مضامین سے عبارت ہے۔ اس مرکزی دھارے میں کہیں کہیں نادرہ کاری کے نمونے بھی نظر آتے ہیں۔ یہ نادرہ کاری شعری آہنگ، تراکیب، بحور و اوزان اور لفظیات سے لے کر اسالیب کی تازگی تک پھیلی ہوئی ہے۔ حکیم شریف احسنؔ صاحب کی نعت کا مطالعہ نعت کے مرکزی دھارے کے ساتھ ساتھ قاری کی توجہ زبان و بیان کی اس تازگی کی طرف بھی مبذول کراتا ہے۔ اس تازگی کا علاقہ مضامین، خیالات اور مواد سے لے کر قوافی اور لفظیات

تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کے ہاں بعض مقام معاصر نعت گوئی میں خوشگوار اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی نعت کا یہ مجموعہ ایک پرتاثیر مطالعہ کا حامل ہے اور آج کی نعت کو آگے بڑھاتا ہے۔ نمونے اور مثالوں کے لئے درج ذیل اشعار دیکھئے:

O مرتبۂ رسالت مآب کا تذکار

عجب تاثیر ذکر مصطفیؐ ہے، اس سے ہوتی ہے
تشفی قلبِ سوزاں کی، تسلی چشمِ گراں کی
گیاہِ ناتوں ان سے ہوا نخلِ فلک پیما
قدم رکھا جہاں، پھوٹیں شعاعیں علم و عرفاں کی

لب پہ آئے جو مرے صلِّ علیٰ، ارض و سما
میری آواز میں آواز ملا دیتے ہیں

کہتے ہیں جسے دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
سنئے جو اسے صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ ہے

O اطاعتِ رسولؐ کی ضرورت واہمیت:

بجھا سکتے ہیں عشق مصطفیؐ ہی سے اسے احسن
جو آتش سینۂ مغرب میں صدیوں سے دہکتی ہے

پھر ابو جہل اندھیرے ہیں جہاں پر غالب
جو بھلا دیتے ہیں انؐ کو یہ سزا دیتے ہیں

غمِ دنیائے دوں میں گھلنے والو
غمِ دنیا بھی کوئی مسئلہ ہے؟

محبت انؐ کی ہر غم کا مداوا
اطاعت انؐ کی ہر دکھ کی دوا ہے

اک بندۂ نا چیز بھی محبوبِ خدا ہے
اے سیدِ عالمؐ تری طاعت کا صلہ ہے

O امّتِ مسلمہ کو درپیش مسائل کی نشاندہی:

ان سے ہم دور ہوئے، غیر کے مقہور ہوئے
اپنے بھی آج خفا ہم سے ہیں بیگانے بھی

انساں کہ ناز ہے اسے علم جدید پر
بے دست و پا کھڑا ہے اس اژدر کے سامنے

نہیں ہے اب کہیں جائے اماں جائے کہاں انساں
مساجد بھی مبدّل ہو گئی ہیں قتل گاہوں میں

O اظہارِ نعت کے بارے میں عجز و انکسار کا بیان:

حسن لفظوں میں بیاں ان کا کہاں ہوتا ہے۔ کچھ جو ہوتا ہے تو وہ عجزِ بیاں ہوتا ہے نیز دیکھئے آئندہ عنوان کے تحت دیئے ہوئے اشعار۔

O وفورِ جذبات سے لبریز مسلسل بیان سے عبارت سادہ اور پُر تاثیر نعتیں:۔

ٹوٹی پھوٹی زبان میں مَیں نے
جرأتِ نعتِ مصطفیؐ کی ہے
بزمِ حسانؓ میں جگہ کے لئے
سعی یہ اک شکستہ پا کی ہے

توتلوں سے وہ پیار کرتے ہیں
بے زباں کو زباں عطا کی ہے
نعت پر نعت، یوں کرم پہ کرم
لطف و احساں کی انتہا کی ہے
میرے لفظوں میں، میرے اشکوں میں
روشنی انؐ کے نقشِ پا کی ہے
دیکھیے کیا جواب آتا ہے
بوسۂ پا کی التجا کی ہے

O نئے قوافی اور الفاظ تراشی کے نمونے:

ہیں پتھر بیت مدعی ہیرگی کے
ہے ہیرا وہی جو چمک میں ہے ہیرا
دلوں کی صدا ہے، لبوں پر دعا ہے
سراجاً منیرا، سراجاً منیرا
درود انؐ پہ بھیجو، سلام انؐ پہ بھیجو
کثیراً کثیرا، کثیراً کثیرا
چھپتی ہے چھپانے سے کہیں مشک کی خوشبو
کرتے ہیں کہیں پھول بھی دنیا میں تقیّہ

O عربی الفاظ وتراکیب، آیاتِ قرآنی اور احادیثِ رسول اکرمؐ سے وابستہ علمی لب ولہجہ:

طے ہوا یوں شبِ اسرا سَفرِ ''او ادنیٰ''
دیکھتے رہ گئے منہ نور کے پیمانے میں

شرف ملا ہے غذائے شہ امَمؐ کا انہیں
چہ خوش نصیب ہیں خرما وآب ودانۂ جو

کس کو یارائے گفتگو ہے یہاں
میزباں حق ہے، عبدہٗ مہماں

کہا ہے شہرِ عداوت کو کس نے لا تثریب
یہ شانِ عفو ہے حدِ محال سے آگے

حکیم شیرف احسنؔ صاحب نے ان مضامین کے اظہار میں ایک سادہ مگر باوقار اسلوب اختیار کیا ہے۔ان کی لفظیات کے پس منظر میں ان کا گہرا مطالعہ لو دیتا نظر آتا ہے۔ان کے ہاں لفظ اپنے صحیح تلفظ اور مفاہیم میں استعمال ہوتے ہیں۔ جو ان کے علمی مرتبے کی نشاندہی کرتے ہیں۔نعت گوئی ان کے لئے اظہارِ محض نہیں ، کارِ محبت وعبادت ہے۔محبت جب اطاعت کی سی یکسوئی اختیار کر لے تو آپ عبادت بن جاتی ہے۔حکیم شریف احسنؔ کی نعت گوئی اسی عبادت کا رتبہ ومقام لئے ہوئے ہے۔

❖......❖......❖......❖

عطائے شہِ کوثر: اختر سدیدی

اختر سدیدی کی شخصیت کی تین نمایاں جہتیں تھیں شاعر، صحافی اور منفرد سٹیج سیکرٹری۔ ان کی شخصیت کی تیسری جہت اتنی معروف تھی کہ اس کے سامنے دوسری دو جہتیں زیادہ نمایاں نہ ہو سکیں انہوں نے عمر کا بڑا اور اہم حصّہ روز نامہ 'سعادت' فیصل آباد (پہلے لائل پور) میں صحافتی خدمات سرانجام دیتے گزارا بچپن ہی سے انہیں نثر اور شاعری سے بھی دلچسپی تھی نثر میں انہوں نے افسانے مضامین، اخباری کالم، شذرے، اداریئے لکھے رپورٹ نگاری کی شاعری میں انہوں نے غزل، نظم، قطعات لکھے اور ایک نمایاں تخلیقی کام عقیدت نگاری کے حوالے سے کیا جس میں حمد، نعت اور مناقب لکھے انہوں نے پنجابی میں بھی شاعری کی۔ صحافتی مضامین اور اداریوں کے علاوہ ان کا تخلیقی کام کئی مسوّدوں پر مشتمل ہے گزشتہ سالوں میں 'حصارلمحات' کے نام سے اُن کا ایک شعری مجموعہ شائع ہُوا اب 'عطائے شہِ کوثر' کے نام سے ان کا نعتیہ کلام اور کچھ منقبت نگاری کے نمونوں پر مشتمل کتاب شائع ہو رہی ہے۔

اختر سدیدی کا یادگار کام ان کی شگفتہ اور عالمانہ انداز کی سٹیج سیکرٹری شپ تھی ان کے پاس الفاظ و تراکیب کا وسیع ذخیرہ تھا وہ شخصیات، سٹیج اور تقریبات کے مزاج آشنا تھے وہ، غزل، نظم، منقبت، مرثیہ ہر طرح کی صنف کے حوالے سے منعقد ہونے والی تقریب کے مزاج اور آداب کے مطابق کاروائی کو آگے بڑھاتے انہوں نے صوبائی اور قومی سطح پر کئی ملک گیر مجالس اور تقاریب کو اپنی لسانی خصوصیات سے یادگار اہمیت کی حامل تقاریب بنایا مختلف علمی ادبی شخصیات کو سٹیج پر بلانے سے پہلے وہ فصیح اور بلیغ انداز میں اُن شخصیت کے نام کے حروف کی مناسبت سے تعریفی اور توصیفی فقرات کے ہار بناتے ان کے انداز میں تکرار نہیں تھی وہ ہر بار ایک منفرد اور

تعریفی اور عالمانہ اسلوب کے ساتھ متعلقہ شخصیت کے بارے میں خیر مقدمی کلمات ادا کرتے۔ وہ موسیقی کے رموز سے بھی آشنا تھے نہ صرف کبھی کبھار اپنا کلام وجد آفریں طن سے پڑھتے بلکہ اکثر موسیقی کے حوالے سے خوبصورت گفتگو بھی کرتے وہ ایک شگفتہ اور دلآویز شخصیت کے مالک تھے حلقہ احباب اور شعری انجمنوں کی جان۔۔۔انہوں نے سادگی اور درویشانہ سرمستی میں زندگی گزاری۔ زندگی میں بہت کچھ کہا اور لکھا مگر اپنی تخلیقات کی جمع آوری پر پوری توجہ نہ دی۔

مقامِ مسّرت ہے کہ ان کے اہل خانہ نے ان کے کلام اور مسوّدوں کی شیرازی بندی کا کام ان کی وفات کے قریباً دو عشروں کے بعد شروع کیا۔

''عطائے شۂ کوثر'' کا کلام ان کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا ترجمان ہے وہ صاحبِ نسبت شخصیت تھے تصوف اور سیر و سلوک کے مرحلوں سے واقف یہی وجہ ہے کہ ان کی عقیدت نگاری میں جذب و محویّت کا منفرد انداز جھلکتا ہے ان کی نعت کے یہ اشعار دیکھئے:

جو بھڑکائی ہے آتش عشق کی ہنس ہنس کے سینے میں
فراقِ یار میں رو رو کے وہ آتش بجھائیں گے

تُوؐ دو جہانوں کی توقیر کا ہے سرمایہ
کہ تیرا پرچمِ رحمت سدا بلند رہا

مَیں کعبۃُ اللہ کی دیواریں چوم آیا ہوں
یہ رسمِ بندگی مَیں نے بھی کچھ ادا کی ہے

اختر سدیدی نے زمانے کے آشوب اور مسائل و مصائب کی یلغار کے مقابلے میں مسلمانوں کو وہ فرمان رسولؐ یاد دلاتے ہیں جس میں مسلمانوں کو اتفاق سے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

ایک ہو جاؤ نہ بکھرو اِس جہانِ کار میں
یاد ہے اب تک یہ فرمانِ رسولِ ہاشمی

سمجھ لے جو شبِ اَسریٰ کی اِک مُعجز نُمائی کو
تو اُس کی وقت سے بھی تیز تر رفتار ہو جائے

ان کے لئے حضور اکرمؐ کی محبت دنیا اور آخرت میں ڈھال کی طرح ہے ایک ایسے ڈھال جس کے سبب وہ زمانے کے شر و فتن ہی سے محفوظ نہیں بلکہ بروز حشر بھی جس کی پناہ کے طالب ہیں۔

وہ پوچھیں گے اگر ''اعمال نامہ کیسا لائے ہو؟''
جھُکا کر سر ندامت سے مَیں چند آنسو بہاؤں گا

ان اشعار میں اختر سدیدی کی ذات رسالت مآب سے عقیدت و محویت کے ساتھ، صحابہ کرام اور اولیائے کرام سے اُن کی محبت و شیفتگی کا اظہار ہوتا ہے

سُلائے یار پہلو میں سدیدیؔ یار مدنی نے
حضورِ پاکؐ کا یہ حلقۂ یاران تو دیکھو

ان کے کئی شعروں میں یہ سرستی شرامیت کی حدوں سے نکلتی اور طریقت کی حدوں میں داخل ہوتی محسوس ہوتی ہے۔

''مَیں اور تُو'' تھا پردہ' یہ پردہ اُٹھ گیا ہے
تو میرا ہو گیا ہے مَیں تیرا ہو گیا ہوں

ان کی عقیدت نگاری کا رنگِ خاص مجلسی اندازِ عقیدت سے متعلق ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام، شعری زمینوں اور اوزان میں خوش آہنگی اور مقبول عام طرز یں ہائی جاتی ہیں ان کا لب ولہجہ بھی سادہ ہے۔ الفاظ تراکیب میں بھی وہ اپنے سامعین وقارئین کے مزاج کا خاص خیال رکھتے ہیں ان کی نعتوں می شفاعت طلبی کے عناصر بھی نمایاں ہیں اور نبی نوع انسان پر حضور اکرمؐ کے فیضان کا تذکار بھی جھلکتا ہے دوری کا کرب بھی ہے اور حضوری کی کیفیات کا بیان بھی ہے۔

مِرے آنسو سرِ مژگاں سدیدیؔ جب کبھی چمکے
مِرے نوکِ قلم پر آ گئے اشعار مدحت کے

پہنچ جائے گا منزل پر یقیناً قافلہ میرا
نشانِ راہِ منزل تم ہو، میرِ کارواں تم ہو

سدیدیؔ مدحتِ محبوب میں محفوظ ہوں شر سے
جہنم میں بروزِ حشر مَیں خود کو بچا لوں گا

زمانے کے آشوب اور مسائل کی یلغار میں ہر سچے مسلمان کی طرح ان کی بھی یہی دعا ہے کہ پایانِ عمر کے شب و روز مدینے میں بسر ہوں۔

دنیا کا کوئی گوشہ بھی اب پُرسکوں نہیں
گزریں مدینے پاک جو دن رات مانگ لو

الفاظ کی تکرار کا حسن ملاحظہ ہو۔

ہادیٔ عرب و عجم ہیں ہادیٔ برحق مرے
بندۂ حق کر دیا اُن کی شریعت نے مجھے

انہوں نے اپنی ثقافت کو بھی حضور اکرمؐ کی نسبت اور فیضان سے ...... کیا ہے بلاشبہ وہ احباب جو سدیدی صاحب کے رنگِ سخن اور ذات سے آشنا میں اس شعر کی مقانیت کی داد دیں گے

جب سے مَیں نے نام لینا سیکھا ہے سرکارؐ کا
کر دیا مشہور دنیا میں نقابت نے مجھے

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اختر سدیدی کے اس ہدیہ عقیدت کو قبول فرمائے اور ان کی یہ نعتیں اُن کی نجات کا ذریعہ بنیں (آمین) میں اپنے تاثر ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

ابیات حب فزا شہہؐ کوثر کی
آیاتِ یا صفا شہہؐ کوثر کی
لایا ہے اختر سدیدی نعتیں
مقبول ہو یہ عطا شۂ کوثر کی

❖......❖......❖......❖

نویدِ بخشش: محمد افضل خاکسارؔ

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں افضل خاکسار ایک منفرد انداز رکھتے ہیں یہ انداز ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام وآداب سے خاص ہے۔ گولڑہ شریف کے دبستانِ محبت ونعت سے نسبت کی آنچ بھی ان کے گدازِ نعت میں شامل ہے فنی پختگی اور شعر گوئی میں مہارت اور ایک خاص درک رکھنے کے سبب اُن کی نعت گوئی علمی خصوصیات لئے ہوئے ہے فارسی اور اردو اساتذہ کے کلام کے مطالعہ سے ان کے اسلوب نعت گوئی میں ایک کلاسیکی شائستگی در آئی ہے ان کے اولین نعتوں میں سے ایک کا مطلع دیکھئے:

یوں اڑا لے مجھے اے شاہسوارِ رحمت
معصیت دیکھتی رہ جائے غبارِ رحمت

آج سے تقریباً ربع صدی پہلے کا یہ مطلع اپنے جملہ فنی محاسن کے سبب ان کی نعت گوئی کے روشن مستقبل کا رخ متعین کرنے کے لئے کافی ہے۔ صوفی محمد افضل فقیر حافظ لدھیانوی اور حفیظ تائب جیسے اکابرینِ نعت کی خصوصی نشستوں سے جہاں برادرم عارف رضا، اکرام مجید، کوثر علی بھی ہوتے افضل خاکسارؔ سے اکثر یہ نعت سنی جاتی۔ فیصل آباد میں یہ نعتیہ نشستیں صوفی محمد افضل فقیر کے آنے سے جمتیں گاہ گاہے حفیظ تائب بھی ان کے ہمراہ ہوتے اور دو دو تین تین دن نعت کے سالیب وموضوعات پر گفتگو ہوتی رہتی۔

افضل خاکسارؔ بھی ہمارے ان شاعروں میں ہیں جو پختہ غزل گوئی کے بعد نعت کی طرف راغب ہوئے ہیں اور نعت کی صنف اقدس کے فیضان کے سبب نعت ہی کے ہو گئے ہیں

یوں غزل گوئی کے علائم و رموز اور معروف فنّی علامات و محاسن نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف میں آتے ہی زیادہ پُر تاثیر اور کیف زا ہو گئے ہیں عصرِ حاضر میں نعت کا موضوع اگر چہ دوہا ماہیا اور دیگر مختصر شعری اصناف سے لے کر طویل کینٹو اور یک کتابی نظموں کی صورت اظہار پذیر ہوا ہے مگر مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے نعت کے موضوع کا مؤثر اور خوبصورت اظہار غزل کے وسیلے سے ہوا ہے یہ ایک تخلیقی حقیقت ہے کہ ہر صنف اپنی مخصوص صنفی خوبیاں ساتھ لے کر آتی ہے مثلاً مثنوی میں دو دو مصرعوں کا تسلسل اور بہاؤ رباعی میں اس کے مخصوص اوزان اور ایجاز اور مسدّس میں پانچویں اور چھیویں مصرعوں کی ماہرانہ کاٹ وغیرہ وغیرہ۔ غزل کی صنف میں نعت کے خیالات اپنے مخصوص تہذیبی، علامتی، لسانی اور صنفی پس منظر میں تخلیق پذیر ہوتے ہیں یہ پس منظر قریب قریب ایک ہزار سال تک پھیلا ہوا ہے۔ مترنم بحور کا انتخاب، کلیدی اور پرمعنی قرانی تراکیب و تلمیحات کا فنکارانہ استعمال اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غزل کا مخصوص لب ولہجہ جو اس کے علائم و رموز اور ایجاز و اختصار سے عبارت ہے یعنی دو مصرعوں میں ایک پورا جہان معنی ایک مکمل موضوع ایک موزوں خیال، اپنے باطن میں یہ دو مصرعے ایک مکمل نظم کی وسعت رکھتے ہیں۔

افضل خاکسار کی نعت گوئی میں غزل کے مذکورہ بالا فنی محاسن اپنے پورے دلآویز تلازمات اور تاثیر کے ساتھ ساتھ در آئے ہیں ان کے جذبۂ تخلیق کی نعتیہ صورت گری میں فارسی اور اردو غزل کا گہرا مطالعہ جھلکتا ہے۔

جیسے کہ ان تاثرات کے شروع میں نشاندہی کی گئی تھی، افضل خاکسآر کی نعت گوئی کا ایک نمایاں وصف ان کا اپنے سلسلۂ نسبت سے انسلاک کا اظہار ہے معاصر نعت گوئی میں یہ شاید اپنی طرز کی پہلی مثال ہے کہ نعت گوئی میں نہ صرف یہ کہ جگہ جگہ وہ اپنی اس نسبت کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ اس پر اپنے فخر اور انبساط کا تذکار بھی کرتے ہیں۔

درج ذیل اشعار دیکھئے:

ے عشق کے گولڑہ مکتب سے سند یافتہ ہوں
نسبتِ مہرِ علی شاہؒ سے ہوں فاضلِ نعت

ے میرے دل میں ہے حُبِّ نبیؐ موجزن
مجھ کو دکھلائے مہر علیؒ راستہ

ے افضلؔ ہے وہ دل عرشِ معلّٰی سے بھی افضل
نسبت ہے جسے حُبِّ نبیؐ مہرِ علیؒ سے

ے سب آئنہ سازیاں ہیں حسنِ ازل کی ورنہ
نجف کہاں، کربلا کہاں، گولڑا کہاں سے

ے ازل سے شیوہ رہا ہے اس ناز آفریں کا
حسین تر رخ، جمیل تر آئنے میں رہنا
گہے بہ بغداد شکلِ غوثِ جلیؒ میں آنا
برنگِ مہرِ علیؒ گہے گو لڑے میں رہنا

کمک پاؤں مریدی لاتخف سے
مری نصرت شہِ جیلاںؒ سے فرما

گولڑہ شریف کے حوالے اور قبلہ مہرعلیؒ کی نسبتِ سلسلہ میں افضل خاکسارؔ کے اشعار جس اعتبار اور طمانینت کے عکاس ہیں وہ ان کی پوری نعت گوئی کے پس منظر میں جھلک رہی ہے پیرمہرعلیؒ سے صاحبزادہ نصیر تک نعت کا ایک اہم حوالہ اس سلسلہ تصوف سے خاص رہا ہے یہ شعر دیکھئے۔

ے سدا سکھی رہے جگ جگ جیئے نصیر ترا
غریبِ شہر کا اک آسرا ہے یا سرورؐ

آؤ چننے ریاضِ نعت کے پھول
وادیِ گولڑا میں چلتے ہیں

از مدینہ تا بہ بغداد از نجف تا گولڑا
دور تک پھیلا ہوا اک سلسلہ ہے نور کا

ان اشعار میں مدینہ بغداد نجف اور گولڑا اسی سلسلۃ الذہب کی مختلف کڑیاں اور اسی نسبتِ نور کی مختلف کرنیں ہیں جن کی وابستگیٔ فیضان اور حصار میں افضل خاکسار ثنا گوئی کا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں ان نسبت اور فیضان نے جہاں ان کی نعت گوئی کو ایک رنگِ انفرادیت عطا کیا ہے وہاں ان کی نعت گوئی میں صوفیانہ خیالات ومضامین کی آمیزش کے لئے بھی در وا کیا ہے ان کی نعت گوئی کا بنظرِ غائر مطالعہ ان کے مضامین نعت میں بعض ایسے صوفیانہ خیالات اور عقائد کی تبلیغ و تذکار کا رکا فریضہ بھی سرانجام دیتا ہے جو معاصر اردو نعت میں انہیں سے خاص ہے ان صوفیانہ مضامین کے انسلاک سے ان کے ہاں حمد نعت اور منقبت مصرع بہ مصرع اور شعر بہ شعر ساتھ ساتھ چلتی نظر آتی ہے موضوعات نعت کا یہ باطنی سفر ایک ایسے تخلیقی تجربے کی عطا ہے جس کے ڈانڈے کہیں کہیں وحدت الوجود اور ہمہ اوست کے تلازمات سے ملے ہوئے ہیں۔

بہ بزمِ وحدت عروج کیسا نزول کیسا
ہے نورِ حق جلوہ گر جہاں، ماسوا کہاں ہے

اسی طرح:

کمک پاؤں مریدی لاتخف سے
مری نصرت سہِ جیلاںؒ سے فرما

ایسے کئی استمدادی اشعار اسی فیضان طلبی کے آئینہ دار ہیں جس سے ان کا پورا وجود سرشار ہے تصوف اور اپنے سلسلہ نسبت سے عقیدت و وابستگی کا یہ منفرد انداز افضل خاکسار کی نعت گوئی کا نمایاں وصف ہے۔

ان کی نعت گوئی کی دوسری بڑی خصوصیت فنِ شاعری پران کی گرفت اوران کا ماہرانہ اندازِ بیاں ہے۔ان کی مدحت گری میں فارسی اور اردوغزل گوئی کے کلاسیکی اسالیب کے پورے علائم ورموز جھلکتے ہیں۔ یہ علائم ورموز اپنی کلاسیکی شائستگی اوراپنے مخصوص تلازمات کے ساتھ اظہار پذیر ہوئے ہیں۔مہارت،لفظی شکوہ،قوافی اور ردائف سے وابستہ معنویت، استادانہ قرینہ اور رکھ رکھاؤان کے فنِ نعت گوئی کی نمایاں خصوصیات ہیں انہی فنّی اوصاف کے سبب ان کی نعت گوئی کی شان عالمانہ وقاراورمؤثرخوش سلیقگی رکھتی ہے معاصراردونعت کے مختلف اسالیب میں کہیں باطنی گداز،رقّت اور جاں سپاری،نعت گو کے فن میں اخلاص اورتاثیر کے جوہرکوابھارتی ہےاورکہیں فن کے خارجی مظاہر الفاظ کا شکوہ قافیہ وردیف کی دلآویزی، تراکیب کی نادرہ کاری اورعربی و فارسی تلمیحات قرآن اوراحادیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ جات نعت کوثروت مند بناتے ہیں افضل خاکسار کی نعت گوئی کا غالب اسلوب خارجی محاسن واوصاف کی جلوہ گری سے مزیّن ہے وہ بقول شاعر:

داند آں کس کہ فصاحت بہ کلامے دارد
ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد

الفاظ برتنے کا سلیقہ جانتے ہیں اور انہیں اپنی دلالتِ وضعی میں استعمال کرنے کی ریاضت سے آشنا ہیں قاری کے دل اوردماغ پران کی نعت گوئی کے اولیں تاثرات ان کے خارجی فنی محاسن میں سے پیدا ہوئے ہیں مگرلحن ولہجہ کے اس شکوہ، انفرادیت، بلند آہنگی اورسحر کے پس منظر میں ان کا گداز بھی لودیتا نظرآتاہے۔

نعت اورصاحبِ نعت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عقیدت ووابستگی اورفدوّیت وجاں سپاری کا ذوق اور جذبہ ان کے مضامینِ نعت میں رقّت اور گداز کے عناصر بھی لئے ہوئے ہے۔ان کی نعت میں صنفِ نعت سے محبت،حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ان کی عقیدت، آپؐ کی آل،عترت اور اصحاب سے الفت، درودِ پاک ،شہرِ مدینہ، گنبدِ خضریٰ، دیارِ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اور حضوری کے تجربات ومشاہدات اپنے تلازمات کے ساتھ اس انداز میں اظہار پذیر ہوئے ہیں کہ قاری ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ شعر دیکھئے:

ؔ کھوٹے سکے مری دعاؤں کے
ان کے شہرِ عطا میں چلتے ہیں

ؔ ہم غلامانِ درِ آلِ نبیؐ ہیں افضلؔ
ساری دنیا سے نرالی ہے ہماری دنیا

ؔ یہ غلط کہ نعت شہِ زمن فقط ایک بات کی بات
یہ مراقبات کی دنیا ہے یہ مشاہدات کی بات ہے
ہے یہ خاکسارؔ کی التجا کبھی میرا جڑا نگر بسا
مری زندگی کا ہے مسئلہ تری ایک جھات کی بات ہے

❖......❖......❖......❖

مغلوب مدحت: طاہر صدیقی

مغلوب مدحت کی برطرح غالب نعتیہ مساعی پر اظہارِ خیال سے قبل دو باتوں کا سرسری تذکرہ ضروری ہے پہلی بات مرزا غالب کی غزلوں کی زمینوں میں نعتیہ افکار کے امکانی اظہار کے بارے میں ہے اور دوسری بات اس بارے میں اب تک کی جانے والی کوششوں میں اپنی معلومات کی حد تک دو چار کی نشاندہی ہے۔

جہاں تک غالب کے فنّی وشعری نابغہ (Poetic Genius) ہونے کی بات ہے تو وہ مسلم الثبّوت ہے مرزا کے ہاں الفاظ کا استعمال اتنا بلیغ اور معنویت سے بھرپور ہے کہ پوری اردو شاعری میں اپنی مثال آپ ہے انہوں نے اپنے اشعار میں معانی کے استعمال کو جس ندرت اور مہارت سے استعمال کیا ہے انہیں خود بھی اس کا ادراک تھا وہ کہتے ہیں۔

گنجینہ معانی کا طلسم اس کو سمجھئے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

واقعی ــــــ تخیّل کی دبیر فضاؤں اور تہہ بہ تہہ بلندیوں تک مرزا غالب نے لفظوں کے ذریعے جو رسائی حاصل کی ہے یہ انہی کا حصہ ہے ــــــ انہی لفظوں سے مرزا نے اپنے محسوسات و مشاہدات کے اظہار کے لئے جو پیرایۂ ہائے اظہار تراشے ہیں وہ ان کی غزلوں کی زمینوں میں ظاہر ہیں (شعری اصطلاح میں زمین غزل کے آہنگ اور ردیف وقافیہ کی آمیزش سے تیار کی ہوئی وہ سطر/ لائن، مصرع یا لفظوں کی ترکیب وترتیب ہے جس پر پوری غزل کا ڈھانچہ استوار ہوتا ہے) مرزا غالب کے کلام میں دو طرح کی شعری زمینیں ملتی ہیں ایک خاص ان کی طبع زاد ــــــ جس کا

استعمال پہلی بار انہوں نے کیا اور دوسری وہ زمینیں ہیں جو سادہ، عام اور مستعمل ہیں جو ان کے زمانے میں، ان سے پہلے یا آج کل بھی عام استعمال ہو رہی ہیں مثلاً پہلی طرح کی زمینوں میں یہ مصرعے دیکھئے

ع ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
ع آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک

اور دوسری طرح کی زمینوں میں یہ مصرعے دیکھئے:۔

ع کل کے لئے کر آج نہ خسّت شراب میں
ع گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے

اگر غالب کی زمینوں کا بہ حیثیتِ مجموعی تجزیہ کیا جائے تو ہمیں ان کی زیادہ زمینیں طبع زاد اور منفرد ملیں گے یہ الگ بات ہے کہ ایک بڑا شاعر عام اور سامنے کی زمین میں بھی بڑے بلیغ اور با معنی شعر نکال لیتا ہے اور ایک عام شاعر اگر اتفاق سے اس کے ہاتھ کوئی نادرالوقوع یا منفرد زمین لگ جائے تو وہ اس سے اعلیٰ مضمون کے شعر کشید نہیں کرسکتا بقول حافظ شیرازی

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار
فکر ہر کس بہ قدرِ ہمتِ اوست

(ہمارے ایک کلاسیکی اندازِ غزل کے شیدا دوست علامہ اقبال کی زمین/مصرعے ع کہ یہ ٹوٹا ہوا تارامہٗ کامل نہ بن جائے____ کے بارے میں حسرت سے کہتے تھے کہ دیکھیں اقبال نے اس زمین میں شعر کہتے ہوئے تِل کا قافیہ چھوڑ دیا ہے ورنہ ......تِل نہ بن جائے___ میں کیا خوبصورت شعر ہوسکتا تھا) خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا اصل بات شعری زمین اور شاعر کی تخلیقی صلاحیت کی ہے۔ مرزا غالب کی اکثر زمینیں ان کی اپنی طبع زاد ہیں اگر انہوں نے عام اور متداول زمینوں میں بھی شعر کہے ہیں تو ان میں بھی ان کی فنّی مہارت اور تخلیقی صلاحیت کی چھاپ نظر آتی ہے۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نئی زمینوں کی تخلیق کے ساتھ بعض شاعروں کی نظر جب مرزا غالب کے کلام پر جاتی ہے تو انہیں مرزا غالب کی زمینوں میں بھی نعت مضامین کے اظہار کے امکانات نظر آئے جیسا کہ علم شعر سے تعلق رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ شعر کی ندرت اور جدّت کا بڑا تعلق اس کی زمین سے ہوتا ہے ہمارے نعت نگاروں نے یوں نعتیہ افکار و محسوسات کے لئے مرزا غالب کے کلام سے رجوع کیا۔ اس کی دو بڑی وجہیں تھیں۔ ایک یہ کہ نعتوں کے لئے نئی زمینیں تلاش اور تخلیق کرنے کے بجائے انہوں نے مرزا غالب کے دیوان سے تیار شدہ اُن معروف زمینوں کا انتخاب کر لیا جن میں انہیں نعت کے امکانات نظر آئے اس انتخاب کی دوسری وجہ مرزا غالب کے حضور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار بھی تھا شاعر عام طور پر کسی کی معروف زمینیں میں شعر نہیں کہتے البتہ کسی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے گاہ گاہے اس کی زمین میں شعر کہتے ہیں (ایسی صورت میں وہ آغاز کلام ہی ہیں (نذرِ غالب) کی نشاندہی بھی کر دیتے ہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے لئے جب عقیدت نعت نگاروں نے دیوان غالب سے رجوع کیا اور ان کی غزلوں کی زمینوں میں نعتیں کہیں ____ تو یہ ان کے لئے ایک انوکھا اور نازک تجربہ تھا۔ ایسی نعتیں پڑھتے ہوئیں مرزا غالب اور نعت نگار شاعر۔ دونوں میں تخلیقی صلاحیت مزاج، فنّی مہارت اور لفظ شناسی کا جو فرق ہے اس کی طرف قاری کی توجہ کا فوری طور پر مرتکز ہونا فطری بات ہے ایسی کوشش و کاوش غیر محسوس طور پر ایک مقابلے کی فضا کو جنم دیتی ہے نا چاہتے ہوئے بھی نعت نگار ایک امتحاں، آزمائش، مسابقت کی کیفیت سے گزرتا ہے یہ وہی بات ہے جیسے غالب نے کہا تھا

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

یوں طرح غالب میں نعت رسول اکرمؐ لکھنا فی نفسہٖ ایک اہم اور مشکل تخلیقی تجربہ ہے۔طرز غالب میں نعت لکھنا بہرحال مقابلہ نہیں تو ایک آزمائش ضرور ہے جس سے لکھنے والا شعر بہ شعر، ایک امتحان سے گزرنا ہوتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جن شاعروں نے بھی غالب کی زمینوں میں نعتیں کہیں ہیں ان کے ذہنوں میں دُور دُور تک غالب سے مقابلہ کا خیال نہیں مرزا غالب کی استادی تسلیم کرتے ہوئے انہوں نے صرف اظہارعقیدت کے لئے ان کی زمینوں کو نعت کے لئے برتا ہے ایسے شاعروں کی تعداد چار چھ نہیں سینکڑوں تک جا پہنچی ہے جنہوں نے یا تو غالب کے دیوان پر مکمل نعتیہ دیوان لکھے یا مرزا کی اکثر معتد بہ زمینوں پر اظہارِ نعت کیا یا غالب کی دو چار زمینوں کو نعت کے لئے برتا۔

مرزا اسداللہ غالب کی غزلوں پر نعتیں لکھنے کی بڑی وجہ ان کی شاعرانہ عظمت ہے جو ان کے مخصوص طرز ادا کے سبب ہے ان کے بقول

؎ کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور ____

اس انداز بیاں میں 'اور' کا جداگانہ تخصّص ہمہ پہلو ہے ان کے کلام میں الفاظ کے استعمال اور جدّت آفریں دروبست (جسے وہ گنجینۂ معنی کا طلسم کہتے ہیں) سے لے کر ان کی تراکیب، محاکات اور دوسرے اسلوبیاتی اوصاف جن میں ان کے شعری زمینیں بھی انفرادیت رکھتی ہیں، یہ ہمہ پہلو جدّت کارفرما ہے۔

واضح رہے کہ مرزا غالب سے پہلے بھی اردو شاعری اپنے ابتدائی نمونوں سے ان تک آتے آتے تین چار صدیوں کا سفر طے کر چکی تھی اور اس کی روایت اپنے تشکیلی دُور سے گزر کر پختہ ہو چکی تھی غزل کے علائم و رموز اور ان سے وابستہ تلازمات ایک واضح پس منظر ترتیب دے چکے تھے لیکن مرزا غالب نے اپنے جدّت پسند مزاج سے اس روایت میں ایسا تاریخ ساز اضافہ کیا کہ میر جیسے 'خدائے سخن' کی تخلیقی کارکردگی کے بعد مرزا کے کلام سے اردو غزل ایک جدید، منفرد اور

تازہ رجحان اور اسلوب سے آشنا ہوئی۔

غالب کے اس اسلوب کا ایک بڑا سبب ان کی شعری زمینیں ہیں جو اتنی کشش آور ہیں کہ ان کے امکانات کھوجتے کھوجتے سینکڑوں شاعروں نے اپنی تخلیقی مساعی صرف کی مگر ان زمینوں کی تازگی تا حال باقی ہے خصوصاً پچھلی نصف صدی سے بعض شاعروں نے ان زمینوں میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کی طرف توجہ دی یا یوں کہئے ان زمینوں کے شعری امکانات نے انہیں اس طرف راغب کیا کہ انہیں نعتیہ مضامین و افکار کے بیان کے لئے استعمال کیا جائے یوں ''مرزا غالب کی شعری زمینوں میں نعت نگاری'' ایک بڑا موضوع سامنے آیا برّصغیر پاک ہند میں گزشتہ صدی میں اس حوالے سے ایک بڑا نعتیہ اثاثہ تخلیق ہوا جس کی مختلف شکلیں ہیں۔

۱۔ بعض شاعروں نے مرزا غالب کے دیوان میں شامل غزلوں میں سے کچھ غزلوں پر نعتیں لکھیں

۲۔ بعض نے دیوانِ غالب پر مکمل نعتیہ دیوان لکھے

۳۔ بعض شاعروں نے چند ایسی زمینوں پر تضمین کے طور پر مربع خمسہ وغیرہ کی طرز پر نعتیں لکھیں

یوں بہ حیثیت مجموعی 'بہ زمین غالب' ____ وقیع سرمایہ نعت تخلیق ہوا۔اور سال بہ سال سامنے آ رہا ہے کہ اس سرمائے کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ اور تجزیاتی جائزہ باقاعدہ ایک پی ایچ ڈی کے مقالے کا موضوع ہے۔

واضح رہے کہ غالب کی شعری زمینوں میں چند ایسی بھی ہیں جو بظاہر نعتیہ فضا کی تشکیل میں معاون نہیں نعت کی صنف جس احترام اور ادب کی متقاضی ہے ان زمینوں کی ردیفیں اس کے سازگار نہیں۔

کئی نعت نگاروں نے غالب پر نعتیہ دیوان لکھتے ہوئے ایسی زمینوں سے صرف نظر کیا ہے ـــــ راغب مرادآبادی اور بشیر حسین ناظم سے ریاض احمد پرواز اور ریاض ندیم نیازی تک ایسے بیسوؤں شاعر ہیں جنھوں نے غالب کی شعری زمینوں میں نعتیں (اور حمدیں بھی) لکھ کر جہاں ایک طرف اپنی عقیدت نگاری کے نمونے پیش کئے ہیں وہاں مرزا غالب کو ایک اعتبار سے خراج عقیدت بھی پیش کیا ہے جو اس سرمایہ عقیدت کی تخلیق کا وسیلہ بنے

'مغلوب مدحت' فیصل آباد کے نوجوان نعت نگار طاہر صدیقی کا تازہ مجموعہ نعت ہے طاہر وہ تازہ کار نعت نگار ہیں جنھوں نے گزشتہ سالوں میں اس 'شہر نعت' کو اپنی جدّت پسندی، مہارت فن اور نعت کی صنف سے مستقل و مسلسل وابستگی سے کئی نعتیہ مجموعوں کے تحفے دیئے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا انسلاک لائق تحسین ہے 'مغلوبِ مدحت' اس انسلاک کی تازہ مثال ہے جو ان کے یک کتابی طویل نعتیہ قصیدے ''قصد نعت'' کے بعد اُن کا بڑا نعتیہ کارنامہ ہے ـــــ مرزا غالب کی زمینوں پر غزل لکھنا مشکل ہے چہ جائیکہ ان پر نعتیں لکھی جائیں ـــــ اس کی بڑی وجہ جس کی پہلی نشاندہی کی جا چکی ہے وہ شعوری یا غیر شعوری تقابل ہے جسے قاری کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا نا چاہتے ہوئے بھی وہ اس احساس کو جھٹک نہیں سکتا کہ غالب کا اس زمین کو برتنے کا شعری اور تخلیقی روّیہ کیا تھا اور یہ شاعر اسے کیسے برت رہا ہے، ہر زمین اور ہر قافیے پر ایسا تقابل از خود قاری کے ذہن میں آ جاتا ہے یوں جس طرح لکھنے والا غزل بہ غزل، زمین بہ زمیں اور قافیہ بہ قافیہ ایک تخلیقی اضطراب اور آزمائش سے گزرتا ہے اس طرح قاری بھی شعر بہ شعر اس تقابل کی فضا سے گزرتا ہے ـــــ اگر اس نعتیہ سرمایہ کو مرزا غالب سے ہٹ کر دیکھا جا سکے تو اس کی قدر و قیمت اور ہوگی اور اس پر زیادہ رائے زنی نہیں ہوگی لیکن اگر غالب کے ضمن میں ایسے شعروں کا مطالعہ کیا جائے تو خواہ مخواہ کے تقابل سے رائے زنی کی گنجائش نکل آتی ہے اس کی ایک فطری وجہ بھی ہے کہ شاعر نے از خود غالب کی راہ پر چلنے کی خواہش کی ہوتی ہے مگر 'خواہش' اپنے امکان کے مطابق کوشش کی بھی متقاضی ہوتی ہے اور 'کوشش' اتنی اختیاری نہیں ہوتی جتنی

خواہش____ (ویسے تو انسان اپنی مرضی سے کوئی چیز چاہ بھی نہیں سکتا کہ خواہش کی کونپلیں بھی انسانی ذہن میں قدرت کی رضا سے پھوٹتی ہیں)

یہاں معروف یونانی ناقد لانجائنس کی بات یاد آتی ہے کہ ''کاملینِ فن کے مقابلے میں کھڑے ہونا اوران کی تقلید کی کوشش خود ایک بہت بڑی کامیابی ہے سو بطرز غالب نعت نگاروں کی خواہش اور ارادہ بذات خود ایک بڑی کامیابی ہے۔

''مغلوب مدحت'' کے شاعر نے اپنے عجز کا اعتراف اس نعتیہ سرمایہ کے آغاز ہی میں کر لیا ہے۔ غالب کی شعری زمینوں میں نعت کہتے ہوئے انہوں نے کوئی بلند بانگ دعوہ نہیں کیا ان کی سابقہ محنت اور مطالعے نے غالب کے اتباع میں کس حد تک کامیابی حاصل کی اس سوال کے جواب کے لئے اس کتاب کا جائزہ لیں تو درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں

ا۔مغلوب مدحت____ قریب قریب 'متداول' (مکمل دیوان غالب نہیں) پر لکھی گئی نعتیں ہیں طاہر صدیقی نے چند غزلوں کے سوا تقریباً غالب کی سبھی غزلوں پر نعتیں لکھی ہیں انہوں نے جو چند زمینیں چھوڑی ہیں وہ نعتیہ تشکیل میں معاون نہیں تھیں۔

۲۔طاہر صدیقی نے ہو بہو مرزا غالب کے قوافی اور تعداد اشعار کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ ردیف قافیہ کے علاوہ ان زمینوں میں نعت کاری کا آزاد استعمال کیا ہے۔

۳۔بہ حیثیت مجموعی ان نعتوں کی پیشکش بھی مرزا غالب کے کسی مستند نسخے کے مطابق نہیں آزادانہ ہے___ اس نشاندہی کی ضرورت اس اس لئے محسوس ہوئی کہ 'بطرز غالب' بعض لکھنے والوں نے ایسی کوشش بھی کی ہے مثلاً مرزا غالب کی صد سالہ تقریبات (۱۹۶۹) کے دنوں میں سلیمان اویسی سیمابی نے 'شان غزل' (مطبوعہ ۱۹۷۹ء) کے نام سے مرزا غالب کے دیوان پر دیوان اس انداز میں مرتب کیا کہ کتاب کے دائیں طرف اپنی غزل شائع کی یہ دیوان (علمی بک ڈپو لاہور) نے شائع کیا اس کا دیباچہ پروفیسر وقار عظیم نے لکھا____ 'مغلوب مدحت' میں طاہر صدیقی کی نعتوں کے ساتھ مرزا غالب

کے غزلیں نہیں نہ ہی غالب کے قوافی اور تعداد اشعار کا التزام ہے طاہر صدیقی نے ہر نعت کے آغاز میں زیرِ تخلیق نعت کے عروضی ارکان، بحر کا نام، اور مرزا غالب کی متعلقہ غزل کا مصرع اولیٰ درج کیا ہے یوں غزل کی نشاندہی کے ساتھ اس غزل کے عروضی نظام کا حوالہ بھی دے دیا ہے بطرز غالب، نعتیہ کتابوں میں عروض کا حوالہ ایک مفید طلب اضافہ ہے۔

مرزا غالب کی زمینوں میں طاہر صدیقی کی کوششِ نعت گوئی ـــــ ایک لائقِ تحسین کوشش ہے (اس فقرے سے اس کوشش کے حاصل کا تذکرہ ہو تو میں اور طاہر دونو ناقدین نعت کی رائے زنی سے مامون ومحفوظ رہیں گے غالب جن کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے

نوعِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا

ان کی تخلیقی سفر کے تجربات کی فنّی بازآفرینی کے ہر حاصل کو ایک کوشش ہی کہا جا سکتا ہے شعر کی زمینیں اُن کے خارجی پہلوؤں یا اسلوب کے ظاہری قرینوں کی درجہ نما ہوتی ہیں فکر، افکار، محسوسات، مشاہدات، جذبات اور ان سے متعلق سبھی روّیے (جن میں محبت، ایثار، شیفتگی، وارفتگی وغیرہ) کہنے والے کے اپنے ہوتے ہیں لیکن جب وہ ان کے اظہار کے لئے کسی زمین شعر کا انتخاب کرتا ہے تو وہ شعوری طور پر خود کو اس زمین کے ردیف وقوافی کا پابند کر لیتا ہے اب اس کے افکار کا ریلا انہی حدود میں بہنے کا پابند ہوتا ہے بحر میں ردیف وقوافی کا نظام جہاں شاعر کی رہنمائی کرتا ہے وہاں اسے اپنی حدود میں جکڑ بھی لیتا ہے یہاں غالب کے نقش پا پر قدم رکھ کر سفر کرنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے چلنے کا عمل کیسا بھی ہو، عاجزانہ یا بانکپن کے ساتھ، مگر شعر کی زمین (یعنی بحر ردیف اور قوافی) سے شاعر باہر نہیں جا سکتا اسے ان نشانات پا پر چلنا ہوتا ہے جو آپ نے خود قبولا

ہےلہٰذا اپنے آپ کو غالب کے ہم قدم رکھنے کے لئے مسلسل باخبر رہنا پڑتا ہے ___ مرزا غالب کا ایک معروف شعر ہے

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے دشت امکاں کو ایک نقش پا پایا

اس شعر کی سب سے بڑی حیرت اس کی معنویت میں ہے کہ جب تک دونوں قدم نظر نہ آئیں اور ان کے درمیانی فاصلے کا تعین نہ ہو۔ دیکھنے والے کو اندازہ نہیں ہوسکتا کہ جس پیکر کا یہ نقشِ پا ہے وہ پیکر کیا ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ ایک نقشِ پا سے اس پیکر کی چال، رفتار اور اس کے امکانی قد وقامت کا اندازہ نہیں لگ سکتا ہے۔

مرزا غالب کی غزلوں کے تضمین نگاروں میں طاہر صدیقی ایک اضافہ ہیں انہوں نے غالب کو جو خراج عقیدت نعت کی صورت میں پیش کیا اس کی تین صورتیں 'مغلوب مدحت' میں ظاہر ہوئیں

پہلی یہ کہ انہوں نے غالب کی ایسی زمینیں جو غالب کے معاصرین کے ہاں اور کچھ ان سے پہلے بھی ہماری غزل کی روائت میں عام تھیں ان میں نعتیہ شعر لکھے دوسرے وہ زمینیں جو غیر مردّف ہیں وہ غالب سے خاص نہیں اس کا استعمال غالب سے پہلے اور بعد میں بھی ہُوا اور ہو رہا ہے اور تیسرے وہ زمینیں جو مرزا غالب کے نام سے مخصوص ہوگئی ہیں اور جن میں مرزا غالب نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا یہ زمینیں مرزا غالب کی خداداد تخلیقی صلاحتوں کا نتیجہ ہیں اور طبع زاد ہیں ممکن ہے بہت زیادہ تحقیق سے ان زمینوں میں سے ایک دو کسی پرانے شاعر کے ہاں بھی دستیاب ہوجائیں مگر ان کی شہرت مرزا غالب ہی کے کلام اور نام سے ہوئی۔

طاہر صدیقی نے ان تینوں طرح کی زمینوں میں شاعری کی ___ پہلی اور دوسری طرز کی

زمینوں میں انہیں زیادہ آسانی محسوس ہوئی اور انہوں نے نسبتاً زیادہ تعداد میں اشعار کہے۔ان زمینوں میں طاہر صدیقی کا فکری بہاؤ زیادہ ہے

طاہر صدیقی نے بعض غزلوں میں رجوعی انداز نعت کو بھی اپنایا ہے غزل کی روایت میں تازہ کاری کی مثال ہے جس میں مصرع ثانی کا اعادہ ہوتا رہتا ہے اس میں صرف قافیہ بدلا جاتا ہے طاہر نے بعض ایسی غزلوں پر' رجوعی نعت' لکھ کر اس کی نشاندہی بھی کی ہے۔

بعض نعتوں کو اس نے غالب کی زمینوں میں تضمین کے طور پر لکھا ہے ایسی نعتوں میں درج ذیل چند نعتیں یہ ہیں۔ان میں مصرع بہ مصرع غالب کے کلام سے اپنے نعتیہ تاثرات کو آمیز کیا گیا ہے:

- پھر ہَوا وقت کے ہو بال کشا موجِ شراب
- آمد خط سے ہُوا ہے سرد جو بازارِ دوست
- نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ
- بلا سے ہیں جو یہ پیش نظر درو دیوار

جیسے کہ میں نے آغاز مضمون میں عرض کیا تھا کہ غالب کی شعری زمین میں لکھے ہوئے کلام کے مطالعہ میں غالب کے شعر کا خیال آنا اور ذہن میں لاشعوری طور پر تقابل کی فضا کا پیدا ہونا لازمی امر ہے تاہم اگر آپ مقدور بھر اس تقابل سے ہٹ کر مغلوب مدحت کا مطالعہ کریں تو آپ کو نعت کے کئی ایسے خوبصورت شعر ملیں گے جن میں شاعر کی نعت سے وابستگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے شیفتگی و فریفتگی، اصحاب رسولؐ، اہل بیت اور دوسرے مناسبات سیرت و نعت کے مؤثر نمونے ملیں گے۔مثلاً یہ شعر دیکھئے:

نقشِ نعلین نبیؐ دل کی زمیں پر ہے سجا
یوں ہوا میرے مقدّر میں چراغاں ہونا

رویا تھا بے محابا مواجہ کے سامنے
اُن آنسوؤں نے دھوئے مرے بے شمار داغ

بالیقیں حُب نبیؐ ہو گی ہماری دستگیر
زندگی کا جس گھڑی توڑیں گے زنداں خانہ ہم

ہر نام میں ہے آپؐ کے انوار کا ظہور
میں مجتبےٰ کہوں انہیں یا مصطفےٰؐ کہوں

روضے پہ آنحضورؐ کے کرتے ہی عرض کس طرح
جب مری آنکھ رو پڑی، دل نے مجھے کہا کہ یوں

مقدور ہو گر سب پہ بچھا دوں میں یہ آنکھیں
جاتی ہیں مدینے کو جہاں بھر سے جو راہیں

تعجب کیا اگر طیبہ بہاروں کا رہے مسکن
جہاں ہو گنبدِ خضریٰ وہاں فصلِ خزاں کیوں ہو

ازل سے تا ابد سرکارؐ ہی کا حکم جاری ہے
رسالت آپؐ کو بخشی ہے رب نے ہر زمانے کی

طاہر صدیقی کی نعت گوئی کا ایک نمایاں وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار عقیدت کے ساتھ آپ کے اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ کا تذکار ہے انہوں نے حضور کے اوصاف و کردار اور سیرت کے ساتھ اپنی نعت گوئی میں ان کا ذکر بھی محبت و احترام سے کیا ہے اور ان کی زندگی کے اہم واقعات کی نشاندہی کے ساتھ ان کی مدح اور ان سے عقیدت کے پہلو نکالے ہیں 'برزمینِ غالب' مغلوب مدحت کے نعتیہ کلام میں بیسوؤں ایسے اشعار مل جاتے ہیں جو ان کی عقیدت نگاری(Devotional Poetry) کے مظہر ہیں درج ذیل نمونے دیکھئے:

آخری حج کے جو موقعہ پہ کہا آقاؐ نے
میرا قرآن ہے اور آلِ عبا میرے خدا

کیا کہہ دیا ہے زینبِ کبریٰؓ نے شام میں
حیراں ہیں لوگ جرأتِ گفتار دیکھ کر

اک سمت کربلا میں ہے سبطِ نبیؐ کا خون
شہرِ نبیؐ ہے خون سے لبریز یک طرف

سرکارؐ! آلِ پاک ہے محسود و بے نوا
صبرِ حسینؓ و دشمن خوں ریز یک طرف

بعض نعتوں میں صحابہ کرام سے محبت کے اشعار اس انداز، اہتمام، تسلسل اور سلیقے سے آئے ہیں کہ طاہر کی نعت میں منقبت صحابہ و اہل بیت کے موضوع پر ایک جداگانہ مضمون تیار ہوسکتا

ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے:

لمحہ لمحہ جو رہا سیّدِ ابرارؐ کے پاس
بخت تھا جانیے کیا غار کے اُس یارؓ کے پاس

دوری تھی سرورِ دو عالم سے نہ منظور انہیں
قبرِ فاروقؓ بنی تربتِ سرکارؐ کے پاس

سیّدِحضرتِ عثمانؓ کا مدفن ہے بقیع
نور خود آ کے ملا خلد کے انوار کے پاس

موت بھی اس لیے آسان ہوئی ہے مجھ کو
میری مشکل کا ہے حل حیدرِ کرارؓ کے پاس

طاہر صدیقی کی نعت کا ایک وصف سادگی وسلاست سے عبارت ہے خصوصاً مرزا غالب کی مختصر زمینوں میں طاہر نے جو نعتیں کہیں ہیں وہ کیف آور تلازمے اور موٴثر سادگی لئے ہوئے ہیں یہاں زورِسخن کی بجائے محبت آمیز سادگی اور تاثیر نمایاں ہے جو قاری کو متاثر کرتی ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے:

اصلِ نورِ حضورؐ کو دیکھیں
چشمِ انساں کی یہ مجال کہاں؟

حبِّ احمدؐ ہے نشانی میری
یہ نشانی بہت پرانی میری

ایک چھوٹا سا گھر ہو طیبہ میں
ایسا دن ہو خدا کرے کوئی

آدمی کیا ہے جب تلک انؐ کے
دل میں تہذیب در نہیں آتی

نقشِ پائے مصطفےٰ ہو سامنے
خاکِ طیبہ پر وہ سجدہ چاہیے

'مغلوب مدحت' کے بعض مطلعے ایسے ہیں جو اپنے فنّی محاسن سے قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتے ہیں ان میں شاعرانہ خصائص کے ساتھ مہارتِ فن اور تاثیر کے عناصر نمایاں ہیں۔

نبیؐ کی نعت کا حق ہو ادا کیا؟
خدا جیسی کرے کوئی ثنا کیا؟

ہمارے نبیؐ کی نبوّت سلامت
ابد تک ہے انؐ کی رسالت سلامت

نبیؐ کے نور کا احساس ہُوا ہے میرے مسکن پر
نہیں پڑتی اندھیروں کی نظر اب میرے آنگن پر

آپ کے چشمِ عنایت کی نظر ہونے تک
وقت لگتا نہیں اشکوں کو گہرے ہونے تک

یوں مدحِ شہِ دیںؐ کا نیا ڈھنگ نکالوں
میں خونِ جگر دے کے جدا رنگ نکالوں

منزلیں سب آپؐ کی رحمت سے آساں ہوگئیں
ساری نا فرمانیاں جب تابع فرماں ہوگئیں

ہے جلوہ نما خلدِ تمنا مرے آگے
رہتا ہے تصوّر میں مدینہ مرے آگے

یہ اسمِ نبیؐ جس کی بھی گفتار میں آوے
ہرگز نہ کبھی زیست کے آزار میں آوے

ان مطلعوں میں غالب کے فکر وفن کے اتباع کی شعوری کوشش نمایاں ہے طاہر نے ان مطلعوں میں اچھے شعر نکالے ہیں ایسی زمینوں میں اچھے مطلعوں کا حصول خوش قسمتی کی علامت ہے اور اس منزل سے غالب کا اتباع کرنے والے بہت کم لوگ کامیابی سے نکلتے ہیں طاہر نے شعری زمینوں کے آہنگ اور قوافی وردیف کی مناسبت سے کچھ نعتوں میں مطلع نویسی کا یہ مرحلہ بڑی خوبصورتی سے طے کیا ہے۔

'مغلوب مدحت' ظاہر کی ایک اور نمایاں طرز تضمین نگاری اور گرہ آمیزی ہے انہوں نے مرزا غالب کے بعض مصرعوں کو اپنی نعتوں میں اس انداز میں استعمال کیا ہے کہ ان شعروں کی حیثیت گرہ آمیزی کی ہوگئی ہے یعنی ایک مصرع مرزا غالب کا ہے اور دوسرا مصرع طاہر کا ہے عام طور پر ایسا ایک دو شعروں میں ہوتا ہے۔ مگر طاہر نے اس میں ایک تسلسل روا رکھا ہے۔

ہمارے مرحوم دوست سلیم بیتاب کی غالب کی غزل کے معروف مصرع ۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا ___ پر ایک بین الکلیاتی مشاعرہ بحدود (۱۹۶۰___۱۹۶۱) کے لئے اس مصرع پر گرہ لگا کے شعر یوں مکمل کیا تھا

۔ طرح غالب یہ شعر کہہ تو دیئے
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

طاہر صدیقی نے غالب کے کئی غزلوں کے مصرعوں پر مسلسل گرہیں لگائی ہیں مثلاً درج ذیل غزلیں دیکھئے:

۔ پھر ہوا وقت کے ہو بال کشا موج شراب
۔ آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست

۔ نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
۔ بلا سے ہیں جو یہ پیش نظر درو دیوار

ان غزلوں میں سے ایک غزل کے مصرعوں پر نعتیہ مصرعے آمیز کرنے کا ایک نمونہ دیکھئے

۔ ہیں شہر طیبہ کے پیش نظر در و دیوار
''نگاہ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار''

مرزا غالب کی اس غزل کے مصرع ہائے ثانی پر گرہ لگاتے ہوئے طاہر صدیقی نے ان میں نعت کی فضا پیدا کی ہے۔۔ پوری غزل یا غزل کے اکثر شعروں پر تسلسل کے ساتھ نعتیہ مضامین ومحسوسات کی آمیزش کی اختراعی کوشش طاہر صدیقی کی انفرادیت ہے جو مرزا غالب کی غزلوں میں نعت کے امکانات کی نشاندہی بھی کر رہی ہے۔

بہ حیثیتِ مجموعی 'مغلوبِ مدحت' پروفیسر محمد طاہر صدیقی کے نعتیہ اثاثے میں ایک خوبصورت کوشش ہے یہ کوشش طاہر صدیقی کی نعت نگاری میں ایک اہم پڑاؤ ہے جو اپنے نفسیاتی تناظرات میں ان کے شوقِ نعت کا مظہر بھی ہے اور اپنی ذات کی تنگنا سے نکل کر باہر کی وسیع و عریض تخلیقی دنیا کی طرف جھانکنے کا عمل بھی____ جس میں شاعر اپنے مطالعات و مشاہدات کی دنیا سے باہر آ کے اپنے معاصر یا ماقبل کے شاعروں کے ساتھ ہمسفری کا ارادہ کرتا ہے اپنے آپ کو ایک انبوہ اور ہجوم میں لا کر اپنی صلاحیتوں کو آزمائش و مقابلہ کے مراحل سے گزارتا ہے۔ بقول کسے'' شاعروں کو کبھی کبھار دوسرے شاعروں کے مطالعہ، ترجمہ، تضمین و تشریح کے لئے بھی وقت نکالنا چاہیئے اپنے آپ کو دوسرے قلم کاروں کے تخلیقی ماحول میں لے جا کر اپنی صلاحیتوں کا امتحان بھی کرنا چاہیئے اس طرح ان کے فن میں صلاحیت، نکھار اور نیا پن پیدا ہوتا ہے''۔

طاہر صدیقی کے اپنے پختہ نعتیہ پس منظر کے ساتھ پیروی غالب میں اہتمام سے قدم اٹھایا ہے۔ یہ ایک اہم کوشش ہے آپ کوشش کے طور پر اس نعتیہ مجموعہ کا مطالعہ کریں تو آپ کو اس میں محبت و جاں سپاری کے کئی عمدہ مرقعے ملیں گے اور اگر آپ مرزا غالب کو ذہن میں رکھ کر مغلوبِ مدحت کو پڑھیں گے تو آپ تقابل کے دھندلکے میں الجھے رہیں گے۔

طاہر صدیقی کی یہ کتاب ان کے نعتیہ سفر کی اگلی منزلوں کی طرف گامزن ہونے کی نشاندہی کرتی ہے معمول کی نعت نگاری کے ساتھ نعتیہ قصیدہ نگاری، تضمین نگاری، گرہ آمیزی، اکابرین کی غزل پر نعت لکھنے کی یہ کوشش ایک مبارک کوشش ہے 'برطرحِ غالب' نعت نگاری کی یہ کوشش فی نفسہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو ایک بڑے امتحان کے لئے تیار کرنے اور اپنے شعری جوہر کو

ایک عظیم آزمائش سے گزارنے کے مصداق ہے یہ ایک کٹھن مرحلہ ہے جس کی طرف گامزن ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

بقول غالب

؎ اِنہی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

مَیں اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

حُبّ دار، ولا نفس، محبت خصلت
خوش طبع، فراخ دل، عقیدت طینت
اب کے لایا ہے بر طرح غالب
طاہر صدّیقی 'مغلوب مدحت'

❖......❖......❖......❖

موجِ کرم: شمائلہ صدف عزیزی

موجِ کرم شمائلہ صدف عزیزی کا پہلا مجموعہ نعت ہے گزشتہ تین چار عشروں میں نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق اور فروغ واشاعت میں نعت نگار حضرات کے ساتھ نعت نگار شاعرات نے بھی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے خوشی اس بات کی ہے کہ یہ کارکردگی سرسری اور رسمی نہیں شعری اور تخلیقی نوعیت کی ہے اُردو ادب کے معاصر نعتیہ منظر نامے میں جن خواتین نے جذبِ وانہماک کے ساتھ نعت گوئی کو اپنا شعار بنایا ہے اس میں شمائلہ نسبتاً نو وارد ہیں مگر 'موجِ کرم' کا مجموعہ ان کے روشن امکان کا مظہر ہے۔

ہر صنفِ سخن کے لوازمات میں فکر اور فن کو اہمیت حاصل ہے یعنی کہنے کو بہت کچھ ہو، مضامین وموضوعات میں نادرہ کاری ہو نیز کہنے کے انداز میں مہارت اور پختگی ہو۔ ہماری ساری شاعری کا سفر اور شاعری کی پرواز کا دارمدار انہی بال و پر سے ہوتا ہے۔ مگر نعت کی صنف کے لئے ایک تیسرا لازمہ بھی ہے اور وہ ہے اس صنف سے دلی وابستگی کا بخشا ہوا انہماک، توجہ، اخلاص، وابستگی، لگن، محویت جسے آپ Dedication کہہ سکتے ہیں یہ صنف اوپری اور سرسری لب ولہجہ، اور ظاہری دکھاوے کی وابستگی کو قبول ہی نہیں کرتی یہ لازمہ رسالت مآبؐ کی ذاتِ والا تبار سے گہری وابستگی اور سچّے جذباتی تعلق اور اطاعت نژاد حُب سے پیدا ہوتا ہے خالی فکر کی نادرہ کاری اور فن کی مہارت نعت میں وہ تاثیر پیدا نہیں کرتی جو آپؐ کی حب عطا کرتی ہے اس کی وجہ وہ ادب واحترام ہے جو اس صنف کے راہروں کو حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی بخشتی ہے۔

مقام اطمینان ہے کہ شمائلہ کی نعت نگاری کی اساس میں یہ تینوں لازمے جاگزیں ہیں اس کی نعت جن بنیادوں پر استوار ہے اس میں نادرہ کاری کی کوشش، فنی مہارت کی طرف پیش

قدمی کے ساتھ نعت کی صنف اور سرکار والا تبارؐ سے محبت کے سچّے جذبے کی لوئیں روشن ہیں۔ میں نے 'کوشش' اور 'پیش قدمی' کے لفظ روا روی میں نہیں سوچ سمجھ کے استعمال کئے ہیں اردو نعت کے سفر پر میری طالب علمانہ نظر ہے اس میں نسائی آوازوں اور خواتین کی نعت گوئی پر غوث میاں کی معروف کتاب 'خواتین کی نعتیہ شاعری' (مطبوعہ 2002ء کراچی) کے مطالعے کے علاوہ مجھے بہت سی شاعرات کے مجموعوں (مثلاً زبیدہ حبیّ، فوزیہ انجم، فوزیہ سحر ملک، طلعت عروبہ، بشریٰ فرخ اور شاہدہ لطیف) پر دیباچہ لکھنے کا بھی موقع ملا۔ سب نے اپنے اپنے طور پر اپنی نعتوں میں حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اپنی سعیٔ جمیلہ سے خواتین کی نعت نگاری کی روائت کو آگے بڑھایا ہے شمائلہ کا مجموعہ اس فرخندہ بخت شاعرات کی صفّ میں ایک اور منفرد شاعرہ کا اضافہ ہے۔

شمائلہ کی انفرادیت کا ذکر ہم ان کی نعتیہ زمینوں سے کرتے ہیں کسی شاعری کی صلاحیتوں اور اُس کی جدّتِ فکر کا اندازہ اس کی شعری زمینوں سے ہوتا ہے جیسا کہ اہلِ نظر جانتے ہیں نئی زمینیں اپنے ساتھ تازہ افکار و خیالات لے کر آتی ہیں پرانی زمینیں جتنی جدید بھی ہوں کثرت استعمال سے اپنے قوافی کے امکانات کو محدود کرتی چلی جاتی ہیں بعض زمینیں جو سینکڑوں سالوں سے بیسوؤں شاعروں نے استعمال کی ہوں ان میں نئے نئے مضامین کے پیدا ہونے کی گنجائش کم سے کم ہوتی جاتی ہے بلکہ اکثر نئے شاعروں کے لئے بالکل معدوم ہو جاتی ہے اور وہ پرانے خیالات کی تکرار کرتے چلے جاتے ہیں الا ماشاءاللہ کوئی بڑا مخترع نعت نگار شاعر ان مستعمل زمینوں میں سے ایک دو شعر ایسے نکال لے جو تازہ کاری کے حامل ہوں بقول علامہ اقبال

؎ جس روز دل کی رمز مغنّی سمجھ گیا
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے

شاعر اگر اس امر سے واقف ہو جائے کہ اسے نئی زمینیں تخلیق کر کے تازہ اسلوب میں شاعری کرنی چاہئیے تو از خود اس کے فکر و فنّ کا رخ جدت اور نادر کاری کی طرف ہو جاتا ہے۔

شمائلہ نے 'ابرِ کرم' میں کثرت سے نئی شعری زمینیں پیدا کی ہیں اس کی زیر نظر مطلعوں کی حامل حمد اد یہ نعتیں دیکھئے۔

ثنا ہے آبِ رواں کے لب پر
ہے پتہ پتہ حمود تیرا
ہے محوِ تقدیس ہر تنفس
دل و نظر میں ورود تیرا

کب فقط دل کا آئینہ نکھرے
نعت سے عالم وفا نکھرے

شاہکارِ دستِ قدرت لاجواب
شکل ہے بے مثل سیرت لاجواب

جب سے میں ان کی ثناگر ہو گئی
وادیٔ جاں نور پیکر ہو گئی

وہ چند ہو گئی ہے مری وسعتِ نظر
دیکھا ہے جب سے کوئے ضیابار آپ ﷺ کا

بے طلب مل گئے برگ و بارِ عطا
مصطفیٰ آپ کا یہ شعارِ عطا

ہو تصور میں شہا روضہ ترا آٹھوں پہر
دل کو مہکاتا رہے عطرِ ثنا آٹھوں پہر

اے حبیبِ خدا خاتم المرسلیں
ہے ترا مرتبہ خاتم المرسلیں

جو تری چشمِ التفات میں ہے
وہ حصارِ نوازشات میں ہے

ہر متبع کے واسطے ہے بالیقیں نجات
راضی نہ ہوں حضور تو ممکن نہیں نجات

جتنے لفظوں کے قافلے اترے
مدحِ سرکار کے لیے اترے

کر دوں میں جبیں پیش، نظر پیش، جگر پیش
طیبہ کا سفر کاش کہ اس بار ہو دَر پیش

گنبد خضرا جو دیکھا تو کہا دل نے صدف
ایسے منظر پر فدا کون و مکاں کی روشنی

حب احمد سے دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہیں
آب رحمت کے اثر سے کشتِ جاں سرسبز ہیں

ہوئی یک لخت طوفانوں کے دھاروں سے بچت میری
کرائی میرے آقا نے خساروں سے بچت میری

خانۂ دل کو طاقچہ کیجے
عشقِ سرکار کو دیا کیجے

جس وقت کہ آ جائے مری جان لبوں پر
اسمِ شہہ بطحا کی ہو گردان لبوں پر

ہے راحتِ جاں فرحِ جگر گنبدِ خضریٰ
ہر وقت رہے پیشِ نظر گنبدِ خضریٰ

نوازشاتِ شہہ انبیاء کے طالب ہیں
سبھی سفینے اسی ناخدا کے طالب ہیں

شاخِ نخلِ یقیں درود شریف
جانِ گلزارِ دیں درود شریف

اے امینِ لطفِ رحماں الصلوٰۃ والسلام
اے قسیمِ فضلِ یزداں الصلوٰۃ والسلام

شعری زمینوں کی وجہ سے ان نعتوں میں جن افکار کا اظہار ہوا ہے وہ بھی نئے ہیں شمائلہ کے مجموعے کو بڑھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی تخلیقی کارکردگی کا زیادہ تر اظہار نئی زمینوں میں ہُوا (شاعری میں زمین کا لفظ قافیہ، ردیف اور بحر یا وزن کی ہم آہنگی ہے مگر 'ابرِ کرم' کے حوالے سے بات کرتے ہوئے میرا مطلب زیادہ تر مستعمل اوزان یا بحور میں شمائلہ کے قوافی اور ردائف کے حوالے سے ہے نئے اور نسبتاً کم استعمال ہونے والے شعری آہنگ میں نعت لکھنا ایک اضافی خوبی

ہے لیکن بقول غالب

ع انہی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

خواتین نعت نگاروں میں شمائلہ کا ایک تخصص نعت کی نئی زمینوں کی طرف اُن کا مظہری رجحان ہے ان کے درج زیل اشعار انہی زمینوں کی عطا ہیں۔

قسمت کی جو شال ہے میرے کاندھے پر
تیری مرضی اُس کا تانا بانا ہے

مصطفیٰ کی مہربانی کے طفیل
آرزو میری قد آور ہو گئی

آپ کی مدح شہا ! جانِ سخن
شانِ اوزان و بحور آپؐ سے ہے

گمرہی اُس کا مقدّر ٹھہری
میرے سرکار! جو دُور آپؐ سے ہے

پوچھنے والے نے پوچھا، کب کروں وردِ درود؟
مسکرا کر میرے آقا نے کہا، آٹھوں پہر

اور کچھ سوجھتا نہیں مجھ کو
نعت ہی نعت کائنات میں ہے

نظارہ یہ قرآن کے اوراق میں دیکھو
ہیں نعت میں مصروف سبھی زیر، زبر ، پیش

حضرتِ حسّان کے عشق شہہ دیں کے طفیل
شہر مدحت کی فضائیں جاوداں سرسبز ہیں

راستہ منزلوں میں بدلے گا
ان کی سیرت کو رہنما کیجے

آ جائے صدف کو ہنر نعت نگاری
اللہ! دعا ہے یہی ہر آن لبوں پر

شمائلہ ایم فل اردو کی سکالر ہیں ان کے مقالے کا موضوع.................. ہے اس سبب انہیں عربی نعت خصوصاً صحابہ کرام کی نعت گوئی کے مطالعے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ان کی نعتوں میں قرآنی حوالے اسی مطالعہ کا نتیجہ ہیں یہ شعر دیکھئے۔

شہرِ محبوب میں اڑان بھرے
فکر کو شہپرِ رسائی دے

عِرفِ نَفَسہٗ کا فیض ملے
مجھ کو مولا خود آشنائی دے

ہو صدف کا شعار مدحِ رسول
شوق دے اور انتہائی دے

سیّد والا ! رسولِ مہرباں !
کیجئے وا باب لطفِ جاوداں

دیجیے پھر حکم ابرِ لطف کو
خشک ہیں آقا دلوں کی کھیتیاں

جبینِ سخن! خوش مقدر ہے تو
ترا تاج نعتِ نبی ہو گئی

جیسی تڑپ ہو ویسی ہوتی ہے مہربانی
آ جائے گا، بلاوا گر قلب ہے تپیدہ

ایمان کی امانتِ عظمیٰ ہے اُن کے پاس
میرے رسول پاک سا کوئی امیں نہیں

ملی ہے جو ہمیں اللہ سے آقا کے صدقے میں
صدف وہ سورۂ رحمٰن کتنی کیف آور ہے

نعت کی صنف سے وابستگی، اس صنف سے محبت اور اس کے فیضان کا تذکرہ شمائلہ کی نعتوں میں کئی جگھوں پر آیا ہے جن سے ان کی افکار نعت سے دلچسپی اور اخلاص کا انداز ہوتا ہے شہر مدینہ اور اس کے متناسبات سے محبت پر نعت نگار کا شعری عقیدہ ہے۔ شمائلہ کے ہاں یہ جذبات و محسوسات کچھ باطنی کیفیات کے آئینہ دار بھی ہیں صوفیانہ خیالات اور ایک صوفیانہ سلسلے سے انسلاک نے ان کے افکار کو جذب اور جلا بخشی ہے ان کی نسبت جس روحانی سلسلے سے ہے وہ کبھی کبھی اس سلسلے سے وابستگی اور اس کے فیضان کو بھی نعت کا حصہ بناتی ہیں۔

نئے اردو نعت نگاروں میں مشاہداتی رنگ کی وہ شدّت نہیں جو بعض پرانے شاعروں کی نعتوں میں ملتی ہے آج کل صوفیہ کے سلاسل سے منسلک افراد، سجادہ نشینوں اور درگاہوں میں جیسے جیسے دنیا داری شامل ہوگئی ہے اس کی شکائت سچے صاحبانِ سلاسل کو بھی ہے ورنہ نعت میں مشاہداتی رنگ کی آمیزش سے ایک تازہ جہان معنی کی تخلیق کی ہر نعت نگار کے پاس گنجائش موجود ہے یہ دیباچہ اس باب میں تفصیلات کا متحمل نہیں ہوسکتا ورنہ نعت میں مشاہداتی رنگ، ضرورت اور امکان ایک طویل مقالے کا موضوع ہے۔

شمائلہ نے اپنی نعت گوئی کے حوالے سے اپنے اکابرین سلسلہ سے جو فیض اٹھایا ہے اس پر کھل کر اظہار اپنی منقبت نگاری میں کیا ہے ہر سالک کی طرح اس کے تخلیقی تجربوں میں سلسلے کی ضو جس طرح عکس ریز ہوتی ہے شمائلہ نے اس کا اعتراف کیا ہے۔صوفیانہ سلاسل سے وابستہ افراد بخوبی جانتے ہیں کہ یہ سارا معاملہ کسبِ فیض کا ہے 'موجِ کرم' کی شاعرہ نے اپنے سلسلے اور صاحب سلسلہ کے حوالے سے جس فیضان کا ذکر کیا ہے اس کی کچھ جھلکیاں دیکھئے۔

اے صدف یہ التفاتِ نور ہے
شاعری تیری جو بہتر ہو گئی

اوڑھ لو خاکِ کوچۂ نواب
کہ فنا فی الرسول ہو جاؤ

کنت کنزاً مخفیاً کے پردے سے
تیرا جلوہ خوب چمکتا رہتا ہے

مطلعِ صبحِ شعور آپؐ سے ہے
بزمِ جاں بقعۂ نور آپؐ سے ہے

بس میری نگاہوں میں ترا عکس حسیں ہو
اس درجہ مرے دل میں اتر گنبدِ خضریٰ

شمائلہ کی نعت کے بڑے روشن امکانات ہے امید ہے کہ اُن کے آنے والے مجموعے ان کے نعتیہ تجربات کی پُر کیف اور دلآویز اسلوب میں ترجمانی کریں۔ اللہ اُن کی یہ دعا پوری کرے۔

آ جائے صدف کو ہنرِ نعت نگاری
اللہ! دعا ہے یہی ہر آن لبّوں پر

مَیں اپنے تاثرات کو ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

ہے اذن الٰہ سے _ یہ الطافِ حضورؐ
ہے مہرِ سلسلہ یہ فیضانِ نُور
یہ موجِ کرم کتابِ نعت_ اے آقا!
ہو سعی، شمائلہ صدف کی مشکور

❖......❖......❖......❖

ہالۂ رحمت: شاہد کوثری

شاہد کوثری کامیاب غزل گوئی کے بعد ادبی دنیا میں لوٹے ہیں تو ایک خوبصورت نعتیہ مجموعے کے ساتھ ـــــ ان کا پہلا شعری مجموعہ ''تشکیل'' کے نام سے کئی عشرے پہلے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا تھا۔ کہتے ہیں جب غزل باوضو ہو تو نعت بن جاتی ہے۔ زبان و بیان کے اسالیب اور غزل کے رموز سے ان کی واقفیت، مطالعے کا ذوق، درس و تدریس سے وابستگی نے ان کی نعت کے مؤثر معاونت کی ہے۔ وہ فوج میں ایجوکیشن کور سے لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے، دورانِ ملازمت عسکری تعلیمی درسگاہوں، مختلف میشنوں نیز افواجِ پاکستان کے شعبۂ تعلقات عامہ (ISPR) سے ان کی وابستگی نے بھی انہیں تجربے اور مشاہدے کے ہتھیاروں سے لیس کیا۔

حضور اکرمؐ کی ذاتِ والا تبار سے محبت وعقیدت نے زیرِ نظر نعتیہ مجموعے ہالۂ رحمت میں اپنے جوہر کا ظہور کیا۔ آج کی نعت کے مرکزی فکری دھارے میں نعت کے وہی موضوعات و مضامین اپنے معاصر اسلوبیاتی میلانات کے ساتھ اظہار پذیر ہو رہے ہیں جو کم و بیش اس صنف کے آغاز ہی سے اس کی جداگانہ شناخت کا ذریعہ رہے ہیں۔ یعنی حضور اکرمؐ کے ذاتِ گرامی سے محبت، آپؐ کے معجزات، غزوات، آپؐ کے پیغام اور فیضان کے اظہار، ذاتِ رسالت مآبؐ سے تعلق رکھنے والی ماحولیاتی فضا و اشیائے مبارکہ سے محبت کا اظہار جس کی نہ ختم ہونے والی تلازماتی وسعتوں اور ان کا علامتی بہاؤ، آپؐ کے شہر مبارک مدینہ منورہ، وہاں کی

گلیاں، راستے، خاکِ محترم سے لے کر آپ ؐ کی مسجد، لباس، چہرۂ مبارک، آپ ؐ کی گفتگو، آپ ؐ کی احادیثِ مبارکہ اور آپ ؐ کی سیرت و کردار سے تعلق رکھنے والی ہزاروں اشیاء و متناسبات کا تذکار شامل ہے۔

اسی طرح آپ ؐ کی ذاتِ گرامی قدر سے نعت گو کی عقیدت، محویت و فدویت، جاں سپاری کا جذبہ، آپ ؐ کو خواب میں دیکھنے کی خواہش سے قیامت کے دن آپ ؐ کی شفاعت طلبی تک کے مضامین شامل ہیں اور صنفِ نعت کا حصہ ہیں۔ جذبات کی صداقت اور اظہار کے لیے پاکیزہ الفاظ اور مؤثر آہنگ کی تلاش اور آمیزش نے ان مضامین و موضوعات کے بیان میں تاثیر کے جوہر بھر دیے ہیں۔

عربی، فارسی اور اردو کی قدیم نعت گوئی ان مضامین و موضوعات کے نمونوں سے پُر ہے۔

نعت کے معاصر منظرنامے میں جدید شاعروں نے اپنی نئی حسیاتی آمیزش اور فنّی مہارت سے جس تخلیقی کارکردگی کا اظہار کیا ہے اس نے نعت کو ''موضوعِ محض'' سے ''معجزۂ فن'' تک پہنچا دیا ہے۔

اس کے باکمال نمونے محسن کاکوروی ہی کے کلام سے ملنا شروع ہو گئے تھے جنہوں نے نعت کو اعلیٰ شعری محاسن سے آمیز کیا اور اُردو شاعری کی اس جداگانہ صنف کے خدوخال واضح کیے۔ امیر مینائی، مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بعد علامہ اقبال نے اگرچہ نعت تعداد میں کم کہی مگر معیار کے اعتبار سے ان کے نعتیہ اشعار اردو شاعری کی اس صنف کو جس تہذیبی، تمدنی، تاریخی اور جذباتی رفعتوں پر لے گئے وہ انہی کا حصہ ہے۔

شاہد کوثری کی نعتیہ شاعری معاصر اُردو نعت کی ان کوششوں میں ایک مبارک اضافہ ہے جو اس صنف میں علمی وقار اور نادرہ کاری کی منزلوں کی طرف جاتی ہے۔ شاہد کوثری کی کئی نعتیہ زمینوں خصوصاً ردیفوں میں جس وفور کا اظہار ملتا ہے وہ نہ صرف ان کی ذات کی حضور اکرمؐ سے عقیدت و محبت کی مظہر ہیں بلکہ ان کا رخ نئی نعت کے اس میلان کے طرف ہے جو علمی انداز سے

تعلق رکھتی ہے۔

انہوں نے انہی نعتوں میں کہیں کہیں قرآنی آیات اور احادیث رسول اکرمؐ کے لفظی اور معنوی حوالوں سے جہاں اپنی نعت کو شرف عطا کیا ہے وہاں اپنی نعت میں مضامین آفرینی کی صورت بھی نکالی ہے۔

ان کی نعت میں ایمانیات کے حامل ایسے الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں جن کا تعلق اسلام، اسلامی عقائد اور حضور اکرمؐ کے کردار و سیرت اور سوانح سے ہے۔ ان الفاظ کی موجودگی سے جہاں شعر کی فضا میں نعت کا قرینہ در آیا ہے وہاں نعت کے پائے میں علمی عناصر بھی پیدا ہو گئے ہیں۔

اسی طرح شاہد کوثریؔ نے اپنی نعتوں میں حضور اکرمؐ کے لیے جن اسمائے مقبول کا استعمال کیا ہے وہ قرآن کریم اور احادیث سے ماخوذ ہیں انہوں نے کچھ اسمائے رسولؐ خود بھی تخلیق کیے ہیں۔ ہر زمانے کے نعت گو شاعروں نے اپنے اپنے طور پر آپؐ کے اسماء وضع کیے ہیں (ع س مسلم، معروف نعت گو کی دو ضخیم کتابیں، 'اسماء النبیؐ' اور 'صدفِ ضمائر میں' اسی حوالے دیئے ہیں جن میں انہوں نے نئے نئے اسماء سے حضور اکرمؐ کا تذکار مبارک اپنی نعتوں میں کیا ہے)۔

شاہد کوثریؔ کی نعتوں میں اسمائے رسول مقبولؐ کا خوبصورت استعمال ملتا ہے۔ شاہد کوثریؔ کی نعت میں قرآنی آیات کی خوبصورت مثالیں ملتی ہیں۔ یہ مثالیں جہاں ان کے مطالعہ اور قرآن فہمی کے شوق کی نشاندہی کرتی ہیں وہاں ان کی نعت کو بھی مؤثر اور بلیغ بناتی ہیں جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کوثریؔ کی نعتوں میں ایسے حوالوں سے خوبصورت نعتیہ فضا پیدا ہو گئی ہے۔ ایسی کچھ مثالیں دیکھئے:

عمل ہر دَم ہو اِھدنا الصراطِ الُمُستقیم اپنا
مرے کنبے کا انعمت علیھم کا ثمر دے دے

مَیں ہر اُفتاد میں تجھ کو پکاروں اے مرے مالک!
جو لَاتَحزَن کا مخزن ہو مجھے ایسا جگر دے دے

سبق ہو لَیسَ لِلانسان اَلّا مَاسَعیٰ میرا
توانا رکھ مرے ہاتھوں کو توفیقِ ہنر دے دے

وہ جن کو منزل تھی شاہد، قابِ قوسینِ اَو ادنیٰ
وہ ہے شانِ عظمتِ آدم، صلی اللہ علیہ وسلم

کہا ہے وَالضّحیٰ، وَالّیل، مَازاغَ الُبصر، طٰہٰ
خدا کو بھی محبت ہے تمہارے خَال سے خَد سے

وہ کیا تھی قَابَ قوسَیں اور اَو اَدنیٰ کی منزل
زمانہ سو رہا تھا اور رسالت جاگتی تھی

وہ تپتی ریت پر ننگا بدن سینے پہ پتھر
ھُو اللہُ اَحَد کی یوں صداقت جاگتی تھی

وہیؐ لاریب، عِندَاللہِ اِتقٰکُم کی تفسیر
انہیؐ کی زندگی کامل نمونہ بن گیا ہے

عسکری تاریخ میں ہے فتحِ مکہ معتبر
اور لَاتثریب کا کیسا ہے بدلہ معتبر

قرآن نے کہا جنہیں رُحماءُ بَینَہم
وہ تیرےؐ اہل بیت و صحابہؓ بھی لاجواب

تُوکہ ہے شانِ رَفعنالَکَ ذِکرکُ کا امیں
مجھ سے ہو کیسے بیاں؟ شانِ رسالت تیریؐ

قرآن کریم کی آیات کے حوالوں کے علاوہ شاید کوثرؔ نے نعتوں میں کہیں کہیں احادیث رسول اکرمؐ، آپؐ کی سیرت و کردار، کتب تاریخ و مغازی، صحابہ کرامؓ، اسلامی تاریخ کی فضیلت مآب شخصیات، اسلامی لغات اور ایمانیات سے متعلق ذخیرۂ الفاظ سے بھی استفادہ کیا ہے یہ شعر دیکھیے:

زباں پر تھا لَنا مَولا مَولا لکُم جاری
اُحد میں جب پڑا دشمن سے پالا کملی والےؐ کا

رَبِّ هَبْ لِاُمّتی کہہ کرو ہؐ،شاہد کوثریؔ
ہم گنہگاروں کو بخشش کی دعائیں دے گیا

پھر دیا فرمان کُلّ مُومِنونَ اِخوۃٌ
سب قبائل کو بہم شِیر و شکر کرتے ہوئے

شاہد کوثریؔ نے اپنی نعتوں میں اسلامی لغات کے ذخیرۂ الفاظ، اسلامی تاریخ کے اہم رجال اور صحابہؓ وصحابیاتؓ کے علاوہ انبیا و رسل کے اسمائے مبارک سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ الفاظ دیکھیے :

صلِّ علیٰ، ترتیل، رحمت، کونین، رسالت، لبیک، مُواخات، شفاعت، جبریلؑ، اسریٰ، عرشِ علیٰ، شرح صدر، طلع البدر علینا، سورۃ النجم، سورۃ النصر، خندق، بدر، احد، تبوک، خیبر، اللہ اکبر، وادیٔ ظہران، الست، معراج، حرا، ثور، عام الحزن، غبرا و داحس، عُکّاظ، یمن، ایران، چین، روم، صنعا، حضر موت، کوہِ صفا۔

صحابہؓ وصحابیاتؓ اور انبیا و رسل کے اسما کی شمولیت نے بھی شاہد کوثریؔ کے نعتیہ اثاثے کو بابرکت بنایا ہے۔ یہ اسما دیکھیے :

آدمؑ، نوحؑ، ادریسؑ، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، یونسؑ، ہارونؑ، ہودؑ، صالحؑ، یوسفؑ، عیسیٰ ابن مریمؑ، کلیم اللہ، عائشہؓ، حفصہؓ، خدیجہؓ، حسّانؓ، بوذرؓ، سلمانؓ، ابوبکرؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، حیدرؓ، بلالؓ، حمزہؓ، جعفرؓ، زیدؓ، سمیہؓ، عمارؓ، یاسرؓ، حسینؓ، زینبؓ، عباسؓ، حُرؓ، آمنہ، نجاشی۔

شاہد کوثریؔ نے اپنی نعتوں میں اسمائے رسول مقبولؐ کے بابرکت ذخیرے سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً صادق، امین، قرآنِ ناطق، حاملِ خُلقِ عظیم، صاحبِ لولاک، حضور، محبوبِ دو

جہاں، آقا، مولا، آمنہ کا راج دُلارا، باعثِ تخلیقِ دو عالم، سردارِ انبیا، باعثِ تکوینِ عالم، رحمۃ للعالمین، سیّد الابرار، سیّد المرسلین، خاتم الانبیاء، یٰسٓ، طٰہٰ، رحمتِ دو جہاں، اُمّی، شافعِ روزِ جزا، آسمانِ عدل کا روشن ستارہ، شاہِ بطحا جیسے اسمائے رسولِ مقبولؐ نے شاہد کوثری کی نعتوں کو ایک اور مبارک جہت عطا کی ہے۔

انہوں نے نعت کے موضوعات و مضامین کی مناسبت سے جہاں کسی اسمِ رسولؐ کو استعمال کیا ہے وہاں لفظی رعایتوں اور تلازماتی وسعتوں کے سبب نعتیہ اشعار زیادہ مؤثر اور بلیغ ہو گئے ہیں۔

بہ حیثیت مجموعی شاہد کوثری نے نعت کے مضامین و موضوعات کے مرکزی دھارے میں رہتے ہوئے اپنے نعتیہ افکار کو علمی نہج پر استوار کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ اپنے اندر بڑے روشن امکانات رکھتی ہے۔ انہوں نے آزاد نظم کے اندر جو نعتیں کہی ہیں وہ روانی کے سبب نہ صرف تاثر کی حامل ہیں بلکہ اپنے تاریخی تناظر کی وجہ سے انفرادیت کی حامل بھی ہیں۔ ان نعتوں میں جذبات کی فراوانی ہے۔

صحابہ کرامؓ اور انبیاء کرامؑ کے حوالہ جات نے ان کے اندر تلازمات کے کئی در وا کیے ہیں، ہمارے ہاں نعت کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہیت میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ مختلف اصنافِ سخن میں اگرچہ نعت کی روایت کا سراغ گزشتہ نصف صدی سے بلکہ بعض صنفوں میں اس سے بھی قبل ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ معرّا اور آزاد نظم کی طرح نثم (نثری نظم) میں بھی اس کے کامیاب نمونے موجود ہیں لیکن نئی شعری اصناف خصوصاً آزاد نظم، معرّا نظم، ہائیکو، سانیٹ، مستزاد اور نثم وغیرہ میں اس کے بہت سے امکانات ہیں۔ غزل کی ہیت بلاشبہ اپنے مخصوص فنّی محاسن کے سبب نعت کے لیے ہر دور میں پسندیدہ رہی ہے مگر مبارک ہیں وہ نعت گو جو دوسری اصناف، مضامین و موضوعات کے اظہار میں کوشاں ہیں۔ اس حوالے سے شاہد کوثری کی آزاد نظموں میں نعتیں تعداد میں کم ہونے کے باوجود مستحسن کوشش ہیں۔

مجھے امید ہے اردو نعتیہ شاعری کا مطالعہ شاہد کوثریؔ کی نعت کو مزید سنوارے گا اور ان کے آنے والے نعتیہ مجموعے اردو شاعری میں خوشگوار اضافہ ثابت ہوں گے۔ میں ان کے پہلے نعتیہ مجموعے کی اشاعت پر اس کا خیر مقدم کرتا ہوں اور مستقبل میں ان کی نعتیہ شاعری کے لئے دُعا گو ہوں کہ

دِلا ! ملی ہے جو نعتِ مزید کی توفیق
تو جان لے تری پہلی ثنا قبول ہوئی

❖……❖……❖……❖

ردا کی خوشبو: عارف رضا

فیصل آباد میں اردو نعت گوئی کی روایت کے سفر میں عارف رضا کا تعارف اُن کے پہلے نعتیہ مجموعے ''عطا کی خوشبو'' سے ہوا یہ نعتیہ مجموعہ میں شائع ہوا اس کے بعد کی دہائیوں میں عارف رضا کے تین چار اور مجموعے شائع ہوئے جن میں نعت کے حوالے سے اور حمدیہ قطعات کے حوالے سے ہیں ثنا کاری کے باب میں یہ ان کا چوتھا مجموعہ ہے جس کا موضوع نعت رسول اکرم ﷺ ہے عارف رضا کی شاعری کے سراغ میں ہمیں ان کے پہلے نعتیہ مجموعے ''عطا کی خوشبو'' کی اشاعت سے دو تین دہائیاں پہلے جانا ہوگا جب وہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں زیرِ تعلیم تھے اور ناران (کالج کے علمی و ادبی مجلّے) میں ان کے کچھ شعر شائع ہوئے تھے یہ ساٹھ کے عشرے کی بات ہے انہوں نے ہمارے اکثر شاعروں کی طرح غزل سے اپنی شاعری کا آغاز کیا کچھ نظمیں بھی لکھیں پنجابی میں بھی کچھ شعری تخلیقات کے نمونے اسی زمانے کی یادگار ہیں ''عطا کی خوشبو'' سے پہلے کا یہ سارا شعری مواد ایک مجموعہ کے برابر ہے قریباً ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ شاعری آج سے قریباً ربع صدی پیشتر مرتب ہو کر کتابی صورت میں کتابت اور پینٹنگ کے مرحلے تک پہنچ چکا تھا مگر بوجوہ ابھی تک اشاعت پذیر نہ ہوسکا اس کی بڑی وجہ ان کی نعت کی طرف بڑھتی ہوئی دلی رغبت تھی جس کے سبب ان کے اظہار کی ترجیحات بدل گئیں ان کے عرض و اظہار کا مرکز بن گئی ان کے (اس مجموعے سمیت) چاروں مجموعے ان کے ذوقِ ثناہی کا مبارک نتیجہ ہیں۔

گزشتہ نصف صدی میں انہوں نے بیسوؤں تنقیدی و تعارفی مضامین بھی لکھے ادبی و شعری اور نعتیہ کتابوں کی تقریبات رونمائی کے حوالے سے ۔۔۔۔فلیپ ،آرا اور دیباچوں کی

صورت میں بھی ان کی لکھی ہوئی تحریروں کا مواد دو کتابوں جتنا بن جاتا ہے ان تنقیدی و تعارفی نثر پاروں کے علاوہ ان کی نثر کے تین پہلو زیادہ نمایاں رہے ہیں پہلا پہلو ان کے اپنے مضمون نفسیات کے حوالے سے کئی مطالعات کی صورت میں سامنے آیا انہوں نے اپنے طلبہ و طالبات کی رہنمائی کے علاوہ عام اردو خواں طبقے کے لئے نفسیاتی حوالوں سے علمی مضمون لکھے جو ملک کے معروف اخبارات و جرائد میں شائع ہوئے اور نفسیات کے ضمن میں منعقد ہونے والے سیمیناروں اور کانفرنسوں میں پڑھے گئے۔

ملک اور بیرون ملک ان کے پھیلے ہوئے ہزاروں شاگردوں کے علاوہ دوسرے قارئین نے بھی ان سے استفادہ کیا ان کی نثر کا دوسرا نمایاں رخ علم، طریق تدریس اور تعلیم کے باب میں لکھے ہوئے ان کے بیسوؤں مضامین ہیں جن میں انہوں نے تعلیم سے نصاب سازی کی ضرورت و اہمیت موجود و میسر ماحول میں نقائص اور اس میں اصلاح کے لئے اپنے تجربات کے حوالے سے بہت سے کارآمد نکات اور مفید مطلب خیالات کا اظہار کیا قریباً چار دہائیوں پر مشتمل تدریسی وابستگی کے ساتھ انہوں نے آل پاکستان پروفیسر ایسوسی ایشن کے صدر کی حیثیت سے بھی علمی مجلسوں اور سرکارے دربارے منعقد ہونے والے مکالموں میں بھرپور حصہ لیا اور ان کے نتائج کے حوالے سے یہ مضامین لکھے۔

ان کی نثر کا تیسرا بڑا رخ ''اقبالیات'' سے ان کے خصوصی شغف کی عطا ہے وہ اپنے مطالعات میں اقبالیات کے عمومی پہلو پر مسلسل متوجہ رہے عمومی پہلو سے میری مراد اقبال کے پیغام اور فلسفہ شعر کے تعارف و ترجمانی سے ہے انہوں نے اس ذیل میں بیسوؤں مضامین لکھے یہ مضامین تحقیقی موشگافیوں کی بجائے علامہ اقبال کے فلسفہ و شعر کے فیضان اور اس کی تفسیر کے حوالے سے ہیں اقبالیات سے ان کے خصوصی شغف کی وجہ علامہ اقبال سے ان کی دلی عقیدت (جن کا کچھ حصہ انہیں اپنے گھر کی تربیت اور ماحول سے ملا) نے ۔۔۔۔اساتذہ اور مرزا محمد منور، افتخار احمد چشتی، جیسے اقبال دوست بزرگ اور فیصل آباد (پہلے لائل پور) کی ''مجلس اقبال'' کی

محبتوں اور نشستوں میں جلا پائی وہ مجلس اقبال کے کئی سالوں تک صدر بھی رہے یوں مجلسی ضروریات کے حوالے سے بھی ''اقبالیات'' کا کچھ حصہ تخلیق ہوا۔ایسے مضامین کی تعداد بھی بیسوؤں میں ہے۔

مختصراً نفسیات اوراقبالیات کےان کی نثری کاوشوں میں بھی مصروف رکھا آج سےقریباً پندرہ سال قبل ایم اے اردو کی امتحانی ضروریات کےحوالے سے عارف رضا پرایک مقالہ بھی تحریر کیا گیاعزیزی غزالہ نے اس مقالے میں عارف رضا کی شاعری کےساتھ ان کےنثری مضامین کا بھی جائزہ لیا ہے۔عارف رضا کے موجودہ نعتیہ مجموعے پر تمہید وتعارف کا حصہ کچھ طویل ہوگیا ہے دراصل عارف اسےتعلق خاطر کا پہلو اتنا متنوع اور دلاویز ہے کہ ان کے بارے میں

لذیربود''تعارف''درازتر گفتم

والی بات پیدا ہوگئی ہے۔عارف رضا کی نعت گوئی کا حال احوال ان کی دیگر علمی وادبی کاموں کےتذکار سےبھی زیادہ پرلطف ہے۔

جناب حافظ لدھیانوی کی ہم سائیگی جس کا فیضان جناب صوفی محمد افضل فقیر، جناب حفیظ تائب اور دوسرے بیسوؤں ایسے نعت گو شاعروں کی محبت میں انہیں دستیاب رہا مجلس معین ادب کےحوالے سے چشتی انوار فیروز اور کئی شعرائے نعت کی نشستوں میں عارف کی نعت گوئی پھلی پھولی برادرم کوثر علی ،افضل خاکسار کے علاوہ شہر کے دوسرے نعت گو شاعروں کے میل جول سے گزشتہ صدی کے آخری ربع میں فیصل آباد میں نعت کی جو فضا بنی عارف رضا اس کا حصہ رہے۔

ان دنوں حافظ صاحب، برادرم اکرام مجید،چشتی ،خود عارف اوران کے برادر جاوید کے گھر میں آئے ان منعقد ہونے والی شعری نشستوں کےعلاوہ نعت،فن نعت،امور رسائل نعت کا تذکار جس تسلسل وتواتر سے ہوتا تھااس کی تفصیلات جداگانہ مضمون کی متقاضی ہیں شہر میں جب کبھی صوفی فقیر تائب آتے تو دو دو تین تین دن اور راتیں گفتگو اور مکالمے کا موضوع نعت رسول

اکرم ﷺ ہی رہتی کیسے دن تھے جب فراغت بھی تھی اور احباب کی محبتیں بھی حاصل تھیں کبھی کبھار ''شبینہ نعت'' کا سا سماں بن جاتا اور تین چار دوست دائرے میں بیٹھ کر پہروں نعتیں سنتے اور سناتے انہوں نشستوں میں چائے کھانا۔نمازیں۔آرام واستراحت سب کچھ اچھا اچھا، اپنا اپنا اور بھلا بھلا لگتا ہمارا شہر اس لحاظ سے خوش قسمت رہا کہ اردو کے تین اہم اور نمائندہ نعت کاروں حافظ، حفیظ اور صوفی افضل کی صحبت ہمیں ایک چھت کے نیچے کئی بار کئی کئی دنوں تک میسر نہیں اس حوالے سے کئی دوسرے عمدوں کی طرح ایک رمضاں کا عمدہ بھی یادگار حیثیت رکھتا ہے جب حافظ۔حفیظ۔تائب۔عارف رضا اور۔۔۔۔اور کئی دوسرے اہل علم وصاحبان نعت مسجد نبوی ﷺ کے محرابی کی سمت کے پہلو صحن کے ایک ستون کے سائے میں ہفتہ عشرہ اکٹھے رہے اس ستون کو''ستونِ نعت'' کا نام دیا گیا اس نام سے قمر نے اپنا نعتیہ مجموعہ بھی شائع کیا اور اس کے دیباچے میں اس ستون سے متعلق یادوں کا ذکر کیا ہے۔

عارف کے دیباچے کے بارے میں تمہید کی سطریں پھر ہاتھوں سے پھسل رہی ہیں یہاں دوسری بار اپنے خیالات کو سمیٹتے ہوئے میں پھر مختصراً کا لفظ استعمال کرونگا یعنی مختصر یہ کہ عارف رضا کی نعت گوئی کے پس منظر میں ان محبتوں کی مہک اور جھلک بھی موجود ہے۔سچے اور شوق خالص ہے وہ کسی شہرت ونا موری کے لالچ میں نعت نہیں کہتا اس کی کاوش کے عقب میں کسی نمائشی تجربے کو دخل نہیں محبت کا فطری جذبہ اس کی نعت گوئی کا ہمیز ہے اپنی تخلیقی تنہائیوں اور مشاہداتی تخلیقوں میں دوسرے اور اردو وظائف کے ساتھ وہ نعت گوئی کے مبارک شغل میں بھی مصروف رہتے ہیں یہ ان کی واردات ہے بقول اقبال۔۔۔۔مجھے فطرت نوا پہ پے مجبور کرتی ہے

یہاں نوا کی جگہ ثنا پڑھنے عارف کے نعتیہ سرمائے میں کتاب بہ کتاب اضافہ اس کے سلیم الفطرت شوق کا مظہر ہے اللہ ہمیں شوق ثنا گوئی کے ایسے فطری اخلاص زاد جذب اور مقبولیت ساماں سادگی سے نوازے (آمین)

❖......❖......❖......❖

بفیضِ کلامِ غالب : ریاض احمد پرواز

مرزا غالب نے اپنے آپ کو'رندِ شاہد باز' کہا اور اپنی شاعری میں کئی شعر ایسے کہے جو اسلامی شعائر اور عقائد کی روشنی میں محلِ نظر ہیں مگر انہوں نے اُلوہیت ،تصوّف اور نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسی شاعری بھی کی جو ہماری شعری روایت کا ایک مسُتند حوالہ ہے معروف نعت نگار حافظ محمد افضل فقیر مرحوم نے ایک بار غلام رسول مہر کے حوالے سے غالب کی درج ذیل شعر کی بڑی تحسین کی۔

دلِ ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

اور بتایا کہ ''مہر صاحب نے فرمایا کہ یہ شعر کہنے والا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کے انوار میں تخلیقِ شعر (سوچ بچار کے دوران) جتنے لمحے مُنہلک ،مُستغرق اور محور ہا وہ خُود قرب خداوندی کا ایک بے مثال تجربہ ہے۔'' یہ شعر غالب کی خدادوستی کا نادر اظہار ہے۔

مرزا غالب کے فارسی اور اُردو دیوان میں کئی ایسے شعر مل جاتے ہیں جن کا قرینہ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت واضح اور موثر نظر آتا ہے غالب کے ایسے چند شعر بھی کئی اردو نعتیہ دیوانوں پہ بھاری ہیں اس کی وجہ ان کا خاص اسلوب ہے جو الفاظ کو گنجیۂ معنی بنا دیتا ہے۔

کلامِ غالب کی ایک اور خوبی جو اس تحریر کا مُحرّک بنی ان کے مصرعوں اور زمینوں میں نعتیہ امکانات کی موجودگی ہے مرزا غالب نے اپنے خاص طرزِ ادا، اور رفعتِ فکر سے اپنے بعد آنے والے کم وبیش تمام شاعروں کو متاثر کیا ان کے دیوان سے سینکڑوں کتابوں کے نام اخذ کئے گئے بیسوؤں شاعروں نے اُن کے حضور منظومِ خراجِ عقیدت پیش کیا جہاں ان کے فکر وفن پر سینکڑوں کتابیں، ہزاروں مقالے اور مضامین لکھے گئے اور درجنوں ڈرامے، ٹیلی کاسٹ ہوئے اور تمثیلیں لکھی گئیں وہاں ان کے دیوان پر ہم طرح نعتیہ دیوان بھی لکھے گئے اور ان کی غزلوں کے مصرعوں (زمینیوں) پر نعتیں لکھی گئیں جزوی یا کلّی طور پر غالب کے دیوان پر نعتیہ دیوان لکھنے کی کوشش بیسیوں شاعروں نے کی۔ 'دیوانِ غالب' کی ہم طرح نعتیں، ایک جداگانہ مقالے کا موضوع ہے غالب کے زمانے سے اب تک ایسی مکمل اور جزوی کوششوں کا تنقیدی وتحقیقی مطالعہ ان امکانات افکار غالب کی نشاندہی کرتا ہے جو کلام غالب میں موجود ہیں۔

(غالب ایسا) عظیم شاعر دَراصل اپنے فن کو آئینہ بنا دیتا ہے جس میں آنے والا زمانہ اور لوگ اپنے احساسات اور مشاہدات کا عکس دیکھتے ہیں یہ فن کی خوبی ہے کہ ایسا فن یک رخی نہیں ہوتا اس کے اندر معانی کی کئی پرتیں اور لفظوں کے کئی تلازمات ہوتے ہیں جو عہد بہ عہد فن پارے میں تازہ آفرینی کی دریافت کا باعث بنتے ہیں انیس ویں صدی کی آخری ربع میں جب اردو نعت اپنے تشکیلی مراحل میں داخل ہو رہی تھی تو اس کے سامنے غزل کی زندہ اور توانا روایت موجود تھی یہ روایت (فارسی سے ہوتی ہوئی) آج تک اتنی مستحکم اور توانا ہے کہ آج کی نعت کا بہت بڑا حصہ (شائد 90% سے زیادہ) غزل ہی کی صنف اور ہیئت میں تخلیق ہو رہا ہے اردو غزل میں غالب کے اثرات دوسرے شاعروں کی طرح نعت گو شاعروں پر بھی پڑے اور آج تک پڑ رہے ہیں لہٰذا کئی شاعروں نے مرزا غالب کے مصرعوں میں نعتیہ امکانات دریافت کئے بڑے شاعروں کی طرح مرزا غالب کی شعری زمینیں بلاشبہ اپنے اندر کثیر الجہات امکانات رکھتی ہیں ایک متجسس نعت جُو یا حمد فکر شاعر جب کلامِ غالب کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس میں عقیدت نگاری کے امکانی پہلو بھی

تلاش کرے گا گزشتہ تین چار عشروں میں راغب مرادآبادی، بشیر حسن ناظم اور دوسرے کئی شاعروں نے مرزا غالب کی غزلوں پر نعتیں لکھی ہیں حال ہی میں ریاض ندیم نیازی اور ریاض احمد پرواز نے مرزا غالب کے دیوان پر نعتیہ دیوان لکھا ہے۔

ریاض احمد پرواز نے نعت کے ضمن میں آٹھ دس مجموعے تخلیق کئے ان میں کچھ ابھی اشاعت کے مرحلے میں ہیں ان کا ایک تخصّص رُباعی کا بھی ہے ان دنوں جب رباعی کی طرف شاعروں کی توجہ کم کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے انہوں نے نعتیہ رباعیات بھی کثرت سے لکھیں......

ان کا زیرِنظر نعتیہ مجموعہ ''بفیضِ کلامِ غالب'' ہے انہوں نے دیوان غالب کو مکمل طور پر نعتیہ غزلوں میں نہیں برتا بلکہ دیوان غالب سے بہت سی ایسی زمینیں منتخب کی ہیں جن میں اپنے نعتیہ خیالات و جذبات کو پرویا ہے غالب کے کلام سے استفادہ (اور استفادہ بھی نعتیہ خیالات و جذبات کی تفہیم، انسلاک اور اظہار کی صورت میں) ایک مشکل کام ہے یہ تینوں مرحلے تفہیم، انسلاک اور اظہار قادرالکلامی اور مہارت کے جس درجہ اور پایہ کے طلبگار ہیں وہ ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔

پہلا مرحلہ تفہیم کا ہے کہ آپ غالب کی غزل کو جب نعتیہ تضمین کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو اس غزل کے فکری ماحول کا جو زمینِ غزل (بحر، قافیہ اور ردیف کے اشتراک) سے بنتا ہے آپ اس کی نعتیہ نسبت میں کیسے تفہیم کرتے ہیں خصوصاً وہ مصرع جس کو آپ طرح مصرع کے طور پر چنتے ہیں اس کی مصرعی فضا کی تفہیم نعتیہ نسبت سے کیسے کرتے ہیں؟ دوسرا مرحلہ جو پہلے ہی سے جڑا ہوا ہے بلکہ اسی کا حصہ ہے اس مصرع کا نعتیہ مزاج سے انسلاک ہے کلام غالب میں کئی مصرعے بلاشبہ ایسے ہیں کہ ان کی نعتیہ تفہیم اور انسلاک میں زیادہ سوچ بچار کی ضرورت نہیں مثلاً

ے ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

ے حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

ے سامنے جس کے ترا مطلعٔ انوار نہیں

ے یہ سُوئے ظن ہے ساقیٔ کوثر کے باب میں

فِکرِ نعت کا مطلوب قرینہ رکھتے ہیں ان مصرعوں کو مُشرف بہ نعت کرنے یا ان کو زمینِ نعت بنا کر ان پر نعت استوار کرنے میں زیادہ دشواری محسوس نہیں ہوتی یہ مصرعے آپ ہی آپ نعت گوئی کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی تخلیق میں نعت کا قرینہ خلقی طور پر موجود ہے۔

تیسرا مسئلہ اظہار کا ہے قدم قدم پر مرزا غالب آپ کے مقابل ہیں، شعوری یا غیر شعوری طور پر الفاظ کی دروبست، تشبیہ، استعارہ الفاظ، تراکیب کے استعمال میں مرزا غالب کی قادرالکلامی مہارت وفن، تبحّر وعظمت آپ کے شانہ بہ شانہ نہیں آپ کے آگے پیش رو کی صورت رہتی ہے آپ اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے سورج کے سامنے چراغ جلانے کا محاورہ شائد اسی وقت کے لئے بنا ہے۔۔۔مگر کاملین کے حضور اظہارِ عقیدت پیش کرنے کی ایک قدیم روایت ہے اور کسی گھمنڈ، فخر یا مقابلے کے لئے نہیں بلکہ روایت عاجزانہ عقیدت مندی کے بیان سے ظاہر ہوتی ہے سورجوں کے مقابل نحیف اور لرزتی لو کے حامل دیئے کا خراج پیش کرنا ایک روایت رکھتا ہے اور ہر زبان کے شاعروں نے اپنے اکابرین ادب کے حضور اپنی عقیدت کا اظہار ایسے ہی کیا ہے معروف یونانی ناقد لانجائنس نے ایک جگہ کہا ہے کاملین کے مقابلے میں آ کر مات کھانا بھی فتح کی طرح ہوتا ہے۔

ریاض احمد پرواؔز نے غالب کی غزلوں کی زمینوں میں سینکڑوں عمدہ شعر کہے بعض گزارے لائق ہیں اور کئی جگہوں پر سرسری انداز میں بھی۔ مگر غالب کی غزلوں کی شعری میناروں پر

نعتیہ اشعار کی تخلیق بجائے خود ایک اہم کام ہے برّصغیرِ پاک وہند میں دیوان غالب پر جزوی طور پر بیسوؤں لوگوں نے نعتیں لکھیں اس فہرست میں ریاض احمد پرواز کا نام آنا سعادت کی بات ہے اس کے درج ذیل اشعار دیکھئے یہ شعرا اپنے فکری ماحول میں نعت کا جو قرینہ رکھتے ہیں وہ قابل تحسین ہے۔

ے اہلِ ایمان کا ایقان کرم خُوردہ ہے
دَبکے بیٹھے ہیں پنہ گاہوں میں احرار ہنوز

ے سابقہ اور لاحقہ جن کو درودوں کا ملا
وہ نوائیں پیشِ حق جا کر نمایاں ہو گئیں

ے ''شِدّتِ غم بھی اِرادت میں ہے لذّت جانئے''
دُوریٔ طیبہ کے نالے کو بھی راحت جانئے

ے مَدحِ حبیبؐ کبریا ، میری مُرادِ دل
جذبوں کی رُوح، رُوح کا یہ ارمغان ہے

ے جناں کی سیر کو جب بھی صَبا نکلتی ہے
خِرامِ ناز سے طیبہ میں جا نکلتی ہے

ے ایک مہمیز عاجزی کو ملی
ایک اکرام کا بہانہ ہوا

ے وُہی اندازِ سحر یاد آیا
رب کے محبوب کا گھر یاد آیا

ے دَرِ اُقدس پہ مترجم بنے آنسو میرے
ایسے آباد مرے قلب کا ویرانہ ہوا

- مری آنکھ دیکھے مدینہ یہیں سے
وہ روضہ خدا کی قسم دیکھتے ہیں

- آہنگ اور لہجے بھی تھے رائیگاں جہاں
واں خامشی کو اپنی نوا کر رہا تھا میں

- اِس پہ تاریخ کی گواہی ہے
کی غلاموں نے اُنؐ کے ، دَارائی

- ہَر مُو مرے بدن کا زبانِ سپاس ہے
اپنے نبیؐ سے مجھ کو شفاعت آس ہے

❖......❖......❖......❖

صَلِّ وَسَلِّم: عامر سلیم بیتاب

عصرِ حاضر میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ نمائی مختلف ہیئتوں اور صنفوں میں ہو رہی ہے ویسے تو آغاز نعت ہی سے نعت قصیدہ اور بعد میں غزل کی صنف سے منسلک رہی ہے اور بلا شبہ آج بھی نعتیہ مضامین و موضوعات کا غالب اظہار اسی ہیئت (غزل) میں ہو رہا ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نعت جن جن اَدوار میں، جن جن زمینوں اور زبانوں سے گزری ہے اُس نے اُن سے اثرات قبول کرتے ہوئے اپنے اظہار کے پیراؤں کو بھی وسیع کیا تازہ ہیئتوں اور صنفوں کو اپنایا یا یوں کہئے کہ انہیں 'مشرّف بہ نعت' کیا اِس طرح آج نعت، قصیدہ و غزل کے علاوہ مثنوی، رباعی، قطعہ، نظم (آزاد، پابند، معّرا) وغیرہ سے لے کر نثــــم (نثری نظم) تک میں نظر آ رہی ہے سانیٹ، ماہیا اور ہائیکو وغیرہ کے اندر بھی نعت اس نمایاں تعداد سے تخلیق ہوئی ہے کہ اب ان صنفوں اور ہیئتوں میں اِس کے جداگانہ مجموعے بھی شائع ہو رہے ہیں۔

ہائیکو نگاری گزشتہ صدی کے دوسرے نصف میں زیادہ پروان چڑھی اگرچہ اس کے کچھ ابتدائی نمونے اور اس کے بارے میں بعض تعارفی تحریریں قیامِ پاکستان سے پہلے بھی مل جاتی ہیں مگر قیامِ پاکستان کے بعد اس صنف کی مقبولیت میں رجحان ساز نہ سہی توجہ طلب اضافہ ضرور ہُوا اس میں معیار اور مقدار دونوں حوالوں سے ایسا تخلیقی کام ہُوا کہ جامعات میں اس پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالے بھی تحریر ہوئے اردو ہی نہیں پنجابی اور دوسری پاکستانی زبانوں میں بھی ہائیکو نگاری کے جداگانہ نمونے اور مجموعے سامنے آئے (راقم الحروف کے پنجابی نعتیہ ہائیکو کا مجموعہ "حیّ علی الثناء" آج سے

قریباً اٹھائیس سال پہلے شائع ہُوا)

رباعی اور ہائیکو دو ایسی اصناف ہیں جن پر بات کرتے ہوئے کچھ تعارفی سطریں ان ہیئتوں کے بارے میں بھی ہو جاتی ہے یہ سطریں کچھ تو قارئین کی آ گاہی کے لئے ہوتی ہیں اور کچھ ان صنفوں کے بارے میں اپنی معلومات کو تازہ کرنے کے لئے ــــــ ان ابتدائی بیانیوں کو میں ان صنفوں کی 'منہ دکھائی' سے تعبیر کرتا ہوں عام طور پر ناقدین اس مرحلے سے گزر کر صاحب کتاب (وہ رباعی میں ہو یا ہائیکو میں) کی تخلیقی کارکردگی کا ذکر کرتے ہیں ــــ عامر بیتاب کی نعتیہ ہائیکو پر گفتگو سے پہلے کچھ باتیں اس صنف کے بارے میں ہو جائیں۔

پہلی بات یہ کہ اب تک ہائیکو کی بحث زیادہ تر اس کے آہنگ کے بارے میں رہی۔ ہائیکو کی ہیئتی اور سطری نشاندہی سے زیادہ ہائیکو کی تخلیقی روح کے التزام ہائیکو نگاری پر زیادہ بات نہ کر سکے یا یوں کہیئے کہ ان تخلیقی لوازم کو ان بحثوں میں ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ ناقد اس کی صنفی داخلیت کے تقاضوں کو زیرِ بحث نہ لا سکے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ناقدوں کے بیانیوں کا زیادہ اظہار اِس صنف کے ظاہر پر رہا۔

انگریزی ہائیکو پہ یہ بات صادق آتی ہو یا نہ آتی ہو اردو ہائیکو اور دوسری پاکستانی ہائیکو میں یہ روح ضرور مجروح ہوئی ہے ہمارے ہائیکو نگاروں کی زیادہ توجہ ہئیت پر رہی اور اس میں ان کے مشاہدات و خیالات کی پیشکش عام اردو شاعری جیسی رہی جیسے ہمارے قطعہ، ثلاثی، مثلث یا مختصر تین سطری مختصر نظموں کی طرح جس کی کئی مثالیں مخمور جالندھری کی پون صدی پہلے کی چھپی کتاب 'مختصر نظمیں' میں مل جاتی ہیں جن نظموں پر عنوان بھی ہوتا ہے جبکہ ہائیکو جیسی لطیف صنف عنوان کا بار نہیں اُٹھا سکتی۔

ہائیکو کی تخلیقی روح کی کچھ نشاندہی میں نے اپنی کتاب 'حیَّ علی الثنا' کے آخر میں جو 'کچھ باتیں اس کتاب بارے' میں کی تھی (اس کا دیباچہ معروف شاعر اور نثر نگار امین راحت چغتائی صاحب نے لکھا تھا وہ ان دنوں جاپانی سفارت خانے میں ملازم تھے ہائیکو نگاری کے حوالے سے ان کا مطالعہ عام قارئین

سے زیادہ ہے) میری بات کا خلاصہ کچھ یوں تھا کہ ہائیکو کی بنیاد فطرت کے حوالوں سے حسّیاتی تجربات کا اظہار ہے یعنی ہائیکو میں عام طور پر زیادہ گہرے فلسفیانہ افکار اور سماجی سنجیدہ مسائل پر مشتمل موضوعات کا بیان نہیں ہوتا ہے۔ سیدھے سادے جذبوں اور حسّی کیفیات کو فطرت سے آمیز کر کے قلمبند کیا جاتا ہے اس آمیزش میں ایک فطری پن ضروری ہوتا ہے ہائیکو کی صنف تصنع اور کرافٹ کی بلند آہنگی اور ریارنگی کیفیات برداشت نہیں کرتی بقول آر ایچ بلیتھ

"The problem for haiku in any language as for life itself in any age, is how to put thought completely into sensation, how to make sensation thought-full in addition,__ and this has only too often been forgotten by the Japanese haiku poets themselves, __sensation must be intense, though not violent, the thinking all-inclusive and subtle, not parochial and complicated."

(R.H.Blyth,"A history of haiku" volume(two),P362)

جاپانی کے علاوہ دوسری زبانوں میں ہائیکو لکھنے والے ہائیکو کے مخصوص آہنگ اور صوتیاتی نظام اور اس سے پیدا ہونے والی تاثیر سے صحیح طور پر محظوظ نہیں ہو سکتے لیکن ہمارے شاعروں نے اردو کے شعری آہنگوں کے تنوع سے اس کے داخلی صوتی آہنگ میں ایک اپنا پن ضرور پیدا کر لیا ہے خصوصاً مجھ جیسے تن آسان اور کنارے کنارے چلنے والوں نے 'فاعلاتن مفاعلن فعلن' کے آہنگ کو برت کر اپنے اور قاری کے لئے ایک مانوس صوتی فضا ضرور پیدا کی ہے یوں اس کی ہئیت اگر چہ مثلث اور ثلاثی کے قریب ہوگئی ہے مگر حسیات اور فطرت کو ہم آمیز کرنے سے اظہار کا رخ، کچھ حد تک اس زاویے کی طرف ضرور ہو گیا ہے جس کی ہائیکو متقاضی ہے۔

نعتیہ موضوعات ومضامین کی ہائیکو کی صنف اور ہیئت میں آمیزش، جہاں لکھنے والے کے لئے ایک نیا تجربہ ہے وہاں قارئین کے لئے بھی اس کی قبولیت ایک اجنبیت انداز روّیے کی حامل ہے۔ جہاں بھی ایسا تجربہ کیا جائے گا وہاں تاثیر کا عمل بھی (ترسیل کی طرح) متاثر ہوگا ہمارے ہاں جیسے کہ پہلے بھی نشاندہی کی گئی ہے نعتیہ ہائیکو کی تخلیق کا ایک حصّہ مساوی الاوزان مصرعوں (فاعلاتن مفاعلن فعلن) (بحر خفیف مسدس مخبون محذوف) کے آہنگ میں تخلیق ہُوا اس آہنگ سے چونکہ ہمارے کان مانوس ہیں اور یہ آہنگ فارسی اور اردو شاعری خصوصاً غزل میں قریب قریب ایک ہزار سال کی روایت پر محیط ایک واضح پس منظر رکھتا ہے لہٰذا کچھ شاعروں نے اپنے نعتیہ جذبات واحساسات کے لئے اس آہنگ کو استعمال کیا نعت کے مضامین وموضوعات سے قارئین مانوس ہیں اور اس آہنگ سے بھی لہٰذا موضوع اور ہئیت دونوں کو لکھنے اور قبول کرنے میں کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی گئی ہائیکو کا نام نہ سہی سہ مصرعی نظم کے طور پر لکھاری اور سامع دونوں کو اسے قبول کرنے میں آسانی ہوئی۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مضامین وموضوعات نے ہائیکو کی صنف کو ایک انفرادی شان عطا کی ہے نعتیہ مضامین کی ہائیکو سے آمیز کرنے کی روائت اب نئی نہیں اس کے ابتدائی نمونے چار پانچ عشرے پہلے ادبی رسائل میں ملنے شروع ہو گئے تھے اکیلے 'نعت رنگ' (مرتبہ صبیح رحمانی) کی فائل دیکھئے تو اس میں کچھ نعت نگاروں کے ہائیکو مل جاتے ہیں۔ ان کا مطالعہ نعتیہ ہائیکو کی تشکیلی سفر کے اہم پہلوؤں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اردو کے علاوہ دوسری پاکستانی زبانوں میں بھی نعتیہ ہائیکو نگاری...... ہوا اور اس ذیل میں کئی مجموعے اور کئی نعتیہ مجموعوں کے اندر ہائیکو کے جداگانہ باب بھی ملتے ہیں۔ یہاں نعتیہ ہائیکو کی دو کتابوں کی مثالیں نمونے کے طور پر پیش کرتا ہوں ایک اردو اور ایک پنجابی مساوی الاوزان ہائیکو کی کتاب سے۔

اقبال نجمی کی 'نعتیہ ہائیکو' (مطبوعہ گوجرانوالہ، ۱۹۹۰ء) ہے۔ اُن کے یہ ہائیکو دیکھئے:

آپ نے وہ نصاب بخشا ہے
جو کہ ہر دَور کی ضرورت ہے
جو کہ سب کو وقار دیتا ہے

کتنی صدیاں گزر گئیں لیکن
تیری جانب ہی دیکھتا پایا
آدمیت کو ارتقا کے لئے

ایسے لمحات کچھ میسر ہوں
میرے آقاؐ کروں تری باتیں
میں ترے شہر کی کھجوروں سے

ترے کلمے سے ہی مرے آقاؐ
بزم ہستی کی نبض چلتی ہے
زندگی کا شعور ملتا ہے

نعتیہ ہائیکو کے نمونوں میں راقم الحروف کے یہ پنجابی ہائیکو بھی دیکھئے جو (حیّ علی الثناءٰ (نعتیہ ہائیکو) مطبوعہ ۱۹۹۱ء، نعت اکادمی، فیصل آباد) سے اخذ کئے گئے ہیں۔

(۱) ہنس اڈسے پئے نیں دریا تے
یاد اوندے نیں نورؐ بجھتے دن
جیہڑے لنگھے سن اوس شہر اندر

(۲) سبز گنبد دھرا زمانے دا
تارے اوہدا طواف کر دے نیں
گرد پھر دا اے اوس سے سورج

(۳)'لحن' ترے نعت دااوہ وڈھلا لفظ
جیہڑا خالق نے خود ادا کیتا
اوس توں بعد __ نعت چل سو چل

(۴) ہائیکو وچ لکھاں میں تیری نعت
پنجے پنجاب توں ثنا تیری
چڑھدے سورج دی سر زمین آتے

ان کے بارے حفیظ تائب لکھتے ہیں:

'' اوہدے نعتیہ ہائیکو ذرا اوپرے نئیں لگدے کہ انہاں دا لوک لہجے والا انگ پنجابی ماہیئے نال ملدا اے تے اوہدا فکری رشتہ قرآن پاک دی بلیغ ترین نعت نال جڑیا ہویا اے جیہڑی تِناں آتیاں وچ مکمل ہوئی''(ص۱۱)

ترجمہ: اس (ریاض مجید) کے نعتیہ ہائیکو ذرا اجنبی نہیں لگتے کہ ان کا لوک لہجے والا انداز پنجابی ماہیئے جیسا ہے اوراس کا فکری رشتہ قرآن پاک کی بلیغ ترین نعت کے ساتھ جڑا ہوا ہے جو تین آیتوں میں مکمل ہوئی۔

انّا اعطینک الکوثر •

فصلِّ لربک والنحر •

انّ شائنک ھوالابتر •

سہ مصرعی نعت پارے کو''کوثریہ'' کا نام ممکن ہے حفیظ تائب کے ذہن میں انہی دنوں آیا ہو جب وہ یہ سطور لکھ رہے تھے؟____ محترمی حفیظ تائب نے'کوثریہ' کے نام سے تین مصرعوں پر مشتمل نعت پاروں کی ایک کتاب شائع کی۔کوثریہ کے کچھ نمونے دیکھئے:

جوہر تخلیق الف لام میم
عرضِ مقامات وہ ذات عظیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلقہ مصطفیٰ میں رہتے ہیں
گم نبی کی ولا میں رہتے ہیں
اک منزہ فضا میں رہتے ہیں

جلوہ آفتاب دیکھا ہے
روئے رحمت مآب دیکھا ہے
کس زمانے کا خواب دیکھا ہے؟

درکار پئے نعت ہے پیرایۂ فن اور
اس رہ کے مسافر کا ہے رخت اور چلن اور
کام آتا ہے دربارِ رسالت میں سخن اور

نعلین مبارک ہیں جو حجرات سے باہر
اترے ہوئے دو چاند ہیں طیبہ کی زمین پر
کرتے ہیں دل و دیدۂ عالم کو منور

مساوی اوزان آہنگ کے علاوہ کچھ دوسرے شاعروں کی ہائیکو بھی ملاحظہ ہوں واضح ہو کہ یہ نمونے کسی باقاعدہ انتخاب کا نتیجہ نہیں کچھ قریب پڑے 'نعت رنگ' کے شماروں سے لئے گئے ہیں۔

کیا سایہ کیا دھوپ
دھرتی پر جو بھی سے ہے
سب ہیں تیرا روپ

دن ہو یا ہو رات
مری روح میں بولتی ہے
میرے رب کی ذات

سعید معراج جامی (نعت رنگ:۹)

وہ سب کے سرور
ان کے در پر شاہوں کے
جھک جاتے ہیں سر

پھیلی ہریالی
آنحضرت کے کاندھوں پر
کملی ہے کالی

نکہت کی بارش
طیبہ میں تو ہوتی ہے
رحمت کی بارش

معراج حسن عامر

رحمت ہے ہر پل
دل میں ان کی چاہت کی
روشن ہے

اللہ کے مہمان
ان کی مدحت میں اتریں
آیات قرآن

آفتاب مظہر

یٰسین وطٰہٰ
ذات احمد......
رب کا آئینہ

سہیل غازی پوری

صلی علی ان پر
جینا مرنا سکھلایا
صل علی ان پر

اقبال حیدر

دشمن جاں پہنچا
آقا کے دربار میں تو
پھول مہکا مہکا

عزیز احسن

بولے بڑی کتاب
کائنات کو نور بانٹنا
طیبہ کا مہتاب

....

مولا کا احسان
آئی قرآں سے پہلے
تفسیر قرآن

محسن......

شاید ہیں جذبات
چودہ صدیوں پر جاری
طیبہ کی اک رات

سرسری طور پر منتخب کئے ہوئے ان ہائیکو کو ایک نظر بغور دیکھنے سے کئی پہلو سامنے آتے ہیں ان میں عربی، فارسی الفاظ کی تراکیب بھی ہیں، پہلے اور تیسرے مصرعے ہم قافیہ بھی ہیں بلکہ ان کی تکرار بھی ہے یہ سادہ انداز کے بھی ہیں ان مسائل کے حوالے سے جن کا تعلق ہائیکو کے اسلوبیاتی تجزیہ سے ہے کئی باتیں ہوسکتی ہیں لیکن یہ دیباچہ شائد ان تفصیلات کا متحمل نہیں ہوسکتا جیسا کہ پہلے نشان دہی کی گئی ہے ہائیکو میں اسلوب کی سادگی اس کے لسانی مزاج کو اس کے بنیادی تقاضوں کے قریب رکھنے کی کوشش ہے میری دانست میں ہائیکو میں تراکیب کا استعمال بھی بعض ناگریز صورتوں میں ہونا چاہئے اسی طرح ثقیل الفاظ سے بھی ممکن حد تک گریز کرنا چاہیئے نعت کا معنوی اور فکری پھیلاؤ چونکہ عربی الفاظ سے عبارت ہے حرم، معراج، مواجہ، روضہ، سبز گنبد، گنبدِ خضرا____ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ یہ اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ جن کا تعلق آپؐ کے سیرت و کردار، ارکان، اسلام اور ایمانیات کے ذخیرہ سے ہے وہ الفاظ ہائیکو کی صنف میں استعمال ہوں گے اور ہائیکو کے ڈکشن میں آہستہ آہستہ جگہ بنالیں گے۔

عامر بیتاب ہمارے مرحوم دوست سلیم بیتاب (۱۹۴۰____۱۹۷۴) کے صاحب زادے ہیں جنہیں ادبی پس منظر ورثہ میں ملا ہے ان کے ہائیکو اس اعتبار سے مختلف ہیں کہ ان کا معنوی تناظر معروف معنوں میں گتھا ہوا نہیں ان کے ہائیکو کے مصرعے واضح طور پر مائل بہ مرکز ہونے کی بجائے مرکز گریز مفاہیم کی نشاندہی کرتے ہیں یا یوں کہئے کہ یہ Introjective کی بجائے Projective ہیں سوان کا مفہوم مرتب کرتے ہوئے قاری کو خود ایک مکمل تخلیقی نہیں تو تخلیق نما' تجربے سے گزرنا پڑتا ہے اسے تنقید کی زبان میں سعی تخلیق مکرّر (Re.creative effeort)

کہتے ہیں اس تجربے سے گزرنا ہر قاری بلکہ عام شاعر کے لئے بھی مشکل ہے یوں سمجھئے بعض اوقات بظاہر منتشر مگر بباطن متصل شکلوں کو مربوط، مسلسل اور وابستہ و پیوستہ کرنے کے لئے خود ریاضت کرنی پڑتی ہے۔عامر کے یہ ہائیکو دیکھئے:

یادِ احمدؐ میں
الفاظِ مدحت نکلے
بوئے ہیں جب اشک

شاید آ بیٹھے
خواب کا در کھولے، دیکھوں
اک ناقہ کی رہ

کیا لکھوں ''معلوم''
ہے میری دانش
اور یہ لہجہ بھی

پتوں کی دف کو
تیرا نوری رُخ اب تک
کرنوں سا چمکائے

دیکھا گنبدِ سبز
دل میں رُخ تیراؐ لے کر
آنکھیں رکھ آیا

اے میرے مالک!
کوثر کے ساقیؐ کی بس
زندہ رکھنا پیاس

ایسے ہائیکو کی معنوی گرہ کشائی کی لذت قاری کی ذہنی صلاحیت کے مطابق ہوتی ہے آخری ہائیکو میں دیکھئے کوثر سے اپنی پیاس بجھانے کی بات نہیں ہو رہی اللہ سے دعا ہے کہ ساقیِ کوثر (کو دیکھنے اُن سے ملنے) کی پیاس ہمیشہ زندہ رہے عامر کے عام فہم ہائیکو کا بھی اپنا رنگ ہے ان میں قرآنی الفاظ کے اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے بھی ہیں یہ مثالیں دیکھئے:

گیسوئے واللّیل
کی خوشبو ہے چاروں سمت
یا چشمِ ''مازاغ''

انساں کی معراج
کعبے کا کعبہ ہیں آپ
اور آدم کا ناز

کھو کر تیراؐ در
جو بھی مانگے ہے جنت کو
کافر وہ بد بخت

شاہِؐ شانِ حُسن
جس گھر میں ہو تیراؐ ذکر
وہ ہی کوہِ طور

صدیوں کی دیوار
جس پر کر دیں رحمت آپؐ
کر لیتا ہے پار

'صلّ وسلمؑ' کی شاعری جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے اب ہائیکو میں احساس ،فطرت کے ساتھ ایک اور حوالہ عقیدت کا بھی شامل ہوگیا ہے ہائیکو کی مختصر سی ہئیتی دنیا میں تین مختصر سی سطروں (lines) میں ایک مکمل تخلیقی شعری کل(Creative poetic whole) پیش کرنا کتنا مشکل لیکن کتنا پُر کیف تجربہ ہے۔

عامر سلیم بیتاب نے اپنے ہائیکو کے مجموعے 'صلِ وسلمؑ' کے چار حصے بڑی شائستگی سے ترتیب دیئے ہیں شیخ سعدی کے معروف نعتیہ قطعہ:

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ واٰلہ

ایک ایک مصرع کو ایک ایک حصہ کا عنوان بنایا گیا ہے پہلے حصے میں ہائیکو کی وہ ہیئتی ترتیب ہے جو اس صنف کی معروف ہیئتی شکل ۵۔۷۔۵ (فعلن مفعولن/فعلن مفعولن فعلن/ فعلن مفعولن) کے حساب سے ہے یہ اردو خواں طبقے کے لئے نسبتاً ایک غیر معروف آہنگ ہے۔ اس آہنگ کا حسن اس کے اختصار میں ہے اس میں الفاظ کا استعمال عام طور پر ایجاز و علامت سے متصف ہوتا ہے چھوٹے چھوٹے لفظوں کو یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ بیچ میں ایک دلاویز معنوی خلا کہیں کہیں قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے اس شعری خلا (Poetic Gap) کو قاری اپنی طرف سے پورا کرتا ہے تو اس سے شعری معنویت کی بوقلمونی نئے نئے رنگوں میں ظہور کرتی ہے وہ جو کہا جاتا ہے شعر میں ۔اک بات کہنی ہے اور اک چھپانی ہے ____ رباعی کی طرح ہائیکو پر بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ اس میں قابلِ فہم حد تک جتنا شعری خلا ہوگا ہائیکو کی دلپذیری اتنی ہی بڑھے گی۔

اگر چہ ایسے غیر مساوی الاوزان آہنگوں سے ہمارے کان زیادہ مانوس نہیں اور ہماری سماعت اس کے صوتی آہنگ سے پوری طرح آشنا نہیں تاہم ان کی اجنبیت خود اپنے اندر ایک تازگی رکھتی ہے غزل کے روائتی لحن اور مانوس عروضی اوزان سے اس کی موسیقی سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں پاتی پھر بھی صَوت اور لحن کے تاثر سے قطع نظر ہماری توجہ اس کے فکری باطن پر ضرور جاتی ہے اور ہم سوچتے ہیں کہ ان مختصر لفظوں میں کیا کہا ہے؟ ____ قاری اس کے تجسّس میں نکلتا ہے تو ہائیکو کا فکری باطن اس پر منکشف ہوتا ہے۔عامر کے یہ ہائیکو دیکھئے:

تیرا نام لیا
رحمت کی رُت نے میرا
استقبال کیا

گلشن سبز ہوا
شب شبنم کے اشکوں سے
پڑھ کر نام ترا

مست کیا ہے آج
شہر ترے کے جھونکے سے
روح نے پایا فیض

تیری ذات کمال
سے ہر رات مری پُر نور
شب کے ہاتھ میں چاند

سنی ہے جب سے نعت
شعلے کے ماتھے پر رکھا
برف نے اپنا ہاتھ

شاخِ نظر کے حرف
برگِ قلب کی صورت میں
سنگ ترا ہے ذکر

دل ہے آج مدینہ
بس اسرار ترے کا نور
دل کا آج سکون

جسم جلاتی دھوپ
بادِ مدینہ سے ہوا ہے
جاری چشمہ آج

دیکھ خمارِ چشم
شہر مدینہ میں دیکھا
فیض ترے کا رنگ

عامر بیتاب نے اپنی ہائیکو نگاری میں بے تکلفانہ ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے اور ہائیکو کی صنف کے تشکیلی سفر میں اس کے لب ولہجہ کو نعت کی فضا سے ہم آہنگ رکھنے کی خوبصورت کوشش کی ہے۔اُن کے مساوی الاوزان ہائیکو دیکھئے:

کتنی آسان رہ خُدا نے دی
تیریؐ شفقت کے آسماں نیچے
آلِ آدم سلامتی پالے

روک پایا یزید کب کوئی؟
تیری رحمت کی وہ گھٹا جس میں
بھیگتا آیا ہوں مَیں صدیوں سے

دھڑکنوں میں دورود سن کر میں
جاگ اُٹھا ہوں اور سمجھا ہے
دل پہ تقدیر نے ہے دستک دی

رنگِ دستار پر نہ ہو نازاں
وہ پہن جو پسند ہے اُنؐ کی
''صبغت اللہؓ'' رنگ ہے اعلیٰ

جیسے گرتا ہواَ کوئی پتہ
کانپتا ہے ترأ ' ہر اک دشمن
''فاصلہ تین ماہ کا بھی ہو'

حصہ ربِ کریم کا اپنا
آمنہؓ تیری جھولی کی رحمت
ماں ہے تُوؓ کائنات میں یکتا

آج بھی تیرے سائے میں اُمّت
تیرے پیاروں کا دستِ شفقت ہے
اور ''یَدُاللہِ فُوق اَیْدِیْھِمْ''

اے خدا! رنگِ نعت سے بھر دے
ہائیکو کی زمیں پہ کی ہے کاشت
حسبِ توفیق یہ قلم کاری

اک کرم کی نظر مرے آقاؐ!
شہر کے چاند اور ستاروں کی
روشنی ہے بھٹک گئی رستہ

محاکات، تمثیلیں یا امیجز شاعری کا بڑا وصف ہوتے ہیں۔ ہمیشہ سے محاسنِ شعر میں تمثال گری کی ندرت کو سراہا گیا ہے۔ لفظوں سے تصویریں بنانا، خصوصاً تخلیقی شاعری کا وصف خاص ہے۔ یہ جوہر جتنا نمایاں ہوگا، یعنی لفظوں کے ذریعے جتنی تصویر جاندار بنے گی، شعر اتنا ہی شاندار ہوگا۔ عامر بیتاب نے اس مختصر سی شعری کائنات کی ہئیت میں کچھ تصویریں بنائی ہیں۔ ان میں سے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں:

خوشبو اُس کے گرد
سر پر رحمت کی کرنیں
''صاحبؐ''، جس کے آپؐ

تیرے پاؤں میں
آجائے جو ذرّہ ریت
سونا ہو جائے

تیرے رستے پر
جو چشمہ بھی بہہ نکلے
وہ پالے منزل

خوشبوئیں جس سے ساری خوشبو دار
رنگ زارِ حیات میں واحد
آپ ہیں وہ گلاب رحمت کا

دل کی راحت - درودی لمحوں میں
روشنی کی لکیر سی پھیلے
چیر کر کوہِ شب کے سینے کو

کیا زبانِ قلم پہ آیا ہے
رنگِ شہر مدینہ کا اظہار
اُترے کاغذ پہ پھول اور تارے

عامر بیتاب کے مجموعہ ہائیکو 'صل وسلم' کا دوسرا حصہ مساوی الاوزان آہنگ میں ہے فاعلاتن مفاعلن فعلن (بحر) میں ____ اردو کے اکثر ہائیکو نگاروں نے مساوی الاوزان آہنگ کے لئے اسی بحر کو استعمال کیا ہے اس میں کئی طرح کی آسانیاں ہیں مختصر، عام فہم، قاری کی سماعتوں سے معروف، اردو غزل کا یہ بہت معروف آہنگ ہے جس میں ہر شاعر نے بیسوؤں غزلیں، نظمیں لکھی ہیں [دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے (میر تقی میر) جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا (میر درد) دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے (مرزا غالب) عقل گو آستاں سے دور نہیں (علامہ اقبال) وغیرہ وغیرہ]

عامر بیتاب اِس حصہ کتاب میں آہنگ کی غیر مانوس اور مشکل گھاٹیوں سے اتر کر کھلے میدان میں آ گئے ہیں یہاں انہیں کہنے اور قاری کو سننے اور سمجھنے میں کوئی دقّت نہیں ان کی ہائیکو کا یہ حصہ تاثیر کے اعتبار سے منفرد ہے یہ نمونے دیکھئے:

ذہن رکھّے ہزار دروازے
ہے مگر دل کا ایک دروازہ
جو فقط تیریؐ سمت کھُلتا ہے

کیا سراپا ترا کوئی کھینچے!
کون محرم ہے تیریؐ صورت کا
کوئی بھی تو نہیں -- سوائے رب!

تیرےؐ یاروںؓ کی ہوگی کیا عظمت!؟
قیمتی کر دیا ہے ہیروں سے
لمس تیرےؐ نے سنگِ اسود کو

راز یہ رنگِ نور سے ظاہر
آپ نورِ ازل ' علیؓ وہ ذات
وہ جو دروازہ ''شہرِ علم'' کا ہے

معجزہ آپ کا یہ طیبہ میں
وہ لگائی گِرہ اخوت کی
جس گرہ کا نشاں نہیں ملتا

انتہائے کمال تیری ذات
اوجِ حدِّ جمال تیری ذات
حشر تک اب ہے ''لا نبی بعدی''

ان مثالوں میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث نبویؐ سے مضامین اخذ کئے گئے ہیں، صحابہ کرام کا ذکر مبارک ہے، ختم نبوتؐ کی بات ہے انصار مدینہ کے ساتھ مہاجرین مکہ کے بھائی چارے کا ذکر کس نفاست سے کیا ہے ایسی پیوستگی، یگانگت، مختلف شہروں، قبیلوں، تہذیبوں میں پلے بڑھے انسانوں کو ایک ایسے سماجی و دینی رشتے سے باندھ دیا جس رستے میں گرہ کا بھی کوئی نشان نظر نہیں آتا یہ یگانگت مظہری نظر آتی ہے۔ ان ہائیکو کی ایک خوبصورتی ان کا محاکاتی انداز ہے یہ مثالیں دیکھئے:

شاہِ بطحاؐ کی یہ بھی ہے سنت؟
جانا طیبہ کی سمت - حسرت سے
جانبِ کعبہ دیکھنا مڑ مڑ

حرم مکّہ اور حرم نبویؐ سے رخصت کے وقت کی یہ سچی کیفیت ہے جس سے ہر سال کڑوڑوں بلکہ تمام زائرین) گزرتے ہیں کم وبیش ہر نعت گو شاعر نے اپنے کلام میں حرمین سے اپنی الوداعی محسوسات کو قلمبند کیا ہے بقول حافظ لدھیانوی

؎ اک قیامت گزر گئی جاں پر
مڑ کے جب جانب حرم دیکھا

عامر نے اس دیدِ مکرّر کا رشتہ جو سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑا ہے مَیں اردو نعت کی تاریخ میں (اپنے محدود مطالعے میں) یہ انسلاک پہلی مرتبہ نعتیہ مضامین کا حصہ بنتے دیکھ رہا ہوں۔ عامر نے ہائیکو میں سیرتی واقعات کا اظہار جس پیرائے میں کیا ہے وہ بھی انفرادیت لئے ہوئے ہے۔ یہ دو ہائیکو دیکھئے:

انساں کی معراج
کعبے کا کعبہ ہیں آپ
اور آدم کا ناز

کھو کر تیراؐ در
جو بھی مانگے ہے جنت کو
کافر وہ بدبخت

'صل وسلم' کا ایک حصہ جنہیں 'تضمینی ہائیکو' کہا جا سکتا ہے اردو کے کلاسیکی اور معاصر شاعروں کے مصرعوں پر لکھے گئے ہیں دوران مطالعہ بعض اوقات ایسے مصرعے سامنے آجاتے ہیں جن کا معنوی قرینہ نعت نما یا نعت آور ہوتا ہے یہ قاری یا شاعر کی نعت دوستی اور محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر ہے کہ بعض اوقات اسے غیر نعتیہ کلام میں بھی نعتیہ عناصر نظر آتے ہیں یا وہ سمجھتا ہے کہ یہ مصرعے نعت کے باطن میں آجائیں تو زیادہ بامعنی ہو جائیں معروف عربی سکالر عبداللہ

عباس ندوی نے 'عربی کا نعتیہ کلام' میں 'حق بہ حق دار رسید' کے عنوان سے ایک باب ترتیب دیا ہے جس میں ایسے نعت نما اشعار ہیں جو شاعر نے اگرچہ نعت کے عنوان سے نہیں لکھے مگر جن کی شناخت نعت کے حوالے سے زیادہ موزوں نظر آتی ہے۔ مثلاً غالب کا معروف مصرع ؎ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے یا ؎ زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا۔ اس طرح فارسی اور اردو قصائد کا ایک نمایاں حصہ ہے جن کے کئی اشعار کی تعبیر نعتیہ کے حوالے سے زیادہ بامعنی اور برمحل لگتی ہے۔ عامر نے کلاسیکی اور معاصر شاعروں کے مصرعوں پر ایسے تضمینی ہائیکو لکھے ہیں۔ چند نمونے دیکھئے:

میر تقی میرؔ

رخ سے کالک اُتر گئی ساری
آپ کی یاد میں بہے یوں اشک
''لہر پانی کی جھاڑو دیتی پھری''

غالب

ایسا اولیٰ جہان میں ''شافع''
شاہ ہو یا گدا ہو اس شہہؐ کا
''کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند''

احمد مشتاق

''شاید اسی واسطے ملی آنکھیں''
آن پہنچے ہیں تیری چوکھٹ پر
تو ہماری ہے آخری منزل

فیض احمد فیض

پہلا بے مثل آئینہ ہے آپؐ
میں ادھورا کہ دیکھ کر جس کو
''اپنی تکمیل کر رہا ہوں میں''

عدیم ہاشمی

جب بھی پتّھر کسی نے مارا ہے
وادیِ طائف کی یاد آئی ہے
''دھند سی چھا گئی ہے آنکھوں میں''

جمیل یوسف

رنگ، خوشبو لئے ترےؐ مہکیں
عمرؓ، صدیقؓ اور علیؓ، عثمانؓ
''میں ہر اک پھولؓ کا تمنائی''

یوں عامر نے اپنے نعتیہ وجدان کا عکس دوسرے شاعروں کے مصرعوں میں منعکس دیکھا اور انہیں ان نعتیہ ہائیکو کا حصہ بنایا۔

بہ حیثیت مجموعہ 'صلِّ وسَلِّم' کے ہائیکو اردو ہائیکو کی نعتیہ روائت میں ایک خوبصورت اضافہ میں ان کی تخلیق جہاں شاعر کی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا نتیجہ ہے وہاں اس کا مطالعہ قاری کے عشق رسولؐ میں اضافہ کا موجب ہے ضرورت ہے کہ ہمارے شاعر اردو نعت کو نئے نئے اوزان، اصناف، اسالیب سے آشنا کرائیں نعت کے نئے پیرایہ

ہائے اظہار پر بھی توجہ دیں اور صنفی رنگارنگی اور ہیئتی بوقلمونی سے نعت کے دائرہ کو وسعت آشنا رکھیں۔

اللہ عامر بیتاب کی یہ دعا قبول فرمائے:

اے خدا رنگ نعت سے بھر دے
ہائیکو کی زمیں میں کی ہے کاشت
حسب توفیق یہ قلم کاری

شجر کاری کی طرز پر یہ قلم کاری دراصل ثنا کاری ہے اس ہائیکو میں عامر نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان کا تلازماتی بہاؤ 'صلِّ وسَلِّم' کی تخلیق کے اغراض و مقاصد اور عامر کے جذبات ومحسوسات کی نشاندہی کرتا ہے ہائیکو کی زمین میں قلم کاری دراصل نعت نگاری ہے۔

اللہ سے دعا کہ وہ اس کے اظہار کو نعت کے رنگ سے بھر دے یہاں رنگ اپنے مراد مفہوم میں نعت کا اثاثہ، ورثہ، شرف، پیرایہ، اسلوب، صنفی و ہیئتی سرمایہ ہے اور رنگ کے امکان پر سوچتے جایئے اور اس تلازماتی وسعت سے کیف اٹھاتے جایئے۔اللہ اس کی دعا قبول کرے (آمین) 'صلِّ وسَلِّم' پر میں اپنے تاثرات کا اختتام اس رباعی پر کرتا ہوں۔

الفاظ ہیں قبلہ رُوْ ہے لَے شائستہ
ماحول کتاب کا ہے کیا پاکیزہ!
'مبروک' خلوص سے عزیزی عامر
بیتاب کو ہائیکو کا ہو مجموعہ

❖......❖......❖......❖

حرف حرف بندگی: خالد شبیر

عصرِ حاضر میں اُردو شاعری میں جس صنفِ سخن نے شعراء کی خصوصی توجہ حاصل کی ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم کی نعت شریف ہے۔ یوں تو ہر دور میں یہ صنفِ سخن شعراء اور قارئین کے درمیان با شرف رہی ہے۔ مگر پاکستان کے بعد اس کے اعتبار اور وقار میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ روز افزوں ہی نہیں ناقدین کی خصوصی توجہ کا محور بھی رہا ہے۔ گزشتہ عشروں میں نعت کی نصف پر تنقیدی اور تحقیقی کام بھی ہوا ہے اور یوں مقدار اور معیار اور اپنی جملہ خوبیوں اور دل آویزیوں کے سبب یہ صنف آج کی مقبول ترین صنف بن چکی ہے۔ غزل کے شعراء نعت کی طرف آئے ہیں تو نعت کے محاسن اور اسالیب میں طرفہ نادرہ کاری پیدا ہوئی ہے۔

برادم خالد شبیر نے نثر میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کا شعری مجموعہ ''خواب خواب روشنی'' بھی تقریباً پندرہ سال پہلے شائع ہوا۔ وہ عرصہ سے نعت بھی کہہ رہے ہیں۔ بحمد اللہ ان کا نعتیہ مجموعہ بھی مکمّل ہو کر زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہا ہے۔ نعت کا باب بھی وارفتگی اور شیفتگی کے سبب جُملہ خوبیوں کا حامل ہے۔ نعت کے سینکڑوں مضامین میں سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیؐ اور پیغام و فیضان مبارک پر خصوصی توجہ دی ہے۔ عصر حاضر میں ان موضوعات پر ذکر وفکر، اظہار و بیان کی بہت ضرورت ہے۔ فکری باریکیوں کو انہوں نے خوبصورتی کے ساتھ قلمبند کیا ہے انہوں نے اُمتِ مسلمہ میں اس مرکزی اور اہم ترین مسئلے کی کئی جُزئیات شعری قرینوں کے ساتھ اپنی نعت گوئی کا حصہ بنائی ہیں۔ عصر حاضر میں اس موضوع کو مسلسل بیان کرنے کی اشد

ضرورت ہے۔خصوصاً نئی نسل کو مسئلہ ختم نبوت سے باخبر رکھنا اہل قلم کی ذمہ داری ہے۔خالد شبیر نے اپنی نعتیہ شاعری میں اس ذمہ داری کو انتہائی مہارت یکسوئی اور توجہ سے نبھایا ہے۔ان کے درج ذیل اشعار قارئین کی توجہ کے ہر لحاظ سے مستحق ہیں۔

ہے آپ کی ہی ذات گرامی کہ جس پہ اب
پیغمبری کا سلسلہ انجام پا گیا

سر پر انہیں کے تاجِ نبوت رہے گا اب
خاتم نبوّتوں کی وہی ذات بے گماں

سلسلہ وحی و رسالت کا، ابد تک کے لئے
آپ پر ختم شہنشاہ اُمم ہوتا ہے

بعد ان کے اب کون نبی ہے؟ کس کا نبی اور کیسے نبی؟
ختم ہوئی جب ان پہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

ہے ختم آپ پر ہی نبوت کا سلسلہ
بعد ان کے جو بھی آیا وہ فتنہ ہے یا فتور

ختم الرسل ہیں آپ ہی اس میں نہیں کلام
ہر دم صدا یہ آتی ہے نزدیک و دور سے

خالد شبیر نے کس خوبصورتی سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کو نعتیہ شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ پڑھنے والا ہر فرد اس پر انہیں داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اک اینٹ کی کمی تھی نبوت کے قصر میں
آپ آ گئے تو ختم یہ تعمیر ہو گئی

آپ کے خاتم النبین ہونے پر جس کو یقین نہیں اس کو کس طرح اور کس خوبصورتی کے ساتھ دین سے باہر قرار دیا ہے۔

خالد نہیں ہے دین سے کچھ اس کا واسطہ
جس کو یقیں نہیں کہ نبوت ہوئی ہے ختم

مجھے یقین ہے کہ ان کی نعت گوئی کا یہ تخصص دوسرے شاعروں کے اظہار پر بھی اپنے مبارک اثرات ڈالے گا اور یوں دوسرے نعت گو بھی اپنے فکری میلانات اور اسالیب کے حوالے سے عصر حاضر میں ختم رسالت کے موضوع کو خصوصی توجہ دیں گے۔

خالد شبیر کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ مبارک سے شیفتگی اور آپ سے والہانہ عقیدت کا اظہار بھی متاثر کرتا ہے۔

دل ہو گداز آنکھ مری اشک بار ہو
جی چاہتا ہے ذکر نبی بار بار ہو

جن راستوں کو چھو گئے نعلین مصطفیٰ
ان راستوں پہ جان فدا دل نثار ہو

درج ذیل شعروں میں شاعر کی دلی کیفیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اُسے حضور اکرمؐ کے ساتھ کیسی عقیدت ہے۔اس شعر کا جائزہ لیا جائے تو دل سے دعا اور زبان سے داد دینے کے لئے آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔

❖......❖......❖......❖

فیض یاب: فوزیہ انجم

بیسویں صدی کی آخری ربع میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف کو جو فروغ اور ترقی ملی ہے وہ اردو نعت کی تاریخ میں مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے قابل ذکر ہی نہیں لائق تحسین بھی ہے ان سالوں میں تخلیق نعت کے ساتھ ساتھ ترتیب و تدوین نعت کا بھی بہت سا کام ہوا مختلف رسائل نے صنف نعت کے جداگانہ نمبر نکالے جب کہ مرتبین اور اہل ذوق نے نعت کے گلدستے اور انتخاب شائع کیے جامعات میں بھی نعت پر تنقیدی و تحقیقی کام ہوا ہے نعت کے باب میں الگ رسالے بھی شائع ہونا شروع ہوئے نعت لاہور (مدیر راجہ رشید محمود) اور نعت رنگ کراچی (مدیر صبیح رحمانی) شائع ہونے والے نعتیہ رسائل ہیں جو بالترتیب ماہانہ اور سہ ماہی اشاعتوں میں تخلیق و تدوین اور تنقیدِ و تحقیقِ نعت کے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

شاعرات نے بھی اسی ربع صدی میں نعت گوئی کی طرف زیادہ توجہ کی اور اردو نعت کے اثاثے میں اضافہ کیا بیسویں صدی کے آغاز میں خواتین کی نعتیہ شاعری کی روایت اور آگے بڑھی تخلیقِ نعت کے ساتھ ساتھ صنف نازک کے انتخاب بھی شائع ہوئے جن میں غوث میاں کا انتخاب 'خواتین کی نعتیہ شاعری' ضخیم اور قابل ذکر انتخاب ہے جس میں قدیم و جدید ادوار کی شاعرات کے نمونے شامل کئے گئے ہیں صاحب مجموعہ نعت خواتین کے ساتھ ساتھ متفرق رسائل و کتب سے بھی شاعرات کے نمونے جمع کئے گئے ہیں حال ہی میں علامہ اقبال یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ اردو سے طیبہ احکم کو خواتین کی اردو نعت گوئی کے موضوع پر تنقیدی و تحقیقی مقالہ دیا گیا ہے۔

یہ مختصر سی تمہید فوزیہ انجم کے نعتیہ مجموعے فیض یاب کے جائزہ کے حوالے سے تحریر کی گئی ہے معاصر شاعرات کی صف میں یہ نام نیا ہے مگر نعت کے باب میں ان کے کام کی نسبت سے یہ نام قابل ذکر اور لائق توجہ ہے فوزیہ انجم نے اپنی نعت گوئی کی بنیاد اسی جذبہ عقیدت و محبت پر استوار کی ہے جو تخلیقی نعت کے ہر تجربے کی جان ہوتا ہے یعنی حُبِّ رسولؐ کا جذبہ۔ نعت رسول اکرمؐ محبت کے بغیر تخلیق نہیں ہوتی حقیقی اور سچی نعت گوئی کی شرط اول بھی بقول حفیظ جالندھری محبتِ رسولؐ ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اوّل ہے
جو ہو اس میں کوئی خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

جیسے جیسے حضور اکرمؐ کی ذاتِ والا تبار سے محبت بڑھتی جاتی ہے نعت گو شاعروں کے فن اور اظہار میں اخلاص اور تاثیر کے عناصر بڑھتے جاتے ہیں۔

فوزیہ انجم کی شاعری کے اندر اخلاص کے وہ دیئے جل رہے ہیں جو سچی عقیدت اور والہانہ محبت کی عطا ہوتے ہیں۔ محبت کا ایک انداز یہ بھی ہوتا ہے کہ محبوب کو مختلف اچھے اچھے صفاتی ناموں سے یاد کیا جائے فوزیہ انجم کے پہلے نعتیہ مجموعے فیض یاب کا جائزہ اسمائے رسول مقبولؐ ہی کے حوالے سے لیتے ہیں۔

حضور اکرمؐ کے اسمائے حسنہ کا ذکر اردو نعت کا اہم موضوع ہے آپ کے بے شمار صفاتی نام ہیں ان میں سے کچھ قرآن کریم میں ہیں کچھ احادیث رسول اکرمؐ کے مجموعوں میں۔۔۔ کچھ شعرائے نعت غیر محسوس طریقے پر خود وضع کرتے جاتے ہیں ردیف و قافیہ کی مناسبت سے، مضامین و موضوعات کے قرینے سے، اظہار و بیان اور سب سے بڑھ کر یہ کہ احساس اور تخیل کی نادرہ کاری کے سبب تخلیقی اور سچی نعت میں اسمائے رسول مقبول کا بھی خو بخود اضافہ ہوتا جا رہا ہے بقول شاعرہ۔

رب نے ہر بار پکارا ہے نئے ڈھب سے تجھے
کہیں یٰسں کہیں طٰہٰ کہیں طیّب طاہر

فوزیہ انجم کی نعتیہ شاعری میں ملنے والے اسمائے رسول کریمؐ کی یہ فہرست ملاحظہ ہو۔
حبیب۔آقا۔شہ دیں۔ماہ نبوت، سرکار۔رسول۔مصطفیٰ۔مسیحا۔فخرِ عرب۔فخرِ عجم۔
خیرالبشر۔آمنہ کا قمر۔طاہر۔مطہر۔مزّمل۔مدّثر۔شہرِ علم۔شفیع محشر۔پیمبر۔بحرِرواں۔حضور۔
بوریانشیں۔شاہ بطحا۔احمد۔فاتح۔مونس۔غمخوار۔شہِ ابرار۔آپؐ۔بدرالدجیٰ۔شہا۔والضحیٰ۔
یٰسں۔مولا۔لجپال۔ساقی جہاں۔حضور۔چارہ گر۔منٹھار۔سرورِ عالم۔صاحبِ لولاک۔سرکارِ
مدینہ۔شفیع۔شافع۔نبی۔شۂ ابرار۔رسول آخر۔طیب۔زیست کا عنوان۔۔۔

فوزیہ انجم نے ان ناموں کی مناسبت سے حضور اکرمؐ کی ذات گرامی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے آپؐ کی ذات سے صفات اور صفات سے تلازمات پیدا کئے ہیں اور یوں اپنے نعتیہ مضامین کو لفظ و بیان کا پیرایہ عطا کیا ہے۔

ہر سمت میں ہیں اسم محمدؐ کی برکتیں
سارا جہان آپ کے نام انتساب ہے

خیر البشر نے لاج مری رکھّی اس طرح
ٹکڑوں پہ غیر کے مجھے پلنے نہیں دیا

انجم یہ شاہ بطحا کی چشم کرم ہی ہے
سورج مرے نصیب کا ڈھلنے نہیں دیا

وجود ایسا کہ طاہر ہے اور مطہر ہے
فضا مدینے کی جس ذات سے منور ہے

ان نعتیہ اشعار کی معونیت میں آپؐ کے اسمائے مبارکہ اظہارِ فکر کی بنیاد اور محور و مرکز کا کام کرتے ہیں اور انہی اسماء کے تلازمات کے ذیل میں باقی مضامین نعت اظہار پذیر ہوئے ہیں۔

سلام و درود بھی فوزیہ کی نعت گوئی کا ایک موضوع ہے جو مختلف نعتوں میں مختلف طرح سے اظہار پذیر ہوا ہے اس ضمن میں ایک نعت خصوصیت سے ذکر کے قابل ہے جس کا مطلع ہے۔

سلام اس کی ریاضت پر امیں ہے دشمنوں کا بھی
جسے کافر کہے صادق، سلام اس کی صداقت پر

اس سلام آمیز نعت میں حضور اکرمؐ کی سیرت طیبہ اور اخلاق حمیدہ کے مختلف پہلوؤں کی مناسبت سے سلام پیش کیا گیا ہے قافیے میں شاعرہ نے امانت، حلاوت، سخاوت، شرافت، عدالت، شجاعت، لیاقت، نبوت، شفاعت، محبت کے الفاظ کو کلیدی الفاظ کی طرح برتا ہے اور ان قوافی کی نسبت سے ہر شعر میں سیرت و فضائل حضرتؐ کے کسی نہ کسی پہلو پر سلام پیش کیا ہے یہ سلام آمیز نعت اس مقطع پر ختم ہوتی ہے۔

یہ دل ہوتا ہے بے قابو وفورِ عشق سے انجم
جو ہم جیسوں کا بھی سوچے سلام اس کی محبت پر

بہ حیثیت مجموعی یہ نعت شروع سے آخر تک سلام کی فضا میں ڈوبی ہوئی ہے اگر چہ قافیہ مصرع کے آخر میں ہے اور 'سلام اس پر' ہر مصرع ثانی میں قافیہ سے پہلا آتا ہے مگر یہ ٹکڑا ردیف کی طرح مؤثر بن گیا ہے اور اپنے تسلسل کی وجہ سے پوری نعت میں سلام کی کیفیت کو بڑھاوا دیتا ہے۔

سادگی 'فوزیہ انجم کی نعت گوئی کا نمایاں وصف ہے ان کی نعت کے مصرعے، سلیس، عام فہم اور رواں دواں ہوتے ہیں پھر یہی مصرعے نعت کی فضا میں سادگی وسلامت کے عناصر کو ابھارتے ہیں اور یہی نعتیں مل کر ان کے نعتیہ دیوان کو سادگی وسلاست اور روانی اظہار کی خصوصیات عطا کرتے ہیں یہ شعر دیکھئے:

انوار کی کثرت ہو جائے
سرکار عنایت ہو جائے

پلکوں سے ادا ہو جائے نماز
اشکوں سے تلاوت ہو جائے

ہر سانس درود و سلام پڑھوں
پختہ یہی عادت ہو جائے

اذنِ طیبہ ملے اور راحت ہے کیا
آپ کا دَر ملے اور جنت ہے کیا

شیریں ہونٹوں سے اپنے صدا دیجئے
میرے ہونے کا للہ پتہ دیجئے

لَو محمدؐ سے جب سے لگا لی
ہم نے بھی اپنی قسمت بڑھا لی

اسی سادگی کے سبب ان کے بعض نعتوں میں عوام الناس کے لئے دلچسپی کے عناصر پیدا ہو گئے ہیں ان کی یہ نعتیں عوامی حلقوں میں پڑھی جانے والی نعتوں کے قریب اور ہم انداز ہیں مثلاً یہ مطلعے ملاحظہ ہوں۔

محبوب کی فرقت میں دل اپنا لگاتے ہیں
مت پوچھ ری دنیا! ہم کیوں اشک بہاتے ہیں

سرکار کی آمد کا ہم جشن منائیں گے
اشکوں کے نگینوں سے روحوں کو سجائیں گے

گنبد کا حسیں نقشہ آنکھوں میں جمائیں گے
خوشبو تری گلیوں کی سانسوں میں بسائیں گے

ان نعتوں کی نغمگی، روانی، عام فہم اسلوب، مروجہ زمینیں ____ یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے سبب یہ نعتیں پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں میں تاثیر کا جادو جگاتی ہیں۔

فوزیہ انجم کی نعتوں میں والہانہ پن، عقیدت ومحبت کی سرمستی، انہماک وتوجہ اور جذب وخلوص کا جوہر قابلِ ستائش ہے انہوں نے عام رنگِ نعت کے ساتھ خاص اندازِ نعت پر مشتمل نعت پارے بھی تخلیق کئے ہیں جو پڑھنے والوں کے قلوب کو منور کرتے اور ان کے اذہان کو مہکاتے ہیں۔ مثلاً یہ اشعار دیکھئے:

جو ان کی محبت میں مری آنکھ سے ٹپکا
عصیاں کی سیاہی اسی اک قطرے نے دھو لی

رحمت جو تری ہے وہ دو عالم کی رِدا ہے
تجھ سا کوئی دیکھا ہے نہ سوچا نہ سنا ہے

ہر سمت میں ہیں اسم محمد کی برکتیں
سارا جہاں ہے آپ کے نام انتساب سا

بارگاہِ شہِ بطحا میں ہوئی
دل کی شنوائی زباں سے بڑھ کر

دکھڑا کہنے کی ضرورت ہی نہیں
خامشی بھی ہے فغاں سے بڑھ کر

ان کو چاہا گیا اس دنیا میں
ہر نہاں اور عیاں سے بڑھ کر

آپ کی دید کے میں جو لائق نہیں
آقا آنکھیں نئی، دل نیا دیجئے

یہ اشعار کسی بھی انتخاب نعت میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔

بہ حیثیت مجموعی فوزیہ انجم کا یہ نعتیہ مجموعہ نقشِ اوّل ہوتے ہوئے بھی مہارت اور پختگی کا مظہر ہے فیض یاب، کرششِ محض نہیں اس سے کچھ آگے کی چیز ہے توفیق کے بغیر نعت کے شاعروں کو ایسی نعتیں نہیں ملتیں جو تاثیر اور اخلاص کی آنچ سے تخلیق ہوتی ہیں۔

فوزیہ انجم نے اپنی نعتیہ شاعری میں کہیں کہیں تاثیر اور اخلاص کے ایسے مقامات کو چھوا ہے جہاں قاری فیض یاب پڑھتے ہوتے رقّت و گداز کی ان سرشاریوں میں چلا جاتا ہے جو نعت کے مطالعات کا حاصل ہوتی ہیں یہاں پہنچ کر دہ شاعرہ کا ہم دعا ہو جاتا ہے کہ

خود نعتیں سنیں وہ انجم کی
حاصل یہ سعادت ہو جائے

❖......❖......❖......❖

قمر یٰسین کی نعت گوئی

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یٰسین قمر کا تعلق فطری ہے انہوں نے نعت کے فروغ کے لئے جو کام کیا ہے وہ ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے انہوں نے وار برٹن میں کئی سال پہلے سالانہ مجلس نعت کے انعقاد کی روائت کا آغاز کیا۔ محترم حفیظ تائب کی نگرانی میں قائم کی گئی اِس مجلس کا انتظار سارا سال لوگوں کو رہتا ہے اس اجتماع میں پاکستان بھر سے نعت خواں اور نعت نگار شامل ہوتے ہیں۔ ملک بھر کے کم و بیش تمام اہم اور معروف نعت خواں اس میں شرکت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

وار برٹن اور ارد گرد کے نعت دوست ہی نہیں دور دراز سے اس اجتماع میں شریک ہونے کے لئے اہل ذوق آتے ہیں۔ قرعہ اندازی کے ذریعے بیسوؤں انعامات کے علاوہ اس میں عمرے کے ٹکٹ کا بھی اعلان کیا جاتا ہے ان دنوں ایسی روائت ہر شہر میں عام ہے مگر پاکستان میں وار برٹن کی مجلسِ نعت کو یہ افتخار بہت پہلے سے حاصل ہے۔

قمر کی نعت گوئی کا آغاز اسی مجلس کی سرگرمیوں سے ہُوا۔ سال بہ سال نعت خوانوں اور نعت نگاروں سے ملاقاتوں نے اُس کے ذوقِ نعت کی آبیاری کی اور آج قمر خود ایک نعتیہ مجموعہ لے کر حاضر ہو رہے ہیں۔ قمر کا ذوقِ نعت شہرت طلبی اور نمائش سے بہت دور ہے۔ اس کے مزاج کا دھیما پن، اُن کی سلیم الفطرتی اور اہلِ نعت سے اُن کی محبت اور اُن کا احترام قمر کے وہ روّیے ہیں جن

کے سبب اُن کی شخصیت میں گرویدگی کے عناصر پیدا ہو گئے ہیں۔نعت کی صنف اور صاحبِ نعت سے ان کی شیفتگی کا اظہار ان کی نعت کا نمایاں وصف ہے۔انھوں نے نعت میں غزل کی کلاسیکی شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس صنف کو مدینہ آشنا کیا ہے۔مدینہ شہر سے ان کا تعلق ان کی ہر نعت میں جھلکتا ہے۔ان کی نعت اظہار کے اس قرینے سے آشنا ہے جو نعت گوئی کے لئے ضروری ہے ان کی طبیعت کی شائستگی ان کی نعت میں بھی نمایاں ہے انھوں نے سلاست و سادگی سے اپنے جذبات کا اظہار نعت میں اس والہانہ پن سے کیا ہے۔جس سے قاری کے مزاج میں بھی نعت دوستی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

ان کے نعت میں موضوعات کا تنوع ہے کم و بیش نعت کے سبھی نمایاں موضوع ان کی نعتوں میں نظر آتے ہیں۔

نعت کا فن جس احتیاط و احترام کا تقاضا کرتا ہے قمر اس سے واقف ہیں ان کی نعت گوئی میں سبھی مسالک کے لئے خیر سگالی کے جذبات ہیں۔اہلِ بیت اطہار اور صحابہ کرام کی محبت سے انھوں نے اپنی نعت کی تزئین کی۔

نعتِ رسولِ اکرمؐ اردو کی واحد شعری صنف ہے جو تخلیق کے بے شمار محرّکات رکھتی ہے۔ حضور اکرمؐ کی سیرت کا کوئی پہلو، قرآن کریم اور دینِ اسلام کی کوئی بات، مدینہ کا کوئی تلازمہ، گنبد خضرا یا دیگر مناسبات مسجدِ نبویؐ کا کوئی اشارہ یا ذکر، اس نعت شعار قمر کو نعت کے ماحول میں لے جاتی ہے اور اس کا ہمہ وقت آمادۂ نعت ذہن تخلیق نعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔یٰسین کا یہ سیدھا سا شعر دیکھئے

طیبہ کا ذکر چھڑا ہے دیکھو
بات سے نعت نکلتی جائے

آزاد سلسلہ کلام اور تلازمات کی کبھی ختم نہ ہونے والی وسعتیں اس بظاہر سادہ سے شعر سے نکلتی ہے۔ ربط در ربط، پرت در پرت، تذکارِ طیبہ کرتے جائیں ایک جہانِ نعت آپ کے سامنے کھلتا جائے گا اور نعت کے کبھی شمار میں نہ آنے والے موضوعات آپ کے سامنے آتے جائیں گے۔

اب یہ شاعر پر موقوف ہے کہ وہ اس ساعتِ تخلیق میں کس موضوع کا انتخاب کرتا ہے یا پہلے شعر کی تکمیل کے بعد اس کو ردیف و قافیہ کس طرف لے جاتے ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے نعتیہ خیالات آتے تنہیں نعت کی کیفیت میں خود بخود ڈھلتے جاتے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے

اسم سرکارؐ کو لکھتے جائیں
اور تحریر نکھرتی جائے

سوچتے جائیں مدینے کا قمر
اور ہر چیز بدلتی جائے

یٰسین قمر نے اپنی نعتوں میں کئی نئی زمینیں تخلیق کی ہیں اور ان شعری زمینوں میں بڑے خوبصورت شعر نکالے ہیں۔ اس کے یہ مطلع دیکھئے:

کسی شاعر کی جدت طرازی کا ایک حوالہ اس کے کلام میں مستعمل زمینوں سے ہوتا ہے۔ شعر کی زمین جتنی جدید ہوگی اس میں نادرہ کاری کے اتنے ہی امکان ہوں گے خصوصاً قافیہ اور ردیف کی ہم آہنگی شاعر کو کئی نئے موضوعات کا راستہ سجھاتی ہے۔ یٰسین قمر نے اپنی نعتوں میں کئی ایسی زمینیں نکالی ہیں جو ان کی نعت رسول اکرمؐ سے عقیدت و محبت کی ترجمانی کے ساتھ نعت نگاری کے جدید رجانات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ان کی نعتوں کے یہ مطلع دیکھئے:

کرم بھی خصوصی، عنایت خصوصی
ملی حاضری کی اجازت خصوصی

فکر کو ہو گیا توصیف کا سامان عطا
پھر ہُوا مجھ کو نئی نعت کا عنوان عطا

جس کے دم سے رخ امکاں چمکا
وہ ستارۂ سرِفاراں چمکا

نہیں ممکن مکمل نعت کہنا
دلا! پھر بھی مسلسل نعت کہنا

جہاں آباد ہے میرا عنایاتِ پیمبر سے
عجب تسکین ہے دل میں مناجاتِ پیمبر سے

کاش اس طرح سے ہو فکر کی تکوین' آمین
میرے الفاظ کی فرمائیں وہ تحسین آمین

قمر نے ان اور اس طرح کی کئی تازہ زمینوں میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے نشاندہی کی ہے۔ شاعر کی بڑی کامیابی زمین کا انتخاب ہی ہے نعت کے مضامین و موضوعات کے لئے قمر نے جو زمینیں منتخب بلکہ تخلیق کی ہیں ان کی امکانی فضا جدّت کے امکان لئے ہوئے ہے۔ قمر نے ان مطلع والی غزلوں میں جو شاعری کی ہے وہ دلاویز ہونے کے علاوہ نکتہ آفریں بھی ہیں ان میں قافیہ کا کلیدی کردار ہے۔ عنایت، سامان، امکاں، مکمل، عنایات اور تحسین کے قوافی کے ساتھ۔

نعت کی صنف میں مدینہ منور سے ہزاروں تلازمات ظہور پذیر ہوئے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔ اِس کو قریہ حسن و خوبی، شہر خنک، معمورۂ برکت، احترام آبادِ طیبہ، جیسے کئی مبارک ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مدینہ کی یاد، فضا، ماحول اور حاضری سے ہر دور کے نعت نگاری نے ہزاروں مضامین کشید کئے ہیں ہر ایک کی حاضری اور وہاں سے رخصتی کے اپنے اپنے مشاہدات، محسوسات اور تجربات ہیں۔ قمر کے یہ شعر ملاحظہ ہوں۔

آپؐ میں آرام فرما تا قیامت اس جگہ
کس قدر ہے خیر آور قریۂ خیر البشرؐ

پُر نور ہوئے اس کے دل کے آفاق
سرکار دو عالم کا جو ہے مشتاق

ہر گام ہے وہ سرورِ دیںؐ کی نگاہ میں
جو جو بھی خوش نصیب ہے طیبہ کی راہ میں

بوبکرؓ اور عمرؓ کہیں عثمانؓ اور علیؓ
تھے کیسے کیسے لوگ نبیؐ کی سپاہ میں

یہ بے نوا ہو روزِ جزا اے مرے خدا!
محبوبِ کائناتؐ کی رحمت پناہ میں

بہ حیثیت مجموعی یٰسین قمر کی نعت گوئی مؤثر نعتیہ منظر نامے میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔مَیں انہیں ان کے پہلے مجموعہ نعت پر مبارک باد دیتا ہوں اور اس رباعی پر اپنے تاثرات کا اختتام کرتا ہوں۔

مبروک بہت تجھے ثنا خو نعتیں
سرکارؐ کی حُب فزا، کرم جُو نعتیں
کیا خوب، ہیں تاثیر سے معمور سبھی
یٰسین قمر کی یہ حرم رو نعتیں

❖......❖......❖......❖

برلبِ حُسنِ ازل: محمد نواز ایمنؔ

میاں محمد نواز ایمنؔ پنجابی اور اردو کے ان شاعروں میں سے ہیں جنہوں نے شاعری کو زندگی بنایا ہواُ ہے۔ وہ شاعری کی فضا میں یوں رہ رہے ہیں جیسے آدمی زندگی بسر کرنے کا اہتمام کرتا ہے ان کی شاعری میں جذبات کا وفور ہے۔ اظہار و اسالیب کے سانچے ان کے لئے ان ظواہر کی طرح ہیں جن پر عام طور پر صاحبانِ حال زیادہ توجہ نہیں دیتے ایمنؔ کی شاعری کا مرکزی موضوع عشق محبت ج ءوی واردات ہیں جن کا سلسلہ خالق سے مخلوق تک پھیلا ہواُ ہے۔ انہوں نے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں اسی موضوع پر شاعری کی ہے۔ ان کے اظہار میں ایک سرمستی اور وارفتگی رہی ہے اور یہی ان کے کلام کی پہچان ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ ان کی اردو نعتوں پر مشتمل ہے اور ان کے دوسرے کلام کی نسبت محتاط قرینے کا حامل ہے ان کے نعتیہ موضوعات میں سرورِ کائنات، حضور اکرمؐ سے محبت اپنی پوری نسبتوں اور کیفیتوں کے اظہار کیلئے کوشاں ہے۔ آپؐ سے محبت آل اطہار اور اصحاب پاک سے عقیدت کو اس نعتیہ کلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ایمنؔ کا یہ نعتیہ اثاثہ زیادہ تر غزل کی فارم میں اظہار پذیر ہواُ ہے۔ تاہم انہوں نے کہیں کہیں شاعری کی دوسری اصناف میں بھی نعتیہ واردات اور محسوسات کا اظہار کیا ہے۔

کتاب کے ابتدائیہ میں انہوں نے اپنی سوانح کے چند اہم گوشوں سے پردہ اٹھایا ہے اور اپنی شاعرانہ زندگی کے احوال کے حوالے سے کچھ ایسی معلومات دی ہیں جو ان کے زندگی کی

شعر و شاعری سے رغبت نعت رسول اکرمؐ کی طرف ان کے میلان اور ان کے سیر و سلوک کے تجربات کے تجربات پر مختصر انداز میں روشنی ڈالتے ہیں ایمنؔ نے اپنی فکری اور شعوری زندگی کا بڑا حصہ شعر و شاعری میں گزارا یہ ابتدائیہ ان کی سوانح اور فن کے حوالے سے دلچسپ ہی نہیں بلکہ معلومات افزاء بھی ہے۔

ایمنؔ کی پنجابی شاعری کی طرح ان کا اردو کلام بھی نعت، منقبت، صوفیانہ افکار اور عرضانیات کے موضوعات لئے ہوئے ہے ان کا میلانِ طبع شہرت گریز اور ہجوم بیزار سادگی اور فطرت لئے ہوئے ہے اسے آپ ان کی شاعرانہ درویشی یا فقیری سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس دور میں جب نئے شاعر تھوڑا سا کلام لکھ کر شاعری کے بلند آہنگ دعوے کرنا اپنا حق اور معمول جانتے ہیں۔ ایمنؔ نے بہت کچھ کہہ کر بھی اپنے فن کے اظہار میں ایک باوقار نرم روی اختیار کی ہے جو یہ ایک سچے شاعر کی نشانی ہے۔ بقول شاعر

ماہر چہ خوانده ایم فراموش کرده ایم
الّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

نواز ایمنؔ کی ساری شاعری بھی حدیث یار کی تکرار کی شاعری ہے اس حدیث کی گردان انھوں نے اس تواتر اور تسلسل سے کی ہے کہ بعض اوقات ان کا تخلیقی وفور ان کے فن کی گرفت سے نکلتا محسوس ہوتا ہے۔ ایمنؔ کی نعتیہ شاعری میں فردیت اور جاں سپاری کے جذبات رسمی نہیں تخلیقی اور حقیقی سطح لئے ہوئے ہیں ان کے لئے نعت گوئی واردات کا قرینہ لئے ہوئے ہے ان کے شاعرانہ جذبات کے اندر محبت کی ایک ایسی لپک موجود ہے جو انہیں نعت کے مرکزی محبوبِ حضور اکرمؐ کی عقیدت ومحبت کے بے کراں عالموں کے سائر وسفیر بنائے رکھتی ہے یہ اسی عقیدت ومحبت کا فیضان ہے جس نے ان کے نعت گوئی میں والہانہ پن اور محوّیت کے عناصر پیدا کئے ہیں۔

نعت کے بارے میں شاعر کی اوّلین اور آخری کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اپنی عقیدت و محبت کی ترجمانی بھی بہتر سے بہتر پیرائے میں کرے اور اپنے فنِ نعت کو نکھارنے کے لئے اپنی راتیں سحر کرے۔ نعت کا فن واقعی تلوار کی دھار پر چلنے کا نام ہے۔ بقول عرفی شیرازی

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست
ہشدار کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

الفاظ، قوافی، ردیفیں، زمینیں سب کے انتخاب میں ایک محتاط روّیے کی ضرورت ہے۔ اظہار کے پیرائے میں بھی ایک نیا پن، تازگی اور نادہ کاری ہو تو نعت کا لب ولہجہ معاصر اسالیب کے قریب آ جاتا ہے۔

قبلہ حافظ لدھیانوی، صوفی فقیر افضل اور حفیظ تائب سے بیسیوں نہیں سینکڑوں مرتبہ اس موضوع پر گفتگو ہوئی ہے کہ نعت کے اسالیب کو ہمہ پہلو جدید سے جدید بنانے کیلئے ہر نعت گو کو ہمہ وقت کوشاں رہنا چاہیے۔ نعت کے موضوعات طے شدہ ہیں۔ قرآن کریم سیرت رسول اکرمؐ احادیث مبارکہ اور دوسری کتبِ سیّر کی روشنی اور تفاسیر میں یہ طے شدہ مضامین بھی روز افزوں وسعت لئے ہوئے ہیں۔ ہر نیا دن ہر نئی واردات ہر نیا تجربہ اسی آئینے کا ایک نیا عکس حساس اور روبہ مدینہ رہنے والے شاعر کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کہ وہ شاعر کو اس باب میں کوئی نیا مضمون سمجھا دے۔

بقول کسے:

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

نعت میں پیرایہ اظہار، اسلوب اور زمین کے انتخاب میں ممکن حد تک کوشش ضرور کرنی چاہیے کہ خیال کی تازہ کاری بعض اوقات اسلوبِ اظہار کی تازہ کاری سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ نعت گو شاعر کی کامیابی ہے کہ وہ آغازِ کار ہی میں تازہ لب ولہجہ کے حامل ایسے پیرائے کا انتخاب

کرے جس میں اظہارِ تازہ کے وسیع امکانات موجود ہوں میں نے اس حوالے سے ایمن کی نعت گوئی کا سرسری جائزہ لیا تو ان کے نعتیہ اشعار کے کئی اوّلین مصرعے اس تازہ کاری کے حامل نظر آئے مثلاً یہ مصرعے دیکھئے۔

؎ ہر حرف ترا جلوہ ہر لفظ ترا نقشہ	(نیا/رکھا وغیرہ قافیے)
؎ اٹھتی ہے نظر جس دم جلووں کی طلب لے کر	(شب/سب وغیرہ قافیے)
؎ ہوتا ہے تجسّس میں جب ذوق یقیں پیدا	(زمیں، جبیں وغیرہ قافیے)
؎ موجود و عدم سب کو بخشا ہے غنا جس نے	(خدا، ولا، دعا وغیرہ قافیے)

یہ صرف ایک نعت کی موجود زمینیں ہیں۔ اب شاید اس بات کا ایمنؔ صاحب کو بھی علم نہیں کہ ان کی بیسیوں نعتوں کے اشعار کے مصرعہ ہائے اولیٰ میں کتنی نادرہ کاری کے امکانات ہیں۔

اختیار جب سے کی نعتِ حضرتِ ولا
ہے ورق ورق نوری لفظ لفظ اجیالا

بے شک اک وہی تو ہے وجہِ کُن فکان جو ہے
اور کون خلقت میں اس سا اکمل و اعلیٰ

تو شفیع اُمّت کا حشر و نشر کے ہنگام
عرصہِ قیامت میں عاصیوں کا رکھوالا

تیرے اسم سے صیقل آئینۂ موجودات
اور عکسِ امکانات تیری ذات کا ہالہ!

نورِ رب کا مظہر ہے تو بزرگ و برتر ہے
ساری خلق سے افضل ساری خلق سے اعلیٰ

شاہ! اُجال دے اس کو اپنی اک توجہ سے
دل کا اجلا آئینہ ہو گیا ہے مٹیالا!

نیک نام وہ بندی ہے ریاضؔ دنیا میں
جس نے اپنی طبع کو اس کے اُسوہ میں ڈھالا

دیکھیں ابھی بات اسی پر ختم نہیں ہوئی اس نعت سے کچھ اور تازہ زمینیں بھی حاصل کی جا سکتی ہیں سیدھے مصرعوں میں بھی اور ان کی ترتیب الٹ کر بھی مثلاً

؎ اشکوں سے جو دھو دالے راتوں کا سیہ چہرہ (سیہ، نگہ، پنہ وغیرہ قوافی)

؎ جو ذوق تجسّس کو رکھتا ہے، تہہ و بالا (مالا، پالا، والا، اعلیٰ، مٹیالہ، اجیالا وغیرہ)

؎ آیات جو سانسوں کی لکھتا ہے رگ و پے پر (شے پر، نے پر وغیرہ)

؎مجھ پر جواترتی ہیں الفاظ کی انجیلیں (سی لیں، جی لیں، پی لیں وغیرہ)

؎ گر اذنِ سفر دے دوں افکارِ کلیمی کو (حلیمی کو، سلیمی کو وغیرہ)

؎راتوں کا سیہہ چہرہ اشکوں سے جو دھوڈالے (بھگوڈالے، پروڈالے وغیرہ)

؎مت روک تو ایمنؔ کو اصنام پرستی سے (ہستی سے۔بستی سے وغیرہ)

اور زیادہ غور کریں تو ایمنؔ کی پہلی نعت سے دس پندرہ خوبصورت اور دلآویز نعتیہ زمینیں برآمد ہوتی ہیں معروف صوفی شاعر بھیک جی کا کیا خوبصورت دوہا ہے۔

بھِیکا بھُوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لعل
گرہ نہ کھولن جانتے اس بدھ بھئے کنگال

باذوق قارئین کے لئے اس کتاب میں بہت کچھ ہے ان نعتوں کو مختلف حوالوں سے دیکھئے اور اس امکانی توسیعی تخلیقی عمل کا سامان تلاش کیجئے۔آخر میں ایک رباعی ایمنؔ صاحب کی نذر میں

فردوس کیا ثناؤں کے گلشن کو
کیا رنگ لگے ہوئے ہیں اس کے فن کو
ہر نعت حضور کی وِلا سے لکھی
مبروک یہ مرتبہ نواز ایمنؔ کو

❖......❖......❖......❖

طرحی نعتیہ مشاعرہ: اشفاق ہمدانی

عہدِ حاضر میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے فروغ کی ایک بڑی وجہ نعتیہ طرحی مشاعرے بھی ہیں۔ معاصر نعت کے حوالے سے یہ ایک جداگانہ موضوع ہے جو باقاعدہ ایک سندی مقالے کا موضوع ہے نعتیہ طرحی مشاعروں کا آغاز کب ہُوا؟ اس کے محرکات، ان مشاعروں کی نوعیت، مختلف شہروں میں مختلف انجمنوں اور اداروں کی (اس بارے میں) خدمات، ان مشاعروں کی روداد نگاری اور ان میں پڑھی جانے والی نعتوں کے مطبوعہ گلدستے! اس باب میں گزشتہ نصف صدی کے مشاعروں میں پڑھی اور ان کے لئے لکھی جانے والی نعتوں کا سرسری تذکار ـــــ یہ اور اس انداز کے کئی ذیلی موضوعات ہیں جو اس مقالے کے دائرہ تحقیق وتنقید میں آسکتے ہیں۔

ایک محتاط تو نہیں سرسری اندازے کے مطابق میرے خیال میں کراچی، لاہور، فیصل آباد، اسلام آباد اور دوسرے کئی شہروں میں بیسوؤں انجمنیں ایسے ماہانہ مشاعروں کے انعقاد کا بندوبست کرتی ہیں (اس عشرے سے نہیں گزشتہ کئی دہائیوں اور سالوں سے) ـــــ بعض انجمنوں کی طرف سے تو ایسے مشاعرے کئی سالوں سے ہو رہے ہیں۔ مجھے گزشتہ سال اسلام آباد کی ایک ایسی انجمن کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعرے کی صدارت کی سعادت نصیب ہوئی وہاں بتایا گیا کہ یہ اس انجمن کا تین سو تیرھواں نعتیہ مشاعرہ ہے گویا

قریباً چھ سالوں سے بغیر کسی تسلسل کے اس انجمن کے زیرِاہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی روایت موجود ہے اسی طرح انجمن فقیرانِ مصطفےٰ فیصل آباد کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی روایت بھی دس سال سے زیادہ عرصے پر پھیلی ہوئی ہے ____ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ نعتیہ طرحی مشاعروں کی روایت تحقیق طلب موضوع ہے۔مَیں نے صرف اس کی نشاندہی کی ہے اس موضوع پر تفصیلی مطالعے سے کئی باتوں کا سراغ ملے گا مثلاً

۱۔ یہ روایت کتنی پرانی ہے؟

۲۔ اس کا آغاز کس شہر،انجمن سے کب ہُوا؟

۳۔ ایسے شاعروں میں طرحی مصرعوں کی نوعیت کیا ہے، یہ مصرعے کلاسیکی نعت گوشاعروں کی معروف زمینوں سے لئے گئے ہیں یا غزل کے معروف مصرعے ہیں جن کو نعت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

۴۔ مشاعرے میں دعوتِ سخن کے لئے دی جانے والی طرح کے ساتھ دی جانے والی گنجائش،تصرفات اور ہدایات کیا تھیں مثلاً ایسے مشاعروں میں سالم طرح مصرع کی بجائے بعض جگہ پر یہ گنجائش ہوتی ہے کہ شاعر اپنی مرضی سے قافیہ بدل سکتے ہیں۔ بعض جگہوں پر صرف ردیف کا التزام روا رکھا جاتا ہے۔اسلام آباد کے جس نعتیہ مشاعرہ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس میں محترمی حفیظ تائبؒ صاحب کی معروف نعت: ؎ کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصاف حمیدہ ____ پر دعوتِ سخن دی گئی تھی مگر قافیے کے تعین کے بغیر اس میں محض ردیف ____ 'اوصاف حمیدہ' کا التزام ضروری تھا مشاعرے میں شامل شاعروں نے جس بھی بحر،قافیہ وآہنگ میں نعت لکھی اس میں

اوصافِ حمیدہ پر اپنے مصرع ثانی کا اختتام کیا یہ شائد اس لئے کیا گیا کہ اگر حفیظ تائب کی نعت کا اتباع کیا جاتا تو دیدہ، شنیدہ، جریدہ وغیرہ کے قوافی کم پڑتے اگر اوصاف کو قافیہ بنایا جاتا تو کہنے والے کو اور مشکل پیش آتی ایک تو اوصاف کے قوافی صاف، صحاف، وصاف، شفاف وغیرہ کم ہیں نیز ترکیب کے التزام سے شاعروں کو اور بھی مشکل پیش آتی ـــــ ترے مرے، کہے سنے کا قافیہ رکھا جاتا تو کہنے والے کے لیے آسانی تھی اور اوصاف حمیدہ کی ردیف کے ساتھ نعت کا قرینہ بھی موجود تھا ـــــ مگر منتظمین مشاعرہ نے اوصاف حمیدہ کے الفاظ کو ہی ردیف کے طور پر لازم قرار دیا سو مختلف شاعروں نے جس کسی بحر میں بھی طبع آزمائی کی اس میں آخری جزو مصرع اوصاف حمیدہ ہی کو قرار دیا ـــــ

اشفاق ہمدانی کی زیرِ نظر کتاب کے حوالے سے بات طویل ہوگئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن طرحی نعتیہ مشاعروں کی روائت میں فی زمانہ روا رکھے جانے والے تصرفات کو سمجھنے کے لئے اس تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ ان تصرفات کے سبب طرحی مشاعرہ اتنا کاٹ دار نہیں رہتا جتنا شاعر کے اصل قافیہ، ردیف اور بحر کے التزام کے ساتھ ہوتا تھا یا ہوتا ہے ـــــ یہ گنجائش شاملِ مشاعرہ' شاعروں کی آسانی کے لئے پیدا کی گئی مگر اس سے وہ لطف جاتا رہا جو سامع کو کسی قافیے کے استعمال سے ملتا ہے مختلف شاعروں کے پرانے گلدستوں میں ایسی، بوقلمونی اور تنوع کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں شعری ذوق جن سے نہ صرف حظ اٹھاتا ہے بلکہ شعر کہنے کے بہت سے اسلوب اور 'قافیہ زنی' (قافیہ پیمائی نہیں) کے انداز بھی سمجھتا ہے اگر آپ شاعر کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے مصرعے کے کسی لفظ کو قافیہ بنا لے تو پھر طرحی مشاعرہ کے ایک اہم تاثر (کہ کس نے کس قافیے کو کیسے برتا؟) سے سامعین محروم ہو جاتے ہیں۔

اشفاق ہمذالی کی یہ کتاب ایک ایسے ہی نعتیہ مشاعرے میں پڑھی جانے والی نعتوں پر مشتمل ہے اس میں شاعروں کو نعت لکھنے کے لئے جو طرح مصرع دیا گیا وہ اشفاق ہمذالی کے درج مطلع کا دوسرا مصرع ہے:

ے شہر طیبہ کی بہاروں کو سلام
سبز گنبد کے نظاروں کو سلام

اس مصرع میں قافیہ کے انتخاب کو نعت نگار کی مرضی پر کھلا چھوڑ دیا تھا جیسا کہ ہم اس مشاعرہ میں شامل نعتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس میں قریباً ۴۸ شاعروں نے حصہ لیا (قریباً اس لئے کہ کچھ شاعر مشاعرہ میں شریک نہ ہوئے تھے انہیں نے ہمذالی صاحب کو اپنی نعتیں بعد میں بھجوائیں جن میں راقم بھی شامل ہے)

اگر اس طرح مصرع پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ اس میں تخلیقی آزادہ روی کی گنجائش بہت کم ہے ایک تو اس مصرع کی بحر بہت چھوٹی ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (سبز گنبد کے نظاروں کو سلام) دوسرے اس میں تصرفات کی بھی گنجائش زیادہ شعر افزا نہیں ــــــ سو شاعروں نے اس طرح پر نعتیں کہتے ہوئے اپنے مزاج اور حاصل کردہ سہولتوں سے جو فائدہ اٹھایا ہے اس کی درج ذیل شکلیں سامنے آئی ہیں۔

۱۔ اکثر شاعروں نے مصرع کے عین مطابق نعتیں لکھیں۔یعنی بہاروں، شہ سواروں کے قوافی اور ''کو سلام'' ردیف استعمال کیا،ایسی نعتوں کی تعداد ۳۶ ہے۔

۲۔ ایک نعت میں قافیے میں آزادی حاصل کی یعنی بہاؤں، جلوؤں وغیرہ قافیے استعمال

گئے۔

۳۔ .... چند شاعروں نے قافیہ وردیف کا تکلف ختم کر کے مصرع کو غیر مردّف طور پر استعمال کیا یعنی سلام، شام، مقام، دوام وغیرہ کے قوافی ہی کو ردیف کے طور پر برتا۔ ایسی نعتوں کی تعداد سات ہے۔

۴۔ کچھ نعتوں میں قافیہ 'نظاروں کو بدل' کر طرح مصرع ہی میں سے ہو، کو قافیہ مان لیا ہے یوں تو، جو، کو کے قوافی استعمال کئے ہیں۔

۵۔ ایک نعت نگار (ریاض احمد قادری) نے از راہ محبت وشوق اس طرح پر چھ نعتیں کہی ہیں۔

ان نعتوں کا بہ حیثیت مجموعی مطالعہ معاصر نعتیہ منظر نامے میں نعت نگاری سے وابستہ شاعروں کے روز افزوں شوق کی نشاندہی کرتا ہے نیز شاعروں نے بہت ہی محدود شعری فضا میں جس بوقلمونی اور رنگا رنگی کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے اوصاف اور آپؐ کی سیرت طیبہ سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے وہ معاصر نعت میں فکر کے کئی در کھولتا ہے چھوٹی اور سادہ سی زمیں میں 'سلام' کے التزام کے ساتھ کہی گئی ان نعتوں کا مرکزی موضوع اگر چہ سلام ودرود کے ذیل میں آتا ہے اور یوں ایک اعتبار سے تمام نعتیں، سلام کی کیفیت سے مربوط ہو گئی ہیں۔ دستیاب نعتوں میں سلام کے علاوہ نعتیہ موضوعات کی دوسری جھلکیاں بھی ملتی ہیں درج ذیل اشعار دیکھئے۔

مرحبا! اے مسجدِ ختمُ الرُّسلؐ
تیرے گنبد کو ، مِناروں کو سلام

اے مدینہ! خِطّہءِ رشکِ جَناں
تیرے کھیتوں ، مَرغزاروں کو سلام

با پیادہ ہیں چلے جن پر حضورؐ
تا ابد ان رہگزاروں کو سلام

مصطفےٰؒ خیرالوریؐ کے دیس کے
کوہساروں، ریگزاروں کو سلام

ہیں جو اُن کے شہر پر سایہ فگِن
ہو مرا ان ابر پاروں کو سلام

ہیں مواجہ پر جو محوِ اِنتظار
زائریں کی اُن قِطاروں کو سلام

جن سے پائی دیں کی ہم نے روشنی
مصطفیؐ کے سارے پیاروں کو سلام

آپؐ کے اصحابؓ ساروں کو سلام
خاص کر اُن چار یاروںؓ کو سلام

بوذرؓ و سلمانؓ ، بلالؓ و زیدؓ اور
سب کے سب خدمت گزاروں کو سلام

دست بستہ عاجزانہ با ادب
شہر آقاؐ کے نظاروں کو سلام

جو مدینے مجھ کو لے جائیں ریاضؔ
میرا ان ناقہ سواروں کو سلام

صدقِ دل سے مصطفیٰؐ کو ہو سلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

بخششوں کی فصل اُگ ہی آئے گی
اپنی کشتِ جاں میں ہر دم بو سلام

ہو سلامِ دل مدینے کے لیے
اور سب دنیا سے کہہ دے "نو" سلام

کام ہو میرا یہی اک صبح و شام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

ہوں مواجہ پر کروڑوں رحمتیں
اُنؐ کے مرقد کے نظاروں کے سلام

کربلا کے شہسواروں کو سلام
مصطفیٰؐ کے دل کے پاروں کو سلام

سرورِ عالمؐ کے جلووں کو سلام
دید پانے والی آنکھوں کو سلام

غنچہ ہائے نعت جن سے کھل اُٹھیں
اُن نمو افزا بہاروں کو سلام

نغمہءِ نعتِ نبی جن سے چھڑے
سازِ دل کے ایسے تاروں کو سلام

آپ کی سنت پہ جو قائم رہیں
آپ کے طاعت شعاروں کو سلام

سُوئے کوئے ہادِؐ عالم رہ رواں
سعد طالع کامگاروں کو سلام

ڈَٹ گئے اِلحاد کے آگے سدا
حوصلوں کے کوہساروں کو سلام

احمدِ مرسلؐ کے عالی گوہروں
اعلیٰ اولیٰ طرح داروں کو سلام

غار سے ہوتے ہوئے معراج تک
آپؐ کی سب رہگزاروں کو سلام

جو مٹا دیتے ہیں سب گمراہیاں
اُن کریمانہ اشاروں کو سلام

دہر میں جن سے پرے کچھ بھی نہیں
بحرِ حق کے اُن کناروں کو سلام

گنبدِ خضرا کی رفعت پر دُرُود
اس سے مُلحِق سب میناروں کو سلام

آپ کا در جن کی منزل ہے حضورؐ
ہو مرا ان غم کے ماروں کو سلام

آپؐ کی مدحت میں گزرے زندگی
آپؐ کی نعتیں ہوں لب پر صبح و شام

رات کو سوتا ہوں میں پڑھ کر دُرود
صبح دم ہوں بھیجتا اُن پر سلام

کیا سکینت زا ہے طیبہ میں قیام
ہیں بہاریں چار سو محوِ خرام

کیف پاتا ہے یہاں ہر خاص و عام
"سبز گنبد کے نظارو ں کو سلام "

ہے سراپا التجا طاؔہر یہاں
انؐ کے لطفِ خاص سے حاضر یہاں

زیرِ لب ہے الصلوٰۃ و السلام
"سبز گنبد کے نظارو ں کو سلام "

خُلد سے بھی اَرفع تَر ہے یہ مقام
ہے سحر رَوشن فروزاں تَر ہے شام

نُور اَفشاں روضہء خیرالانامؐ
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

جو دل و جاں سے ہوئے انؐ کے منیّر
خُلق سے جِن کے ہیں رَوشن تر ضمیر

میں بنوں اُن سب غلاموں کا غلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

اپنی آنکھوں میں سجا کر احترام
ہیں مواجہ پر ہُوئے حاضر غلام

پیش کرتے ہیں غلامانہ سلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

آپؐ کے سارے حَوالوں کو سلام
سیّدہؓ کے نور پاروں کو سلام

جن کے سائے میں کبھی ستائے آپؐ
اُن کھجوں کی قطاروں کو سلام

جن فضاؤں میں رہے ہیں آنحضورؐ
اُن ہواؤں ، اُن فضاؤں کو سلام

سبز گنبد پر لگی رہتی ہیں جو
ان ملائک کی قطاروں کو سلام

ہے سکندر بخت تُو اقبال نازؔ
کر رہا ہے ان کے پیاروں کو سلام

نعت کے منظر نِگاروں کو سلام
راحت افزا استعاروں کو سلام

آپؐ کی عظمت کے آگے جو جھکے
اُن درختوں، کوہساروں کو سلام

مہرِ طیبہ سے منور جو ہوئے
اخترؔ ان روشن ستاروں کو سلام

ساقیء تسنیم و کوثر آپؐ کی
انگلیوں سے پھوٹے چشموں کو سلام

دل سے ہے آقاؐ کے پیاروں کو سلام
میرا پانچوں اور چاروں کو سلام

جن پہ شاہدؔ "الاحد " گونجے سدا
ان بلالیؓ ریگزاروں کو سلام

حضرتِ سلمانؓ و بوذرؓ پر درود
مجتبیٰؑ کے ماہ پاروں کو سلام

جو بھی ہیں بسملؔ مقرب آپؐ کے
میرا ان سب راز داروں کو سلام

ہو علیؑ کے دل کے پاروں کو سلام
سرورِ عالمؐ کے پیاروں کو سلام

کٹ گئے جو دین کی خاطر سبھی
زہرا ؓ کی آنکھوں کے تاروں سلام

بے ردا ہو کر بھی تھیں جو پردہ دار
میرا ان سب پردہ داروں کو سلام

پیش کرتا ہوں میں بسملؔ عجز سے
کربلا کے شہسواروں کو سلام

جن کو نسبت آپؐ کے قدموں سے ہے
اُن مقدس رہ گزاروں کو سلام

انؐ کے روضے کی سنہری جالیوں
سے جھلکتے چاند تاروں کو سلام

جو تڑپتے ہیں مدینے کے لئے
جعفرؔ ان لاکھوں ہزاروں کو سلام

جو شبِ اَسریٰ کھڑی تھیں صف بہ صف
انبیاؑء کی اُن قطاروں کو سلام

حُب احمدؐ میں جو خاورؔ ہیں لکھے
اُن موَقّر شاہ پاروں کو سلام

چٹکیں پھر کلیاں تخیل میں مرے
نعت کہنے کا کروں جو اہتمام

میری آنے والی نسلیں بھی کہیں
ہم ہیں آقاؐ کے غلام ابنِ غلام

حاضری کو میں ترستا ہوں حضورؐ
آپ ہی کر دیجئے کچھ انتظام

خاص ہے اصحاب میں جن کا مقام
آپؐ کے اُن چار یاروں کو سلام

لکھ رہے ہیں آپؐ کے اَوصاف جو
ایسے سب سیرت نگاروں کو سلام

رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ جن میں بسا
رحمتِ عالمؐ کی سانسوں کو سلام

تیرے سب پیاروں کے صدقے اے خدا
تیرے سب پیاروں کے پیاروں کو سلام

سبز گنبد کی طراوت پر درود
انؐ کی مسجد کے مناروں کو سلام

پا رہے ہیں اُن سے جو خیراتِ نور
اُن چمکتے چاند تاروں کو سلام

ان شعروں میں آج کی نعت کے مضامین ہیں وہ مضمون بھی جو آج کی نعت کے دھارے میں کئی دہائیوں سے قلم بند ہو رہے ہیں اور تازہ کاری و ندرت کے حامل کئی ایسے شعر بھی ہیں جو جِدّت لئے ہوئے ہیں اور اردو نعت کے روشن امکانات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

اشفاق ہمذالی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی طرح پر لکھی جانے والی نعتوں کو یک جا کر کے اس کی اشاعت کا ارادہ کیا ہے یہ جمع آوری جہاں شرکائے مشاعرہ کے لئے خوش آئیند ہے وہاں نعت کے عام قاریوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس گلدستہ نعت کو قبول فرمائے امین۔ مَیں اپنے تاثرات ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں:

اِک دن ایسے کھُل کے رَد ہو جائے
دِل کی ساری کالک دھو ہو جائے
ہمذالی کی نعتوں کا مجموعہ
مقبولِ دربارِ شہہؐ ہو جائے

❖......❖......❖......❖

حرمینِ نعت

''حرمینِ نعت''،انجمن فقیرانِ مصطفیٰ فیصل آباد کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے ماہانہ طرحی نعتیہ مشاعروں میں سے دو مشاعروں میں پڑھی جانے والی نعتوں پر مشتمل ہے۔فیصل آباد کو شہرِ نعت بنانے میں جن اداروں،انجمنوں اور مجلسوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اُن میں انجمن فقیرانِ مصطفیٰ کا بھی ایک اہم کردار ہے۔اس کی خدمت گزشتہ 20 سالوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔اس انجمن کے تحت کئی عام نعتیہ مشاعرے منعقد ہوئے،جن میں ملک کی متعدد اہم نعتیہ شخصیات گاہے گاہے تشریف لاتی رہی ہیں۔کئی نعتیہ کتابوں کی رونمائی اور تقسیم اس پلیٹ فارم سے ہوئی۔اس کے بانی ملک امیر نواز اعوان ایک دردمند اور ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے بھرا دِل رکھتے تھے۔اُنہوں نے اِسی پلیٹ فارم سے ایک نعتیہ کتابی سلسلے'نعت گو' کا بھی اجرا کیا جس کے شائع شُدہ شمارے معاصر نعت منظر نامے میں خصوصاً فیصل آباد کے حوالے سے ایک اہم کردار رکھتے ہیں۔ملک صاحب نے اِسی پلیٹ فارم سے 2003ء میں طرحی نعتیہ مشاعروں کے سلسلے کا بھی با قاعدہ آغاز کیا۔

یہ مشاعرے ہر عیسوی مہینے کی آخری تاریخ کو اُن کی رہائش گاہ (غلام محمد آباد) میں بعد نمازِ مغرب منعقد ہوتے ہیں۔اس میں دی جانے والی'طرح' کا استعمال شرکاء آزادانہ کرتے ہیں۔آزاد استعمال سے مراد'طرح' پر ہو بہو التزام کی بجائے اُس کے کسی بھی لفظ کو قافیہ بنانے کی سہولت سے ہے مثلاً اگر طرح مصرع یہ ہے:

ع رسولِ پاکؐ کی شانِ کرم کو دیکھتے ہیں

تو اس میں نعت لکھنے کے لئے

دیکھتے ہیں/سوچتے ہیں/مانتے ہیں

یا ____ کو دیکھتے ہیں/جو دیکھتے ہیں/وہ دیکھتے ہیں

یا ____ کرم کو دیکھتے ہیں/حرم کو دیکھتے ہیں/تو ہم کو دیکھتے ہیں

یا ____ شانِ کرم کو دیکھتے ہیں/جانِ کرم کو دیکھتے ہیں/جہانِ کرم کو دیکھتے ہیں، وغیرہ

نعت نگار کسی لفظ کو قافیہ اور باقی حصّہ کو ردیف بنا کر نعت لکھ سکتا ہے۔

طرحی مشاعرے منعقد کرنے والی اور کئی انجمنیں بھی 'طرح' میں اِس انداز کی سہولت روا رکھتی ہیں۔ اس سہولت سے جہاں شاعروں کے لئے کچھ آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں وہاں سامعین کے لئے اس تنوع اور رنگا رنگی سے محظوظ ہونے کی کئی صورتیں بھی نکل آئی ہیں۔ بیس تیس شاعروں کو ایک ہی انداز و اسلوب سے سُننے سے جو یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے اس میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اور یوں دی گئی 'طرح' میں نعت گوئی کے امکانات کی کئی تازہ جہتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔

امیر نواز کی انجمن کی طرف سے اب تک 200 طرحی نعتیہ مشاعرے منعقد ہو چکے ہیں۔ حال ہی میں 2020ء کے لئے انجمن کے منتظمین نے جو شیڈول جاری کیا ہے وہ درجِ ذیل ہے:

سالانہ پروگرام 2020ء انجمن فقیران مصطفیٰ فیصل آباد، ان شاءاللہ

نمبر شمار مشاعرہ	تاریخ دن	نوعیت مشاعرہ
۲۰۰ واں مشاعرہ	31 جنوری ۲۰۲۰ء بروز جمعتہ المبارک ۴ جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ	طیبہ کی فضاؤں میں کیا لطف ہے جینے میں جناب پروفیسر سید یونس جیلانی

۲۰۱واں مشاعرہ	29 فروری ۲۰۲۰ بروز ہفتہ ۳ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ	حیاتی دے ہنیرے نوں اجالے نعت دیندی اے جناب ابرار پارسؔ آف نواں لاہور
۲۰۲واں مشاعرہ	31 مارچ ۲۰۲۰ء بروز منگل ۵ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ	رات مکے میں کٹے دن کو مدینے میں رہوں (جناب پروفیسر ڈاکٹر کاشف نعمانی) ماں محبت ہے محبت نہیں چھوڑی جاتی (جناب ساحلؔ قادری)
۲۰۳واں مشاعرہ	30 اپریل ۲۰۲۰ بروز جمعرات ۵ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ	حضور علیہ السلام آپ کی نسبت میں ہی بقا ہے مری جناب حمید شاکرؔ، فیصل آباد
۲۰۴واں مشاعرہ	31 مئی ۲۰۲۰ بروز اتوار ۶ شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ	نظر سے جاتا ہے اک راستہ مدینے کو (جناب نصرت صدیقی)
۲۰۵واں مشاعرہ	30 جون ۲۰۲۰ بروز منگل ۷ ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ	شاید کہ مدینے کا سفر جاگ پڑا ہو جناب محمد طارق ناظر فارانی
۲۰۶واں مشاعرہ	31 جولائی ۲۰۲۰ بروز جمعۃ المبارک ۸ ذی الحج ۱۴۴۱ھ	چم کے روضے پاک دی جالی دل نوں آوندا چین قرار جناب احمد حیات بلوچ
۲۰۷واں مشاعرہ	31 اگست ۲۰۲۰ بروز پیر ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ	(نعت) مدحت کا سلیقہ بھی اسی در کی عطا ہے (جناب پروفیسر محمد مسعود اختر) (سلام) ایک انکار نے اسلام کو زندہ رکھا (جناب پروفیسر محمد مسعود اختر)

۲۰۸واں مشاعرہ	22 ستمبر۲۰۲۰بروز منگل ۳صفر المظفر ۱۴۴۲	قرطاسِ دل پہ نقش ہوئی مدحتِ رسولؐ (حضرت فقیر مصطفیٰ امیرؒ) تیسرا سالانہ عرس مبارک حضرت فقیر مصطفیٰ امیرؒ
۲۰۹ واں مشاعرہ	31 اکتوبر۲۰۲۰بروز ہفتہ ۱۲ربیع الاول ۱۴۴۲ھ	خوشیوں سے جھوم جاؤ سرکارؐ آ گئے ہیں (جناب ریاض احمد قادری) غازی علم الدین جانِ عاشقانِ مصطفیٰؐ (جناب ریاض احمد قادری)
۲۱۰واں مشاعرہ	30 نومبر۲۰۲۰بروز پیر ۱۲ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ	ملتی ہے مصطفیٰؐ کی محبت نصیب سے (جناب اے آر انجم تاباںؔ) نورِ توحید کا مینار ہیں غوث الاعظمؒ (جناب محمد حنیف نازش قادری)
۲۱۱واں مشاعرہ	31 دسمبر۲۰۲۰بروز جمعرات ۱۴جمادی الاول ۱۴۴۲ھ	اہلِ سخن کو ایک سعادت نبی علیہ السلام کی نعت جناب اسد رضوی آف ملکوآنہ

انجمن فقیرانِ مصطفیٰ علیہ السلام فیصل آباد (بانی فقیر مصطفیٰ امیرؒ)

اعوان نعت محل ۹۵۱ بی سول کوارٹرز اسلامی چوک غلام محمد آباد فیصل آباد

سرپرست اعلیٰ: اللہ نواز منصورؔ۔ صدر: ریاض احمد قادریؔ۔ نائب صدر: پروفیسر محمد طاہر صدیقیؔ جنرل سیکرٹری: سید شاہد حسین شاہدؔ

جائنٹ سیکرٹری: منیر احمد خاورؔ صدر مجلس عاملہ: ناصر حسین راضیؔ پریس سیکرٹری: زاہد سرفراز زاہدؔ (فون: 03006645573)

آپ نے دیکھا کہ اس میں تاریخ اور 'طرح' کے ساتھ اُس شاعر کا نام بھی درج ہے

جن کی نعت سے 'طرح' کا مصرع اخذ کیا گیا ہے۔

''حرمینِ نعت'' میں شامل جن نعت نگاروں کے مصرع ہائے سے 'طرح' اخذ کے گئے اُن کے نام حکیم ارشد محمود ارشد اور انجینیر اشفاق حسین ہمذالی ہیں۔ یہ مشاعرے بالترتیب 30 جون 2016 اور 30 ستمبر 2016 کو منعقد ہوئے اور ان کے لئے مجموعی طور پر 92 نعتیں لکھّی گئیں اور شرکائے مشاعرہ نے اپنی سہولت سے ان طرحوں پر نعتیں لکھیں۔

اَشفاق ہمذالی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے ان دونوں مشاعروں میں دی جانے والی طرحوں:

''وہ شاہکارِ حُسن وہ مقصودِ کائنات'' اور

''سبز گنبد کے نظاروں کو سلام''

پر لکھی گئی نعتوں کی جمع آوری میں شبانہ رُوز محنت کی۔

اس میں پہلی طرح غیر مرّدف ہے، ردیف کے بغیر اور دوسرے مصرع میں جو نسبتاً چھوٹی بحر کا ہے نصف کے قریب ردیف ہے، یوں ان دونوں مصرعوں میں ایک تنوع ہے اور اظہار واسلوب کی مختلف صورتیں اور گنجائشیں۔

ہمذالی کی اس جمع آوری سے طرحی مشاعروں کے لئے لکھی جانے والی نعتوں کے مطالعے کا جو موقع مِلا ہے اس سے نعت نگاروں اور نعت کا ذوق رکھنے والوں کو یقیناً خوشی ہوگی۔

'طرح' پر لکھی جانے والی تخلیقات عام طور پر مشاعرہ تک ہی مؤثر ہوتی ہیں اور اکثر اوقات ذہنوں سے محو ہو جاتی ہیں۔ ''حرمینِ نعت'' میں یہ نعتیں محفوظ ہو گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ تحقیق و تنقید کے کئی نئے در کھولتا ہے، مختلف شاعروں نے مختلف قوافی کو کیسے استعمال کیا؟ دی گئی طرحوں میں اپنے لئے کیا سہولیات روا رکھیں؟ ان سوالات سے طرحی مشاعروں کے حالیہ بیانیوں کو سمجھنے میں بہت مدد مِلے گی۔

''حرمینِ نعت'' میں ان دونوں طرحوں پر لکھی جانے والی نعتوں کو دو الگ الگ حصّوں

میں شائع کیا جا رہا ہے۔ حصّہ اوّل میں برادرم حکیم ارشد محمود ارشد اور حصّہ دوم میں عزیزم اَشفاق ہمذالی کے طرح مصرع پر لکھی جانے والی نعتیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمذالی کی اس محنت کو قبول کرے۔ ایک ایک شاعر سے نعت وصول کرنا پھر کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے بعد انہیں احتیاط اور شائستگی سے کتابی صورت عطا کی۔ یہ کام جس احتیاط کا متقاضی تھا ہمذالی نے اسے اُسی ذمہ داری سے مکمل کیا ہے۔ اس نے یہ تمام مرحلے خوبصورتی سے طے کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمذالی کی اس محنت کو قبول فرمائے یہ کتاب اس کی توفیقاتِ نعت میں اضافے کا سبب ہو۔

’حرمینِ نعت‘ ارمغاں خُلد نسب
لایا ہے شوق سے بہ صد الف ادب
تُو نعت کے باب میں اضافہ فرما
توفیقاتِ ہمذالی میں یا رب!

دونوں طرحوں پر فیصل آباد کے نعت گو شاعروں نے اپنی اپنی ارادت سامانی اور عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے۔ یہ یک کتاب دو طرحوں پر نعتوں کی جمع آوری پر مشتمل ہے۔ نئے نعت نگاروں کے لئے مطالعہ وجائزہ اور دلچسپی کا سامان تو ہے ہی، کہنہ مشق شاعروں کے لئے بھی محبت خیزی کا سامان اور اخذِ کیف وانبساط کی صورت ہے۔

مجھے اُمید ہے نعت دوست دل اور مدحت شناس ذہن رکھنے والوں کے لئے ’حرمینِ نعت‘ کا مطالعہ موجب خیر و برکت ہوگا۔ ایک رباعی کے ساتھ اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں:

مقبول ہوں ، جذب سے بھری ہیں نعتیں
کیا خُوب خلوص سے کہی ہیں نعتیں
طرحِ ہمذالی ، طرحِ ارشد پر
احباب نے شوق سے لکھی ہیں نعتیں

❖......❖......❖......❖

برطرحِ ارشد

'برطرحِ ارشد' فیصل آباد کے معروف نعت نگار جناب حکیم ارشد محمود ارشد کی نعتیہ طرح

ع ''وہ شاہکارِ حُسن وہ مقصودِ کائنات''

پر ہونے والے مشاعرہ میں پڑھی جانے والی نعتوں کی جمع آوری پر مشتمل ہے۔ یہ نعتیہ مشاعرہ فیصل آباد کی معروف نعت دوست بزم 'انجمن فقیرانِ مصطفیٰ' کے زیرِ اہتمام مورخہ 30 جون 2016 کو منعقد ہُوا۔ ارشد صاحب کے مصرعِ تر پر کُل 30 نعتیں موصول ہوئیں جن کو ہمزا الی صاحب نے تخلّص کی الف بائی ترتیب کے مطابق جمع کیا۔

اس مصرع تر میں جیسا کہ مصرع سے ظاہر ہے ردیف نہیں ہے۔ شرکاء کو اجازت تھی کہ وہ اپنی مرضی سے اس کے کِسی لفظ کو ردیف بھی بنا سکتے تھے۔ یوں جیسا کہ آپ دیکھیں گے بعض شاعروں نے مقصود کو قافیہ بنا کر کائنات کے لفظ کو ردیف کے طور پر برتا ہے۔ اس طرح پر بعض دوستوں نے ایک سے زیادہ نعتیں بھی لکھی ہیں۔ مختلف شاعروں کا ایک ایک شعر بطور نمونہ بعد میں آئے گا۔

آغاز میں ارشد صاحب کی نعت پیش ہے:

وہ شاہکارِ حسن وہ مقصودِ کائنات　　ان کے طفیل گلشنِ ہستی کو ہے ثبات
اُن کی نگاہِ لطف سے دستِ کشاد سے　　ہر نعمتِ خدا ملے ہر غم سے ہو نجات

عزت ملے گی حشر میں رب کریم سے / جس کو عزیز جاں سے ہے خیرالوریٰ کی ذات
جس میں زیارتِ رخِ شمس الضحیٰ ہوئی / وہ شب مجھے ہے دوستو! سرمایہء حیات
اے پڑھنے والے پڑھ انہیں خوب احتیاط سے / آیات میں نہاں ہے مرے مصطفیٰؐ کی نعت
مسکن ہے جن کا شہرِ نبیؐ ، ان کے واسطے / ہر روز ، روزِ عید ہے ہر شب شبِ برات
پیشِ نظر ہوں تذکرے حُبِّ رسولؐ کے / ہر دم رہے جمالِ رخِ مصطفیٰؐ کی بات
احمد بھی آپ حامد و محمود بھی ہیں آپ / ہے کائناتِ حمد محمدؐ کی پاک ذات
دیکھا بغور پڑھ کے جو قرآں تو یہ کُھلا / شاہد ہیں اُن کے خُلق پہ آیاتِ بیّنات
چاہیں تو چاند شق ہو پلٹ آئے آفتاب / اَوجِ فلک بھی ان کے ہے زیرِ تصرّفات
ذرّاتِ خاکِ شہرِ نبیؐ ہیں ہمیں عزیز / دل کو نہ بھائیں خُلد کے نوری تصوّرات
دونوں جہاں میں آپؐ کا شاعر شمار ہو / ارشدؔ پہ یوں حضورؐ کی ہو چشمِ اِلتفات

ان دِنوں منعقد ہونے والے کئی طرحی مشاعروں میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ شاعر مصرعِ طرح کی بحر اور ردیف کا یا غیر مرّدف طور پر ردیف کو قافیہ سمجھ کر اس کا اتباع کرتا ہے یعنی اردو طرحی مشاعروں کی دیرینہ روایت کے مطابق طرح مصرعوں کا کلّی طور پر اتباع نہیں کرتا یا یوں کہیے کہ شاعر طرح مصرع (قافیہ، ردیف اور بحر) کی زمین کی پابندی نہیں کرتا اس کا سبب شاید آج کے شاعروں کی تن آسانی ہے گزشتہ صدی کی آخری دہائیوں تک عام طور پر طرحی مشاعرے کلاسیکی اسلوبِ طرح کے التزام اور پابندی کے ساتھ ہوتے تھے اس کا ایک فائدہ یہ تھا کہ طرحی مشاعرہ میں غزل/ نعت لکھتے وقت شاعر گرہ پر زیادہ محنت صرف کرتے اور ہر شاعر کی کوشش ہوتی کہ وہ مشاعرہ میں دیئے جانے والے طرح مصرع پر منفرد انداز میں گرہ لگائے ،طرح

مصرع میں گرہ کے امکانات پر غور کرے اور کوشش کرے کہ اس کی گرہ نادرالوقوع ہو ــــــ مشاعرہ میں 'گرہ پیش ہے' کی آواز، آتے ہی سب شاعر اور سامعین متوجہ ہو جاتے اس شعر کو غور سے سنا جاتا اور اچھی گرہ پر زیادہ داد دی جاتی۔

اردو غزل کی منفرد زمینوں مثلاً غالب کے حوالے سے، سحر ہونے تک......تماشا مرے آگے......دیوار و در کو دیکھتے ہیں......پتھر نہیں ہوں مَیں ــــــ وغیرہ پر کہی گئی غزلوں میں قوافی کے کلیدی استعمال پر زیادہ داد دی جاتی، قافیہ اور ردیف کے تال میل سے جو شعری فضا تیار ہوتی اسی پر غزل کی کامیابی کا دارومدار ہوتا یعنی شاعر نے ردیف کے ساتھ کون کون سے قوافی، کس کس طرح استعمال کئے، یوں طرحی مشاعرے نہ صرف نئے شاعروں کی تخلیقی ریاضت کا سبب بنتے بلکہ اساتذہ کے لئے بھی ان کی مہارت، قادرالکلامی اور استادی کا امتحان ہوتے۔

غیر مردف زمینوں کا مسئلہ مختلف ہے جیسا کہ ارشد صاحب کی زیرِ نظر نعت کا طرح مصرع ع ''وہ شاہکارِ حسن وہ مقصودِ کائنات'' ــــــ ایسی طرحوں میں مسابقت کی وہ فضا قائم نہیں ہوتی جیسی کہ مردّف زمینوں میں ــــــ ارشد صاحب کی دی گئی 'طرح' میں مقصود کو اگر قافیہ کے طور پر برتا جائے تو ایک اور طرح کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے ایک یہ کہ مقصود کے قوافی کم ہیں دس پندرہ، پھر اگر کائنات کے لفظ کو ردیف کے طور پر باندھا جائے تو قوافی اور بھی کم ہو جاتے ہیں یعنی اس زمین پر درود، حدود، ودود، جنود، قیود وغیرہ کے قافیے استعمال نہیں ہو سکتے لہٰذا شاعر کے لئے سعیِ فکر کا میدان اور چھوٹا رہ جاتا ہے۔

ارشدؔ صاحب کی 'طرح' پر ہمارے شاعر انہی مسائل سے دوچار رہے اور زیادہ تر نے کائنات ہی کو قافیہ باندھ کر اس کے ہم قافیہ الفاظ پر شعر کہے، نعت کے موضوعات و مضامین کے اظہار کے لئے یوں طرح مصرع کے امکانات بہت پھیل گئے۔ زیرِ جائزہ نعتیہ مشاعرے میں

اس 'طرح' پر 24 شاعروں نے 30 نعتیں لکھیں (راقم الحروف نے ارشد صاحب کی نعتیہ طرح پر دو نعتیں لکھیں)

طرحِ ارشد پر ملنے والی نعتوں کا اثاثہ آپ آنے والے صفحات میں دیکھیں گے۔ ان نعتوں کے درج ذیل اشعار دیکھئے:

عزت ملے گی حشر میں رب کریم سے
جس کو عزیز جاں سے ہے خیرالوریٰ کی ذات

(حکیم ارشد محمود ارشد)

خوشبوئے گل ہے اُن کے پسینے سے فیض یاب
مرہون منت اِس کے ہیں دنیا کے عطریات

(حکیم ارشد محمود ارشد)

خیر البشر کی بات میں نوعِ بشر کی خیر
ہر فعل شاہِ دیں کا ہے بہبودِ کائنات

(نصیر احمد اختر)

جذبات ڈھل گئے ہیں مرے جب سے نعت میں
خوشبو سے اُن کی مہکی ہوئی ہے مری حیات

(فقیرِ مصطفیٰ امیر)

انسانیت کو بخش دی عظمت حضورؐ نے
روشن ہے انؐ کے نور سے یہ بزمِ شش جہات

(منیر احمد خاور)

پائی جب اُن سے دل نے مودّت کی روشنی
اندوہ و غم کی تیرہ شبی سے ملی نجات

(احمد شہباز خاور)

سرکارِ انبیاءؑ کی غلامی کے فیض سے
بنتی ہے بزمِ نعت میں اس بے زباں کی بات

(ناصر حسین راضی)

خالق نے ان کو مالک و مولا بنا دیا
سب کچھ ہے ان کا جو بھی ہے موجودِ کائنات

(پروفیسر ریاض احمد قادری)

عُشّاق شاد کام رہیں جن میں ہر گھڑی
طیبہ کی شاہرات ہیں جنت کی شاہرات

(پروفیسر ریاض احمد قادری)

در یوزہ گر ہیں آپ کے مہر و مہ و نجوم
منبعءِ نور ، آپ ہیں جانِ تجلّیات

(زاہد بلالی)

رَبِّ علا کا دوستو! احساں ہے یہ عظیم
امّت میں آنحضورؐ کی بخشی ہمیں حیات

(سرور قمر قادری)

ہے طاعتِ رسول ہی تکمیلِ بندگی
فرما رہا ہے آپ یہ مسجودِ کائنات

(عمران سلیم)

فائز ہیں آپؐ مَنصبِ خُلقِ عظیم پر
شاہد کتابِ حق کی ہیں آیاتِ بیّنات

(محمد سلیم شاہد)

یہ مرتبہ بلند خدا نے انہیں دیا
میرے حضورؐ ٹھہرے ہیں محمودِ کائنات

(سیّد شاہد حسین شاہد)

ہر لمحہ اُنؐ کی یاد مرے ساتھ ساتھ ہے
سینے کی دھڑکنوں میں دھڑکتی ہے اُن کی ذات

(شجاعت رَجوی)

سارے دِلوں کو آپؐ نے بخشیں سکینتیں
اس طور کی ہے آپؐ نے بہبودِ کائنات

(پروفیسر محمد طاہر صدیقی)

معراج پر ہے رُتبہَ مہمانِ عرشِ حق
ہے منتظر حضورؐ کا مسجودِ کائنات

(شوکت جلال چشتی)

مشکل کشائی کے لیے فریاد جب بھی کی
سُلجھا دیے حضورؐ نے میرے معاملات

(پروفیسر محمد طاہر صدیقی)

فضلِ خُدا سے رحمتِ کونین آپؐ ہیں
ممنون مصطفیٰؐ کی ہے بہبودِ کائنات

(سکندر عزیز خان)

لہجے میں ان کے بولتا ہے ربِّ کائنات
ان کے لبوں کی بات ہے آیاتِ بینات

(منظر پھلوری)

پڑھتے ہوئے نماز میں اُن کو کروں سلام
بھیجوں درود اُن پہ تو ہو معتبر صلوٰۃ

(میاں منیر احمد منیر)

حور و ملک بھی آپؐ کے ممنوں ہیں، اِس لیے
پڑھ کر درود بھیجتے ہیں ارمغانِ نعت

(اللہ رکھا نازش)

سب کچھ اُنہی کے سامنے پیدا کیا گیا
شاہد وہی ہیں اور ہیں مشہودِ کائنات

(اَشفاق حسین ہمدانی)

دیکھا خُدا کو جس نے ہے ظاہر کی آنکھ سے
کونین میں ہے ایک محمدؐ کی پاک ذات
ہمذانی کاش خواب میں آئیں مرے حضورؐ
اور خود لکھائیں مجھ سے وہ اک منفرد سی نعت

(اَشفاق حسین ہمذانی)

ارشد صاحب کے مصرع پر آپ نے ملاحظہ کیا ردیف کے کُھلے پن کے ساتھ شاعروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اپنی عقیدت وارادت کا اظہار کیسے والہانہ پن سے کیا ہے۔بعض شاعروں نے طرحِ ارشد، پر شعر لکھتے ہوئے جس تازہ کاری کا اظہار کیا ہے اس سے اس 'طرح' کے امکانات کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس ارمغانِ محبت وعقیدت کو قبول فرمائے اورطرح ارشد پر دوسرے شاعروں کی مساعی جمیلہ مشکور ہو۔میں اپنے تاثرات ایک رباعی پرختم کرتا ہوں:

اے شاہِ بحر و بَر ، شفیعِ محشر
مقبول ہو مدح کا یہ نوری دفتر
اشعار، جو شاعروں، وِلا داروں نے
الفت سے لکھّے طرحِ ارشد پر

❖......❖......❖......❖

برطرحِ ہمذالی

عہدِ حاضر میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے فروغ کی ایک بڑی وجہ نعتیہ طرحی مشاعرے بھی ہیں۔ معاصر نعت کے حوالے سے یہ ایک جداگانہ موضوع ہے جو باقاعدہ ایک سندی مقالے کا موضوع ہے نعتیہ طرحی مشاعروں کا آغاز کب ہُوا؟ اس کے محرکات، ان مشاعروں کی نوعیت، مختلف شہروں میں مختلف انجمنوں اور اداروں کی (اس بارے میں) خدمات، ان مشاعروں کی روداد نگاری اور ان میں پڑھی جانے والی نعتوں کے مطبوعہ گلدستے! اس باب میں گزشتہ نصف صدی کے مشاعروں میں پڑھی اور ان کے لئے لکھی جانے والی نعتوں کا سرسری تذکرہ ـــــ یہ اور اس انداز کے کئی ذیلی موضوعات ہیں جو اس مقالے کے دائرہ تحقیق وتنقید میں آسکتے ہیں۔

ایک محتاط تو نہیں سرسری اندازے کے مطابق میرے خیال میں کراچی، لاہور، فیصل آباد، اسلام آباد اور دوسرے کئی شہروں میں بہت سی انجمنیں ایسے ماہانہ مشاعروں کے انعقاد کا بندوبست کرتی ہیں (اس عشرے سے نہیں گزشتہ کئی دہائیوں اور سالوں سے) ـــــ بعض انجمنوں کی طرف سے تو ایسے مشاعرے کئی سالوں سے ہو رہے ہیں۔ مجھے گزشتہ سال اسلام آباد کی ایک ایسی انجمن کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعرے کی صدارت کی سعادت نصیب ہوئی وہاں بتایا گیا کہ یہ اس انجمن کا تین سو تیرھواں نعتیہ مشاعرہ ہے گویا قریباً 26 سالوں سے بغیر کسی تعطّل کے اس انجمن کے زیرِاہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی روایت موجود ہے اسی طرح انجمن فقیرانِ مصطفےٰ فیصل آباد کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی روایت بھی قریباً دو عشروں پر پھیلی ہوئی

ہے ____ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ نعتیہ طرحی مشاعروں کی روایت تحقیق طلب موضوع ہے۔مَیں نے صرف اس کی نشاندہی کی ہے اس موضوع پر تفصیلی مطالعے سے کئی باتوں کا سراغ ملے گا مثلاً

۱۔ یہ روایت کتنی پرانی ہے؟

۲۔ اس کا آغاز کس شہر،انجمن سے کب ہُوا؟

۳۔ ایسے مشاعروں میں طرح مصرعوں کی نوعیّت کیا ہے، یہ مصرعے کلاسیکی نعت گو شاعروں کی معروف زمینوں سے لئے گئے ہیں یا غزل کے معروف مصرعے ہیں جن کو نعت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

۴۔ مشاعرے میں دعوتِ سخن کے لئے دی جانے والی طرح کے ساتھ دی جانے والی گنجائش،تصرّفات اور ہدایات کیا تھیں مثلاً ایسے مشاعروں میں سالم طرح مصرع کی بجائے بعض جگہ پر یہ گنجائش ہوتی ہے کہ شاعر اپنی مرضی سے قافیہ بدل سکتے ہیں۔ بعض جگہوں پر صرف ردیف کا التزام روا رکھا جاتا ہے۔اسلام آباد کے جس نعتیہ مشاعرہ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس میں محترمی حفیظ تائبؒ صاحب کی معروف نعت:

؎ کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصافِ حمیدہ

____ پر دعوتِ سخن دی گئی تھی مگر قافیے کے تعیّن کے بغیر اس میں محض ردیف ____ ’اوصافِ حمیدہ‘ کا التزام ضروری تھا مشاعرے میں شامل شاعروں نے جس بھی بحر، قافیہ و آہنگ میں نعت لکھی اس میں اوصاف حمیدہ پر اپنے مصرع ثانی کا اختتام کیا یہ شاید اس لئے کیا گیا کہ اگر حفیظ تائب کی نعت کا اتّباع کیا جاتا تو دیدہ،شنیدہ، جریدہ وغیرہ کے قوافی کم ملتے اگر اوصاف کو قافیہ بنایا جاتا تو کہنے والے کو مزید مشکل پیش آتی ایک تو اوصاف کے قوافی صاف،صحاف، وصاف، شفاف وغیرہ کم ہیں نیز ترکیب کے التزام سے شاعروں کو اور زیادہ مشکل پیش آتی ____ ترے، مرے، کہے، سُنے

کا قافیہ رکھا جاتا تو کہنے والے کے لیے آسانی تھی اور اوصافِ حمیدہ کی ردیف کے ساتھ نعت کا قرینہ بھی موجود تھا____ مگر منتظمینِ مشاعرہ نے اوصافِ حمیدہ کے الفاظ کو ہی ردیف کے طور پر لازم قرار دیا سو مختلف شاعروں نے جس کسی بحر میں بھی طبع آزمائی کی اس میں آخری جزو مصرع اوصافِ حمیدہ ہی کو قرار دیا____

اَشفاق ہمدانی کی زیرِ نظر کتاب کے حوالے سے بات طویل ہوگئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن طرحی نعتیہ مشاعروں کی روایت میں فی زمانہ روا رکھے جانے والے تصرّفات کو سمجھنے کے لئے اس تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ ان تصرّفات کے سبب طرحی مشاعرہ اتنا کاٹ دار نہیں رہتا جتنا شاعر کے اصل قافیہ، ردیف اور بحر کے التزام کے ساتھ ہوتا تھا یا ہوتا ہے____ یہ گنجائش شاملِ مشاعرہ شاعروں کی آسانی کے لئے پیدا کی گئی مگر اس سے وہ لطف جاتا رہا جو سامع کو کسی قافیے کے استعمال سے ملتا ہے مختلف شاعروں کے پرانے گلدستوں میں ایسی، بوقلمونی اور تنوّع کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں شعری ذوق جن سے نہ صرف حظ اٹھاتا ہے بلکہ شعر کہنے کے بہت سے اسالیب اور 'قافیہ زنی' (قافیہ پیمائی نہیں) کے انداز بھی سمجھتا ہے اگر آپ شاعر کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے مصرعے کے کسی لفظ کو قافیہ بنالے تو پھر طرحی مشاعرہ کے ایک اہم تاثر (کہ کس نے کس قافیے کو کیسے برتا؟) سے سامعین محروم ہو جاتے ہیں۔

اَشفاق ہمدانی کی یہ کتاب ایک ایسے ہی نعتیہ مشاعرے میں پڑھی جانے والی نعتوں پر مشتمل ہے اس میں شاعروں کو نعت لکھنے کے لئے جو طرح مصرع دیا گیا وہ اَشفاق ہمدانی کے درج ذیل مطلع کا دوسرا مصرع ہے:

ے شہرِ طیبہ کی بہاروں کو سلام
سبز گنبد کے نظاروں کو سلام

اس مصرع میں قافیہ کے انتخاب کو نعت نگار کی مرضی پر کھلا چھوڑ دیا تھا جیسا کہ ہم اس مشاعرہ میں شامل نعتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس میں قریباً 49 شاعروں نے

حصہ لیا (قریباً اس لئے کہ کچھ شاعر مشاعرہ میں شریک نہ ہوئے تھے انہوں نے ہمزالی صاحب کو اپنی نعتیں بعد میں بھجوائیں جن میں راقم بھی شامل ہے)۔

اگر اس طرح مصرع پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ اس میں تخلیقی آزادہ روی کی گنجائش بہت کم ہے ایک تو اس مصرع کی بحر بہت چھوٹی ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (سبز گنبد کے نظاروں کو سلام) دوسرے اس میں تصرّفات کی بھی گنجائش زیادہ شعر افزا نہیں ____ سو شاعروں نے اس طرح پر نعتیں کہتے ہوئے اپنے مزاج اور حاصل کردہ سہولتوں سے جو فائدہ اٹھایا ہے اس کی درج ذیل شکلیں سامنے آئی ہیں:

۱۔ اکثر شاعروں نے مصرع کے عین مطابق نعتیں لکھیں۔یعنی بہاروں، شہ سواروں کے قوافی اور ''کوسلام'' ردیف استعمال کیا، ایسی نعتوں کی تعداد 53 ہے۔

۲۔ ایک نعت میں قافیے میں آزادی حاصل کی یعنی بہاروں، جلووں وغیرہ قافیے استعمال گئے۔

۳۔ ....چند شاعروں نے قافیہ وردیف کا تکلف ختم کر کے مصرع کو غیر مردّف طور پر استعمال کیا یعنی سلام، شام، مقام، دوام وغیرہ کے قوافی ہی کو ردیف کے طور پر برتا۔ ایسی نعتوں کی تعداد 8 ہے۔

۴۔ کچھ نعتوں میں قافیۂ نظاروں کو بدل کر طرح مصرع ہی میں سے ''کو''، قافیہ مان لیا ہے یوں تو، جو، کو کے قوافی استعمال کئے ہیں۔

۵۔ ایک نعت نگار (ریاض احمد قادری) نے ازراہ محبت وشوق اس طرح پر چھ نعتیں کہی ہیں۔

ان نعتوں کا بہ حیثیتِ مجموعی مطالعہ معاصر نعتیہ منظر نامے میں نعت نگاری سے وابستہ شاعروں کے روز افزوں شوق کی نشاندہی کرتا ہے نیز شاعروں نے بہت ہی محدود شعری فضا میں جس بوقلمونی اور رنگارنگی کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے اوصاف اور

آپؐ کی سیرت طیبہ سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے وہ معاصر نعت میں فکر کے کئی در کھولتا ہے چھوٹی اور سادہ سی زمیں میں 'سلام' کے التزام کے ساتھ کہی گئی ان نعتوں کا مرکزی موضوع اگر چہ سلام ودرود کے ذیل میں آتا ہے اور یوں ایک اعتبار سے تمام نعتیں، سلام کی کیفیت سے مربوط ہو گئی ہیں تاہم دستیاب نعتوں میں سلام کے علاوہ نعتیہ موضوعات کی دوسری جھلکیاں بھی ملتی ہیں درج ذیل اشعار دیکھئے:

مرحبا! اے مسجدِ ختمِ الرُّسلؐ
تیرے گنبد کو ، مِناروں کو سلام
اے مدینہ! خِطَّہءِ رشکِ جَناں
تیرے کھیتوں ، مَرغزاروں کو سلام
پا پیادہ ہیں چلے جن پر حضورؐ
تا ابد ان رہگزاروں کو سلام
مصطفےٰؐ خیرالوریٰؐ کے دیس کے
کوہساروں، ریگزاروں کو سلام
ہیں جو اُن کے شہر پر سایہ فِگن
ہو مرا ان ابر پاروں کو سلام
ہیں مواجہ پر جو محوِ اِنتظار
زائریں کی اُن قِطاروں کو سلام

(انجنیئر اشفاق حُسین ہمذالی)

جن سے پائی دیں کی ہم نے روشنی
مصطفیٰؐ کے سارے پیاروں کو سلام

(فقیر مصطفےٰ امیر)

آپؐ کے اصحابؓ ساروں کو سلام
خاص کر اُن چار یاروںؓ کو سلام
بوذرؓ و سلمانؓ ، بلالؓ و زیدؓ اور
سب کے سب خدمت گزاروں کو سلام

(کوثرعلی)

دست بستہ عاجزانہ با ادب
شہر آقاؐ کے نظاروں کو سلام
جو مدینے مجھ کو لے جائیں ریاضؔ
میرا ان ناقہ سواروں کو سلام

صدقِ دل سے مصطفیٰؐ کو ہو سلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "
بخششوں کی فصل اُگ ہی آئے گی
اپنی کشتِ جاں میں ہر دم بو سلام
ہو سلامِ دل مدینے کے لیے
اور سب دنیا سے کہہ دے "نو " سلام

کام ہو میرا یہی اک صبح و شام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

(ریاض احمد قادری)

ہوں مواجہ پر کروڑوں رحمتیں
اُنؐ کے مرقد کے نظاروں کو سلام

کربلا کے شہسواروں کو سلام
مصطفیؐ کے دل کے پاروں کو سلام

سرورِ عالمؐ کے جلووں کو سلام
دید پانے والی آنکھوں کو سلام

(ریاض احمد قادری)

غنچہ ہائے نعت جن سے کھل اُٹھیں
اُن نمو افزا بہاروں کو سلام
نغمہءِ نعتِ نبی جن سے چھڑے
سازِ دل کے ایسے تاروں کو سلام
آپ کی سنت پہ جو قائم رہیں
آپ کے طاعت شعاروں کو سلام

(حکیم ارشد محمود ارشد)

سُوئے کوئے ہادیِؐ عالم رہ رواں
سعد طالع کامگاروں کو سلام
ڈٹ گئے اِلحاد کے آگے سدا
حوصلوں کے کوہساروں کو سلام
احمدِ مرسلؐ کے عالی گوہروں
اعلیٰ اولیٰ طرح داروں کو سلام

(منظر پھلوری)

غار سے ہوتے ہوئے معراج تک
آپؐ کی سب رہگزاروں کو سلام
(صاحبزادہ ناصر حسین راضیؔ)

جو مٹا دیتے ہیں سب گمراہیاں
اُن کریمانہ اشاروں کو سلام
دہر میں جن سے پرے کچھ بھی نہیں
بحرِ حق کے اُن کناروں کو سلام
(احمد شہباز خاور)

گنبدِ خضرا کی رفعت پر دُرُود
اس سے مُلحق سب مناروں کو سلام
جن کی منزل آپؐ کا دَر ہے حضورؐ
ہو مرا اُن کام گاروں کو سلام
(شہزاد بیگ)

آپؐ کی مدحت میں گزرے زندگی
آپؐ کی نعتیں ہوں لب پر صبح و شام
رات کو سوتا ہوں میں پڑھ کر دُرود
صبح دم ہوں بھیجتا اُن پر سلام
(سلیم شاہد)

کیا سکینت زا ہے طیبہ میں قیام
ہیں بہاریں چار سو محوِ خرام
کیف پاتا ہے یہاں ہر خاص و عام
"سبز گنبد کے نظارو ں کو سلام "

ہے سراپا التجا طاؔہر یہاں
انؐ کے لطفِ خاص سے حاضر یہاں
زیرِ لب ہے الصلوٰۃ و السلام
"سبز گنبد کے نظارو ں کو سلام "

(پروفیسر محمد طاہر صدیقی)

خُلد سے بھی اَرفع تَر ہے یہ مقام
ہے سحر رَوشن فروزاں تَر ہے شام
نُور اَفشاں روضہء خیرالانامؐ
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

جو دل و جاں سے ہوئے انؐ کے منیؔر
خُلق سے جِن کے ہیں رَوشن تر ضمیر
میں بنوں اُن سب غلاموں کا غلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

(میاں منیر احمد منیؔر)

اپنی آنکھوں میں سجا کر احترام
ہیں مواجہ پر ہُوئے حاضر غلام
پیش کرتے ہیں غلامانہ سلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

(محمد سرور قمر قادری)

آپؐ کے سارے حَوالوں کو سلام
سیّدہؓ کے نور پاروں کو سلام

جن کے سائے میں کبھی ستائے آپؐ
اُن کھجوروں کی قطاروں کو سلام
جن فضاؤں میں رہے ہیں آنحضورؐ
اُن ہواؤں ، اُن فضاؤں کو سلام

(شوکت جلال چشتی)

سبز گنبد پر لگی رہتی ہیں جو
ان ملائک کی قطاروں کو سلام
ہے سکندر بخت تُو اقبال نازؔ
کر رہا ہے ان کے پیاروں کو سلام

(محمد اقبال نازؔ)

نعت کے منظر نِگاروں کو سلام
راحت افزا استعاروں کو سلام

(غلام غوث سحر شیرازی)

آپؐ کی عظمت کے آگے جو جھکے
اُن درختوں، کوہساروں کو سلام
مہرِ طیبہ سے منور جو ہوئے
اخترؔ ان روشن ستاروں کو سلام

(نصیر احمد اخترؔ)

ساقیء تسنیم و کوثر آپؐ کی
انگلیوں سے پھوٹے چشموں کو سلام

(ذوالفقار علی تبسم)

دل سے ہے آقاؐ کے پیاروں کو سلام
میرا پانچوں اور چاروں کو سلام
جن پہ شاہدؔ "الاحد " گونجے سدا
ان بلالیؓ ریگزاروں کو سلام
(سید شاہد حُسین شاہد)

حضرتِ سلمانؓ و بوذرؓ پر درود
مجتبیٰؑ کے ماہ پاروں کو سلام
جو بھی ہیں بسملؔ مقرب آپؐ کے
میرا ان سب راز داروں کو سلام
(بسمل شمسی)

ہو علیؑ کے دل کے پاروں کو سلام
سرورِ عالمؐ کے پیاروں کو سلام
کٹ گئے جو دین کی خاطر سبھی
زہراؓ کی آنکھوں کے تاروں کو سلام
بے ردا ہو کر بھی تھیں جو پردہ دار
میرا ان سب پردہ داروں کو سلام
پیش کرتا ہوں میں بسملؔ عجز سے
کربلا کے شہسواروں کو سلام
(بسمل شمسی)

جن کو نسبت آپؐ کے قدموں سے ہے
اُن مقدس رہ گزاروں کو سلام
(عبدالخالق تبسم قادری)

انؐ کے روضے کی سنہری جالیوں
سے جھلکتے چاند تاروں کو سلام
جو تڑپتے ہیں مدینے کے لئے
جعفرؔ ان لاکھوں ہزاروں کو سلام

(پروفیسر محمد جعفر علی قمر سیالویؔ)

جو شبِ اَسریٰ کھڑی تھیں صف بہ صف
انبیاؑء کی اُن قطاروں کو سلام

حُب احمدؐ میں جو خاورؔ ہیں لکھے
اُن موقّر شاہ پاروں کو سلام

چٹکیں پھر کلیاں تخیل میں مرے
نعت کہنے کا کروں جو اہتمام

(منیر احمد خاور)

میری آنے والی نسلیں بھی کہیں
ہم ہیں آقاؐ کے غلام ابنِ غلام
حاضری کو میں ترستا ہوں حضورؐ
آپ ہی کر دیجئے کچھ انتظام

(زاہد سرفراز زاہد)

خاص ہے اصحاب میں جن کا مقام
آپؐ کے اُن چار یاروں کو سلام

لکھ رہے ہیں آپؐ کے اَوصاف جو
ایسے سب سیرت نگاروں کو سلام

(محمد حسین آزادلُدھیانوی)

رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ جن میں بسا
رحمتِ عالمؐ کی سانسوں کو سلام

(محمد رفیق)

تیرے سب پیاروں کے صدقے اے خدا
تیرے سب پیاروں کے پیاروں کو سلام

(اویس ازہر مدنی)

سبز گنبد کی طراوت پر درود
انؐ کی مسجد کے مناروں کو سلام

(سلمان منیر خاور)

پا رہے ہیں اُن سے جو خیراتِ نور
اُن چمکتے چاند تاروں کو سلام

(عمران سلیم)

ان شعروں میں آج کی نعت کے مضامین ہیں وہ مضمون بھی جو آج کی نعت کے دھارے میں کئی دہائیوں سے قلم بند ہورہے ہیں اور تازہ کاری وندرت کے حامل کئی ایسے شعر بھی ہیں جو جدّت لئے ہوئے ہیں اور اردو نعت کے روشن امکانات کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

اشفاق ہمدانی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی طرح پر لکھی جانے والی نعتوں کو یک جا کر کے اُن کی اشاعت کا ارادہ کیا ہے یہ جمع آوری جہاں شرکائے مشاعرہ کے لئے خوش آئند ہے وہاں نعت کے عام قاریوں کے لئے دلچسپی کا بھی باعث ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس گلدستۂ نعت کو قبول فرمائے آمین۔مَیں اپنے تاثرات دو رباعیوں پر ختم کرتا ہوں:

اللہ سدا اس پہ کرم فرمائے
ساتھ اِس کے رہیں مہر و عطا کے سائے
اشفاق نے ترتیب جو دی ہے یہ کتاب
مقبولِ دربارِ شہؐ ہو جائے

☆☆☆

ترتیب جو دی تُو نے ثنا کی ڈالی
ہے شوق ترے کی یہ نشانی عالی
مشکور خُدا سعی تری فرمائے
احباب کی ہے دُعا یہی ہمذالی

❖......❖......❖......❖

وَرَفعنا لَکَ ذِکرکَ: بشریٰ فرخ

غزل میں اظہار کی مہارت حاصل کرنے کے بعد جو اہل قلم نعت کی طرف آتے ہیں ان کے رختِ سفر میں وہ ضروری لوازمات ازخود آجاتے ہیں جن سے وہ شاعر محروم ہوتے ہیں جو اپنے فن کی ابتداء ہی عقیدت نگاری سے کرتے ہیں غزل فنی ریاضت کا ماحصل ہے اس شعری صنف کے علائم ورموز اور اسالیب ادا کی روائت فارسی اور اردو شاعری کے ایک ہزار سالہ پس منظر تک پھیلی ہوئی ہے۔ ردیف وقافیہ کا اہتمام، اوزان بحور کی پاسداری، علوم ورموز کا علامتی اور تلازمی سلسلہ...... یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے سبب غزل کی صنف دوسری اصناف سخن کے مقابلے میں ہر دور میں زیادہ مستعمل رہی ہے ہر دور کے شاعروں نے اپنے محسوسات ومشاہدات کے لئے نہ صرف یہ کہ غزل سے رجوع کیا بلکہ اکثر شاعر عمر بھر کے لئے غزل ہی کے ہو کے رہ گئے۔

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقیدت نگاری (Devotinal poetry) کی نمایاں شاخ ہے اس کا زیادہ اظہار بھی غزل کی صنف میں ہُوا اردو شاعری میں نعت کے نمونے اردوئے قدیم کی شاعری ہی سے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اُردو کی نعتیہ شاعری کا ایک طویل پس منظر ہے جو کئی صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس صنف سخن کی آبیاری میں شاعروں کے ساتھ ساتھ شاعرات کی عقیدت بھری کوششیں بھی لائقِ مطالعہ ہیں۔ اس حوالے سے زینت بی بی محجوب کے نعتیہ مجموعہ "گلبنِ نعت" کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ یہ اُردو زبان میں کسی نعت گو شاعرہ کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ مفید عام پریس لاہور سے شائع ہونے والے اس مجموعے کا سن اشاعت ۱۳۲۳ھ/1905ء ہے۔

گذشتہ ایک صدی میں سینکڑوں شاعرات نے اُردو نعت میں اپنے تخلیقی جوہر کا استعمال کیا۔ جن میں سے متعدد شاعرات کے جداگانہ نعتیہ مجموعے بھی شائع ہوئے۔ عہد بہ

عہد کی اُردو نعتیہ شاعری میں خواتین کا بہ حیثیت مجموعی ایک مؤثر اور قابلِ ذکر حصّہ موجود ہے۔جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت وفریفتگی کے اظہار کے گراں قدر نمونے ملتے ہیں۔مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے خواتین کا تخلیق کردہ اثاثہ نعت جداگانہ جائزہ کے لائق ہے۔معاصر نعت گوشاعرات میں بشریٰ فرخ کا نام نمایاں ہے انہوں نے اس مجموعہ نعت سے قبل نظم اور غزل میں کامیاب شاعری کی اور اپنی فنیّ ریاضت سے نئی شاعرات میں ایک منفرد مقام حاصل کیا انہوں نے اپنی انفرادیت کو نعت میں بھی قائم رکھا ان کی یہ انفرادیت نعتیہ زمینوں اور بحروں میں دیکھی جاسکتی ہے انہوں نے نعت کو محض ایک موضوع کے طور پر نہیں برتا بلکہ اس میں فنی پختگی کے کامیاب نمونے بھی پیش کئے ہیں ان کے درج ذیل اشعار دیکھئے جن کی زمینیں نہ صرف شاعرانہ آہنگ سے عبارت ہیں بلکہ اظہار کا ایک نادر قرینہ بھی لئے ہوئے ہیں۔

خدا کے بعد ہے تو بس مرے نبیؐ کی ذات ہے
اُنہی کے واسطے ہے سب، دُرود ہے کہ نعت ہے

کھڑی ہوئی ہوں نجانے کب سے؟ لبوں پہ بس اک دعا سمیٹے
قبول ہو جائے حاضری اور دل اپنا ہر مُدّعا سمیٹے

یہ کیسے غم کے بادل جسم و جاں پر چھا گئے ہیں
کہ دریا چڑھ کے خطرے کے نشاں تک آ گئے ہیں

ان زمینوں کے اندر تازگی ہے ردیفوں کا نظام جذبات ،محسوسات اور شیفتگی وارفتگی کی کیفیات کے اظہار کو تازگی کے ساتھ تاثیر بھی عطا کرتا ہے بعض نعتیہ زمینوں میں مطلع ہی سے اظہار کو ایک مؤثر قرینہ مل گیا ہے یوں شعر بہ شعر کیفیات کے بیان نے ایک ڈھلی ڈھلائی صورت اختیار کرلی ہے۔قوافی اور ردیفوں کے ساتھ فرخ بشریٰ کی بعض نعتوں میں ایسی بحریں بھی استعمال ہوئی ہیں جن کو ہماری شاعرات نے بہت کم برتا ہے ایسی بحروں کے شمول سے بہ حیثیت مجموعی اس مجموعہ نعت میں ایک منفرد خوش آہنگی پیدا ہوگئے ہے یہ شعر دیکھئے:

نظامِ بحر و بر تجھؐ سے
رواں شمس و قمر تجھؐ سے

بس ایک حوالہ ساتھ رہا
ہر سمت اُجالا ساتھ رہا

ساتھ تیرا مرے کوزہ گر! چاہیے
میری مٹی کو طیبہ نگر چاہیے

تاثیر نعتیہ شاعری میں اظہار کا حاصل ہوتی ہے اگر عقیدت لفظوں تک محدود ہو اور اظہار کی سطح پر تیرتی پھرتی رہے تو وہ اس مقصد کے حصول کے لئے مؤثر نہیں ہوتی جس کے لئے نعت لکھی جاتی ہے بشریٰ فرخ کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے عقیدت کے اظہار میں والہانہ پن کا اظہار کیا ہے ان کی عقیدت نگاری فطری نہیں تخلیق نعت کے لمحوں میں وہ حضور اکرم صلیؐ اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فریفتگی کے بیان کی جن کیفیات سے گزری ہیں اُن کا بیان گداز آور ہے اور اُن کے اندر فطری جذب وارادت مندی کا مظہر ہے اور قاری کو متاثر کرتا ہے دلی واردات کے اظہار میں یہ جذب الفاظ سے قاری کے دل تک منتقل ہوتا ہے اور اسے بھی نعت کی سرشاری بخشتا ہے مثال کے طور پر بشریٰ کی درج ذیل مطلع والی نعتیں دیکھئے:

دلِ دریدہ مدینے میں چھوڑ آئی ہوں
خلا عجیب سا سینے چھوڑ آئی ہوں

ہَوا کے ہاتھ اپنی التجائیں بھیجتے رہنا
مدینے میں بلاوے کی دعائیں بھیجتے رہنا

مرے دل کو بھی آقاؐ شاد کر دیں
مکیں بن کر مکاں آباد کر دیں

کبھی جب نعت کہنے کا ارادہ باندھ لیتی ہوں
تو شہرِ عشق کے کوچے کو جادہ باندھ لیتی ہوں

دل کا کاسہ خالی آقاؐ
تیری رحمت عالی آقاؐ

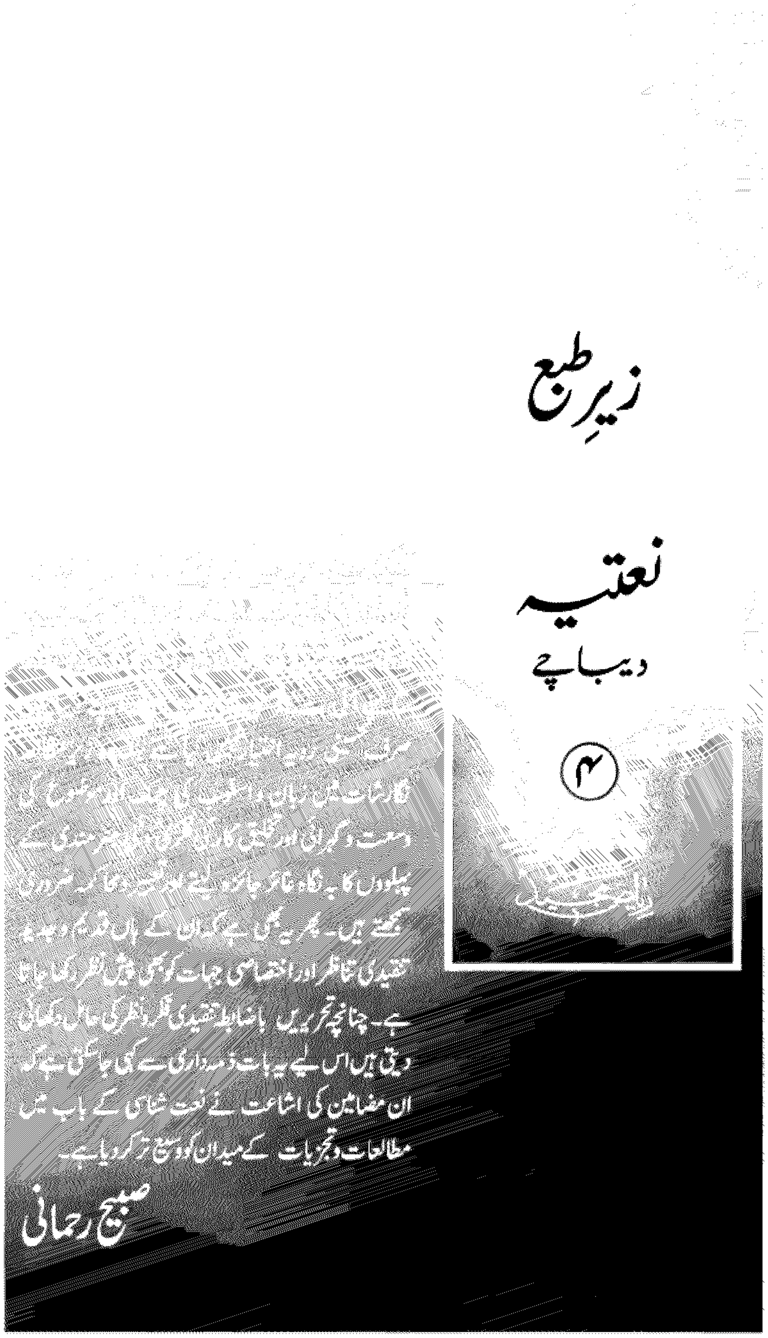
فراقِ نبیؐ میں تڑپتی ملیں گی
یہ آنکھیں ہمیشہ برستی ملیں گی

ایسے کئی شعر 'ورفعنا لک ذکرک' کے صفحات پر عقیدتوں کے چراغ جلائے ہوئے ہیں۔ معاصر اردو شاعرات کے شعری مجموعوں میں کہیں کہیں نعتیں اور چند نعتیہ اشعار آغاز کتاب کے حصہّ عقیدت میں مل جاتے ہیں کچھ شاعرات نے نعت کے جداگانہ مجموعے بھی شائع کئے ہیں یوں اردو کے معاصر نعتیہ اثاثے میں نسائی لب ولہجہ کا قابل ذکر اثاثہ بھی موجود ہے۔ (کراچی کی منفرد ادبی شخصیت جناب غوث میاں نے 'خواتین کی نعت گوئی' کے نام سے گزشتہ سالوں میں ایک ضخیم مجموعہ بھی مرتب کیا ہے جس پر ایک ریسرچ سکالر فاطمہ بتول کا مقالہ (برائے ایم فل اردو) زیر تحقیق ہے) 'ورفعنا لک ذکرک' اس اثاثے میں ایک مبارک اور خوبصورت اضافہ ہے پختونخوا سے شائع ہونے والا یہ نعتیہ مجموعہ معاصر شاعرات میں سے غالباً پہلا مجموعہ ہے جو جدید طرز ادا کی پُر تاثیر نعتوں کا حامل ہے مجھے امید ہے اس کا مطالعہ نعت کا ذوق رکھنے والے حب داروں اور ناقدوں میں تشویق وتوجہ کے نئے دَر وا کرے گا۔

میں اپنے تاثرات ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

فرخ بشریٰ جو لائی اے سرورؐ!
ہے آپ سے التجا شفیعؐ محشر
مقبول ہو اس کا یہ نیا مجموعہ
حَب دار ثناگروں کے حلقے اندر

❖......❖......❖......❖


زیرِ طبع
نعتیہ
دیباچے
۴
نگارشات میں زبان و اسلوب کی چاشنی اور موضوع کی
پہلوؤں کا بہ نگاہِ غائر جائزہ لیتے اور تعین دیکھنا ضروری
سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم وجدید
تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا
ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی
دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ
ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں
مطالعات و تجربات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔
صبیح رحمانی